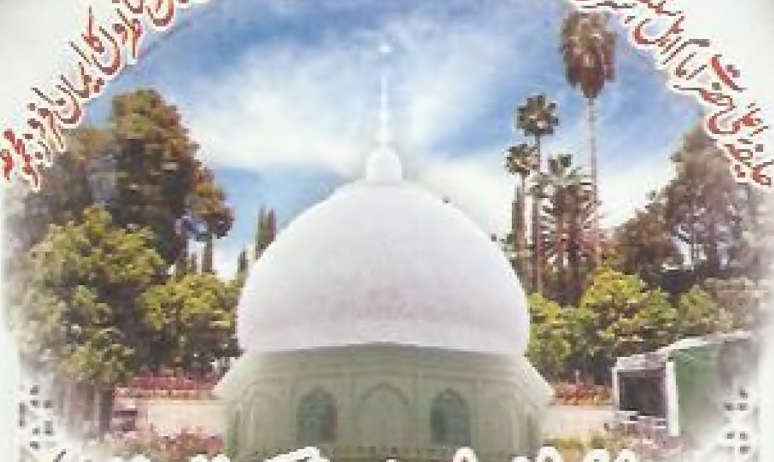


خانقاہ اعلیٰ حضرت دارالافتاء دارالعلوم دہلی
 مفتی اعظم پاکستان علامہ محمد قادی
 کے شاندار مآثر کا اجماع



رسالہ منہاج اہل بیت



مجموعہ نفعیہ اللہ خان قادی
 بی ایس سی - بی اے - ایم اے اردو و اسلامیات

فیضانِ مَدَنیہ بی بی کی شین

جانب سید محمد رود کا نمبر 0333-8173630

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

خلیفہ عالمی حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف
 جس میں قرآن مجید کی ہر آیت پر ایک نیا اور دلکش بیان ہے

رسالہ امیر ابوالحسن



محرم نعیم اللہ خان قادری

لی ایس سی۔ لم ایڈ۔ ایم اے اردو دہلی یونیورسٹی

فیضانِ ندیم پبلی کیشنز

پتہ: سید محمد رفیع کانسٹیبل 0333-8173630

فہرست رسائل

اسلام اور پردہ

صفحہ ۵ — تا — صفحہ ۳۴

فضائل شعبان المعظم

صفحہ ۳۵ — تا — صفحہ ۵۶

خطبہ جمعہ اور نماز جمعہ کے ضروری احکام اور مسائل

صفحہ ۵۷ — تا — صفحہ ۶۸

صدقہ فطر اور عید الفطر کے احکام و مسائل

صفحہ ۶۹ — تا — صفحہ ۷۸

عید قربان

صفحہ ۷۹ — تا — صفحہ ۸۹

انتباہ المنکرین من تصرف سید المرسلین

صفحہ ۹۱ — تا — صفحہ ۱۳۸

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب —————

رتبہ —————

تعداد —————

صفحات —————

ہدیہ —————

رضوان کتب خانہ، گنج بخش روڈ لاہور

○ صراط مستقیم پبلی کیشنز ○ کتب خانہ امام احمد رضا

○ مکتبہ قادریہ ○ مسلم کتاب بوی ○ کرمانوالہ بک شاپ

○ مکتبہ بہار شریعت قادریہ ○ دربار مارکیٹ لاہور

○ شبیر برادرز ○ نعمیہ بک سٹال ○ نظامیہ کتاب گھر لبرل بازار لاہور

○ مکتبہ احسنیت ○ جامعہ نظامیہ ضویہ لاہور

○ شمس و قمر پبلی کیشنز ○ مکتبہ اعلیٰ حضرت ○ دربار مارکیٹ لاہور

○ مکتبہ رضائے مصطفیٰ ○ مکتبہ قادریہ بازار بک گرواؤں ○ مکتبہ غوثیہ

○ مکتبہ الفرقان ○ مکتبہ غوثیہ ○ والی کتاب گھر لبرل بازار گرواؤں

○ مکتبہ ضیاء السنہ ملتان ○ فیضان سنت پبلی کیشنز ملتان

○ مہربیہ کالونیہ لبرل ملتان ○ مکتبہ فریدیہ ساریال

○ مکتبہ اہلسنت غازیہ ○ احمدیہ کارپوریشن دہلی

○ جلالیہ صراط مستقیم بکرات ○ رضا بک شاپ بکرات

○ مکتبہ ضیائیہ ○ مکتبہ غوثیہ عطاریہ بکلی چوک راولپنڈی

○ اسلامک بک کارپوریشن بکلی چوک ○ امام احمد رضا ٹریڈرز دہلی

۴ السَّهْمُ الشَّهَابِيُّ عَلَى خِدَاعِ الْوَهَابِيِّ

صفحہ ۱۳۹ — تا — صفحہ ۱۸۶

۵ ماجرائے مناظرۂ تلون

صفحہ ۱۸۷ — تا — صفحہ ۳۲۸

۶ مناظرۂ معین الدین پور

صفحہ ۳۲۹ — تا — صفحہ ۴۱۰

۷ دَبُوسُ الْمُقْلِدِينَ عَلَى رُءُوسِ الشَّيَاطِينِ

صفحہ ۴۱۱ — تا — صفحہ ۴۹۹

۸ فضائلِ مصطفیٰ ﷺ (وعظ)

صفحہ ۵۰۰ — تا — صفحہ ۵۲۳

۹ مفتی اعظم سید ابوالبرکات اپنے مکاتیب کے آئینہ میں

صفحہ ۵۲۵ — تا — صفحہ ۶۲۲

۱۰ چالیس ارشاداتِ امام ربانی رحمہ اللہ

صفحہ ۶۲۵ — تا — صفحہ ۶۷۰



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ يَا حَبِيبَ

القول الصواب في مسئلة الحجاب

اسلام اور پردہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے خاصہ خاصانِ رسل و قیامت دعا ہے
امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے
ایں ہمہ آفت کہ بہ تن میرسد
از نظر تو بہ شکن میرسد
دیدہ فروود پوش چوں در در صدف
تانشوی تیر بلا را صدف

اکبر الہ آبادی کہتا ہے:

بے پردہ کل جو چند نظر آئیں پیمیاں
اکبر زمین میں غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو میں نے آپ کے پردے کو کیا ہوا؟
بولیں وہ ہنس کے عقل پہ مردوں کے پڑ گیا

ناظرین کرام! چونکہ پردہ ایک ایسا زبردست شریفانہ وصف
ہے کہ شریف طبقہ اسے خاص طور پر نظر و قوت سے دیکھتا ہے قطع نظر اس سے کہ وہ
شریعت اسلامیہ کا پابند ہو یا نہ ہو۔ اس میں شرم و حیاء نسوانی کی حفاظت کا راز مضمر
ہے۔ بنا بریں کوئی خاص ضرورت نہ تھی کہ اس موضوع پر خامہ فرسائی کی جاتی لیکن
جب کہ فضائے عالم تاریک تر ہونے لگی اور صحبت اغیار کا برا اثر ہر کہ دمہ پر اس قدر
پڑا کہ تعلیم یافتہ مہذب افراد بھی اسے غیر ضروری قرار دے کر اپنے اپنے خیالات
طشت از بام کرنے لگے اور علماء کرام متبعین سید الانام کے افعال و افہام پر حملہ کرتے
ہوئے یہ کہنے لگے: کہ آج تک پردہ کی حقیقت کسی نے نہ سمجھی لہذا آج ہم دنیا کو سمجھاتے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ
وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ

ہیں۔ پھر اسی پر بس نہیں نصوص قرآن کریم کے معانی بھی محض پاس خن کیلئے بدل بدلا کر اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کی غرض سے علی الاعلان کہہ رہے ہیں کہ پردہ محض جسم کا ہے منہ، ہاتھ، پاؤں پوشیدہ رکھنے کا نام نہیں۔ آہ ع

بریں تہذیب و فہم ش خلق را باید نفاق کردن

مجبوز اچھے بھی اس کی تحقیق کی طرف رجوع کرنا پڑا تا کہ عوام الناس پر لائحہ واضح ہو جائے کہ شریعت اسلام پردہ کی کیا حقیقت بتا رہی ہے اور لیڈر صاحبان کا خانہ ساز پردہ کیا ہے؟

وما توفیعی الا باللہ

خیر اندیش فقیر ابوالبرکات سید احمد قادری
ناظم مرکزی حزب الاحناف لاہور پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد والثناء لولہ والصلوة والسلام علی نبیہ وعلی الہ وصحبہ
قبل اس کے کہ ہم پردہ کے وجوب پر دلائل شرعیہ کے لحاظ سے روشنی ڈالیں
یہ مناسب ہے کہ لفظ عورت اور زینت کی تحقیق لغوی کر لی جائے تاکہ قارئین کرام سمجھ
سکیں کہ عورت کو عورت کس غرض سے کہا جاتا ہے؟ ملاحظہ ہوا
منتہی الارب میں ہے:

عورة بالفتح اندام شرم مردم و ہو مابین السرة الی الركبة و ہر چہ از دیدن آن
شرم آید۔ یعنی عورت زبان عربی میں انسان کے اس حصہ بدن کو کہتے ہیں جس کے
دیکھنے سے شرم و عار لاحق ہوا اور اس کا پردہ کرنا اور دیکھنا مکہانا موجب ننگ و عار ہو۔
مفردات امام راغب میں ہے:

العورة سوءة الانسان و ذالك كناية و اصلها من العار و ذالك و
لما يلحق في ظهور من العار ای المنة و لذلك سمي النساء عورة
یعنی عورت انسان کی شرمگاہ کا نام ہے، اور یہ مشتق ہے عار سے اس واسطے
کہ اس کے ظاہر کرنے سے انسان کو شرم لاحق ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے عربی میں عورت
کا نام عورت رکھا گیا۔ علاوہ ازیں دیگر کتب لغت بھی یہی معنی بتا رہی ہیں۔ لیکن
بخوف طوالت اسی پر اکتفاء کر کے گزارش ہے کہ بلا غلطی دلیل شرعی اجاب لغت سے
ہی ہمارا دعویٰ ثابت ہے۔ واللہ الحمد

اب سمجھ لیجئے کہ عورت کو عورت اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ از سر تا پا پوشیدہ
رکھنے کی چیز ہے تو انصاف سے فرمائیے اس کا چہرہ اور دست و پا کا کھلا رکھنا کیونکر گوارا
ہو سکتا ہے۔ حالانکہ یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ بہ نسبت باقی تمام جسم کے عورت کا چہرہ

زیادہ تر موجب فتنہ و فساد ہوتا ہے۔ اسی لیے شعراء بھی چہرہ ہی کو زیادہ تر اشعار میں باندھتے ہیں۔ مثلاً وجہہ القمر، اس کا چہرہ چاند سا ہے اس کے رخسارے گلاب کے پھول ہیں۔ اس کے بازو نکوار ہیں۔ اس کے لب تنج آبدار ہیں۔ وغیرہ وغیرہ لہذا عرفا بھی ثابت ہے کہ چہرہ بالخصوص واجب الستر ہے۔

لفظ زینت کی تحقیق

لفظ زینت کی تحقیق بھی کر لیجئے تاکہ آگے چل کر دلائل شرعیہ کے مفہوم میں غلط فہمی نہ ہو زینت لغت میں اسباب آرائش یعنی زیور، لباس وغیرہ کو کہتے ہیں۔ چنانچہ صاحب مفردات علامہ امام راغب اس کو تین اقسام پر منقسم فرماتے ہیں:

(۱) زینت نفسیہ (۲) زینت بدنیہ (۳) زینت خارجیہ

زینت نفسیہ کے لئے علم و اعتقاد حسن کی ضرورت ہے۔ زینت بدنیہ کیلئے حسن و جمال و عطر و خال و قوت و قد و موزوں لازمی ہے۔ زینت خارجیہ کیلئے مال و جاہ کی احتیاج ہے۔ عینہ عبارت مفردات ملاحظہ ہو:

وَالزَّيْنَةُ بِالْقَوْلِ الْمُجَلِّ ثَلَاثُ (۱) زَيْنَةُ نَفْسِيَّةٌ كَالْعِلْمِ وَالْإِعْتِقَادِ الْحَسَنَةِ (۲) وَزَيْنَةُ بَدَنِيَّةٌ كَالْقُوَّةِ وَطُولِ الْقَامَةِ (۳) وَزَيْنَةُ خَارِجِيَّةٌ كَالْمَالِ وَالْجَاهِ

واضح رہے کہ قرآن پاک میں لفظ زینت باختلاف صیغوں مختلف معنی کے لیے مستعمل ہوا ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہوا:

سورة اعراف میں ارشاد ہوا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ

اس کے اسباب نزول مفسرین نے متعدد فرمائے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ زمانہ جہالت میں مستورات برہنہ

بدن طواف کرتی تھیں تو حکم ہوا کہ ہر مسجد کے قریب تم کپڑے پہن کر آیا کرو۔

سعید بن جبیر۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ ایام جہالت میں مرد لوگ دن کو برہنہ بدن طواف کرتے تھے اور شب کو عورتیں

فَأَمَرَ اللَّهُ تَعَالَى : أَنْ يُلْبَسُوا وَلَا يَتَغَيَّرُوا ☆

تو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ اپنے کپڑے پہن کر طواف کرو برہنہ نہ ہو۔

ان کیلئے یہ ہدایت نازل ہوئی۔ پھر خداوند تعالیٰ کا شان نزول اس امر کو بتا رہا ہے کہ زینت سے مراد یہاں کپڑے پہننا ہے۔ جس سے عورت مستور ہو سکے۔ عینہ عبارت یہ ہے

الْمُرَادُ يَنْسُ الزَّيْنَةُ لُبْسُ الثِّيَابِ الَّتِي تَسْتُرُ الْعَوْرَةَ وَفِيهِ ذَلِيلٌ عَلَى أَنْ تَسْتُرَ الْعَوْرَةَ وَاجِبٌ فِي الصَّلَاةِ وَالطَّوَافِ وَفِي كُلِّ حَالٍ۔

یعنی مراد زینت سے ایسے کپڑے پہننا ہے جن سے عورت پوشیدہ ہو سکے اور اس میں اس امر کی دلیل ہے کہ ستر عورت واجب ہے نماز و طواف وغیرہ ہر حالت میں۔

سیدی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

الزَّيْنَةُ زَيْنَتَانِ زَيْنَةُ ظَاهِرَةٍ وَزَيْنَةُ بَاطِنَةٍ لَا يَرَاهَا إِلَّا الزَّوْجُ۔ فَأَمَّا الزَّيْنَةُ الظَّاهِرَةُ فَالثِّيَابُ۔ وَأَمَّا الزَّيْنَةُ الْبَاطِنَةُ فَالْكُحْلُ وَالسَّوَارُ وَالْخَاتَمُ۔ وَلَفْظُ ابْنِ جَرِيرٍ فَالظَّاهِرَةُ مِنْهَا الثِّيَابُ وَمَا يَخْفَى فَالْخَلْخَالَانِ وَالْقُرْطَانِ وَالسَّوَارِانِ ☆

یعنی زینت دو قسم کی ہے۔ ایک ظاہری ایک باطنی۔ کہ سوائے خاوند کے کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ اس لیے زینت ظاہری لباس ہے اور زینت باطنی سرمہ، زیور، انگلیشی ہے۔ اور بروایت ابن جریر جھانجن، بالیاں، کنگن وغیرہ ہیں۔

اب آیہ کریمہ کا حکم ملاحظہ ہو

صریح لفظوں میں ارشاد ہے:

وَلَا يَبْغِيَنَّ زِينَةً
یعنی نہ ظاہر کریں اپنی زینت۔

اگرچہ یہ حکم عام ہے زینت ظاہری و باطنی کیلئے مگر چونکہ آگے اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ارشاد فرما کر زینت ظاہریہ کا استثناء فرمایا ہے۔ اس لیے اس حکم سے مراد زینت باطنی ہے جس میں نگین، ہار، بالیاں، جہانجن وغیرہ ہیں۔ ان کا چھپانا عورت پر نص صریح سے فرض ہے اور بموجب تاویل ابن مسعود چادر و برقعہ مستثنیٰ ہے۔ یعنی ان کا چھپانا فرض نہیں۔ یہی علماء کرام کا ارشاد ہے کہ عورت کو اپنی باطنی زینت کا چھپانا فرض ہے اور چادر و برقعہ کے ساتھ بضرورت شدیدہ گھر سے باہر نکلنا جائز ہے۔ برقعہ و چادر کے ظاہر کرنے میں گناہ نہیں۔ اس لیے کہ اگر یہ بھی ممنوع قرار دیا جاتا تو تکلیف مالا بطلاق تھی۔

مگر آیہ مذکورہ سے یہ ہرگز مستفاد نہیں ہوتا کہ عورت بے نقاب چہرہ کھول کر باہر گشت کرے الا ما ظہر منها کا استثناء صاف بتا رہا ہے کہ جس زینت کا چھپانا محال ہے وہ معاف ہے اور زینت کے لفظ سے ظاہر ہو گیا کہ لفظ زینت کا اطلاق اسباب آرائش و زیبائش پر ہوتا ہے۔ عام اس سے کہ زینت نفسیہ ہو یا بدنہ یا خارجیہ۔

زینت نفسیہ تو یوں ظاہر ہو سکتی ہے کہ اپنے عقائد و اعمال کو مسلک تحریر میں لا کر ظاہر کر دے۔ اب رہی زینت بدنہ تو وہ بغیر شوہر کسی پر ظاہر کرنا جائز نہیں، اور زینت خارجیہ مثل لباس و برقعہ جلباب وغیرہ کے کہ جس کا اجانب سے پوشیدہ کرنا اس کیلئے محذور ہے بناء علیہ رحیم و کریم جل و علانے اس کی اجازت دے دی اور الا ما ظہر منها فرمادیا۔ مگر اس سے یہ فائدہ حاصل کرنا کہ مستورات بازاروں میں بے نقاب و بلا حجاب اجانب کو اپنی صورتیں دکھاتی پھریں اور اغیار و غیر محرم انہیں دیکھیں

محض تفسیر بالرائے ہے اور مقصد شرع کے قطعی مخالف۔

حقیقت یہ ہے کہ شارع علیہ السلام کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ عورتیں بلا ضرورت داعیہ کھلے بندوں باہر پھریں۔ صحابہ کرام کی ازواج کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ خود بعض ازواج مطہرات سرور عالم ﷺ نے نصوص قرآنیہ کا مفہوم پردہ موجودہ سمجھا۔ چنانچہ جب آیہ کریمہ وَكُنَّ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى نازل ہوئی تو حضرت ام المومنین سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے یہی سمجھا کہ گھر سے باہر قدم رکھنا بھی ناجائز ہے۔

تفسیر روح البیان میں ہے کہ آپ اس آیہ کریمہ کے نزول کے بعد حج و عمرہ اور نماز منجگانہ کیلئے بھی حجرہ سے باہر تشریف نہ لائیں۔ حتیٰ کہ عہد فاروقی میں آپ کا جنازہ ہی باہر آیا۔ جب کسی نے آپ سے عرض کیا کہ حج و عمرہ کیلئے بھی آپ گھر سے باہر تشریف نہیں لائیں تو آپ نے فرمایا کہ ہمیں گھر میں ٹھہرنے اور آرام کرنے کا حکم ہے۔

تفسیر روح البیان کی بحینہ عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

وَكَوْنُ فِي بُيُوتِكُنَّ أَلَمْ غَنَى الْكَوْنُ مَا نَسَا النَّبِيُّ فِي بُيُوتِكُنَّ وَالْجَنَّةِ
فِي مَسَاكِتِكُنَّ وَالْبَحْطَابِ وَإِنْ كَانَ لِنِسَاءِ النَّبِيِّ فَقَدْ دَخَلَ فِيهِ
غَيْرُهُنَّ - رَوَى أَنَّ سَوْدَةَ بِنْتَ زَمْعَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا مِنَ الْأَزْوَاجِ الْمُطَهَّرَةِ
مَأْخَرَتْ حُجَّتَ مِنْ بَابِ حُجْرَتِهَا لِصَلَاةٍ وَلَا حُجَّ وَلَا عُمْرَةٍ حَتَّى أُخْرِجَتْ
خِجَارَتُهَا مِنْ بَيْنِهَا فِي زَمَنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَقِيلَ لَهَا لِمَ
لَا تَخْرُجِينَ وَلَا تَغْتَمِرِينَ فَقَالَتْ قِيلَ لَنَا وَكَوْنُ فِي بُيُوتِكُنَّ ○

ناظرین کرام اس عبارت کو ذرا غور سے پڑھیں

ازواج مطہرات جو ام المومنین ہیں، ان کا تو یہ اہتمام ہے کہ دروازہ حجرہ

تک قدم نہیں رکھتیں اور حج و عمرہ اگرچہ ان پر فرض نہ بھی ہو مگر موجب ثواب ضرور تھا۔ لیکن اس کیلئے نکلنا بھی انہوں نے گوارہ نہ فرمایا، اور جب صحابہ نے عرض کیا تو فرمادیا۔

قُلْ لَنَا وَكَرْنٌ فِیْ بُیُوتِنَا

یعنی کیسے نکلیں ہمیں تو حکم دیا گیا ہے کہ اپنے گھروں کو لازم پکڑیں اور گھروں میں آرام کریں؟

اس جواب سے ہر ذی فہم بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا یہ فعل بالکل مطابق حکم الہی تھا، اور اس غرض سے اس کی پابندی تھی کہ عوام اس سے سبق لیں۔

افسوس! آج فضائے عالم اس قدر تنگ و تاریک ہے۔ آزادی کی آندھیاں ہر طرف سے چل رہی ہیں۔ شعار مذہبی کی قدیم عمارتیں گرانے کو تحریفات کی بارانی ہے۔ اللہ کریم رحم کرے اور ہمارا پردہ رکھ لے۔

برادران اسلام

ام المومنین جو تمام مسلمانوں کی ماں ہیں ان کیلئے یہ حکم اور اس پر ان کا یہ عمل ہے تو ماؤں کا کوئی پابندی کی ضرورت ہے؟ بیت

زربکا نکاں چشم زن کور باد چو بیرون شد از خانہ درگور باد

دلائل قرآنیہ سے عورتوں کو اجانب اور نامحرم سے پردہ کرنا فرض ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُدْعَاكُمْ لَكُمْ

اے ایمان والو! ہمارے محبوب کے کاشانہ اطہر میں بغیر اجازت حاصل

کیسے نہ داخل ہو

اس آیت کریمہ سے صاف ظاہر ہے کہ اگر مستورات کو اجانب سے چہرہ چھپانا ضروری نہ ہوتا تو آپ کے گھروں میں بھی اجانب کا بلا اجازت داخلہ جائز ہوتا۔ مگر چونکہ گھر میں کھلے چہرے رہنا جائز ہے اور اجانب سے پوشیدہ کرنا ضروری۔ بنابرین حکم ہوا کہ،، اجازت لے کر گھروں میں آؤ تاکہ عورتیں مستور ہو جائیں،، آگے چل کر اس سے بھی زیادہ تصریح فرمائی:

فَاِذَا سَأَلَكَ الْمَوْتُومُونَ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَدَائِ الْجَحَابِ

اور جب تم ان سے کوئی چیز طلب کرو تو پردہ کے باہر سے مانگو۔

برادران اسلام! وراء حجاب کو ذرا سمجھ لیں کہ یہ کیا بتا رہا ہے۔ آیا بے نقاب و بلا حجاب اجانب سے دبدو گفتگو کی اجازت دے رہا ہے یا پردہ کی۔ اس سے زیادہ صاف و صریح اور کیا حکم ہوگا۔ صاحب تفسیر احمدی و نور الانوار حضرت مولانا ملا احمد جیون رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کے ماتحت فرماتے ہیں:

هَذِهِ الْآيَةُ هِيَ الْآيَةُ الَّتِي يَفْهَمُ مِنْهَا أَنَّ يُسْتَحْبَبَ لِلنِّسَاءِ مِنَ

الرِّجَالِ

یعنی یہی وہ آیت ہے جس سے یہ حکم معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں اغیار و اجانب غیر محرم اشخاص سے پردہ کریں۔

اگرچہ اس آیت کریمہ کا نزول ازواج مطہرات کی شان میں ہے لیکن بموجب قاعدہ مسلمہ اَلْعَبْرَةُ بِعُمُومِ اَلْاَلْفَاظِ لَا بِخُصُوصِ السَّبَبِ حکم عام ہے اور تمام مومنہ عورات پر حاوی تفسیر احمدی میں ہے۔

لَا يَنْ مَوْرَدَهَا وَإِنْ كَانَ خَاصًّا فِیْ حَقِّ اَزْوَاجِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ الْحُكْمِ عَامٌّ لِكُلِّ مِنَ الشُّؤْمَانَاتِ فَيُفْهَمُ مِنْهُ أَنَّ
يُحْتَاجُ جَمِيعُ النِّسَاءِ مِنَ الرِّجَالِ وَلَا يُبْدِيْنَ أَنْفُسَهُنَّ عَلَيْهِمْ ☆

یعنی اس آیت کریمہ کا مورد اگرچہ خاص ہے ازواجِ مطہرات سرورِ عالم ﷺ میں مگر اس کا حکم ہر مومنہ عورت کیلئے عام ہے۔ اس آیت سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ تمام عورتیں اجنبی مردوں سے پردہ کریں اور اپنے نفس کو ان پر ظاہر نہ کریں۔

اور لیجئے! قرآن مجید میں ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا ○

اے ایمان والو! سوائے اپنے مکانوں کے کسی غیر کے مکان میں داخل نہ ہو۔ جب تک سلام کر کے اجازت نہ حاصل کر لو۔

تَسْتَأْذِنُوا کے معنی تَسْتَأْذِنُوا ہیں اور قراءت الی ابن کعب میں تَسْتَأْذِنُوا ہی آیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ہم نے عرض کیا حضور استیئاس سے کیا مراد ہے؟ فرمایا کہ حصول اجازت کیلئے: سبحان اللہ یا الحمد للہ یا اللہ اکبر اکبر کہے یا مٹھارے (گلے سے آواز نکالے) تاکہ گھروالے اجازت دیں۔

قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْإِسْتِغْثَاسُ قَالَ يَتَكَلَّمُ الرَّجُلُ بِالسُّبْحَةِ
وَالْتَكْبِيرِ وَالتَّحْمِيدِ أَوْ يَتَخَذُ لِمُؤَدَّنِ أَهْلِ الْبَيْتِ ○

دوسری حدیث میں بھی اس کی تائید ہے:

التَّسْلِيمَ أَنْ تَقُولَ السَّلَامُ عَلَيْهِمْ أَدْخُلْ؟ قُلْتَ مَرَاتٍ فَإِذَا أَدْنَى لَهُ
دَخُلْ وَإِلَّا رَجِعْ ○

یعنی تسلیم سے یہ مراد ہے کہ آدمی اس طرح کہے السلام علیکم کیا میں داخل ہو جاؤں؟ اس پر اگر اسے اجازت مل جائے تو بہتر ورنہ واپس لوٹ جائے۔

ان شرائط سے صاف ظاہر ہے کہ اجنبی بلا اجازت کسی کے گھر میں داخل ہونے کا مجاز نہیں، اور اس کی علت صرف یہی ہو سکتی ہے کہ گھر میں مستورات بے پردہ ہاتھ پیر نہ کھولے بے حجاب رہتی ہیں، اور اجنبی سے پردہ و احتجاب لایہدی و لازمی ہے۔

اور ملاحظہ ہو۔

قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَحُفُُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا أَرْوَاحَهُمْ ذَلِكَ أَزْكَى
لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفِيرٌ بَعِيدٌ ۝

یعنی اے محبوب! مومنین کو فرما دیجئے کہ وہ اپنی لگاؤ میں نیچے کریں اور اپنے اعداء خاص کی حفاظت رکھیں۔ یہ ان کیلئے پاکیزگی اور صفائی کے امور ہیں۔ بیشک اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ کیا کرتے ہیں۔

یہی سبب ہے کہ شریعت اسلامیہ میں ایجابیہ کا بلا اجازت شرعی منہ ہاتھ دیکھنا ناجائز ہے خاص کر اس پر آشوب زمانہ میں کہ ہر طرف فتنہ و فساد کی آندھیاں چل رہی ہیں اور شاید ہی کوئی نظر فتنہ سے خالی ہو۔

پھر جس طرح مرد کو اجنبی کی طرف دیکھنا منع فرمایا اسی طرح عورت کو حکم ہوا:

وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُوهِهِنَّ وَلَا يَبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِمْ بَعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءَ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَاءَهُنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوْ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولَى الْأَرْوَاحِ مِنَ الرِّجَالِ أَوْ الْوَلَدَ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَى

عَوْرَاتُ النِّسَاءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بَأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفُونَ مِنْ زِينَتِهِنَّ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○

یعنی اسے محبوب! ایمان والی خواتین سے فرما دیجئے کہ وہ اپنی ٹکاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی محافظت کریں اور اپنی آرائش نہ دکھائیں مگر ضرورت جو ظاہر ہوتی ہے اور اپنے سینوں پر پوشیدہ اسلے دریں اور اپنی آرائش نہ دکھائیں (یعنی پوشیدہ رہیں) مگر اپنے شوہروں یا اپنے باپ یا خاوند کے باپ یا اپنے بیٹوں یا خاندان کے بیٹوں سے یا اپنے بھائیوں یا بھتیجیوں یا بھانجوں سے یا اپنی عورتوں یا اپنے مملوکوں لونڈی وغلا مال شرعی سے یا ان خدمت گاروں سے جن کو عورتوں کی حاجت نہ رہی ہو۔ (جیسے خواجہ سرا یا شیخ فانی) یا ان کمسن بچوں سے جو عورتوں کی پردہ کی چیز دلی سے واقف نہیں اور اپنے پاؤں اس طرح نہ ماریں کہ ان کا تنگی زیور معلوم ہو جائے اور تم سب اسے مسلمانو! اللہ کی طرف رجوع کرو کہ فلاں دارین حاصل ہو۔

آیات متذکرہ میں صاف حکم ہے کہ طبقہ نسوانی باستثناء مستثنیات سب سے پوشیدہ رہے۔ بالخصوص سر، سینہ، کان، چہرہ گردن کا پوشیدہ رہنا ضروری ہے۔

یہی سبب ہے کہ الا ملاحظہ منہا فرما کر استنثا فرمادیا۔ اس لیے کہ زینت نام ہے خوبصورتی کا عام اس سے کہ وہ فطری ہو یا مصنوعی، لباس فاخرہ زیور وغیرہ سے ہو یا حسن و جمال بشرہ و خط و خال جسم سے۔

ظاہری زینت وہ ہے

جس کے پوشیدہ کرنے میں وقت ضرورت مشکل ہو۔ جیسے انگلی چادر برقعہ جس کے ظاہر ہونے میں بوقت ضرورت مانع شرعی نہیں۔

باطنی زینت جس کا پوشیدہ کرنا ضروری ہے

وہ چہرہ ہاتھ گنوں تک ہے جو اشد ضرورت پر ظاہر کرنا جائز ہے اور جن سے چہرہ چھپانا غیر ضروری ہے وہ ساجھایاں ہو چکے، اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک تو وہ زینت جس کے اظہار میں نقصان نہیں وہ محض لباس ہے۔

بنابریں واضح لائح اور روشن ہو گیا کہ بالفاق علماء کرام و صحابہ عظام چہرہ، ہاتھ لباس ملوسہ اجانب (اجنبیوں) کے آگے ظاہر کرنا ممنوع ہے لیکن وقت اشد ضرورت بقدر رفع ضرورت جائز ہے۔ بشرطیکہ اس اظہار سے خوف فتنہ و فساد نہ ہو ورنہ کسی ضرورت پر بھی جائز نہیں

ناظرین کرام! غور فرما کر انصاف کریں کہ شریعت مطہرہ پردہ کو کس قدر مہتمم بالشان بتا رہی ہے۔ علماء فقہاء اور مفسرین کرام کی اکثریت اسی طرف ہے۔

ہاں بعض اس طرف گئے ہیں کہ چہرہ ہاتھ قدم چھپانا اس وقت غیر ضروری ہے جبکہ نظر بد سے امن ہو لہذا اس جماعت کی تجویز سے بھی اب ہم فائدہ نہیں اٹھا سکتے اس لیے کہ نظر بد سے امن نہیں۔ چنانچہ اخبار بین حضرات کو اس کا بہ نسبت دوسروں کے زیادہ تر ہے۔

تفسیر احمدی میں ہے:

وَالْحُجْرَةُ الْأَخْيَرُ مَطْلَقًا إِنْ لَمْ يَأْمَنْ مِنَ الشَّهْوَةِ وَمَا سِوَى الْوُجْهِ وَالْكَفِّ إِنْ أَمِنَ مِنْهَا

یعنی چہرہ احتیج کی طرف نظر مطلقاً حرام ہے اگر شہوت سے امن نہ ہو اگر شہوت سے امن ہو تو چہرہ اور گنوں تک ہاتھ اور گنوں تک پاؤں دکھانا جائز ہے۔ باقی ہر حصہ بدن کو دکھانا دیکھنا اس پر نظر کرنا حرام ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ فی زمانہ عورتوں کا بے نقاب پھرنا فتنہ سے خالی ہے یا

موجب سخت فتنہ و فساد کا آج کوئی خوش فہم سنجیدہ مزاج مسلمان نہیں کہہ سکتا کہ مستورات بے نقاب کھلے بندوں پھریں تو نگاہ فساق و فجار سے محفوظ رہیں گی اور کوئی نظر بد ان پر اثر نہ کرے گی۔

بنابر اس بموجب اصول إِذَا فَاتَ الشَّرْطُ فَكَتَ الْمَشْرُوطُ

بعض علماء بھی اس موجودہ حالت پر اجازت نہیں دیتے۔ کتب فقہ و تقاضیر میں تمام تر روایات و عبارات اجازت، قید عدم شہوت و عدم فتنہ کے ساتھ عقید ہیں کہیں بھی مطلقاً اجازت و رخصت نہیں ہے۔ چنانچہ ذیل میں چندہ عبارتیں نظر ناظرین ہیں جن میں اجازت ہے کہ چہرہ، ہاتھ وغیرہ پوشیدہ نہ رہے، اور آج کل اخباروں میں انہی روایتوں سے رفع حجاب پر استدلال ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ذخیرۃ اور یتاویج سے ہے:

النَّظَرُ إِلَى الْأَجْنَبِيَّاتِ فَتَنْقُضُ يَجُوزُ النَّظَرُ إِلَى مَوَاضِعَ الزَّيْنَةِ الظَّاهِرَةِ مِنْهُنَّ وَ ذَلِكَ الْوُجْهِ وَالْكَفَّ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ كَذَا فِي الذَّخِيرَةِ وَإِنْ غَلِبَ عَلَى ظَنِّهِ أَنَّهُ يَسْتَحْيِي فَهُوَ حَرَامٌ (كَذَا فِي الْيَتَايَجِ)

مطلب یہ ہے کہ اجنبی عورت کی طرف نظر کرنے کے متعلق ہم کہتے ہیں کہ مواضع زینت ظاہرہ کی طرف دیکھنا جائز ہے اور وہ چہرہ اور کف دست ہے، اور اگر ظن غالب ہو شہوت کا تو دیکھنا دکھانا حرام ہے۔

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ خوف شہوت فتنہ نہ ہونے کی صورت میں جائز ہے اور جہاں گمان شہوت ہو وہاں پوشیدہ رکھنا ضروری ہے۔ اب قائل غور یہ امر ہے کہ اس سے ممانعت ثابت ہوتی ہے کہ اجازت مطلق نہیں ہے۔

فتاویٰ سراجیہ میں ہے:

النَّظَرُ إِلَى وَجْهِ الْأَجْنَبِيَّةِ إِذَا لَمْ يَكُنْ عَنْ شَهْوَةٍ لَيْسَ بِحَرَامٍ لَكِنَّهُ

مَكْرُوهٌ (كَذَا فِي السَّرَاجِيَّةِ)

یعنی اجنبی عورت کے چہرہ کی طرف بغیر شہوت کے دیکھنا حرام نہیں مگر مکروہ ہے۔

اس سے بھی صاف واضح ہے کہ اگر خوف شہوت و نظر بد ہو تو اظہار حرام ہے ورنہ مکروہ ہے۔

قہستانی میں ہے:

يَنْظُرُ الرَّجُلُ مِنَ الْخُرَّةِ الْأَجْنَبِيَّةِ إِلَى الْوُجْهِ وَ هَذَا فِي زَمَانِهِمْ وَ أَمَّا فِي زَمَانِنَا فَمَنْعٌ مِنَ الشَّابَّةِ

یعنی مرد اجنبی عورت کی طرف دیکھ سکتا ہے لیکن یہ اجازت زمانہ صحابہ و تابعین میں تھی مگر ہمارے زمانہ میں جوان عورتوں کی طرف دیکھنا منوع ہے۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ قہستانی اپنے مبارک زمانہ کی نسبت فرما رہے ہیں:

فِي زَمَانِنَا فَمَنْعٌ مِنَ الشَّابَّةِ۔

یعنی ہمارے زمانہ میں جوان عورت کی طرف دیکھنا منوع ہے۔

تو پھر اس زمانہ موجودہ میں بطریق اولیٰ منوع ہوا۔ اللہ توفیق عمل دے اور انصاف عطا کرے! آمین بجاہ سید المرسلین۔

شامی میں ہے:

وَشَرْطُ لِحْلِ النَّظَرِ إِلَيْهَا أَلَّا مَنْ يَطْلُقُ إِلَيْهَا بِغَيْرِ الشَّهْوَةِ

یعنی لاحتیہ کے چہرہ کی طرف اس شرط سے دیکھنا جائز ہے کہ امن شہوت سے یقینی ہو۔ یعنی نظر بد اور خیال فاسد کا شائبہ بھی نہ ہو۔ تو کیا آج کوئی کہہ سکتا ہے کہ ہم صاف باطنی سے دیکھتے ہیں۔

ہدایہ میں ہے:

إِنْ كَانَ لَا يَمْنَعُ الشَّهْوَةَ لَا يَنْظُرُ إِلَيْهَا إِلَّا لِحَاجَةٍ يَقُولُ عَلَيْهِ
الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مَنْ نَظَرَ إِلَى مَخَاسِنِ امْرَأَةٍ أجنبية عَنْ شَهْوَةٍ ضَبَّ فِي
عَيْنِهِ الْأَنْتَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَإِذَا خَافَ الشَّهْوَةَ لَمْ يَنْظُرْ مِنْ غَيْرِ حَاجَةٍ يَحْزَنُ
عَنِ الْمَحْرَمِ ☆

مطلب یہ ہے کہ اگر شہوت سے بے خوف نہ ہو تو اجنبی عورت کے چہرہ کی
طرف ہرگز نہ دیکھے مگر کسی خاص حاجت سے کیونکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا
ہے جس نے اجنبیہ کے مخاسن و خوبی کی طرف نظر شہوت سے دیکھا اس کی آنکھوں میں
بروز قیامت سیسہ لگا کر ڈالا جائے گا۔

اس سے بھی ہمارا دعوی ثابت ہے۔

شامی بحوالہ تارخا فی فتاوی تارخا فیہ سے صاحب شامی ایک اور عبارت
نقل کرتے ہیں۔ جو مانحن فیہ کی موید ہے وہ وہذا:

فِي الشَّارْحَانِيَةِ وَفِي مَسْرُوحِ الْكُتُبِ إِلَى وَجْهِ الْأَجْنَبِيَّةِ
الْحُرَّةِ لَيْسَ بِحَرَامٍ وَلَكِنَّهُ يُكْرَهُ بِغَيْرِ حَاجَةٍ وَظَاهِرُهُ الْكِرَاهَةُ وَلَوْ بِلَا شَهْوَةٍ
وَالْأَفْحَرَامُ أَنَّ إِنْ كَانَ عَنْ شَهْوَةٍ حَرَّمَ وَأَمَّا فِي زَمَانِنَا فَمَنْعٌ مِنَ الشَّائَةِ لَا
لأنَّ عَوْرَةَ بَلْ نَحْوُ الْفِتْنَةِ ☆

یعنی تارخا فی فتاوی اور شرح کرشی میں ہے کہ اجنبیہ کا چہرہ دیکھنا حرام نہیں مکروہ
ہے، اور ظاہر ہے کہ مکروہ تب ہے جبکہ بلا شہوت ہو ورنہ حرام ہے یعنی اگر یہ شہوت ہو
تو حرام ہے لیکن ہمارے زمانہ میں جو ان عورت کی طرف بوجہ خوف فتنہ کے دیکھنا
منوع ہے۔

ناظرین نظر انصاف سے ملاحظہ فرمائیں!

وَأَمَّا فِي زَمَانِنَا فَمَنْعٌ مِنَ الشَّائَةِ

اور ہمارے زمانہ میں بوجہ خوف فتنہ جو ان عورت کو دیکھنا منع ہے۔

بحر الرائق شرح كنز الدقائق

بحر الرائق شرح كنز الدقائق میں ہے:

حَرَّمَ النَّظْرُ إِلَى وَجْهِهَا وَوَجْهَ الْأَمْرَةِ إِذَا شَأَتْ فِي الشَّهْوَةِ قَالَ
مَشَايِخُنَا نَمْنَعُ الْمَرْءَ الشَّائَةَ مِنْ كَشْفِ وَجْهِهَا بَيْنَ الرِّجَالِ فِي زَمَانِنَا
لِلْفِتْنَةِ ☆

اجنبی عورت اور خوبصورت بے ریش لڑکے کے چہرہ کی طرف دیکھنا حرام
ہے اگر خوف شہوت ہو۔ مشائخ کرام فرماتے ہیں کہ جو ان عورت کو مردوں میں چہرہ
کھولنے سے منع کیا جائے گا ہمارے زمانہ میں بوجہ فتنہ کے۔

حضرات! مندرجہ بالا نصوص قرآنیہ و احادیث نبویہ و عبارات فقہیہ سے
کشف وجہ نساء (عورتوں کے کھلے منہ پھرنے) کی حرمت و ممانعت ظاہر و باہر ہو چکی
اور ان کے منہ چھپا رکھنے کی غرض بھی معلوم ہو گئی اور حق و باطل کا امتیاز بوجہ احسن ہو گیا
اب فیصلہ آپ کے ہاتھ یا حضار پر ہے انصاف کیجئے۔ خوف الہی فرمائیے اور ہانا آخر
اپنے ناموس کی حرمت ملحوظ رکھئے!

مندرجہ بالا تحقیق تو مسئلہ نظر میں تھی جبکہ وَلَا يَبْصُرْنَ زِينَتَهُنَّ کو نظر الی
وجه العورة میں مخصوص رکھا جائے۔ اب ذرا علامہ بیضاوی کی تحقیق بھی ملاحظہ ہو!
وہ فرماتے ہیں کہ وَلَا يَبْصُرْنَ زِينَتَهُنَّ کا حکم محض نماز کیلئے ہے اور نظر
الی الخیر سے اس کو کوئی تعلق نہیں۔ اتنی۔ ملاحظہ ہو عین عبارت حاضر ہے:

أَلَا ظَهَرَ أَنَّ هَذَا فِي الصَّلَاةِ لَا فِي النَّظَرِ فَإِنَّ كُلَّ بَدَنِ الْحُرَّةِ عَوْرَةٍ
وَلَا يَحِلُّ بِغَيْرِ الزَّوْجِ وَالْمَحْرَمِ النَّظْرُ إِلَى شَيْءٍ مِنْهَا إِلَّا لِيَضْرُؤَهُ كَالْمُعَالَجَةِ
وَيَحْتَمِلُ الشَّهَادَةَ ☆

یعنی اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ حکم نماز میں ہے کہ عورت اپنا تمام بدن سوائے ہاتھ اور قدموں کے چھپائے۔ یہ نظر کا حکم ہی نہیں۔ اس لیے کہ حرہ از سر تا پا واجب الستر ہے اور سوائے خاوند اور عرم کے کسی کو وہ اپنا بدن یا بدن کا حصہ نہ دکھائے اور اس کی طرف دیکھنا حرام ہے مگر ضرورت شدیدہ مثل معالہ وغیرہ اور تحمل شہادت کے۔

یعنی جب شہادی ضرورت ہو تو وہ موضع شہادت کو دیکھ سکتا ہے۔ تحقیق کی بناء پر شرط حفظ امن وعدم شہوت بھی بیکار ہے۔ بلکہ صاف طور پر ثابت ہے کہ عورت از سر تا پا عورت ہے اس کا کوئی حصہ غیر عرم کو دیکھنا جائز نہیں۔

یہی حکم ابن مسعود اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اقوال سے مستفاد ہوتا ہے۔ چنانچہ **إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا** کی تفسیر میں ہے:

مِنَ الزَّيْفَةِ قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ هِيَ الْخِثَابُ۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آیت سے مراد ظاہری کپڑے ہیں۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: هِيَ الْكُمْلُ وَالْخَائِمُ وَالْخِصَابُ فِي الْكُفِّ۔

فرماتے ہیں زینت ظاہرہ سے مراد کاجل، سرمہ، انگوٹھی اور ہاتھ کی مہندی ہے۔

پھر فرماتے ہیں:

فَمَا كَانَ مِنَ الزَّيْفَةِ الظَّاهِرَةِ يَجُوزُ لِلرَّجُلِ الْأَخْجَبِيِّ النَّظَرُ إِلَيْهِ لِطُبْرُوْرَةٍ مِثْلَ تَحْمُلِ الشَّهَادَةِ وَنَحْوِهِ مِنَ الصَّرُورَاتِ إِذَا لَمْ يَخَفْ فِتْنَةً وَشَهْوَةً لِأَنَّهُ خَافَ مِنْ ذَلِكَ غَضَبَ الْبَصَرِ ۖ

مطلب یہ ہے کہ جو ظاہری زینت ہے (یعنی بقول ابن مسعود رضی اللہ عنہ کپڑا ہے اور بقول ابن عباس رضی اللہ عنہ) کاجل، مہندی، انگوٹھی جو زینت ظاہرہ

میں ہے۔ اس کی طرف اجنبی شخص عند الضرورة دیکھ سکتا ہے مثل تحمل شہادت وغیرہ کے بشرطیکہ شہوت و فتنہ کا خوف نہ ہو اور اگر دیکھنے میں فتنہ و شہوت کا خیال ہے تو نظر بند رکھے۔ اور زینت ظاہرہ کو بھی نہ دیکھے۔

(از بحر الرائق)

کفایہ شرح ہدایہ میں ہے:

إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا لَمَرَادُ مِنْ قَوْلِهِ تَعَالَى إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا إِحْدَى عَيْنَيْهَا۔ وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ لَمَرَادُ مِنْهَا خُفَّيْهَا وَمَلَابِسُهَا وَاسْتَدْلُ ابْنُ مَسْعُودٍ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: الْيَسَاءُ خَبَائِلُ الشَّيْطَانِ يَهْوِي الرِّجَالُ۔ وَقَالَ مَا تَرَكْتُ بَعْدِي فِتْنَةً أَضُرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ الْيَسَاءِ ۝

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

آیہ کریمہ **إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا** سے مراد زینت ظاہرہ ہے اور وہ صرف ایک آنکھ ہے (یعنی ضرورت ایک آنکھ سے تمام جسم و چہرہ و عیو کو پوشیدہ کر کے دیکھیں اس لیے کہ ضروریات ایک آنکھ سے پوری ہو سکتی ہیں) اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مراد زینت سے آیہ کریمہ میں عورت کا ظاہری کپڑا ہے (یعنی موزے اور اوپر کی چادر) اور وہ اس حدیث سے استدلال فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ عورتیں شیطان کی رسیاں ہیں کہ وہ ان کے ذریعہ مردوں کا شکار کرتا ہے۔

دوسری حدیث میں ہے:

میں نے اپنے بعد عورتوں سے زیادہ نقصان وہ مردوں کیلئے کوئی فتنہ نہ چھوڑا۔ یعنی عورتیں محل فتنہ ہیں اور اچانک کا ان کے فتنوں سے محفوظ رہنا ناممکن ہے لہذا عورتوں کو اجنبی مردوں سے قطعاً محبوب و مستور رکھنا چاہئے تاکہ فتنہ زکار نہ ہو۔

اب ناظرین کرام ذرا غور فرمائیں!

کہ حضور سید یوم النور ﷺ تو یوں ارشاد فرمائیں اور ہم اپنی بہن، بیٹی، ماں، بہو، ساس وغیرہ کو جیسوں اور مکاؤں میں سے جائیں۔ یا وجہ دیگر فقہاء کرام ہمارے جگانہ کیلئے مومنین کے ساتھ مسجد میں آنے کو بھی حرام فرماتے ہیں۔

چنانچہ ہدایہ جلد اول صفحہ 157 میں ہے:

وَلَا يَسَاحُ لِلشَّوَابِ مِنْهُنَّ الْخُرُوجُ إِلَى الْمَجْتَمَاعَاتِ بِذَلِكَ مَا رَوَى عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ نَهَى الشَّوَابَّ عَنِ الْخُرُوجِ وَلَئِنْ خَرَجُوا فِي الْجَمَاعَةِ سَبَبَ الْفِتْنَةِ وَالْفِتْنَةُ حَرَامٌ وَمَا أَقْبَى إِلَى الْحَرَامِ فَهُوَ حَرَامٌ ۝

یعنی جوان عورتوں کو جماعت مسلمین میں نکلنا جائز نہیں۔ اس وجہ سے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے جوان عورتوں کو نکلنے سے منع فرمایا۔ اس لیے کہ ان کا نکلنا جماعت کی طرف فتنہ کا سبب ہے اور فتنہ حرام ہے اور جو شے حرام کی طرف مودی ہو وہ حرام ہے۔

لہذا عورت کا مسجد میں اداۓ جماعت کو بھی آنا حرام ہے۔

کفایہ میں ہے۔

وَجَرَى فِي مَجْلِسِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ يَوْمًا مَا خَبَّرَ مَا لِلرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ وَمَا خَبَّرَ مَا لِلنِّسَاءِ مِنَ الرِّجَالِ فَلَمَّا رَجَعَ عَلَى إِلَى بَيْتِهِ أَخْبَرَ فَاطِمَةَ فَلَاكْتُ خَبَرُ مَا لِلرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ أَنْ لَا يَرَوْنَهُنَّ وَخَبَرُ مَا لِلنِّسَاءِ مِنَ الرِّجَالِ أَنْ لَا يَرَوْهُمْ فَلَمَّا سَمِعَ أَخْبَرَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِذَلِكَ قَالَ هِيَ بِضْعَةٌ مِنِّي ۝

بروردان اسلام یہ حدیث ایک ٹھہا ایسی جامع ہے کہ اگر خدا انصاف دے اور سخن پروری سے بچائے تو اس کے بعد کسی دلیل کی تلاش کی ضرورت ہی نہیں۔ اس کا

ترجمہ ملاحظہ فرما کر غور کریں اور انصاف فرمائیں۔

ترجمہ۔ ایک روز نبی کریم ﷺ کی مجلس اقدس میں یہ بحث تھی کہ مستورات سے مردوں کے لئے کس طرح بہتری مل سکتی ہے۔ اور مردوں سے مستورات کو کس طرح ۱۲ اس کو حضرت سیدی و مولائی اسد اللہ شیر خدا کرم اللہ وجہہ نے سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا سے کہا۔ آپ نے فرمایا: مردوں کو عورتوں سے اس میں خیر ہے کہ وہ عورتوں کو نہ دیکھیں اور عورت کے حق میں اس میں بہتری ہے کہ وہ مردوں پر نظر نہ ڈالیں۔ اس کا ذکر حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ نے دربار رسالت میں کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: بَعْضُهُمْ مِثْلِي أَيْهَا كَيْدُ لَا تَفْرَأُ شَيْءٌ وَهِيَ تَحْتَ جُكْرٍ ۝

یہ حدیث صاف بتا رہی ہے کہ حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا نے عورتوں کو مردوں سے اور مردوں کو عورتوں سے محبوب و مستور رہنے میں دارین کی فلاح و بہبود بیان فرمائی اور ان کے ارشاد کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پسند فرمایا۔ انہی حدیثوں کی بنا پر سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے مستور رہنے کا حکم دیا اور الا ملاحظہ منہا سے چہرہ و ہاتھ مراد نہیں لیے بلکہ صاف طور پر فرمایا کہ مستثنیٰ زینت ظاہرہ یعنی برقعہ و چادر وغیرہ ہے۔

اس کے بعد صاحب کفایہ شارح ہدایہ فرماتے ہیں:

فَدَلَّ أَنَّهُ لَا يَسَاحُ النَّظَرُ إِلَى شَيْءٍ مِنْ بَدَنِهَا وَلَا إِلَى خُرُوجِهَا النَّظَرُ لِخَوْفِ الْفِتْنَةِ وَعَائِدِ مَسْحَابِهَا فِي وَجْهِهَا فَخَوْفُ الْفِتْنَةِ فِي النَّظَرِ إِلَى وَجْهِهَا أَكْثَرُ مِنْهُ إِلَى سَائِرِ الْأَعْضَاءِ ۝

یعنی احادیث مذکورہ سے ثابت ہوا کہ عورت لطمہ کے کسی حصہ بدن کی طرف دیکھنا جائز نہیں کیونکہ حرمت نظر کی علت فتنہ و فساد ہے اور تمام حسن و جمال اور کمال خوبصورتی چہرہ میں ہے تو چہرہ کی طرف دیکھنا بہ نسبت دیگر اعضاء کے زیادہ

موجب فتنہ و فساد کا ہوا۔ لہذا چہرے کی طرف دیکھنا مکلفی ناجائز ہے۔

پھر فرماتے ہیں:

وَيَنْصَحُوا هَذَا اسْتَنْتَلِكَ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا وَلَكِنَّهَا تَقُولُ مِمَّا لَا تَحِلُّ لَهَا مِنْ أَنْ تَمْسِسَ فِي الطَّرِيقِ وَلَا بُدَّ مِنْ أَنْ تَفْتَحَ إِحْدَى عَيْنَيْهَا لِتَبْصُرَ الطَّرِيقَ فَجَوَّزَ لَهَا أَنْ تُكْشِفَ إِحْدَى عَيْنَيْهَا لِهَذِهِ الضَّرُورَةِ وَالْثَّالِثُ بِالضَّرُورَةِ لَا تَعِدُّ وَتَوْضِيعَ الضَّرُورَةِ

یعنی چوتھم احادیث سے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کشف وجہ کی حرمت پر استدلال کیا لیکن آپ فرماتی ہیں کہ بعض وقت عورت کو باہر نکلنے کی ضرورت واقع ہو جاتی ہے اور راستہ پر چلنے کیلئے آنکھ کا کھولنا ضروری ہے لہذا وہ ایک آنکھ کھول کر چلے تاکہ راستہ نظر آجائے۔ پس قطع طریق کیلئے ام المومنین نے ایک آنکھ کھولنے کی عورت کو عند الضرورت اجازت عطا فرمائی۔ اور جو چیز کسی خاص ضرورت کیلئے جائز قرار دی گئی ہو اس کو قدر ضرورت سے متجاوز کرنا جائز نہیں۔

ناظرین کرام! غور فرمائیں کہ ان صاف و صریح ارشادات فقہاء سے عورت کو چہرہ ڈھانکنا کیسی وضاحت سے ثابت ہے اور درحقیقت اگر ہٹ دہری اور سخن پروری کو تھوڑی دیر کیلئے چھوڑ کر انصاف سے کام لیا جائے تو آفتاب نیم روز کی طرح واضح ہو جائے گا کہ عورت کے تمام جسم میں فقط چہرہ ہی موجب لسا اور مکمل فتنہ اور وجہ فریبگی ہے ہاتھ، پاؤں، قد و قامت کتنے ہی سوزوں ہوں، برقع و گفتار کیسی ہی قیامت خیز ہو لیکن آنکھ ناک بھیکتے ہی پھنکار برستی ہے گو کوئی عضو بھی جیلا نہ ہو مگر چہرہ زیا جاذب نظر ہو پھر دیکھئے ہجوم نگاہ سے بیچھا چھڑانا دشوار ہوتا ہے کہ نہیں۔ عورت سر تا پا مرغ ہو لیکن ناک نہ ہو یا چشم نہ کہیں نہ ہو تو کتے بھونکنے لگتے ہیں اور اگر چہرہ جاذب نظر ہے صراحی دار گردن ہے، سیمیں ڈھن ہے خندہ پیشانی ہے تو اس کو دیکھ کر راہ

چلتے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ چہرہ پر تھیلا چڑھا کر عورت برہنہ ہو جائے تو ہر عضو اس کا مکروہ نظر آئے گا اور تمام جسم پر دججیاں لپٹی ہوں فقط چہرہ کھلا رہے تو گودڑی میں لعل کہیں گے۔ لباس کے نقش و نگار قابل پرستش نہیں لیکن حسن پرست چہرہ کے پرستار نظر آتے ہیں غرضیکہ چہرہ ہی ہے جو دیکھنے والے کو متوالا و فریفتہ بنا دیتا ہے اور اس پر فتنہ زمانہ میں نمائشی لیڈر تو لیڈر بعض نام نہاد خوشامد پسند ملا بھی لیڈروں سے دب کر خود غرض مطلب برآری کی خاطر بعض حاکموں کی قلعہ کاریوں کو بھی مطابق شریعت ثابت کرنے کیلئے ایڑی چوٹی تک کا زور صرف کر رہے ہیں اور روایات فقہیہ کی قطع و برید کر کے عوام کو مغالطہ میں ڈال رہے ہیں حالانکہ جس قدر روایات ہیں سب کی سب مقید ہیں، قید عدم شہوت و عدم فتنہ سے اور یہ امر ظاہر ہے کہ فتنہ و فساد چہرہ دیکھنے سے وابستہ ہے اور اسی چہرہ کی ستم شعار نظربازی کے سبب کہتے ہیں کہ بعض مدرسین کو مدارس سے محصل ہونا پڑا۔ (العاقل تکفیفہ الاشارة) (عقل مند کو اشارہ کافی ہے)

وہ احادیث

جن میں عورت کیلئے چہرہ چھپانے کا صاف حکم ہے

تنبیہی نے شعب الایمان میں حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

لَعَنَ اللَّهُ النَّاعِظَ وَالْمَنْظُورَ الْمُنْظَرِ

یعنی جو شخص انجینی عورت کو دیکھے اس پر اور جو عورت بے حجاب رہ کر غیر مرد کو دیکھنے کا موقع دے ان دونوں پر خدا کی لعنت۔

ترمذی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور انور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الْمَرْأَةُ عَوْرَتًا فَلَا تُعْرِجُ رَأْسُهَا فِي الشَّيْطَانِ ۝

عورت قابل پردہ ہے (چاہے کہ غیروں سے پوشیدہ رہے) وہ جب گھر سے نکلتی ہے۔ شیطان اس کی طرف نظر اٹھاتا ہے اور اس کو اغواء کرنے اور اس کے ذریعہ مردوں کو گمراہ کرنے کا موقع پاتا ہے۔ ممکن ہے کہ لڑکی کی طرف دیکھنے والے مرد کو شیطان فرمایا ہو۔

بخاری و مسلم میں حضرت شیبہ ابن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّمَا كُنْتُمْ وَاللَّحْوَظُ عَلَى الْبَيْتِ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ لِمَ أَرَأَيْتَ الْحَمُوكَ قَالَ أَلَحَمُوكَ ۝

تم اپنے آپ کو غورتوں میں داخل ہونے سے بچاؤ۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ دیور، جیشہ وغیرہ؟ یعنی ان لوگوں کیلئے کیا حکم ہے جو عورت کے شوہر سے رشتہ دار ہوں؟ حضور ﷺ نے فرمایا تم (دیور) موت ہے۔ یعنی اس سے پردہ اور پرہیز بہت ضروری ہے۔ (تم عربی زبان میں شوہر کے آباؤ ابناء کے بغیر باقی رشتہ داروں کو کہتے ہیں)

حضور ﷺ نے مختلوش تک کو مکان میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی۔

بخاری و مسلم میں بروایت حضرت ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

لَا يَدْخُلَنَّ هَؤُلَاءِ عَلَيْكُمْ ۝

یہ لوگ ہرگز تم پر داخل نہ ہوں۔

ترمذی و ابوداؤد میں انہی سے مروی ہے کہ وہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر تھیں کہ جناب ابن ام مکتوم جلیل القدر

صحابی (ناجینا) حرم نبوی میں تشریف لائے تو سرکار نے ازواج مطہرات سے فرمایا کہ بیسیہ پردہ کر لو۔ انہوں نے عرض کی کہ حضور ابن مکتوم تو ناجینا ہیں وہ ہمیں کیا دیکھیں گے؟ حضور ﷺ نے فرمایا:

کہ کیا تم بھی ناجینا ہو اور انہیں نہیں دیکھ سکتیں۔ وہ حدیث یہ ہے:

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ وَدُونَهَا إِذْ قِيلَ لِهِنَّ أَمْرٌ مَكْنُونٌ فَدَخَلَ عَلَيْهِ فَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ احْبِسِي هُنَّ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَيْسَ هُوَ أَعْمَى لَا يُبْصِرُنَا فَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَفَبِأَنْتِ وَأَنْتِ أَلَسْتُمَا تَبْصِرَانِ ۝

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد نامحرم خواہ عورت کو دیکھنے یا نہ دیکھے اس پر عورت کو نظر کرنا حرام ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم کا واقعہ اس مسئلہ کا عملی پہلو ظاہر کرتا ہے اور یہ گمان کرنا کہ ان کے کپڑوں میں پردہ کے لحاظ سے کوئی نقص ہوگا یا (معاذ اللہ) ازواج مطہرات ان کو غور سے دیکھتی تھیں۔ یا یہ تاویل کرنا کہ حضور ﷺ نے نظر بند کرنے کا حکم دیا محض پادروں یا تہمتیں ہیں۔ اس لیے کہ ایک جلیل القدر صحابی کی شان سے قطعی بعید ہے کہ وہ بارگاہ رسالت میں خلاف لباس شرعی یا بے ستری کی حالت میں حاضر ہو۔ نیز اگر ان کے ستر میں کسی قسم کی کمی تھی تو حضور بھی رخ انور پھیر لیتے یا آنکھیں بند کر کے ان کو ہدایت فرماتے، اور اگر نامحرم کو دیکھنا جائز ہوتا تو آقا ﷺ نادر المومنینوں پر حجاب کی تاکید نہ فرماتے۔

بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ ہے کہ آپ نے حبشیوں کی تکواریں کا تماشا دیکھا اور خود حضور ﷺ نے دکھایا۔ اس واقعہ سے بعض ملاؤں نے اپنے دعویٰ کی تائید میں جناب صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بھی اچانک (نامحرم) کے دیکھنے کی اہمیت لگائی ہے۔ حالانکہ حدیث کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ آپ

ان کے بدن کو نہیں دیکھتی تھیں بلکہ ان کی تلواروں کے تماشے یا ہاتھوں کو دیکھتی تھیں۔
بخاری شریف میں ہے:

أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَوْمًا عَلَى بَابِ حُجْرَتِي وَالْحَبَشَةُ يُلْعَبُونَ فِي الْمَسْجِدِ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يَسْتَرِي بِرِكَائِهِ أَنْظُرَ إِلَى نَعْيِهِمْ

ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں امام قسطلانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

وَالْأَوَّلُ لَا إِلَى ذَوَاتِهِمْ إِذْ نَظَرَ الْأَجَنِبَةُ إِلَى الْأَجَنِبَةِ غَيْرَ حَاجِلٍ
ام المؤمنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے حضور انور ﷺ کو ایک روز اپنے حجرہ کے دروازہ پر دیکھا اور حبشی لوگ تلواروں سے مسجد میں کھیل رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی چادر مبارک سے مجھے چھپا لیا اور میں ان کے کھیل کی طرف دیکھ رہی تھی۔

امام قسطلانی فرماتے ہیں۔

یعنی ان کے آلات (تلوار وغیرہ) کی طرف دیکھتی تھی۔ ان کے جسم کی طرف نہیں۔ اس لیے کہ عورت اجنبیہ کو اجنبی مرد کی طرف دیکھنا ناجائز ہے۔ جو لوگ تلواروں کے کرتب دکھاتے ہیں یا پھری، تگہ، شا، لکڑی کا کھیل کھیلتے ہیں ان کی نظریں تلواروں اور اطراف بدن پر ہوتی ہیں اور دیکھنے والوں کی نظریں ان کی حرکات و آلات کی طرف بلکہ اس وقت تو ان کا دیکھنا بھی مشکل ہوتا ہے کیونکہ وہ نہایت سرعت کے ساتھ حرکت کرتے ہیں، اگر یہ کہا جائے کہ ام المؤمنین ابوہریرہ میں کیوں مصروف تھیں اس کا جواب امام قسطلانی نے دے دیا کہ وہ کھیل ایسا نہ تھا کہ جس میں اعضا مت وقت کے سوا کچھ فائدہ نہ ہو۔ بلکہ وہ جہاد میں کام آنے والے کرتب

تھے۔ اور آپ کو اس غرض سے دکھائے گئے کہ آپ تلواروں کے ہاتھوں کو ضبط کر لیں اور پھر مستورات کو سکھائیں۔ چنانچہ امام قسطلانی فرماتے ہیں:

لَعَلَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَرَكَهَا نَظَرُ إِلَى نَعْيِهِمْ لَتَضْبِطَهُ وَتَنْقُلَهُ لَتَعْلَمَهُ بَعْدُ

اور علامہ بدر الدین عینی حنفی علیہ الرحمۃ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں۔

فِيهِ جَوَازُ النَّظَرِ بِالسَّلَاحِ لِلتَّنَوُّبِ عَلَى الْحَرْبِ وَالنَّشِيطِ عَلَيْهِ وَجَوَازُ نَظَرِ النِّسَاءِ إِلَى فِعْلِ الْأَحْيَانِ وَأَمَّا نَظَرُهُنَّ إِلَى وَجْهِ الْأَجَنِبَةِ فَإِنْ كَانَ بِشَهْوَةٍ فَحَرَامٌ اِتِّفَاقًا وَإِنْ كَانَ يَغْيِرُهَا فَالْأَصَحُّ التَّحْرِيمُ وَقِيلَ كَانَ هَذَا قَبْلَ نُزُولِ قُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَتَّضِعْنَ لِهِنَّ أَهْوَاهُنَّ

یعنی اس واقعہ سے چند فوائد حاصل ہوئے۔ ایک تو تلوار وغیرہ آلات حرب سے کھیلنے کا جواز تاکہ شوق و رغبت علی الجہاد پیدا ہو۔

ثانی عورتوں کو اجانب کے افعال کی طرف دیکھنا جائز ہوا لیکن عورتوں کو اجنبی مردوں کے چہرہ کی طرف بشہوت دیکھنا تو بالاتفاق حرام ہے اور بلاشبہوت بھی بنا برقول اصح حرام ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ واقعہ قبل نزول حجاب کا ہے اس قول کی بنا پر تو مخالفین پردہ کا استدلال بالکل باطل ہو جاتا ہے اور امام قسطلانی کے قول کو اختیار کیا جائے تو مانا جائے کہ یہ واقعہ بعد نزول حجاب کا ہے تب بھی مخالف کو اصلا مفید نہیں جبکہ اس میں اجانب کی طرف نظر کرنے کا قطعی انکار اور ان کے آلات کی طرف دیکھنے کا اقرار ہے۔

بخاری شریف میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

كَانَ الْفَضْلُ رَدِيفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَتْ أَمْرَةٌ قَامِينَ خُصْفَةً فَجَعَلَ الْفَضْلُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا وَتَنْظُرُ إِلَيْهِ فَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَرِّفُ

وَجْهَ الْفَضْلِ إِلَى الشَّقِ الْأَخَرِ ○

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے پس پشت سواری پر سوار تھے۔ ایک عورت قبیلہ خثعم کی حاضر ہوئی۔ حضرت فضل اس کی طرف دیکھتے تھے اور وہ ان کی طرف تو حضور نے فضل کے چہرہ کو دوسری طرف پھیر دیا۔ اگر اجانب مرد و زن کو چہرہ دیکھنا ممنوع نہ ہوتا تو حضور ﷺ کیوں فضل رضی اللہ عنہ کا چہرہ پھیرتے؟

بخاری شریف کی ایک حدیث ہے کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ام المؤمنین سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کو حکم فرمایا:

إِخْتَبِیْ مِنْهُ لِمَا رَأَى مِنْ شَبَهِیْ لِعَنْتَبَ فَمَا رَأَاهَا حَتَّى لَقِیَ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ مَعَ أَنَّهُ كَانَ أَحْمَأُ سَوْدَکَ أُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ ○

یعنی آپ ﷺ نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تم اپنے بھائی سے پردہ کیا کرو کیونکہ وہ عتبہ کے مشابہ ہیں۔ اس وقت سے انتقال کے وقت تک آپ نے اپنی بہن کو نہیں دیکھا، باوجودیکہ بھائی تھے۔ لیکن انی شہ سے کہ مبادا اجنبی ہوں حضور ﷺ نے حجاب کی تاکید فرمائی۔

العبد المذنب سید احمد الحسنی بابی البرکات سنی حنفی قادری

ناظم مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور پاکستان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الصلوة والسلام عليك يا رسول الله يا حبيب
قال النبي صلى الله عليه وسلم شعبان شهري

فضائل شعبان المعظم

شعبان المعظم کے فضائل اور اس کے متعلق ہدایات

پروردگار عالم کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے اپنے حبیب اکرم نبی محترم، سلطانِ دو عالم محمد بن آدم، رسول اللہ ﷺ کے صدقہ میں ہم کو بیشمار نعمتیں، بے انتہاء رحمتیں اپنی نعمتائے گونا گوں سے عطا فرما کر سرفراز و ممتاز فرمایا۔ مثلاً ان کے شعبان و رمضان وہ بابرکت مہینے ہم کو عطا کئے جن کی عبادت تمام مہینوں کی عبادت و ریاضت سے افضل ہے۔ مولیٰ سبحانہ و تعالیٰ ہم کو اور تمام امت مرحومہ کو توفیقِ عمل عطا فرمائے اور اس مبارک مہینہ کی برکات سے مستفیض فرمائے۔

شعبان کا روزہ اور پندرہیوں شب شعبان کے فضائل

حدیث نمبر 1۔ طبرانی و ابنِ حبان سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور انور سید الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

شعبان کی پندرہیوں شب میں اللہ عز و جل تمام مخلوق کی طرف تجلی فرماتا ہے اور سب کو بخش دیتا ہے مگر کافر اور عداوت والے کو۔ پس جن دو شخصوں میں کوئی دینیوی عداوت ہو تو اس رات کے آنے سے پہلے انہیں چاہیے کہ ہر ایک دوسرے سے مل جائے اور ہر ایک دوسرے کی خطا معاف کر دے تاکہ مغفرت الہی انہیں بھی شامل ہو۔ حدیث نمبر 2، 3۔ بیہقی نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی:

حضور دو عالم ﷺ نے فرمایا:

میرے پاس جبرائیل آئے اور کہا: یہ شعبان کی پندرہویں رات ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ جہنم سے اتنوں کو آزاد فرماتا ہے، جتنے بنی کلب کی بکریوں کے بال ہیں، مگر کافر اور عداوت والے کو اور رشتہ کاٹنے والے اور کپڑا لٹکانے والے اور

والدین کی نافرمانی کرنے والے اور شراب کی مداومت کرنے والے کی طرف نظرِ رحمت نہیں فرماتا۔

احمد نے ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے جو روایت کی اس میں قاتل کا بھی ذکر ہے۔

حدیث نمبر 4۔ ابنِ ماجہ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے راوی ہیں: نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

جب شعبان کی پندرہویں رات آ جائے تو اس رات کو قیام کرو اور اون میں روزہ رکھو، کہ رب تبارک و تعالیٰ غروبِ آفتاب سے آسمان دنیا پر خاص تجلی فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ ہے کوئی بخشش چاہنے والا کہ اسے بخش دوں۔ ہے کوئی روزی طلب کرنے والا کہ اسے روزی دوں، ہے کوئی جتلا کہ اسے عافیت و شفا دوں، ہے کوئی ایسا ہے کوئی ایسا اور یہ اس وقت تک فرماتا ہے کہ فجر طلوع ہو جائے۔

حدیث نمبر 5۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ حضور اقدس ﷺ کو شعبان سے زیادہ کسی مہینے میں روزہ رکھتے میں نے نہ دیکھا۔

حدیث نمبر 6۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کی کہ میں نے شعبان سے زیادہ کسی اور مہینہ میں حضور ﷺ کو روزہ رکھتے نہ دیکھا۔

آپ نے فرمایا:

یہ مہینہ رجب اور رمضان کے بیچ میں ہے، لوگ اس سے غافل ہیں اس میں بندوں کے اعمال چنابِ باری تعالیٰ کے حضور میں پیش ہوتے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ میرے عمل روزے کی حالت میں پیش ہوں۔

مسند ابوبکر بن ابی شیبہ وابن زنجویہ اور مسند ابوالعلیٰ اور ابن ابی عاصم اور ماوردی سے یہ حدیث منقول ہے۔

حدیث نمبر 7۔ شیخ عبدالحق محقق رضی اللہ عنہ ماثبت بالسنۃ میں بروایت ابن ابی الدنیا عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں:

حضور ﷺ نے فرمایا:

جب شعبان کی پندرہویں شب ہوتی ہے (جو چودہ تاریخ کے بعد آتی ہے) اس شعبان سے اگلے شعبان تک مرنے والوں کا دفتر حضرت ملک الموت کو دیا جاتا ہے۔ کہ اس سال فلاں کی روح فلاں وقت میں قبض کرے۔ پھر یہاں آدمی شادی کرتا ہے، مکان تعمیر کرتا ہے، حالانکہ اس سال کے مرنے والوں میں سے ہوتا ہے۔

نزہۃ المجالس میں ہے:

حضور ﷺ نے فرمایا:

شب برات یعنی پندرہویں شب شعبان کو میرے پاس جبرائیل آئے اور کہنے لگے کہ اے محمد رسول اللہ ﷺ اس رات عبادت میں زیادہ کوشش کیجئے، اس لیے کہ اس رات میں حاجتیں پوری کی جاتی ہیں۔ یہ سن کر حضور ﷺ مصروف عبادت ہو گئے کہ پھر جبرائیل بارگاہ حضور انور میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اپنی امت کو خوشخبری دے دیجئے کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ عزوجل سوائے مشرک کے آپ کی تمام امت کو بخش دیتا ہے۔

پھر عرض کی کہ آسمان کی طرف ملاحظہ فرمائیے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں:

میں نے جنت کے دروازے کھلے دیکھے۔ ایک روایت میں ہے آسمان کے دروازے کھلے ہوئے تھے اور اول دروازہ پر ایک منادی یہ ندا کر رہا تھا کہ اس رات میں رکوع کرنے والوں کو خوشخبری ہو اور دوسرے دروازے پر یہ آواز بلند تھی کہ اس

رات میں سجدہ کرنے والوں کو بشارت ہو اور تیسرے دروازے پر یہ ندا تھی کہ اس رات میں دعا مانگنے والوں کو مبارک باد اور چوتھے دروازے پر یہ صدا تھی کہ اس رات میں خوف خدا سے رونے والوں کو بشارت ہو اور پانچویں دروازے پر فرشتہ کہہ رہا تھا کہ اس رات میں نیک عمل کرنے والوں کو سزا دہ اور چھٹے دروازے پر صدائے کرم تھی کہ ہے کوئی سائل جس کا سوال پورا کیا جائے۔ اور ساتویں دروازے پر ندائے مغفرت تھی کہ ہے کوئی طالب مغفرت کہ اس کے گناہ بخش دیے جائیں۔ میں نے کہا:

جبرائیل یہ دروازے کب تک کھلے رہیں گے؟

عرض کی طلوع فجر تک۔

پھر فرمایا:

اس رات میں جو جہنم کے مستحق ہیں ان کو آتش دوزخ سے بنی کلب کی بکریوں کی تعداد کے برابر اللہ تعالیٰ آزاد فرماتا ہے۔

(عرب میں بنی کلب ایک قبیلہ ہے جن کی بکریاں بکثرت ہوتی ہیں)

مسلمانوں سے عاجزانہ التماس

تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ 15 شعبان المعظم قبل غروب آفتاب اپنے تمام گناہوں سے تائب و مستغفر ہوں جن دو شخصوں میں دنیوی رنج و عداوت ہو مردہوں یا عورتیں باہم صلح و صفائی کر لیں اور شیر و شکر کی طرح یک جان ہو جائیں اور اپنے آئینہ قلب کو حقد و حسد، بغض و عداوت سے بے غبار اور پاک صاف کر لیں اور اس مقدس و بابرکت رات کے فیوض و برکات سے محروم نہ رہیں، معلوم نہیں اگلے شعبان تک زندہ رہیں یا نہ رہیں۔ پس خوش نصیب اور سعادت مند وہ ہیں جو اس مبارک شب میں نعمت الہی اور رحمت غیر متناہی سے حصہ لیں اور اپنے اوقات زندگی عبادت الہی اور اطاعت رسالت پناہی ﷺ میں صرف کریں۔

چونکہ جو جب تقاضا میر معتبرہ و روایات سمجھ اس رات میں ترقی رزق اور نگی خط وازانی صحت و تندرستی موت و زیست جو کچھ اس سال میں مقدر ہے، سال تمام کے احکام ان ملائکہ کے سپرد کر دیے جاتے ہیں جو ان کاموں پر معین ہیں۔ لہذا اس مقدس شب میں اپنے اپنے مخلوق کی مسجدوں یا گھروں میں عبادت پروردگار عالم میں مشغول رہیں اور اپنے اور تمام مسلمانانِ اہلسنت و جماعت کیلئے دعائے مغفرت و عافیت دارین کریں اور بکمالی تضرع و زاری سے اپنے لیے، خویش و اقارب اور مسلمانانِ عالم کیلئے دعائے مانگے، اور جس قدر ہو سکے فقراء و مساکین کو خیرات دیں اور بکثرت یہ دعاء مانورہ پڑھتے رہیں۔

اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تَحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا!

اے اللہ تو معاف فرمانے والا ہے، معاف کرنے کو پسند فرماتا ہے ہمیں معافی عطا فرما!

اس شب میں نوافل پڑھنے کا بیان

پندرہویں شب شعبان میں دو دو رکعت کی نیت سے سو رکعت پڑھنا چاہیے، ہر رکعت میں بعد سورۃ فاتحہ، گیارہ گیارہ مرتبہ "قل هو اللہ احد" یا پانچ سلام کے ساتھ دس رکعت پڑھیں، ہر رکعت میں دو مرتبہ "قل هو اللہ احد" پڑھیں، دونوں طریقے سلف صالحین سے مروی و مانورہ ہیں۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

تین اصحاب رسول اللہ ﷺ سے مجھ کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ جو شبِ برات یعنی پندرہویں شعبان میں یہ سو رکعت یا دس رکعت پڑھتا ہے، اس کی طرف ستر بار اللہ تعالیٰ رحمت سے دیکھتا ہے اور ہر نگاہ رحمت میں اس کی ستر حاجتیں پوری کرتا ہے جس میں سے کوئی مغفرت ہے اور سلف و خلف صالحین سے یوں بھی منقول ہے کہ

شبِ برات میں بعد نماز مغرب چھ رکعت نفل اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں بعد سورۃ فاتحہ چھ چھ مرتبہ "قل هو اللہ احد"، اور ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیر کر ایک بار سورۃ یٰسین شریف اور بعد قراءت سورۃ یٰسین اول دو رکعت کے بعد کثرت سے یہ دعا مانگے۔

اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تَحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا

اس کے بعد برکت عمر کی دعا مانگے، پھر دوسری رکعت کے بعد سورۃ یٰسین پڑھ کر ترقی رزق کی دعا کرے، پھر آخری دو رکعت کے بعد سورۃ یٰسین پڑھ کر حسنِ خاتمر کی دعا مانگے۔

صوفیائے کرام فرماتے ہیں۔

جو شخص چھ رکعت اس طرح پڑھ کر دعا مانگے اللہ تعالیٰ اس کو وہی عطا فرماتا ہے جو مانگے

خلاصہ یہ ہے کہ اس مقدس رات کو کھیل کود، لہو و لعب، آتش بازی و اسراف مال وغیرہ میں ضائع نہ کریں۔

آتش بازی حرام ہے

اس مقدس رات یعنی شبِ برات میں آتش بازی، انار، پٹاخے، پھلجھڑی چکر وغیرہ لہو و لعب میں مشغول ہونا کمالِ اسراف اور انتہاء درجہ کی فضول خرچی ہے۔ ایسوں کو اللہ تعالیٰ نے شیطان کا بھائی فرمایا۔ لہذا حرام و ناجائز ہے اور اس ناجائز کام میں مشغول ہونے والے سخت گناہ گار ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ما عبث بالسنۃ میں تحریر فرماتے ہیں:

وَمِنْ الْبِدْعِ الشَّيْئَةِ مَا تَعَارَفَ النَّاسُ فِي أَكْثَرِ بِلَادِ الْهِنْدِ مِنْ إِنْقَادِ السُّرُجِ وَوَضْعِهَا عَلَى الْيُسُوفِ وَالْجُدُرِ وَتَفْشَاخِمْ بِذَلِكَ

وَاجْتَمَاعِهِمُ اللَّهُوَّ وَاللَّغَبُ بِالْفَارِ وَالْأَحْرَاقِ الْكِبَرِيَّةِ ۞

یعنی یہ جو ہندوستان (پنجاب) کے اکثر شہروں میں رواج ہے کہ شعبان کی پندرہویں شب کو مکان کے در و دیوار پر روشنی کرتے اور اس میں فخر کرتے ہیں اور آتش بازی وغیرہ لہو و لعب کے لئے جمع ہوتے اور گندھک شورہ یعنی اتار پٹاٹے پھونکتے ہیں بدعت شنیعہ ہے۔

لہذا مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس بدعت شنیعہ سے باز رہیں، بچوں کو اس کام کیلئے ایک پیسہ بھی نہ دیں، کہ علاوہ مال ضائع کرنے کے جسمانی و روحانی تکالیف کا باعث ہوتا ہے۔ اہل پنجاب کو چاہئے کہ اس امر میں مسلمانانِ دہلی کی تقلید کریں کہ انہوں نے کئی سال سے اس بدعت شنیعہ کو ترک کر دیا ہے اور جو روپیہ آتش بازی میں خرچ کرتے تھے وہ اب مصارفِ خیر میں صرف کرتے ہیں پس اہل پنجاب کو بھی چاہئے کہ جس قدر روپیہ وہ حرام کام میں صرف کرتے تھے، وہ سب روپیہ اپنے بچوں اور دینی تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کی ضروریات میں صرف کریں اور ثواب دارین کے مستحق بنیں۔

ہدایات: معلوم ہوا کہ پنجاب کی عورتوں میں یہ رسم جاری ہے کہ شعبان کے روزہ افطار کرنے کیلئے اپنا گھر چھوڑ کر غیروں کے یہاں سے کھانا مانگ کر روزہ افطار کرتی اور اسے موجبِ ثواب سمجھتی ہیں۔ لہذا واضح رہے کہ شریعتِ مطہرہ میں اس رسم کی کوئی اصل نہیں پائی جاتی۔ اس لیے اس کو ضروری اور لازمی تصور کرنا بدعت ہے اور ایسا عقیدہ رکھنا باعثِ گناہ ہے۔ یونہی بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ماہِ شعبان کی پندرہویں شب میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دندان مبارک شہید ہوا اور اسی تاریخ میں حضرت حمزہ سید الشہداء رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور آپ نے حلوہ تناول فرمایا تھا اس لیے حلوہ ہی پکانا ضروری و واجب ہے۔ یہ بھی عقیدہ قطعی لغو و بے بنیاد

ہے۔ کیونکہ باتفاقِ مورخین غزوہ اہد 7 یا 11 شوال کو واقع ہوا تھا لہذا اس عقیدہ کے ساتھ حلوہ کا پکانا ضروری سمجھنا بدعت ہے۔ البتہ یہ سمجھ کر حلوہ یا عمدہ چیز پکا کر ایصالِ ثواب کیا جائے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شیریں چیز اور شہد کو پسند فرماتے تھے، تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور یہ سمجھ کر میٹھی چیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پسند تھی خود بھی میٹھی چیز اختیار کرے تو سنت ہے۔

ترجمہ میں ہے:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ الْحُلُوءَ وَالْعَسَلَ ۝

یعنی آنحضرت ﷺ میٹھی چیز اور شہد کو پسند فرماتے تھے۔

پس مسلمانوں کو چاہئے کہ جنگلم

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۝

تمہارے لیے رسول اللہ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے۔

ہر فعل میں آپ کے اسوہ حسنہ کو معمول بنائیں۔

وَأَخِرُ دَعْوَاكَ أَنْ تَحْمَدَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

(حررہ العبد الراجی رحمہ اللہ القوی ابوالبرکات سید احمد غفرلہ)

روشنی مساجد و مجالس کے متعلق ضروری فتوے

حضرت عزتِ جل و علا تبارک و تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتا ہے:

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ ۝

اے کتاب والو! اپنے دین میں حد سے نہ بڑھو اور اللہ تعالیٰ کی نسبت حق

بات کے سوا ایک لفظ بھی اپنے منہ سے نہ نکالو۔

یعنی اللہ تعالیٰ اہل کتاب کو فرماتا ہے کہ امورِ دینیہ میں افراط و تفریط نہ

کرو، بلکہ بے کم و کاست احکامِ الہی بندگانِ خدا تک پہنچا دو، اس کے بعد روشنی کے

متعلق کچھ عرض کیا جاتا ہے۔

اول یہ سمجھ لینا چاہئے کہ قنادیل و شموع کی روشنی مساجد و محافل میں موجب زینت ہے یا نہیں؟

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِضَوَائِهِمْ

ہم نے آسمان دنیا کو روشنی سے مزین فرمایا۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے چراغوں کا روشن کرنا موجب زینت ہے۔

اب دیکھنا چاہئے کہ اس زینت (روشنی) کی ممانعت و حرمت میں بندوں کیلئے کوئی نص شرعی وارد ہے یا نہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ زینت و روشنی کی نہی بھروسہ شرعیہ ثابت نہیں، ورنہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہرگز ایسا نہ کرتے اور عند المفسرین یہ بات بطور اصول مقرر ہو چکی ہے کہ جس زینت کی نہی شرع سے ثابت نہیں وہ خالص مباح ہے اور تحت آیت کریمہ داخل ہے۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ

آپ فرمادیجئے کہ کس نے وہ زینت حرام کی ہے جو اللہ نے اپنے بندوں کیلئے پیدا فرمائی۔

چنانچہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

الْقَوْلُ الثَّانِي أَنَّهُ يَسْأَلُ جَمِيعُ أَنْوَاعِ الزَّيْنَةِ فَيَدْخُلُ تَحْتَ الزَّيْنَةِ جَمِيعُ أَنْوَاعِ التَّزْيِينِ وَيَدْخُلُ تَحْتَهَا تَطْلِيفُ الْبَدَنِ مِنْ جَمِيعِ التَّوَجُّهِ وَيَدْخُلُ تَحْتَهَا الْمَرْكُوبُ وَيَدْخُلُ تَحْتَهَا أَيْضًا أَنْوَاعُ الْحُلِيِّ لِأَنَّ كُلَّ ذَلِكَ زِينَةٌ وَلَوْلَا النَّصُّ الْمَوْجُودُ فِي تَحْرِيمِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْأَثَرِ يُشْمَعُ عَلَى

الزَّيْنَةِ لَكُنَّ ذَلِكَ دَاخِلًا تَحْتَ هَذَا الْعَمُومِ

یعنی آیت کریمہ میں مفسرین کرام علیہ الرحمۃ والرضوان کے دو قول ہیں۔ قول ثانی یہ ہے کہ آیت کریمہ میں زینت سے مراد یہ ہے کہ انواع و اقسام کی زینت مراد ہے، پس جس قدر اقسام انواع زینت کے ہیں وہ سب آیت کریمہ میں داخل ہیں۔ بدن کی صفائی بھی اس میں داخل ہے تمام وجوہ سے (یعنی خواہ صابن کے ساتھ ہو یا کسی دوسری چیز کے ساتھ) سواریاں بھی اس میں داخل ہیں (خواہ موٹر ہو یا سائیکل ٹنٹم ہو یا یکہ وغیرہ) اور زیورات کے کل اقسام بھی آیت میں داخل ہیں۔ کیونکہ یہ سب چیزیں زینت ہیں، حتیٰ کہ اگر چاندی، سونا، ریشم مردوں پر شرعاً حرام نہ ہوتا اور ان کی حرمت میں کوئی نص وارد نہ ہوتی ہے تو وہ بھی مردوں پر حلال ہوتے۔ لیکن چونکہ سونا چاندی، ریشم مردوں پر حرام ہے اس لیے وہ آیت کریمہ سے مستثنیٰ کر دیے گئے، اس بیان سے معلوم ہوا کہ آیت کریمہ میں جملہ اقسام کی زینت مراد ہے اور جب تک شارع کی جانب سے کسی خاص قسم زینت کی نہی وارد نہ ہو اس وقت تک وہ خالص مباح ہے اور اس کو حرام و بدعت کہنا شریعت میں تصرف و دست اندازی کرنا ہے۔

پھر یہی امام ہمام ایک طویل حدیث نقل فرما کر اقام فرماتے ہیں:

وَأَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْحَدِيثَ يَدُلُّ عَلَى أَنَّ هَذِهِ الشَّرِيعَةَ الْكَامِلَةَ نَزَّلَ عَلَى أَنَّ جَمِيعَ أَنْوَاعِ الزَّيْنَةِ مُبَاحٌ مَا دُونَ ذَلِكَ إِلَّا مَا خَصَّهُ الدَّلِيلُ فَلِهَذَا السَّبَبِ ادْخُلْنَا الْكُلَّ تَحْتَ قَوْلِهِ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ

یعنی جان لو کہ یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ شریعت کاملہ میں تمام انواع زینت مباح خالص ہیں۔ ان کے استعمال کرنے کی اجازت دی گئی ہے، لیکن وہ ہی قسم زینت ممنوع و ناجائز ہے جو کسی دلیل شرعی کے ساتھ خاص ہو گئی ہے۔ پس اسی وجہ سے تمام اقسام زینت (یعنی ہر قسم کی سواریاں ہر قسم کے اسباب صفائی بدن

کے ہر قسم کی کھائے جانے کی چیزیں جو منجانب شریعت ممنوع نہیں ہیں) ماتحت آیہ کریمہ داخل ہیں۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ

آپ فرمادیجئے کہ کس نے وہ زینت حرام کی ہے جو اللہ نے اپنے بندوں کیلئے پیدا فرمائی۔

پس تقریر بالا سے یہ امر بخوبی ثابت ہو گیا ہے کہ کل انواع و اقسام زینت مباح و جائز ہیں، لیکن جس قسم زینت کو شارع نے حرام کر دیا اور حرام دنا جائز ہے اور جن کو شارع نے حرام نہیں کیا وہ بی شک آیہ کریمہ میں داخل اور بندوں کو اس کے اختیار کرنے کی اجازت ہے اور یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ روشنی کرنا اقسام زینت ہے۔ پس روشنی کرنا آیہ کریمہ مذکورہ میں داخل ہو کر مسلمانوں کیلئے مباح قرار دی گئی اور نہ صرف مباح، بلکہ مستحسن و مندوب ہے، جب کہ غرض صحیح کیلئے کی جائے۔

چنانچہ یہ امر حدیث سے ثابت ہے۔ سیرۃ حلبی جلد ۲ میں امام علی بن برہان حلبی تحریر فرماتے ہیں۔

صدر اول میں اصحاب رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے۔

إِنَّ الْمَسْجِدَ كَانَ إِذَا جَاءَتْ الْعَتَمَةُ يُوَقَّدُ فِيهِ سَعْفُ النَّخْلِ فَلَمَّا قَدِمَ تَعَمَّرَ الدَّارُ الْيَمِينِيَّةَ صَحِبَ مَعَهُ قَنَادِيلُ وَجِبَالًا وَزِينًا وَعَلَى تِلْكَ الْقَنَادِيلِ بِسُورَى الْمَسْجِدِ وَأَوْقَدَتْ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَوْرُ مَسْجِدٍ نَوْرُ اللَّهِ عَلَيْكَ أَمَا وَاللَّهِ لَوْ كَانَ لِي رِبْعَةٌ لَأَكْتُحِكُهَا

یعنی جب عشا کا وقت ہوتا کھجور کی شاخیں جلا کر اجالا کر لیا کرتے تھے۔

جب تمیم داری رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے، تو اپنے ساتھ قنادیل اور رسیاں اور روشن زیتون لائے اور مسجد نبوی کے ستون شریف سے وہ قنادیل لٹکائیں اور روشن

کیں۔ حضور پر نور سید عالم ﷺ نے تمیم داری کو دعا دی، کہ تو نے ہماری مسجد کو روشن کیا اللہ تعالیٰ تجھ کو روشنی بخشے۔ خدا کی قسم اگر میری کوئی صاحبزادی (غیر شادی شدہ) ہوتی تو میں تیرا اس کے ساتھ نکاح کر دیتا۔

غنیۃ الطالبین جلد دوم میں حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ ایک روایت نقل فرماتے ہیں:

جس میں حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام روشنی کی طرف رغبت دلاتے ہیں:

رَوَى عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ عَلَّقَ فِي بَيْتِهِ مِنْ نُورٍ تَعَالَى قَبِيلُهُ لَا ذَرْكَ الْمَلَائِكَةُ تَسْتَغْفِرُ لَهُ وَتُصَلِّيُ عَلَيْهِ وَهُمْ سَبْعُونَ مَلَكًا حَتَّى يَطْلُغَ ذَلِكَ الْقَبِيلُ

یعنی اللہ تعالیٰ کے رسول سے مروی ہے کہ جس نے اللہ کے گھروں سے کسی گھر میں قندیل روشن کی جب تک وہ قندیل روشن رہے گی ستر ہزار فرشتے قندیل روشن کرنے والے پر مغفرت و رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ روشنی جو زینت کی قسم سے ہے۔ شرعاً ممنوع نہیں۔ بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں خود حضور کے سامنے تمیم داری رضی اللہ عنہ نے قنادیل روشن کیں اور اس پر حضور انور ﷺ نے تمیم داری کو دعا دی اور اظہار خوشنودی کیا اور فرمایا اگر میری لڑکی ہوتی تو تجھ سے نکاح کر دیتا اور غنیۃ کی روایت سے معلوم ہوا کہ یہ فعل پسندیدہ محبوب خدا ﷺ ہے کہ آپ مساجد میں روشنی کرنے کی ترغیب فرماتے ہیں۔

اب آثار صحابہ سے ثبوت لیجئے!

سیرۃ حلبی جلد دوم میں ہے:

وَالْمُسْتَحَبُّ مِنْ بَدْعِ الْأَفْعَالِ تَعْلِيقُ الْقَنَادِيلِ فِيهَا أَيْ الْمَسَاجِدِ وَأَ

وَلَمْ مَنْ فَعَلَ ذَلِكَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَإِنَّهُ لَمَّا جَمَعَ النَّاسَ عَلَى
أَنَّهُمْ كَعْبٌ فِي صَلَاةِ التَّكْوِيمِ عَلَى الْفَتَاكِيلِ فَلَمَّا رَأَاهَا عَلَى قَالَ تَوَدُّتُ
مَسَاجِدَكُمْ تَوَدُّ اللَّهُ فَبَرَكْتُ يَا أَيُّهَا الْخَطَّابُ

مساجد میں قنائل لگانا مستحب ہے۔ اور سب سے پہلے یہ کام حضرت عمر
بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کیا، جب لوگوں کو نماز تراویح کیلئے حضرت ابی ابن کعب
رضی اللہ عنہ کو امام مقرر کر کے جمع کیا اس وقت مسجد میں بہت سی قندیلیں لگا دیں، جس
وقت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کا اس طرف سے گزر ہوا دیکھا کہ مسجد روشنی سے جگمگا رہی
ہے۔ تو یہ دعا فرمائی کہ تو نے ہماری مسجدوں کو روشن کیا ہے اللہ تعالیٰ تیری قبر کو روشن
کرے اے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

اور غنیۃ الطالبین جلد دوم میں حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ بروایت خلیفہ سوم
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اس طرح نقل فرماتے ہیں:

أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ اجْتَمَعَ بِالْمَسَاجِدِ وَهِيَ تَذْهَبُ بِالْفَتَاكِيلِ
وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ التَّكْوِيمَ فَقَالَ نَوَدُّ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى عُمَرَ كَمَا نَوَدُّ
مَسَاجِدَكُمْ

یعنی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ
مساجد میں تشریف لائے جب کہ مساجد روشنی میں جگمگا رہی تھیں۔ اور لوگ نماز تراویح
پڑھ رہے تھے۔ پس آپ نے فرمایا: کہ اللہ عزوجل عمر کی قبر منور فرمائے۔ جیسا کہ
انہوں نے ہماری مسجدوں کو منور کیا ہے۔

اور غنیۃ ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب حنبیہ میں اور حضور غوث
الاشقیین رضی اللہ عنہ نے غنیۃ میں لکھا ہے کہ جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دعا
دی اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی دعا دی۔

پس خلفاء راشدین یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ و حضرت عثمان رضی اللہ عنہ
و حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فعل اور خوش ہونا اور دعا دینا مساجد میں روشنی کرنے کی کس
قد رجحانیت ظاہر کر رہا ہے۔ اور یہ مذکور ہو چکا ہے کہ اول قیم داری نے قنائل روشن
کیں اور حضور سرور عالم ﷺ نے انہیں راسرست فرمایا، لیکن یہاں یہ شبہ گزرتا ہے کہ
روایت سابقہ میں سب سے اول قنائل روشن کرنا قیم داری سے ثابت ہوتا ہے اور
مجھلی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اول قنائل روشن
فرمائیں۔ اس کی تطبیق علامہ حلی نے سیرۃ حلبیہ جلد دوم میں اس طرح کی ہے کہ
اولیت حقیقی اس فعل کی قیم داری رضی اللہ عنہ سے عہد رسالت نبی کریم ﷺ میں ہوئی
بعد ازاں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو جو اول قرار دیا اولیت اضافی ہے یعنی
کثرت سے قنائل روشن کرنا، اول آپ سے واقع ہوا کیونکہ قیم داری رضی اللہ عنہ کی
قنائل جو شام سے لائے تھے۔ اگرچہ متعدد تھیں مگر کثیر نہ تھیں اور حضرت عمر رضی اللہ
عنہ نے قنائل کثیرہ روشن کیں۔

حَيْثُ قَالَ وَنَمَلُ التَّمَرَاتِ تَغْلِيظُ ذَلِكَ بِحُكْمَةٍ فَلَا يُخَالِفُ مَا تَقَدَّمَ
مِنْ قَبْلِهِمُ الذَّارِي تَلَا نِيرَ تَقْسِيرِ رُوحِ الْبَيَانِ جُلْدِ اَوَّلِ مِثْلِ تَحْتَ آيَةِ كَرِيمَةٍ

إِنَّمَا يَهْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مِنْ أَمْنٍ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے ہیں۔
(کنز الایمان سورۃ التوبہ آیت 18)

شیخ کامل علامہ اسماعیل حقی قدس سرہ دربارہ ترمین مساجد تحریر فرماتے ہیں:
إِنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ دَاوُدَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بَنَى مَسْجِدَ بَيْتِ
الْمُقَدَّسِ وَبِالْفَرَسِ تَزْيِيذِهِ حَتَّى نَصَبَ الْكِبَرِيَّتِ الْأَحْمَرَ عَلَى رَأْسِ الْقُبَّةِ
وَكَانَ ذَلِكَ أَعَزَّ مَا يَوْجَدُ فِي ذَلِكَ الْوَقْتِ وَكَانَ يُخَيِّمُ مِنْ مَهْلٍ وَكَانَتْ

الْفَرَكَاتُ يَفْعَلُونَ فِي ضَوْؤِهِ مِنْ مَسَافَةٍ اثْنَيْ عَشَرَ مِيْلًا كَانَ عَلَى حَالِهِ حَتَّى
عَرَبِيَّةٌ بَخْتِ نَصْرٍ

یعنی حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسجد بیت المقدس تعمیر فرمائی
اور اس کے خوبصورت بنانے میں مبالغہ کیا۔ یہاں تک کہ مسجد کے قبة کے سرے پر
کبریت احمر نصب فرمایا۔ حالانکہ اس وقت کی عمارات میں سے یہ نہایت عزیز
الوجود تھا اور اس کی روشنی زمین سے مچھائے نظر تک معلوم ہوتی تھی اور چرخہ کا تنے
والی عورتیں اس کی روشنی میں بارہ میل کی مسافت سے کاٹا کرتیں تھیں اور اسی طرح
بخت نصر کے عہد تک رہا، پھر اس نے اس کو خراب کر دیا۔

اور اسی میں ہے کہ مجملہ اسباب تزیین قنادیل روشن کرنا ہے۔ چنانچہ
فرماتے ہیں:

وَمِنْهَا تَعْلِيْقُ الْقَنَادِيلِ فِي الْمَسَاجِدِ وَالشُّرُجِ وَالْمَصَابِيحِ
وَالشُّنُوعِ ☆

یعنی اسباب زینت سے ہے قنادیل کا مساجد میں لٹکانا اور مساجد میں
چراغ روشن کرنا اور موسم بقی جلانا۔

ان روایات معتبرہ سے واضح ہو گیا کہ مساجد میں یہ نیت ثواب روشنی اور
قنادیل کے ساتھ مسجد کو زینت دینا پسندیدہ محبوب خدا ﷺ ہے۔ اسی بنا پر علمائے کرام
نے استحباب و اختسان کا قول کیا۔ اب غور کرو کہ جس فعل کو حضور پسند فرمائیں اور
خلفائے راشدین بنفس نفیس اس کا ارتکاب کریں وہ کیونکر ممنوع و بدعت ہو سکتا ہے
اور مانعین ذرا سوچ کر بتائیں کہ تزیین مساجد کیونکر بدعت و حرام ہوا۔ علامہ اسماعیل
حقّی روح البیان میں بعد نقل کرنے ان روایات کے جن کو ہم سیرۃ حلبی سے نقل کر
آئے ہیں۔ تحریر فرماتے ہیں:

قَالَ بَعْضُهُمْ لَكِنْ زِيَادَةُ الْوُقُودِ كَالْوَقْعِ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ
وَيُقَالُ لَهَا لَيْلَةُ الْوُقُودِ يَتَّبِعِي أَنْ يُكُونَ ذَلِكَ كَنَزِيرٍ الْمَسَاجِدَ وَنَقْشَهَا بِهَا

یعنی بعض علماء نے فرمایا کہ زیادہ روغن کرنا جس طرح نصف شعبان یعنی
15 رات شعبان کو کرتے ہیں اور اس شب کو لیلۃ الوقود کہتے ہیں، اس کا حکم بھی ایسا
ہونا چاہئے جیسا تزیین مسجد کا اور نقش نگار کا۔

فَذَكِّرْهُمْ بِبَعْضِهِمْ

اور بعض علماء نے پندرہویں رات شعبان کو روشنی مکروہ مانی ہے۔

ایسا ہی سیرۃ حلبی میں ہے۔

اس عبارت سے یہ شبہ نہ ہو کہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ بعض کے نزدیک مستحب
اور بعض کے نزدیک مکروہ، کیونکہ ان دونوں قولوں میں بہ آسانی تطبیق ہو سکتی ہے اور وہ
اس طرح کہ جو علماء استحباب روشنی کے قائل ہیں ان کی غرض روشنی سے یہ ہے کہ
مساجد میں بہ نیت ثواب قنادیل وغیرہ روشن کرنا مستحب ہے اور صحابہ کرام نے مساجد
میں ہی روشنی کی۔

اور جو علماء کراہیت کے قائل ہیں ان کی غرض یہ ہے کہ وہ علاوہ مساجد کے
بلا غرض صحیح مثلاً بازاروں وغیرہ مقامات پر روشنی نہ کرنا چاہیے کہ اس میں کوئی فائدہ
نہیں، محض مال کا ضائع کرنا ہے، جس طرح ہمارے زمانہ میں لیڈران قوم کے جلوس
میں بازار سجائے جاتے اور چراغاں کیا جاتا ہے، اور وہ بھی نہ صرف مسلمانوں کے
جلوس میں بلکہ گاندھی اور دیگر کفار و مرتدین کے جلوس کی روشنی میں مبالغہ کرتے بازار
سجاتے ہیں۔ یہ بیشک اسراف ہے جو حکم قرآن عظیم حرام ہے۔ مگر انفس ان نام نہاد
علماء جو گاندھی وغیرہ کے جلوس میں شرکت کریں اور بازاروں میں روشنی کرائیں اور
کرتے دیکھیں اور حرام و بدعت ہونے کا حکم نہ سنا لیں کہ کہیں لیڈران قوم ناراض نہ

ہو جائیں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام نے مساجد میں روشنی کی تو وہ گمراہ بدعتی ہو گیا۔ اور فتویٰ بھی نور الکا دیا کہ روشنی کرنا حرام و بدعت ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

حالانکہ تفسیر روح البیان میں علامہ عبدالحی نایلسی قدس سرہ کی کتاب کشف النور میں اصحاب القیور سے تحریر فرماتے ہیں:

اِنَّ اِبْدْعَةَ الْحَسَنَةِ الْمُوَافَقَةَ لِمَقْصُودِ الشَّرْعِ تُسَمَّى سُنَّةً فَبِنَاةِ الْقَبَابِ عَلَى قُبُورِ الْمُسْلِمِ وَالْأُولِيَاءِ وَالصُّلَحَاءِ وَوَضْعِ الشُّوْرِ وَالْعَمَائِمِ وَالنِّيَابِ عَلَى قُبُورِهِمْ أَمْرٌ جَائِزٌ إِذَا كَانَ الْمَقْصِدُ بِذَلِكَ التَّعْظِيمِ فِي أَعْيُنِ الْعَامَّةِ حَتَّى لَا يَحْقِرُوا صَاحِبَ هَذَا الْقَبْرِ وَكَذَا إِيْقَادُ الْقَنَادِيلِ وَالشُّمُوعِ عِنْدَ قُبُورِ الْأُولِيَاءِ وَالصُّلَحَاءِ مِنْ بَابِ التَّعْظِيمِ وَالْأُولِيَاءِ وَالْإِحْلَالِ أَيْضًا لِلْأُولِيَاءِ فَالْمَقْصِدُ فِيهَا مَقْصِدٌ حَسَنٌ وَتَقَرُّ الرُّؤْيَا وَالشُّمُوعُ لِلْأُولِيَاءِ يُوقَدُ عِنْدَ قُبُورِهِمْ تَعْظِيمًا لَهُمْ وَمَحَبَّةً فِيهِمْ جَائِزٌ أَيْضًا لَا يَتَّبِعِي النَّهْيُ عَنْهُ الْخ

یعنی جو بدعت حسنہ موافق ہو مقاصد شرع کے وہ سنت ہے۔ اس بدعت کو سنت کہا جائے گا پس علماء کرام و اولیاء ذوالاحرام و صلحاء عظام کی قیور پر تہہ بنانا اور قبر پوشی یعنی غلاف وغیرہ ڈالنا امر جائز ہے جب کہ مقصود اس سے نظر عوام میں صاحب قبر کی توقیر و تعظیم پیدا کرنا ہو۔ وہ صاحب قبر کی تحقیر و توہین نہ کریں اور اسی طرح اولیاء و صلحاء کی قیور کے پاس قنادیل روشن کرنا باب تعظیم و تکریم سے ہے۔ پس اس میں بھی نیک مقصد ہے اور اولیاء کی محبت و تعظیم کی وجہ سے تیل وغیرہ کی نظر ماننا بھی جائز ہے اس سے لوگوں کو روکنا مناسب ہے۔ (از تفسیر روح البیان جلد اول ص 879)

ان تصریحات علماء سے ارباب بصیرت پر واضح ہو گیا ہوگا کہ ہر کام میں نیت کا اعتبار ہے۔ جیسا کہ حدیث صحیح میں مذکور ہے:

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ

اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔

پس جو روشنی بہ نیت تزیین مسجد کی جائے گی وہ ضرور محبوب و پسندیدہ نظر سے دیکھی جائے گی اور جو روشنی محض لہو و لعب اور بے دینوں کی غفلت و تعظیم کے لیے ہو گی، ضرور بدعت قبیحہ اور حرام ہوگی۔ جیسے جلوس کفار و مشرکین و مرتدین و فسقاء و مبتدعین پر روشنی کرنا، بازار سجانا، دوکانات آراستہ کرنا، دروازے بنانا، چھندیاں لگانا یہ سب ناجائز و ممنوع اور خالص اسراف و تبذیر ہے۔

اب عہد خلفاء عباسیہ سے سند لیتے ہوئے علامہ طبری اپنی سیرۃ حلبیہ میں ایک جلیل الشان عالم سے نقل فرماتے ہیں:

اس عالم نے فرمایا: کہ مجھ کو خلیفہ مامون الرشید نے حکم دیا کہ تم یہ حکم نامہ لکھ دو کہ ہماری سلطنت و مملکت میں مسجدوں میں بکثرت روشنی کی جائے، لیکن میرے کچھ خیال میں نہ آیا کہ کس طرح لکھ دوں، چنانچہ اسی روز مجھ کو خواب میں بشارت ہوئی کہ روشنی کثیر کے واسطے لکھ دے، اس لیے کہ اس میں تہجد گزاروں کا دل لگتا ہے اور مساجد خانہ خدا ہیں۔ پس خانہ خدا سے وحشت و ظلمت دفع ہوگی۔ یہ بشارت دیکھتے ہی میں ہوشیار ہوا اور روشنی کا حکم لکھ دیا۔

سیرۃ کی عبارت یہ ہے:

وَعَنْ بَعْضِهِمْ قَالَ أَمَرَنِي الْخَامُونُ أَنْ أَكْتُبَ بِالْأَسْتِخَارَةِ مِنَ الْمَصَابِيحِ فِي الْمَسَاجِدِ فَلَمَّا أَكْرَمْنَا أَكْتُبَ لِأَنَّهُ شَيْعٌ لَمْ أَسْبِقُ إِلَيْهِ فَأَرَيْتُ فِي الْمَنَامِ أَكْتُبُ فَإِنَّ فِيهَا آتِسَ لِلْمُنْتَهِي جِدْنِ وَنَصَا لِيُؤْتِ اللَّهُ وَعَنْ وَخَشِيَةِ الظُّلُمِ فَأَتَيْتُهُمْ وَكَتَبْتُ بِذَلِكَ هَذَا

یہ دستور العمل تو خلفاء عباسیہ کا مذکور ہوا۔ اب بعض صلحاء امت و اولیائے

حضرت خواجہ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ مولف تذکرۃ الاولیاء سیدی احمد
خضر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حال میں تحریر فرماتے ہیں:

جو خراسان کے معتبر مشائخ اور مشہور ان فنوت، سلطانان ولایت اور
مقبولان قربت میں سے تھے اور ریاضات و کلمات عالی میں مشہور اور صاحب
تصانیف تھے، اور آپ کے ایک ہزار مرید ایسے تھے جو ہوا میں اڑتے اور پانی میں بہ
کھٹکے چلتے تھے کہ ایک بار ایک درویش آپ کے یہاں مہمان آیا تو آپ نے ستر
مطمین روشن کیں۔ درویش نے کہا: مجھے یہ کچھ اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ کھٹکے تصوف
سے کچھ نسبت نہیں رکھتا۔ کہا جا کہ اور جو چراغ میں نے خدا کیلئے نہیں جلایا، اسے بجھا دو
اس درویش نے رات سے صبح تک پانی اور مٹی ان چراغوں پر ڈالی، مگر ایک بھی بجھ نہ
سکی۔ دوسرے دن ستر خضاری ان کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے اس کا حال اس
طرح لکھا ہے کہ اس خضر دہلوی نے خواب میں دیکھا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا:

تو نے ہمارے واسطے ستر مطمین روشن کیں۔ تو ہم نے تمہارے لیے ستر ول
نور ایمان سے منور کر دیے (تذکرۃ الاولیاء ص 277)

اس کے متعلق احیاء العلوم شریف کی ایک عبارت نقل کی جاتی ہے تاکہ
موافقیں کے دل منور ہوں اور منافقین کی آنکھیں چکا چوند سے جلیں۔

امام جہۃ الاسلام محمد بن محمد الغزالی قدس سرہ العالی قبیل کتاب آداب الکناح
میں فرماتے ہیں:-

حکمی اَبُو عَلٰی الرَّوَدْبَارِی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ عَنْ رَجُلٍ اَتَّخَذَ
ضِبَاغًا فَاسْوَدَّ فِیْہَا اَلَمَ سِرَاجٍ فَقَالَ الرَّجُلُ قَدْ اَسْرَفْتُ فَقَالَ لَہُ اَدْخُلْ
فَکَلَّمَا اَوْقَدَ مِنْہُ لَیْثُ اللّٰهِ فَاطْفِئَتْ قَدْ دَخَلَ الرَّجُلُ فَلَمْ یَقْدِرْ عَلٰی اِطْفِئِ وَاحِدٍ

ہما قال قطع

یعنی امام اجل عارف اکمل سند الاولیاء حضرت سیدنا امام ابوعلیٰ روز باری
رضی اللہ عنہ (کہ اجل اصحاب سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ سے ہیں)
322ھ میں آپ کا وصال شریف ہے۔ امام عارف باللہ استاذ ابوالقاسم قشیری قدس
سرہ نے رسالہ مبارکہ میں ان کی نسبت فرمایا: اَخْبَرَنِي الشَّافِعِيُّ وَاعْلَمَهُمْ
بِالْحَقِّ نَقِيَّةً

حکایت فرماتے ہیں:

ایک بندہ صانع نے احباب کی دعوت کی، اس میں ہزار چراغ روشن کیے کسی
نے کہا اسراف کیا: صاحب خانہ نے فرمایا اندر آئیے۔ جو چراغ میں نے غیر خدا کیلئے
روشن کیا ہوا اسے گل کر دیجئے۔ معترض صاحب اندر گئے ہر چند کوشش کی۔ ایک چراغ
بھی نہ بجھا سکے۔ آخر قائل ہو گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو کام نیک نیتی سے
کیا جائے نام و نمود اور شہرہ و نظر نہ ہو تو پھر وہ کام ہرگز ممنوع نہیں اور جو کام لوگوں کے
دکھانے اور تفاخر کرنے کیلئے ہو وہ بیشک ممنوع ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ روشنی کے تین
درجے ہیں، ایک بقدر حاجت ضروری لا بدی، وہ اس قدر میں حاصل ہے کہ پیچھے صحابہ
رضی اللہ عنہم شروع امر میں کھجور کی شاخیں جلا کر اپنی حاجت پوری کر لیا کرتے تھے۔
اس میں مسجد کا فرش اور جائے سجدہ اور نمازی لوگ ایک دوسرے کو نظر آ جاتے تھے۔

دوم انیت کیلئے وہ فعل حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا تھا کہ
تمام مسجد کثرت قنادیل سے چمک اٹھی۔ جیسا کہ فقیر کی عبارت سے ہم ثابت کر آئے
ہیں کہ جیسا کہ تنبیہ فقیر ابوالیث رحمۃ اللہ علیہ میں ہے:

رَأَى الْقَنَادِيلَ تَزْهَرُ فِي الْمَسَاجِدِ

اسی طرح طلبی وغیرہ میں ہے:

غرض یہ کہ روایتوں میں لفظ ترہر صیغہ مضارع موجود ہے اور وہ مشتق ہے زہور سے اور معنی اس کے صراح میں لکھے ہیں۔ زہور روشن شدن آتش و بلا گرفتن آں۔ بتایہ یہاں ہم کہتے ہیں کہ یہ فعل امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بلاشبہ قدر حاجت ضروری سے زیادہ تھا، لیکن یہ بھی ہے کہ قدر حاجت زینت سے زیادہ نہ تھا۔

سوم ایہ کہ زینت مکان تو متعدد قیامی سے حاصل ہو سکتی تھی، مگر بلا غرض صحیح خواہ غواہ فرمود و نمائش کیلئے روشنی میں مبالغہ کیا تو چٹک یہ اسراف ہے اور جس کسی نے منع کیا ہے از قسم ثالث کیا ہے، نہ کہ قسم اول و دوم سے۔ وَلَا يَخْفَى ذَٰلِكَ عَلَى الْفَقِيهِ

پس جو لوگ قسم اول و دوم سے بلا لحاظ نیت حرام و بدعت کہہ دیتے ہیں وہ بہت بڑی کج فہمی کے مرتکب ہوتے ہیں ان کو چاہئے کہ حضرت حمید داری اور حضرت امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما وغیرہم کے معمول بہ کا ادب کریں، کہ پہلے پہل بغرض زینت مساجد یہ فعل انہوں نے کیا جو قدر حاجت ضروریہ سے یقیناً زیادہ تھی۔

حیرت ہے کہ جب یہ لوگ مدینہ منورہ جاتے ہوں گے اور روضہ نورانی آنحضرت ﷺ کے گرد اگر جہاز اور فانوس اور ہزار ہا قنادیل دیکھتے ہوں گے تو ان کی جھگڑائی ہوئی روشنی سے آنکھیں بند کر لیتے ہوں گے یا کیا اور بوجہ غیظ و غضب روضہ اطہر کی کما حقہ زیارت بھی کرتے ہوں گے یا نہیں۔

(حررہ العبد الراعی رحمۃ ربہ بالقوی ابوالبرکات سید احمد، عفی عنہ)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الصلوة والسلام عليك يا رسول الله يا حبيب

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ

خطبہ جمعہ اور نماز جمعہ

کے

ضروری احکام و مسائل

کھینچ کرنا۔ اور دوسرے میں حمد وثناء شہادت و درود کا اعادہ کرنا۔ اور مسلمانوں کیلئے دعا کرنا۔ دونوں خطبے ہلکے ہونا۔ دونوں کے درمیان بقدر ممکن آیت پڑھنے کے ہونا۔ مستحب یہ ہے کہ دوسرے خطبے میں آواز بہ نسبت پہلے کے پست ہو اور خلفائے راشدین اور عثمان مکرّمین حضرت حمزہ و حضرت عباس رضی اللہ عنہما کا ذکر ہو۔ بہتر یہ ہے کہ دوسرا خطبہ اس سے شروع کریں۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَعْمَدُهُ وَنُسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤْمِنُ بِهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَوَابِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِيْهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يَضِلَّهٗ فَلَا هَادِيَ لَهُ

مرد اگر امام کے سامنے ہو تو امام کی طرف منہ کرے۔ اور وہاں ہائے بائیں ہو تو امام کی طرف مڑ جائے۔ اور امام سے قریب ہونا افضل ہے۔ مگر یہ جائز نہیں کہ امام سے قریب ہونے کیلئے لوگوں کی گردنیں پھلا گئے۔ البتہ اگر امام ابھی خطبہ کو نہیں گیا ہے اور آگے جگہ باقی ہے تو آگے جاسکتا ہے۔ اور خطبہ شروع ہونے کے بعد مسجد میں آیا۔ تو مسجد کے کنارے پر ہی بیٹھ جائے۔ خطبہ سننے کی حالت میں دوزانو بیٹھے۔ جیسے نماز میں بیٹھے ہیں۔ (عالمگیری در مختار۔ غنیۃ وغیرہ)

مسئلہ۔ بادشاہ اسلام کی ایسی تعریف جو اس میں نہ ہو حرام ہے۔ مثلاً مالک رقاب الام کہ یہ شخص جھوٹ اور حرام ہے۔ (در مختار)

مسئلہ۔ خطبہ میں آیت نہ پڑھنا یا دونوں خطبوں کے درمیان جلسہ نہ کرنا یا اٹھائے خطبہ میں کلام کرنا مکروہ ہے۔ البتہ اگر خطیب نے نیک بات کا حکم کیا یا بری بات سے منع کیا۔ تو اسے اس کی ممانعت نہیں (عالمگیری)

مسئلہ۔ غیر عربی میں خطبہ پڑھنا۔ یا عربی کے ساتھ دوسری زبان میں خطبہ غلط کرنا خلاف سنت متواتر ہے۔ یوہیں خطبہ میں اشعار پڑھنا بھی نہ چاہئیں۔ اگرچہ عربی ہی

مسئلہ۔ خطبہ جمعہ میں شرط یہ ہے کہ وقت میں ہو اور نماز سے پہلے اور ایسی جماعت کے ساتھ ہو جو جمعہ کیلئے شرط ہے یعنی کم سے کم خطیب کے سوا تین مرد اور اتنی آواز سے ہو کہ پاس والے سن سکیں۔ اگر کوئی امر مانع نہ ہو۔ تو اگر زوال سے پیشتر خطبہ پڑھ لیا یا نماز کے بعد پڑھایا تھا پڑھایا عورتوں بچوں کے سامنے پڑھا۔ تو ان صورتوں میں جمعہ نہ ہوا۔ اور اگر بہروں یا سونے والوں کے سامنے پڑھا۔ یا حاضرین دور ہیں کہ سنتے نہیں یا مسافریا بیماروں کے سامنے پڑھا جو عاقل بالغ مرد ہیں۔ تو ہو جائے گا۔ (در مختار و رد المحتار)

مسئلہ۔ خطبہ ذکر الہی کا نام ہے۔ اگرچہ صرف ایک بار اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ یا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا۔ اسی قدر سے فرض ادا ہو گیا۔ مگر اتنے پر ہی اکتفا کرنا مکروہ ہے۔ (در مختار وغیرہ)

مسئلہ۔ خطبہ و نماز میں اگر زیادہ فاصلہ ہو جائے۔ تو خطبہ کافی نہیں (در مختار)

مسئلہ۔ سنت یہ ہے کہ دو خطبے پڑھے جائیں اور بڑے بڑے نہ ہوں۔ اگر دونوں مل کر طویل متصل سے پڑھ جائیں تو مکروہ ہے۔ خصوصاً جاڑے کے دنوں میں (در مختار وغیرہ)

مسئلہ۔ خطبہ میں یہ چیزیں سنت ہیں۔

خطیب کا پاک ہونا۔ کھڑا ہونا۔ خطبہ جمعہ سے پہلے خطیب کا بیٹھنا۔ خطیب کا منبر پر کھڑا ہونا۔ سامعین کی طرف منہ اور قبلہ کو پیچھ کرنا۔ بہتر یہ ہے کہ منبر مخراب کی بائیں جانب ہو۔ حاضرین کا متوجہ بہ امام ہونا۔ خطبہ سے پہلے اعوذ باللہ آہستہ پڑھنا۔ اتنی بلند آواز سے خطبہ پڑھنا کہ لوگ سنیں۔ الحمد سے شروع کرنا۔ اللہ عزوجل کی ثنا کرنا۔ اللہ عزوجل کی وحدانیت اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی شہادت دینا۔ حضور پر درود بھیجنا۔ کم از کم ایک آیت کی تلاوت کرنا۔ پہلے خطبہ میں وعظ

مسائل ضروریہ
بسم اللہ الرحمن الرحیم
جو قرات غلط پڑھتا ہو جس سے معنی فاسد ہوں یا وضو یا غسل صحیح نہ کرتا ہو یا ضروریات دین سے کسی چیز کا منکر ہو جیسے: وہابی، رافضی، غیر مقلد، نچھری، قادیانی، چکڑاوی، خاکساری وغیرہ ان کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔ اور جس کی گمراہی حد کفر تک نہ پہنچی ہو جسے تفصیلیہ کہ موتی علی کو شیخین سے افضل بتاتے ہیں۔ رضی اللہ عنہم یا تفسیقیہ کہ بعض صحابہ کرام مثل امیر معاویہ و عمر و بن عاص و ابوموسیٰ اشعری وغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم کو برا کہتے ہیں۔ ان کے پیچھے نماز بکراہت شدیدہ تحریمہ مکروہ ہے۔ کہ انہیں امام بنانا حرام اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا گناہ اور جتنی پڑھی ہوں سب کا پھیرنا واجب اور انہیں کے قریب ہے۔ فاسق معین مثلاً: داڑھی منڈا یا خشکاشی رکھنے والا یا کتر واکر حد شرع سے کم کرنے والا یا کندھوں سے عورتوں کے سے بال رکھنے والا خصوصاً وہ جو چوٹی گندھوائے اور اس میں موباف ڈالے یا ریشمی کپڑے پہنے یا مغرق ٹوپی یا ساڑھے چار ماشہ سے زائد کی انگوٹھی یا کئی نگ کی انگوٹھی یا ایک نگ کی دو انگوٹھی اگر چہ مل کر ساڑھے چار ماشہ سے کم وزن کی ہوں یا سود خوار یا ناج دیکھنے والا۔ ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ اور جو فاسق معین نہیں یا قرآن عظیم میں وہ غلطیاں کرتا ہے۔ جن سے نماز فاسد نہیں ہوتی یا ناجینا یا چائل یا غلام یا ولد الزنا یا خوبصورت امر دیا جذائی یا برص والا جس سے لوگ کراہت یا نفرت کرتے ہوں۔ اس قسم کے لوگوں کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے۔ کہ پڑھنی خلاف اولیٰ اور پڑھ لیس تو حرج نہیں۔ اگر یہی قسم اخیر کے لوگ حاضرین میں سے سب سے زائد مسائل نماز و طہارت کا علم رکھتے ہوں تو انہیں کی امامت اولیٰ

ہے۔ بخلاف ان سے پہلی دو قسم والوں کے اگرچہ عالم بھر ہو۔ وہی حکم کراہت رکھتا ہے۔ مگر جہاں جمعہ یا عیدین ایک ہی جگہ ہوتے ہیں۔ اور ان کا امام بدعتی یا فاسق معین ہے۔ اور دوسرا امام نہ مل سکتا ہو۔ وہاں ان کے پیچھے جمعہ و عیدین پڑھ لئے جائیں بخلاف قسم اول مثل دیوبندی وغیرہم کہ نہ ان کی نماز نماز نہ ان کے پیچھے نماز نماز بالفرض وہی جمعہ یا عیدین کا امام ہو۔ اور کوئی مسلمان امامت کیلئے نہ مل سکے۔ تو جمعہ و عیدین کا ترک فرض ہے۔ جمعہ کے بدلے ظہر پڑھے اور عید کا کچھ عوض نہیں۔ امام اسے کیا جائے جو صحیح العقیدہ، صحیح الطہارت اور صحیح القراءۃ ہو۔ مسائل نماز و طہارت کا عالم غیر فاسق ہو اور اس میں کوئی ایسا جسمانی یا روحانی عیب نہ ہو۔ جس سے لوگوں کو نفرت ہو۔ (احکام شریعت ص 72 حصہ اول)

بغیر اذان کے جماعت سے نماز مکروہ ہوگی۔ اور اذان اگر ایسی غلط ہوئی کہ شرعاً اذان نہ ٹھہری تو وہ بھی بغیر اذان ہے۔

نابالغ کے پیچھے بالغ کی کوئی نماز نہیں ہو سکتی۔ اگرچہ تراویح یا نفل محض ہو۔

نابالغ اگر عاقل ہے کہ اس کی اذان اذان بھیجی جائے۔ تو حرج نہیں۔

اگر اس کی اذان کو اذان نہ سمجھیں۔ لعل گمان کریں گے۔ تو لوٹائی جائے۔ تکبیر بیٹھ کر سنے۔ کھڑے ہو کر سنا مکروہ ہے۔ (احکام شریعت ص 102)

فضائل روز جمعہ

۱۔ حدیث: مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی، فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ بہتر دن کہ آفتاب نے اس پر طلوع کیا۔ جمعہ کا دن ہے۔ اسی میں آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا کئے گئے اور اسی دن جنت میں داخل کئے

گئے۔ اور اسی دن جنت سے اترنے کا انہیں حکم ہوا اور قیامت جمعہ ہی کے دن قائم ہو گی۔

۲۔ حدیث: ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ و بیہقی اوس بن اوس رضی اللہ عنہم سے راوی، فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے افضل دنوں میں سے جمعہ کا دن ہے۔ اسی میں آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا کیے گئے اور اسی میں انتقال کیا اور اسی میں فقہ ہے (دوسری بار صور پھونکا جانا) اور اسی میں صعدہ ہے (مکلی بار صور پھونکا جانا) اس دن میں مجھ پر درود کی کثرت کرو کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ اس وقت حضور پر ہمارا درود کیونکر پیش کیا جائے گا؟ جب حضور انتقال فرما چکے ہوں گے۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسم کو کھانا حرام کر دیا ہے۔

ابن ماجہ کی روایت ہے۔ کہ فرماتے ہیں ﷺ جمعہ کے دن مجھ پر درود کی کثرت کرو کہ یہ دن مشہود ہے اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور مجھ پر جو درود پڑھے گا پیش کیا جائے گا۔ ابودرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے عرض کی اور موت کے بعد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسم کھانا حرام کر دیا ہے۔ اللہ کا نبی زندہ ہے روزی دیا جاتا ہے۔

۳۔ حدیث: طبرانی اوسط میں بسند حسن المس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں ﷺ اللہ تبارک و تعالیٰ جمعہ کے دن بے مغفرت کے نہ چھوڑے گا۔

۴۔ حدیث: احمد و ترمذی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔

جو مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات مرے گا اللہ تعالیٰ اسے ثلثہ قبر سے بچالے گا۔

۵۔ حدیث: ترمذی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی کہ انہوں نے یہ آیت پڑھی:

اَللّٰهُمَّ اكْمِلْ لَكَمُ دِيْنَكُمْ وَ ارْزُقْكُمْ مِنْ رِزْقِكُمْ وَ اَتَمِّمْ عَلَیْكُمْ دِيْنََیْ وَ دَرَجَاتِ لَكُمْ الْاِسْلَامَ دِيْنًا

آج میں نے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند فرمایا۔

ان کی خدمت میں ایک یہودی حاضر تھا۔ اس نے کہا۔ یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید مناتے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ یہ آیت دو عیدوں کے دن اتری جمعہ اور عرفہ کے دن یعنی ہمیں اس دن کو عید منانے کی ضرورت نہیں کہ اللہ عزوجل نے جس دن یہ آیت اتاری۔ اس دن یہ دونوں عیدیں جمع تھیں کہ جمعہ کا دن تھا اور نویں ذی الحجہ۔

فضائل نماز جمعہ

حدیث: مسلم و ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے راوی۔ حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں۔

جس نے اچھی طرح وضو کیا پھر جمعہ کو آیا اور (خطبہ) سنا اور چپ رہا اس کیلئے مغفرت ہو جائے گی۔ ان گناہوں کی جو اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان ہیں۔ اور تین دن اور۔ اور جس نے نکتری چھوئی اس نے لغو کیا۔ یعنی خطبہ سننے کی حالت میں اتنا کام بھی لغو میں داخل ہے کہ نکتری پڑی ہو اسے ہٹا دے۔

حدیث۔ ابن حبان اپنی صحیح میں ابوسعید رضی اللہ عنہ سے راوی کہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ: پانچ چیزیں جو ایک دن میں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو جنتی لکھ دے گا۔ جو ریاض کو پوچھنے جائے۔ اور جنازے میں حاضر ہو اور روزہ رکھے اور جمعہ کو

جائے اور غلام آزاد کرے۔

جمعہ چھوڑنے پر وعیدیں

حدیث: مسلم ابو ہریرۃ وابن عمر سے اور نسائی وابن ماجہ ابن عباس وابن عمر رضی اللہ عنہم سے راوی حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں:

لوگ جمعہ چھوڑنے سے باز آجائیں گے۔ یا اللہ ان کے دلوں پر مہر کر دے گا۔ پھر قافلین میں ہو جائیں گے۔

حدیث: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

جو تین جمعے سستی کی وجہ سے چھوڑے۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر کر دے گا۔ اس کو ابو داؤد و ترمذی و نسائی وابن ماجہ و دارمی وابن خزیمہ وابن حبان و حاکم و ابو الجعد ضمری سے اور امام مالک نے صفوان بن سلیم سے اور امام احمد نے ابو قتادہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا۔

حدیث: صحیح مسلم شریف میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

میں نے قصد کیا ایک شخص کو نماز پڑھانے کا حکم دوں اور جو لوگ جمعہ سے پیچھے رہ گئے ان کے گھروں کو جلا دوں۔

جمعہ کے دن نہانے اور خوشبو لگانے کا بیان

حدیث: صحیح بخاری میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

جو شخص جمعہ کے دن نہائے اور جس طہارت کی استطاعت ہو کرے اور تیل لگائے اور گھر میں جو خوشبو ہو ملے پھر نماز کو لکے اور دو شخصوں میں جدائی نہ کرے یعنی

دو شخص بیٹھے ہوئے ہوں۔ انہیں ہٹا کر بیچ میں نہ بیٹھے۔ اور جو نماز اس کیلئے لکھی گئی ہے پڑھے اور امام جب خطبہ پڑھے چپ رہے اور اس کیلئے ان گناہوں کی جو اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان ہیں مغفرت ہو جائے گی۔ اور اسی کے قریب قریب ابو سعید خدری و ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہما سے بھی متعدد طرق سے روایات آئیں۔

حدیث: ابن ماجہ بسند حسن ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

اس دن کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کیلئے عید کیا تو جو جمعہ کو آئے اور نہائے اور اگر خوشبو ہو تو لگائے۔

حدیث: طبرانی کبیر میں بروایت ثقات ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے راوی کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

جمعہ کا غسل بال کی جڑوں سے خطائیں کھینچ لیتا ہے۔

جمعہ کیلئے اول جانے کا ثواب اور گردن پھلانگنے کی

ممانعت

حدیث: بخاری و مسلم و ابو داؤد و ترمذی و مالک و نسائی و ابن ماجہ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے راوی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے۔ جیسے جنابت کا غسل ہے پھر پہلی ساعت میں جائے تو گویا اس نے اونٹ کی قربانی کی اور جو دوسری ساعت میں گیا اس نے گائے کی قربانی کی۔ اور جو تیسری ساعت میں گیا۔ گویا اس نے بینگ والے مینڈھے کی قربانی کی اور جو چوتھی ساعت میں گیا گویا اس نے مرغی یک کام میں خرچ کی اور جو پانچویں ساعت میں گیا گویا انڈا خرچ کیا۔ پھر جب امام خطبہ کو لگا۔ ملائکہ

ذکر سنت حاضر ہو جاتے ہیں۔

حدیث: احمد ابوداؤد و نسائی عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے راوی:

ایک شخص لوگوں کی گردنیں پھلا نکلتے ہوئے آئے۔ حضور ﷺ خطبہ فرما رہے تھے۔ فرمایا بیٹھ جا۔ تو نے ایذا پہنچائی (بہار شریعت حصہ چہارم)

آداب خطبہ

نبی پاک سید الانبیاء ﷺ کا ارشاد پاک ہے:

إِذَا خَرَجَ إِلَى الْمَكَّةُ فَلَا صَلَاةَ وَلَا كَلَامَ ۝

امام جب خطبہ کیلئے منبر پر بیٹھ جائے تو نہ بات کرنا جائز اور نہ نماز کی

اجازت۔

خطبہ کی اذان خطیب کے رد و بیرون مسجد دی جائے۔ مسجد کے اندر مطلقاً اذان مکروہ ہے۔ (عالمگیری)

پھر شامی میں ہے:

كُرْهُ الْآذَانِ فِي الْمَسْجِدِ

اذان مسجد کا نہ ہو یا اذان خطبہ مسجد کے باہر دی جائے۔

حدیث پاک میں ہے کہ اذان خطبہ مسجد نبوی شریف کے دروازے پر ہوتی تھی۔ اس اذان کے الفاظ کا جواب بھی نہ دینا چاہیے کہ سرکارِ دو عالم سید الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء نے مطلقاً کلام کرنے سے منع فرمایا۔

یوں ہی اذان خطبہ میں نام پاک سن کر انگوٹھوں کو نہ چوما جائے اور دعا انتقام اذان خطبہ بھی مقتدیوں کیلئے جائز نہیں اسی طرح دروازہ خطبہ میں نام پاک سن کر آواز سے درود شریف نہ پڑھا جائے۔ اور کلمات دعائیہ پر آمین بھی آواز سے نہ کہی جائے۔ آیت کریمہ جو واجب درود شریف بیان فرماتی ہیں۔ اگر تلاوت کی

جائے تو بھی زور سے درود شریف نہ پڑھیں۔ بلکہ دل میں بغیر زبان کے ہلائے صیغہ درود پڑھ لیا جائے۔

خطبہ کا سننا فرض ہے باادب و زانو بیٹھ کر سنیں۔ پہلے خطبہ میں ہاتھ باندھ لیں اور دوسرے میں ہاتھ اپنے زانو پر رکھیں۔ دونوں خطبوں کے درمیان دعا ہاتھ اٹھا کر نہ کریں دل میں بغیر ہاتھ اٹھائے اگر دعا کر لیں تو ہر حرج نہیں۔

جب دونوں خطبے ہو چکیں تو بیٹھ رہیں۔ اور اقامت کے دوران میں کھڑے نہ ہوں جب اقامت کہنے والا حَسْبُ عَلَيَّ الْفَلَاحِ پر پہنچے تو کھڑے ہوں اقامت کے وقت کھڑا ہونا مکروہ اور خلاف سنت ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ شامی عالمگیری میں ہے۔ پھر بہار شریعت حصہ سوم میں ہے۔

مسجد میں جب داخل ہوں اور خطبہ ہوتا ہو یا اقامت کہی جاتی ہو تو وہیں بیٹھ جائیں اور خطبہ دہیں سے سنیں اگر چہ آگے جگہ موجود ہو کہ آداب خطبہ کے خلاف ہے۔ یوں کسی بیٹھے ہوئے آدمی کے اوپر سے پھلا نکلتے کی ممانعت ہے۔ جب خطبہ ختم ہو جائے۔ اور اقامت کہنے والا حَسْبُ عَلَيَّ الْفَلَاحِ پر پہنچ جائے اٹھ کر صف میں شامل ہوں۔ اقامت کے بارے میں لوگ بہت سستی برتتے ہیں۔ حالانکہ سنت سید الانبیاء سنت صحابہ سنت آل پاک اور سنت آئمہ دین یہ ہے کہ اقامت میں باادب بیٹھے رہیں۔

فقہائے کرام نے ارشاد فرمایا:

وَلَيْسَ لِلْإِمَامِ وَالْقَوْمِ الْقِيَامُ عِنْدَ حَسْبِ عَلَيَّ الْفَلَاحِ

امام اور قوم کیلئے حَسْبُ عَلَيَّ الْفَلَاحِ پر کھڑا ہونا مسنون ہے۔ اور اذان و خطبہ کے آداب میں یہ بات بھی لائق خیال ہے کہ امام اور مقتدیوں کے احکام علیحدہ علیحدہ ہیں۔ امام کو چاہیے کہ خطبہ سے پیشتر لوگوں کو بتادے کہ دوران خطبہ سنتیں نہ پڑھی

جائیں۔ یوں ہی امام تالیخ شریعت ہو۔ فاسق فاجر جس کی داڑھی حد شرعی یکہشت سے کم ہو اور وہ داڑھی کو کتراتا ہو یا داڑھی منڈاتا ہو یا عقیدہ کے اعتبار سے بد عقیدہ وہابی وغیرہ ہو تو اسے امام بنانا حرام و گناہ ہے۔ جو ایسے کو امام بنائے گا گنہگار ہوگا۔
ثا واقعیت کی بنا پر اگر کسی فاسق فی العمل یا فاسق فی العقیدہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے تو اس کا اعادہ واجب ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ يَا حَبِيبَ

صَدَقَ فِطْرُهُ عِيدُ الْفِطْرِ
کے
احکام و مسائل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عید آئی کھل گئے ابواب رحمت بر ملا
آری ہے فَاذْعَلُوهُمْ اَلدِّینَ کی خوش صدا
ہے دعا اپنی الہی عید کا یہ نیک دن
سنیوں کو ہو مبارک بہر ختم الانبیاء

حدیث: صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ فطر ایک صاع فرمایا۔ جو غلام و آزاد مرد و عورت چھوٹے اور بڑے مسلمانوں پر مقرر کی۔ اور یہ حکم فرمایا کہ نماز کو جانے سے پیشتر ادا کر دیں۔

حدیث: ترمذی شریف میں بروایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مروی ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شخص کو بھیجا کہ مکہ کے کوچوں میں اعلان کر دے کہ صدقہ فطر واجب ہے۔

حدیث: وہابی و خطیب ابن عساکر انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور انور ﷺ نے فرمایا: بندہ کا روزہ آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہتا ہے۔ جب تک صدقہ فطر ادا نہ کرے۔

مسئلہ۔ صدقہ فطر واجب ہے۔ عمر بھر اس کا وقت ہے یعنی اگر ادا نہ کیا ہو تو اب ادا کر دے اور نہ کرنے سے ساقط نہ ہو گا۔ نہ اب ادا کرنا قضا ہے۔ بلکہ اب بھی ادا ہے۔ اگرچہ مسنون قبل نماز عید ادا کر دیتا ہے۔

مسئلہ۔ صدقہ فطر شخص پر واجب ہے۔ ماں پر نہیں۔ لہذا امر گیا تو اس کے مال سے ادا نہیں کیا جائے گا۔ ہاں اگر ورثاء بطور احسان اپنی طرف سے ادا کر دیں تو ہو سکتا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہم صل علی محمد و آل محمد

الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ

الصلوة والسلام علیک یا حبیب اللہ

ہے۔ لیکن ان پر جبر نہیں۔ اور اگر وصیت کر گیا ہے تو تہائی مال سے ضرور ادا کیا جائے گا۔ اگر چہ ورثاء اجازت نہ دیں۔

مسئلہ۔ عید کے دن صبح صادق طلوع ہوتے ہی صدقہ فطر واجب ہوتا ہے لہذا جو شخص صبح ہونے سے پیشتر مر گیا یا غنی تھا فقیر ہو گیا۔ یا صبح طلوع ہونے کے بعد کافر مسلمان ہوا۔ یا بچہ پیدا ہوا یا فقیر تھا غنی ہو گیا۔ تو واجب نہ ہوا۔ اور اگر صبح طلوع ہو کر کے بعد مرا۔ یا صبح طلوع ہونے سے پہلے کافر مسلمان ہوا۔ یا بچہ پیدا ہوا یا فقیر تھا غنی ہو گیا تو واجب ہے۔

صدقہ فطر کس پر واجب ہے؟

صدقہ فطر ہر مسلمان آزاد مالک نصاب پر جس کی نصاب حالت اصلہ سے فارغ ہو واجب ہے۔ اس میں عاقل بالغ اور مال نامی ہونے کی شرط نہیں۔ لہذا نابالغ یا مجنون اگر مالک نصاب ہیں تو ان پر صدقہ فطر واجب ہے۔ ان کا ولی ان کے مال سے ادا کرے۔ اور اگر ولی نے ادا نہ کیا۔ اور نابالغ بالغ ہو گیا۔ یا مجنون کا جنون جاتا رہا۔ تو اب یہ خود ادا کر دیں۔ اور اگر یہ خود مالک نصاب نہ تھے۔ اور ولی نے ادا نہ کیا۔ تو بالغ ہونے یا ہوش آنے پر ان کے ذمہ ادا کرنا واجب ہے۔

مسئلہ۔ صدقہ فطر واجب ہونے کیلئے روزہ رکھنا شرط نہیں۔ لہذا اگر کسی نے عذر ہجر یا مرض وغیرہ کی وجہ سے یا معاذ اللہ بلا عذر روزہ نہ رکھا جب بھی صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے۔ یہ جو چہلاء میں مشہور ہے کہ جو روزہ رکھے وہ صدقہ فطر ادا کرے۔ اور جو نہ رکھے اسے صدقہ فطر ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔ محض باطل ہے۔

مسئلہ۔ باپ نہ ہو تو دادا باپ کی جگہ ہے یعنی اپنے فقیر و یتیم پوتے پوتی کی طرف سے اس پر صدقہ دینا واجب ہے۔

مسئلہ۔ ماں پر اپنے چھوٹے بچوں کی طرف سے صدقہ دینا واجب نہیں۔

مسئلہ۔ اپنی عورت اور اولاد بالغ عاقل کا فطرہ اس کے ذمہ نہیں۔ اگر چہ پانچ ہو اور اس کے نفقات اس کے ذمہ ہوں۔

مسئلہ۔ عورت یا بالغ اولاد کا فطرہ ان کے بغیر اجازت ادا کر دیا۔ تو ادا ہو گیا۔ بشرطیکہ اولاد اس کی عیال میں ہو۔ یعنی اس کا نفقہ وغیرہ اس کے ذمہ ہو۔ ورنہ اولاد کی طرف سے بلا اذن ادا نہ ہوگا۔ اور عورت نے اگر شوہر کا فطرہ بغیر حکم ادا کر دیا۔ ادا نہ ہوا۔

مسئلہ۔ ماں باپ، دادا، دادا کی، نانا بالغ بھائی، اور دیگر رشتہ دار ولی کا فطرہ اس کے ذمہ نہیں اور بغیر حکم ادا بھی نہیں کر سکتا۔

صدقہ فطر کی مقدار

صدقہ فطر کی مقدار ”گہیوں“ یا اس کا ”آٹا“ یا ”ستو“ نصف صاع اور ”کھجور“ یا ”منق“ یا ”جو“ یا اس کا ”آٹا“ یا ”ستو“ ایک صاع۔

مسئلہ۔ گہیوں، جو، کھجوریں، منق دیے جائیں تو ان کی قیمت کا اعتبار نہیں۔ مثلاً نصف صاع عمدہ ”جو“ جن کی قیمت ایک صاع جو کے برابر ہے۔ یا چھارم صاع کھرے گہیوں جو قیمت میں آدھے صاع گہیوں کے برابر ہے۔ یا نصف صاع کھجوریں دیں۔ جو ایک صاع جو یا نصف صاع گہیوں کی قیمت کی ہوں۔ یہ سب ناجائز ہے۔ جتنا دیا اتنا ہی ادا ہوا۔ باقی واجب الاداء ہے۔

مسئلہ۔ گہیوں اور جو کے دینے سے ان کا آٹا دینا افضل ہے۔ اور اس سے افضل یہ کہ قیمت ادے دے۔ خواہ گہیوں کی قیمت دے یا جو کی یا کھجور کی مگر گرانی میں خود ان کا دینا افضل ہے۔ اور اگر غراب گہیوں یا جو کی قیمت دے۔ تو اچھے کی قیمت سے جو کی واقع ہو پوری کرے۔

مسئلہ۔ ان چار چیزوں کے علاوہ اگر کسی دوسری چیز سے فطرہ ادا کرنا چاہے۔ مثلاً

چاول، جوار، باجرا یا اور کوئی غلہ یا میوہ یا مٹھائی یا کپڑا وغیرہ دینا چاہیے۔ تو قیمت کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔ یعنی وہ چیز آدھے صاع گیہوں یا ایک صاع جو کی قیمت کی ہو۔ یہاں تک کہ روٹی دیں تو اس میں بھی قیمت کا لحاظ کیا جائے گا۔ اگرچہ گیہوں جو کی ہو۔

مسئلہ۔ اعلیٰ درجہ کی تحقیق اور احتیاط یہ ہے کہ صاع کا وزن 351 روپے بھر ہے اور نصف صاع ایک ساڑھے چھتر روپیہ بھر (سوا دو سیر) (351 روپے سے مراد 351 تولے ہیں۔ $4.3875 = 80 \div 351$ سیر ہوئے یعنی چار سیر اور پونے 39 تولے، اس کا نصف 2 سیر 18 تولے اور ساڑھے چار ماشے، اسے احتیاطاً سوا دو سیر کہہ دیا جاتا ہے، کیونکہ سوا دو سیر سے ایک تولہ ساڑھے 7 ماشے کم ہے، یہ وضاحت مصنف کی تحریر کے مطابق ہے۔

مسئلہ۔ ایک شخص کا فطرہ ایک مسکین کو دینا بہتر ہے۔ اور چند مساکین کو دے دیا جب بھی جائز ہے۔ اسی طرح ایک مسکین کو چند شخصوں کا فطرہ دینا بھی بلا خوف جائز ہے۔ اگرچہ سب فطرے ملے ہوئے ہوں۔

صدقہ فطر کس کو دیا جائے اور کس کو نہ دیا جائے؟

صدقہ فطر کے مصارف چھ ہیں:

(۱) فقیر (۲) مسکین (۳) رقاب (۴) غلام (۵) فی سبیل اللہ (۶) ابن

اسبیل

مسئلہ۔ فقیر وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ ہو مگر نہ اتنا کہ نصاب کو پہنچ جائے۔ یا نصاب کی مقدار ہو۔ تو اس کی حاجت اصلہ میں مستغرق ہو۔ مثلاً رہنے کا مکان پہنچنے کے کپڑے۔ خدمت کیلئے لونڈی، غلام، علی مشاغل رکھنے والے کو دینی کتابیں جو اس کی ضرورت سے زیادہ نہ ہوں یونہی اگر مدیون ہے اور دین لگانے کے بعد نصاب

رسائل غلامانہ اور مالکات سید احمد

باقی نہ رہے۔ تو فقیر ہے۔ اگرچہ اس کے پاس ایک تو کیا کئی نصاب ہوں۔

مسئلہ۔ فقیر اگر عالم ہو تو اسے دینا جاہل فقیر کو دینے سے افضل ہے۔

مسئلہ۔ مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو۔ یہاں تک کہ کھانا کھانے کیلئے بدن

چھپانے کیلئے محتاج ہے۔ سوال کرے اور اسے سوال حلال ہے۔ اور وہ فقیر کہ جس کے

پاس کھانے اور بدن چھپانے کو ہو۔ اسے بغیر ضرورت و مجبوری سوال حرام ہے۔

مسئلہ۔ غلام سے مراد مدیون ہے۔ یعنی اس پر اتنا دین ہو کہ وہ لگانے کے بعد

نصاب باقی نہ رہے اگرچہ اس کا اوروں پر باقی ہو مگر لینے پر قادر نہ ہو۔ لیکن شرط یہ ہے

کہ مدیون ہاشمی نہ ہو۔

مسئلہ۔ فی سبیل اللہ یعنی راہِ خدا میں خرچ کرنا۔ اس کی چند صورتیں ہیں۔ مثلاً کوئی

شخص محتاج ہے اور حج کو جانا چاہتا ہے۔ سواری اور زور راہ اس کے پاس نہیں۔ تو اسے

مالِ زکوٰۃ دے سکتے ہیں کہ یہ راہِ خدا میں دینا ہے۔ لیکن اسے حج کیلئے سوال کرنا جائز

نہیں۔ یا طالب علم مالِ زکوٰۃ اور صدقہ فطر وغیرہ سوال کر کے بھی لے سکتا ہے۔ جبکہ

اس نے اپنے آپ کو اس کام کیلئے فارغ کر رکھا ہو۔ اگرچہ کسب پر قادر ہو۔ یونہی ہر

نیک کام میں صدقہ فطر اور مالِ زکوٰۃ صرف کرنا فی سبیل اللہ ہے جبکہ بطور تملیک ہو کہ

بغیر تملیک زکوٰۃ ادا نہیں ہو سکتی۔

مسئلہ۔ ابنِ اسبیل یعنی مسافر جس کے پاس مال نہ رہا ہو زکوٰۃ لے سکتا ہے۔ اگرچہ

اس کے گھر مال موجود ہو مگر اس قدر لے جس سے حاجت پوری ہو جائے۔ زیادہ کی

اجازت نہیں۔

مسئلہ۔ زکوٰۃ اور صدقہ فطر ادا کرنے میں یہ ضرور ہے۔ کہ جسے دیں مالک بنادیں

اباحت کافی نہیں لہذا مالِ زکوٰۃ اور صدقہ فطر نذر و کفارہ مسجد میں صرف کرنا۔ یا اس سے

میت کو کفن دینا۔ یا میت کا دین ادا کرنا۔ یا پل۔ سرائے۔ سقاہ۔ سڑک بنوا دینا۔ نہریا

کنواں کھودا دینا یا کتاب وغیرہ خرید کر وقف کر دینا کافی ہے۔

مسئلہ۔ اپنی اصل یعنی ماں، باپ، دادا، دادا، نانا، نانی وغیرہم جن کی اولاد میں یہ ہے اور اپنی اولاد بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسا، نواسی وغیرہم کو صدقہ فطر نہیں دے سکتے۔ اسی طرح زکوٰۃ، نذر اور کفارہ بھی نہیں دے سکتے۔ رہا صدقہ نفل وہ دے سکتا ہے۔

مسئلہ۔ بہو، داماد، سو قلی ماں یا سو قلی باپ یا زوجہ کی اولاد یا شوہر کی اولاد کو دے، سکتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ ہر صاحب نصاب پر اپنی اور اپنے بچوں کی طرف سے دو سیر چار چھنا تک گندم واجب ہے۔ گندم کی قیمت بھی دے سکتے ہیں۔ اس کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا ہے۔ (۲) نابالغ اور یمون مالک نصاب پر بھی صدقہ فطر واجب ہے۔ ان کا سر پرست ان کے مال سے ادا کرے (۳) صدقہ فطر ادا کرنے سے روزہ میں جو غفل واقع ہو اس کی تلافی ہو جاتی ہے۔ (۴) عورت مالک نصاب پر بھی صدقہ فطر واجب ہے۔

عید کے متعلق ہدایات

نماز عیدین: ہر عاقل بالغ مسلمان آزاد مرد تندرست مقیم پر ۶ چھ تکبیروں کے ساتھ واجب ہے۔

نماز عیدین کیلئے اذان کی ضرورت نہیں۔

جن شرطوں کی موجودگی میں نماز جمعہ فرض ہو جاتی ہے۔ انہیں کے ہوتے

عیدین کی نماز واجب ہوتی ہے۔

جمعہ کا خطبہ نماز سے پہلے فرض ہے۔ اور عیدین کا خطبہ بعد نماز کے سنت۔

عید کے دن صبح اٹھ کر اول غسل کرے۔ مسواک کرے۔ عمدہ کپڑے نئے

خود ادرہ ملے ہوئے پہنے۔ خوشبو لگائے۔ اور کوئی میٹھی چیز کھائے۔ کھجور افضل ہے۔

صدقہ فطر ادا کرنے کے بعد نماز کیلئے جائے۔ اور راستہ میں آہستہ آہستہ کہتا جائے۔

اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَكَلِمَةُ الْحَمْدِ

ایک راستے سے آئے دوسرے راستے سے واپس جائے یہ سب مستحب ہے۔

نیت نماز عید

نیت کرتا ہوں میں دو رکعت نماز عید الفطر واجب کی ساتھ چھ (6) تکبیروں واجب کے پیچھے اس امام صاحب کے منہ طرف کعبہ شریف کے اللہ اکبر اس کے بعد زیر ناف ہاتھ باندھے اور یہ قاعدہ یاد رکھو۔ کہ جس تکبیر کے بعد کچھ پڑھا جائے۔ دونوں ہاتھ باندھ لئے جائیں اور جس تکبیر کے بعد کچھ نہ پڑھا جائے اس تہجد کے بعد ہاتھ چھوڑ دیئے جائیں۔ لہذا چاہئے کہ اول نیت کر کے تکبیر کے ساتھ کانوں تک ہاتھ اٹھا کر سب ہاتھ باندھ لیں۔ اور فقط سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ امام کے ساتھ بغیر اعوذ اور بسم اللہ کے پڑھ کر امام کے ساتھ دو (2) تکبیروں میں رفع یدین کر کے ہاتھ چھوڑے رکھیں۔ اور پھر امام کے ساتھ تیسری تکبیر کہہ کر ہاتھ باندھ کر چپ کھڑے رہیں۔ اور امام الحمد اور سورت پڑھے پھر دوسری رکعت میں جب امام قراءت سے فارغ ہو کر تکبیر کہے تو تینوں تکبیروں میں ہاتھ کانوں تک لے جا کر چھوڑے رکھے اور ہاتھ چھوڑے ہوئے چوتھی تکبیر کے ساتھ رکوع میں چلے جائیں۔ اور باقاعدہ نماز ختم کریں۔ بعد اختتام نماز سکون وطمینان کے ساتھ خطبہ سنیں۔ جب خطبہ ختم ہو جائے تو نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ خلوص قلب سے بارگاہ الہی میں دعا کریں۔ کہ اے

اپنے حبیب حبیب محمد رسول اللہ ﷺ کے صدقہ میں مسلمانوں پر رحم فرما۔ اور ابن مسعودؓ کو سرزمینِ حجاز سے خائب و خاسر خارج فرما۔ اور کسی خالص سنی صحیح العقیدہ مسلمان کو حرمین شریفین کی خدمات تفویض کر دے۔ تمام گمراہ فرقوں کو ہدایت دے۔ یا نیست و نابود کر دے۔ اور اہلسنت و جماعت کو توفیق دے کہ وہ صراطِ مستقیم پر قائم رہیں۔ اور کسی گمراہ فرقہ کے دامِ تودیر میں نہ آئیں۔

شش عید کے روزوں کے فضائل

نسائی اور ابن ماجہ و ابن خزیمہ و ابن حبان و ابان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس نے عید کے بعد چھ روزے رکھے۔ گویا کہ اس نے سال بھر کے روزے رکھے۔ کہ جو ایک نیکی لائے گا اسے دس ملیں گی۔ تو ماہِ رمضان کا روزہ دس مہینہ کے برابر اور ان چھ دنوں کے بدلے دو مہینے۔ تو سال کے روزے برابر ہو گئے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الصلوة والسلام عليك يا رسول الله يا حبيب

فصل لربك وانحر

عید قرباں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی محبوب قربانی کی سالانہ

یادگار عید قربان

مسلمان اس لئے اس عید کی تعظیم کرتے ہیں

کہ قربان اپنے تخت دل کو ابراہیم کرتے ہیں

جب حضرت حق جل جلالہ نے امتحان اپنے خلیل کو حکم فرمایا کہ سب سے

محبوب تر شے ہمارے راہ میں نثار کر دو۔ تو آپ اس لاڈلے اور انکھوتے بیٹے کو قربانی

کے لئے تجویز کرتے ہیں جس کی عمر ابھی اٹھارہ سال کی اور اپنی ۵۵ سالہ عمر میں سوائے

اس بہار جانفزا اور گل بکتا کے جس کے کھلنے کا آغاز ہے کوئے بہار نہ دیکھی تھی اور

آنکھیں منتظر تھیں کہ اس کبر سنی اور ضعیفی میں کوئی ہمدردی کرنے والا پیدا ہو۔ لیکن حکم

ایسی ان سب سے بالاتر تھا فوراً بی بی صلابہ کو امر فرماتے ہیں کہ حضرت اسمعیل کو غسل

دے کر سر مرد وغیرہ لگا کر اور سجا بنا کر ہمارے ہمراہ روانہ کرو بی بی صلابہ بھجنت اپنے نو

نہال کو دو لہبا بنا کر حضرت خلیل کے ساتھ کرتی ہیں اور حضرت چھری وغیرہ تمام سامان

سے تیار ہو کر جنگل کی طرف روانہ ہوتے ہیں اثناء راہ میں شیطان لعین جو اپنی کینہی میں

قربانی بند کرنے کا ریزولیشن پاس کر کے آتا ہے۔ حضرت اسمعیل علیہ الصلاۃ والسلام

سے کہتا ہے کہ تمہارے باپ تم کو ذبح کرنے لے جاتے ہیں لیکن اس تخت جگر نور بصر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ اللہ محمد بن عبد اللہ

الصلاة والسلام عليك يا رسول الله
وعلي آله وصحبه أجمعين يا حبيب الله

سعادت مند پسر کو کوئی چیز راہ حق سے متزلزل نہ کر سکی۔ بلکہ یہ خبر سننے کے بعد تو ہر ایک قدم نہایت خوشی اور مسرت کے ساتھ آگے بڑھتا گیا تا آنکہ عین موقع پر پہنچ گئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چھری تیز کر کے اس نور نظر کو زمین پر لٹا کر بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر نازنین گلی پر چھری پھیری لیکن اس نے اپنا کام نہ کیا اور مرتبہ ایسا ہی ہوا تیسری مرتبہ جب قصد کیا تو فوراً جبرائیل علیہ الصلاۃ والسلام بنگم رب جلیل ایک دنبہ جنت سے لائے اور بجائے حضرت اسماعیل کے اس دنبہ کو چھری کے نیچے رکھ دیا اب جو چھری پھیرتے ہیں تو وہ اپنا کام کرتی ہے آنکھوں سے پنی کھولی تو حضرت اسماعیل علیہ الصلاۃ والسلام کو الگ کھڑا دیکھا منظور الہی تو یہ تھا کہ حضرت اسماعیل کی نسل سے ایک ایسی انقلاب کرنے والی ہستی اور دنیا کو رذائل سے پاک کرنے والی ذات کا ظہور ہو جس کے غلاموں میں قیامت تک اس قربانی کا سلسلہ جاری رہے۔

احکام قربانی

قربانی واجب ہے تمام کتب فقہ میں اس کے وجوب کی تصریح ہے، ہدایہ وغیرہ میں ہے۔

الْأَضْحِيَّةُ وَاجِبَةٌ عَلَى مَالِكٍ مِقْدَارِ النَّصَابِ

قربانی عاقل بالغ مسلمان مرد و عورت مقیم مالک نصاب پر واجب ہے۔

یہ کسی مصلحت وغیرہ کی وجہ سے بند نہیں ہو سکتی جس کے پاس ساڑھے

باون (۵۲/۱/۲) تولہ چاندی یا سوا سات (۷۱/۳) تولہ سونا ہو خواہ اس پر سال

گزرے یا نہ گزرے صرف اپنی طرف سے قربانی واجب ہے۔

شہر والوں کے لئے قربانی کا وقت نماز عید اٹھنے کے بعد ہے قبل نماز جائز نہیں دینی کے لئے دسویں کی صبح صادق ہے، اخیر وقت سب کے لئے بارہویں کے غروب آفتاب تک ہے تین روز میں پہلا دن سب سے افضل ہے پھر دوسرا پھر تیسرا۔

قربانی کا جانور

اونٹ، گائے، بھینس، بکری، بھیڑ، دنبہ ہے

ان کے سوا کسی دوسرے جانور کی قربانی جائز نہیں۔

نر و مادہ کا ایک حکم ہے۔

لیکن خنثی کی قربانی افضل ہے۔

جانور تندرست سالم الاعضاء ہونا ضروری ہے۔

مریض، بہت دبلا کہ مذاج تک نہ پہنچ سکے، یا انگڑا، اندھا، کاننا،

ناک تھن کوئی عضو تھائی سے زیادہ کٹا ہو۔

جس کے کان یا دانت سرے سے پیدا ہی نہیں ہوئے ہوں۔

یا بکری کا ایک گائے بھینس کے دو تھن نہ ہوں

یا علاج سے خشک کر دیئے ہوں کہ دودھ نہ اتر سکے۔

قربانی درست نہیں۔

اونٹ گائے بھینس میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں

بشرطیکہ سب کی نیت کی قربانی کی ہو۔

اور ایک حصہ سے کم کا کوئی شریک نہ ہو۔

شخص کا نام لے۔

اور اگر اس آیت شریفہ کی تلاوت کریں تو افضل ہے یا کم از کم معنی کو ذمہ میں حاضر رکھیں۔

﴿إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ﴾

بے شک میری نماز میری قربانی میرا جینا میرا مرنے کا حکم اسی کا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

ذبح میں

نذرا، مری یعنی کھانے پینے اور سانس لینے کی دونوں نالیاں اور دو جہاں یعنی شریکوں جو ان دونوں نالیوں کے دائرے میں بائیں دوران خون کی رگیں ہیں کاٹنی چاہئیں۔
ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک تین رگوں کا کٹ جانا کافی ہے۔

اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چاروں کا قطع لازمی ہے اس کے خلاف صورت میں ذبیحہ حلال نہیں۔

تکبیر تشریق

نویں ذی الحجہ کی فجر سے تیرھویں ذی الحجہ کی عصر تک جماعت مستحبہ کے بعد

ہر مکلف مرد پر ایک مرتبہ یہ تکبیر پڑھنا واجب ہے۔

اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ

نماز عید کا وقت

آفتاب کے بلند ترین بلندی ہونے سے زوال تک ہے۔

ترکیب نماز عید اضحیٰ

نیت کرنا ہوں میں دو رکعت نماز واجب عید اضحیٰ کی مع چھ تکبیروں واجب کے اللہ جل جلالہ کے واسطے کعبہ رو ہو کر اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لیں۔

اور پورا شبّ خذّك اللّٰهُمّ پڑھ کر امام کے ساتھ ہاتھ اٹھا لیں!

اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ چھوڑ دیں!

اسی طرح تین تکبیریں کہیں! پھر ہاتھ باندھ لیں!

امام قرائت شروع کرے مقتدی چپکے سنیں!

دوسری رکعت میں قرائت کے بعد اسی طرح تین تکبیریں کہیں!

اور ہر مرتبہ کانوں تک ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دیں!

چوتھی مرتبہ تکبیر کہہ کر رکوع میں جائیں اور ہاتھ نہ اٹھائیں!

باقی نماز حسب معمول ہے۔

جس مسجد میں ہوتی ہو وہاں پہلے سے پہنچ کر اول صف میں بیٹھنا چاہئے۔

صف پوری کرنے اور سیدھی کرنے کی بہت تاکید ہے۔

متفرق طور پر یا درمیان صف کے ہرگز نہ بیٹھنا چاہئے۔

نماز عید سے پہلے نفل وغیرہ نہ پڑھیں!

تسلیم الہی اور درود شریف میں مشغول رہے مسجد میں اغوا اور بے ہودہ باتیں نہ کرے کہ سخت ممنوع ہیں۔

نماز سے قبل اذان اور اقامت بھی نہیں ہے۔

اگر کوئی شخص اس وقت نماز میں شریک ہو جب امام نے قرائت شروع کر دی ہو تو اس کو چاہئے کہ تکبیرات ادا کرے۔

اور اگر کوئی شخص رکوع میں ملے اور وقت ملنے کے امید ہو کہ رکوع میں مل جائے گا تو تکبیرات ادا کرے ورنہ رکوع میں شریک ہو جائے! اور بغیر ہاتھ اٹھائے تکبیرات کہہ لے!

اگر اس نے تکبیرات نہیں کہیں اور امام نے رکوع سے سر اٹھالیا تو بقیہ تکبیرات چھوڑ دے۔

جو شخص دوسری رکعت میں شریک ہو تو وہ ایک رکعت امام کے ساتھ اور بعد سلام کے اپنی فوت شدہ رکعت کو باقاعدہ ادا کرے۔

عید گاہ کو جاتے وقت اور عید گاہ سے لوٹتے وقت راستہ میں بے آواز بلند تکبیر کہنا چاہئے۔

اور ایک راستہ سے جائے اور دوسرے سے واپس آئے۔

خطبہ

نماز کے بعد امام خطبہ پڑھے!

لوگ خاموشی کے ساتھ سنیں دونوں خطبوں کا سنا نا واجب ہے۔

دعا

خطبہ کے بعد سب مل کر دعائیں کہیں کہ ذکر و عبادت کے بعد دعا قبول ہوتی ہے آج حیران رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم و ساکنان بیت اللہ الحرام گونا گوں مصائب و آلام میں گرفتار ہیں۔

مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان کے لئے یہ تضرع و زاری دعا کریں کہ مولا تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ میں حرمین طہین کو ابن سعود کے ناپاک وجود سے پاک فرمائے!

اور کسی خالص اہل سنت و جماعت کو حرمین کی خدمت تفویض فرمائے! آمین

کھال قربانی کا مصرف

آج کل کھال قربانی کا بہترین مصرف علم دین پڑھنے والے طلباء ہیں۔

جو علم دین حاصل کرنے کی غرض سے گھر بار چھوڑ کر

وطن سے بے وطن اور والدین و عزیز و اقارب سے جدا ہو کر

ہر قسم کی مصائب اور تکالیف برداشت کر کے علم دین پڑھتے ہیں۔

اور پڑھ کر قوم کو دین اسلام کی دعوت دیتے ہیں اور دین سکھاتے ہیں، علم

دین دوسروں کو پڑھاتے ہیں۔

خدا کے فضل و کرم سے برادرانِ اختلاف کی دینی خدمات کے لئے ہمدردی

منتظر ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الصلوة والسلام عليك يا رسول الله يا حبيب

انتباه المكرين

من

تصرف سيد المرسلين

اویسی بک سٹال کی مطبوعات

- مفہوم قرآن بدلنے کی واردات (مکمل سچہ)
- سرکارِ غوث اعظم اور آپ کا آستانہ
- ایک نو مسلم کے سوالات کے جوابات
- مناظر کائنات، حسن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حدائق بخشش
- مقتدی فاتحہ کیوں پڑھے؟
- فقہ حنفی پر اعتراضات کے جوابات
- فحش گانوں کا عذاب
- جنت کی خوشخبری پانے والے دس صحابہ
- توحید باری تعالیٰ
- سرزمین عراق اور عراق میں عید میلاد النبی ﷺ
- عید میلاد النبی کی شرعی حیثیت اور امارات میں میلاد النبی ﷺ
- دعا بعد نماز جنازہ کے موضوع پر فیصلہ کن مناظرہ

علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب
(فاضل جامعہ محمدیہ رضویہ پبلسٹی شریف۔ فاضل بغداد یونیورسٹی)

افادات

جامع مسجد رضائے مجتبیٰ
ایکس بلاک پیپلز کالونی گوبرانوالہ

اویسی بک سٹال

ملک کا پتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الامتنان

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

(۱) زید حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم کے جسم اطہر کو جسم کثیف کہتا ہے۔ اور بکر جسم لطیف۔

(۲) زید حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم کو حاضر و ناظر سمجھنے والے کو شرک و کافر قرار دیتا ہے اور بکر مسلمان سمجھتا ہے۔

(۳) زید انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام سے امداد طلب کرنا کفر و شرک قرار دیتا ہے اور بکر جائز سمجھتا ہے۔

زید اور بکر اپنے آپ کو حنفی المذہب قرار دیتے ہیں، لہذا علماء کرام اس مسئلہ میں روشنی ڈالیں کہ ان ہر دو فریق میں سے سچائی پر کون ہے اور جو شخص جھوٹا ہے اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ قرآن اور احادیث نبوی سے جواب عنایت فرمائیں!

الجواب

اَللّٰهُمَّ اَوْبَا حَقَائِقِ الْاَشْيَاءِ كَمَا هِيَ.

بیچک بکر کا دعویٰ صحیح ہے اور زید کا خیال خام اور وہم و مانعہ لیا کا زکا م ہے۔

مسئلہ واضح و لا محذور ہے۔

اس لئے کہ اس سمر پہر اصطفا و منیر اجتہاد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم کے جسد اطہر و الطف کا سایہ نہ تھا اور یہ امر احادیث و اقوال علماء سے ثابت ہے۔

حکیم ترمذی نے ذکوان سے تحریر کیا۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ لَمْ یَكُنْ یُرَیْ لَہٗ ظِلٌّ فِی الشَّمْسِ وَلَا فِی الْقَمَرِ.

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نظر نہ آتا تھا دھوپ میں نہ چاندنی میں۔ سیدنا عبد اللہ بن مبارک اور حافظ ابن جوزی محدث رحمۃ اللہ علیہم اجمعین حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں:

قَالَ: لَمْ یَكُنْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ ظِلٌّ وَلَمْ یَقُمْ مَعَ الشَّمْسِ اِلَّا غَلَبَ ضَوْؤُہُ عَلٰی ضَوْئِہَا وَلَا نَعَّ البَرَّاجُ اِلَّا غَلَبَ ضَوْؤُہُ ضَوْؤَہُ.

رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم کے لئے سایہ نہ تھا اور آپ بھی آفتاب کے سایہ میں کھڑے نہ ہوئے مگر آپ کا نور عالم افروز ضوہ خورشید پر غالب آ گیا اور کبھی چراغ کی روشنی میں رونق افروز نہ ہوئے مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تابش نور نے اس کی چمک کو مغلوب کر دیا۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خاصائص کبریٰ میں اس معنی کے لئے باب وضع فرما کر اس میں حدیث مذکور کو نقل فرما کر فرماتے ہیں:

قَالَ: اِنَّ سَمْعَ مَنْ خَصَّاصَہٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ اَنْ ظِلُّہٗ كَانَ لَا یَقَعُ عَلٰی الْاَرْضِ وَاِنَّہٗ كَانَ نُوْرًا فَكَانَ اِذَا مَشٰی فِی الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ لَا یَنْظُرُ لَہٗ ظِلٌّ.

ابن سبغ نے کہا:

حضور کے خاصائص سے یہ بھی ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا اور آپ نور محض تھے تو جب دھوپ یا چاندنی میں آپ چلتے تو آپ کا سایہ نظر نہ آتا۔

مولانا معنوی مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں، دفتر پنجم میں ہے:

چوں کھاش از فقر پیرایہ شود او محمد دار ہے سایہ شود
مولانا بحر العلوم شرح میں فرماتے ہیں:

(دومصرع غانی) اشارہ بمعجزہ آل سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کہ آل سرور اسایہ نبی افتاد و اللہ الہادی مختصر اسی پر اتقا کرتا ہوں۔

اگر واضح دلائل درکار ہوں تو اس بحث میں مکمل ہیڈ رسالہ بدون ہو سکتا ہے۔

جواب ۲) مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی قدس سرہ العزیز اپنی تقریر میں تحت آیت **وَيَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا** کے تحریر فرماتے ہیں:

و باشد رسول شما بر شما گواہ زیرا کہ او مطلع است بر نور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست و تجاہد کہ بدین از ترقی محبوب مانده است کدام است پس اومی شناسد گناہان شما را و در جہت ایمان شما را و اعمال نیک و بد شما را، اخلاص و نفاق شما را۔

لہذا شہادت در دنیا بگم شرع در حق امت مقبول و واجب العمل است و آنچه او از فضائل و مناقب حاضران زمان خود مثل صحابہ و از واجد اہل بیت یا غائبان از خود مثل اولیس و صلہ و مہدی و مقتول و جلال یا معائب و مشائب حاضران و غائبان سطر مانند اعتقاد بران واجب است۔

شیخ عقیق علامہ مدقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ مدارج شریف میں فرماتے ہیں:

ہرچہ در دنیا است از زمان آدم تا فتح اولی پروے صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ و
صحابہ وسلم منکشف ساختہ تا ہمہ احوال او از اول تا آخر معلوم گردید و یاران خود را
بعضی از اہل احوال خبردار۔

یعنی آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے فجر اولیٰ تک جو کچھ دنیا میں ہے حضور پر روشن و ظاہر ہے۔

یہاں تک کہ تمام احوال اول سے آخر تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و
 اصحابہ وسلم کو معلوم اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم نے اپنے صحابہ کو بھی اس
 میں سے خبر دی۔

مواہب لدینہ میں طبرانی سے بروایت ابن عمر مروی ہے۔

قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَدْ رَفَعَ
لِي الدُّنْيَا فَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهَا وَإِلَى مَا هُوَ كَالِئِ فِيهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ وَأَنَا
أَنْظُرُ إِلَى كَفِّي هَذَا.

یعنی حضور سید یوم النور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا:
اللہ جل جلالہ و تبارک و تعالیٰ نے میرے لئے دنیا کو ظاہر فرمایا پس میں دنیا،
اور جو کچھ اس میں ہے اور تاقیامت جو اس میں ہوگا سب اس طرح دیکھتا ہوں اور دیکھتا
ہوں گا، جیسے اپنی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔

مشکوٰۃ شریف میں اسی معنی کی حدیث ہے ازباب فضائل سید المرسلین میں (ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں):

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ زَوَى الْأَرْضَ
رَبِيعَتِ مَشَارِقِهَا وَمَغَارِبِهَا..... الخ.

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم نے فرمایا:
اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہ نے سمیٹنی میری لئے زمین، پس میں نے مشرق
و مغرب تک سب کچھ دیکھا ہے۔

پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ زید بکر کو بلا وجہ مشرک و کافر کہہ کر خود کس لئے کافر بننا

12345678910111213141516171819202122232425262728293031323334353637383940414243444546474849505152535455565758596061626364656667686970717273747576777879808182838485868788899091929394959697989910010110210310410510610710810911011111211311411511611711811912012112212312412512612712812913013113213313413513613713813914014114214314414514614714814915015115215315415515615715815916016116216316416516616716816917017117217317417517617717817918018118218318418518618718818919019119219319419519619719819920020120220320420520620720820921021121221321421521621721821922022122222322422522622722822923023123223323423523623723823924024124224324424524624724824925025125225325425525625725825926026126226326426526626726826927027127227327427527627727827928028128228328428528628728828929029129229329429529629729829930030130230330430530630730830931031131231331431531631731831932032132232332432532632732832933033133233333433533633733833934034134234334434534634734834935035135235335435535635735835936036136236336436536636736836937037137237337437537637737837938038138238338438538638738838939039139239339439539639739839940040140240340440540640740840941041141241341441541641741841942042142242342442542642742842943043143243343443543643743843944044144244344444544644744844945045145245345445545645745845946046146246346446546646746846947047147247347447547647747847948048148248348448548648748848949049149249349449549649749849950050150250350450550650750850951051151251351451551651751851952052152252352452552652752852953053153253353453553653753853954054154254354454554654754854955055155255355455555655755855956056156256356456556656756856957057157257357457557657757857958058158258358458558658758858959059159259359459559659759859960060160260360460560660760860961061161261361461561661761861962062162262362462562662762862963063163263363463563663763863964064164264364464564664764864965065165265365465565665765865966066166266366466566666766866967067167267367467567667767867968068168268368468568668768868969069169269369469569669769869970070170270370470570670770870971071171271371471571671771871972072172272372472572672772872973073173273373473573673773873974074174274374474574674774874975075175275375475575675775875976076176276376476576676776876977077177277377477577677777877978078178278378478578678778878979079179279379479579679779879980080180280380480580680780880981081181281381481581681781881982082182282382482582682782882983083183283383483583683783883984084184284384484584684784884985085185285385485585685785885986086186286386486586686786886987087187287387487587687787887988088188288388488588688788888989089189289389489589689789889990090190290390490590690790890991091191291391491591691791891992092192292392492592692792892993093193293393493593693793893994094194294394494594694794894995095195295395495595695795895996096196296396496596696796896997097197297397497597697797897998098198298398498598698798898999099199299399499599699799899910001001100210031004100510061007100810091010101110121013101410151016101710181019102010211022102310241025102610271028102910301031103210331034103510361037103810391040104110421043104410451046104710481049105010511052105310541055105610571058105910601061106210631064106510661067106810691070107110721073107410751076107710781079108010811082108310841085108610871088108910901091109210931094109510961097109810991100110111021103110411051106110711081109111011111112111311141115111611171118111911201121112211231124112511261127112811291130113111321133113411351136113711381139114011411142114311441145114611471148114911501151115211531154115511561157115811591160116111621163116411651166116711681169117011711172117311741175117611771178117911801181118211831184118511861187118811891190119111921193119411951196119711981199120012011202120312041205120612071208120912101211121212131214121512161217121812191220122112221223122412251226122712281229123012311232123312341235123612371238123912401241124212431244124512461247124812491250125112521253125412551256125712581259126012611262126312641265126612671268126912701271127212731274127512761277127812791280128112821283128412851286128712881289129012911292129312941295129612971298129913001

صحیح مسلم شریف میں ہے:

مَنْ قَالَ لِأَخِيهِ الْمُسْلِمِ يَا كَاهِنُ فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا إِنْ كَانَ كَمَا
قَالَ وَالْأُخْرَى عَلَيْهِ.

جس نے اپنے بھائی مسلم کو کافر کہا تو دونوں میں سے ایک ضرور کافر ٹھہرے گا جس کو کافر کہا گیا اگر وہ فی الواقع کافر ہے ورنہ وہ کفر کہنے والے پر لوٹا ہے۔

جواب نمبر ۳) اس کا جواب ہم نے، احادیث شریف و اقوال فقہاء سے اپنے رسالہ النداء بغیر اللہ میں مفصل لکھ دیا ہے اس سے ملاحظہ کریں۔

فقیر قادری ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رضوی چشتی الوری
خطیب مسجد وزیر خاں لاہور ۱۳ جولائی ۱۹۳۲ء

تائیدات

(۱) حضور پر نور سیدنا مولا نا حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم کے جسد اطہر و منور کو کثیف جانے والا اور آپ کے علم شریف میں نقص ثابت کرنے والا حالانکہ آپ کی دعا۔

رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا. وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ.

اللہ تعالیٰ نے اپنے کمالات عطاء فرمائے جس کی حد خداوند کریم کے سوا کوئی جان ہی نہیں سکتا۔

عَلَيْكُمْ مَبْعُوثُونَ تَمَامُ كَسَنَاتِ كَعَزُورَهُ تَمَامُ حَالَاتِ اِبْتِدَائِي
وَاجْتِبَائِي جِرَّانِ مِثْلِ حَضُورِ مَالِكِ يَوْمِ النُّشُورِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم كَعِيشِ نَظَرِ شَرِيفِ

اس کی معنی ہیں حاضر و ناظر کے اس کے متعلق علماء کرام ایدہم اللہ تعالیٰ فی
 الدنیا و یوم القیام نے ہزاروں ہزار بے شمار مسائل تحریر فرمائے اور شائع کئے حضور
 پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و اسحاب و بارک و سلم کے حاضر و ناظر جاننے والے کو کافر و
 مشرک جاننے والا اور حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام رضوان اللہ تعالیٰ
 علیہم اجمعین سے استمداد اور استعانت چاہنے والے کو مشرک و کافر جاننے والا حقیقتہً وہ
 آپ کافر اور مشرک ہے جو ہمارے مولا ناسید و حافظ و قاری حکیم و خطیب مسجد و زیر خاں
 سلمہ اللہ تعالیٰ نے جو آپ تحریر فرمایا ہے وہ حق ہے ہو الحق احق ام بیع خداوند کریم
 زید مذکور کو رد اور راست کی ہدایت عطا فرمائے آمین ثم آمین ہذا معندی واللہ اعلم۔

العبد المحقر طالب العفو والكرم المحسن محمد اكرم كان الله له والوالدين والحمد لله

امام مسجد حضرت شاہ محمد غوث رحمہ اللہ علیہ لاہور ۲۴ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ

(۲) عقیدہ و مکر مطابق مذہب مہذب اہل سنت والجماعت حق ہے والحق اس حق بات پر اتباع کما یتبع مجیب الیہ زید کے پیچھے نماز اہل سنت والجماعت کی درست نہیں، دیکھو فتح المبین و جامع الشواہد فی اخراج الوہابین عن المساجد جس میں ۴۶۶ علماء کرام شرق و غرب شمال و جنوب کے مواہیر موجود ہیں۔

نیز حمایت المقلدین و سیف المقلدین میں تفصیل موجود ہے۔

مَنْ شَاءَ فَلْيَرْجِعْ إِلَيْهَا وَأَنَا الْعَبْدُ الْمُقْتَرِرُ

ابوالرشید محمد عبد العزیز حفظہ اللہ عنہ

خطیب جامع مسجد مزنگ لاہور ۳ رجب الاول ۱۵۱۵ھ

(۳) نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و ہارک وسلم کو خداوند کریم نے سراپا منیر فرمایا ہے

رانیہ کو اکبر مثنیہ سے فوق الفوق ہے، آپ محض نور تمام عالم پر محیط ہیں

هَذَا بُدْءُ مَا أَذْرِيهِ وَأَعْتَدُهُ وَمَا خَالِقُهُ الْإِنْسَانُ هُوَ أَصْلُ سَبِيلِهِ

مدرسہ مدرسہ غوثیہ عالیہ مسجد سادہ وال لاہور۔

(۴) ذالک کذا لک

بے شک بکر کا دعویٰ درست ہے اور عقیدہ میں قرآن و احادیث کے مطابق ہے اور یہ کہ خیال خام اور فاسد اور باطل ہے اللہ تعالیٰ اس کو راہ راست کی ہدایت فرمائے آمین! بحرحمت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

فقیر خادم العلماء والاولیاء

غلام مصطفیٰ عفا اللہ عنہ

امام مسجد و خطیب مسجد بیگم شاہی لاہور پنجاب

(۵) صاحب سیرۃ شامیہ نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں ثابت کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم یعنی حقیقت محمدیہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے یوسف نبی اپنی کتاب حجۃ اللہ العلی العالمین فی المعجزات سید المرسلین میں لکھتے ہیں: میں نے اس کا خلاصہ کر دیا۔ مصر میں شیع ہو گیا ہے آیت کریمہ لَقَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ۔

جب آپ نور ہیں تو حضوری میں کیا شک رہا۔

حقیقت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم ہر ایک مومن کے دل میں حاضر ہے۔

انہ صلی اللہ علیہ وسلم لما کان احب الی المؤمن من نفسه النبی بین جنیہ واولیٰ منها واقرب وکان الحقیقة الذہنیة ومثاله العلی مو جو دا فی قلب بحیث لا یایغیب عنه الاشخصه ومن کان بهذه الحال فهو الحاضر حقاً صفحہ ۱۹۱ جلد ۲۔

بدائع القوائد لا بن قیم حنبلی:

اقول: النبی اولى بالمؤمنین من انفسهم اولى بمعنی اقرب ائیں مقال جن کی نظر ظواہر عبارات تک محدود ہے مذکورہ بالا عقائد کو نہ صرف غیر مثبت خیال کرتے ہیں بلکہ ان کے معتقد کو اہل ضلال میں شمار کرتے ہیں اور روایات مندرجہ جواب پر اصول حدیث کے رو سے تنقیداً نظر ڈالتے ہیں مگر اہل مقام بہ عکم فوق کل ذی علم علیہم۔ علم کے لئے کوئی حد معین نہیں کرتے۔

جب عارف کامل کے لئے کوئی حد معین نہیں کر سکتے تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا مقام بدرجہ اولیٰ تعین حد سے برتر ہے خصوصاً جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم کی حد طوق بشری سے خارج ہے گو بہ نسبت ذات باری وہ محدود ہو مگر بہ اضافت دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اس کی حد معین نہیں ہو سکتی و لا کل کا میدان بہت وسیع ہے مگر افسوس کہ یہ موقع اس سے زیادہ کا متحمل نہیں برخلاف اس کے منکر کو بھی ہر ایک مقام پر انکار کا حق حاصل ہے کیوں کہ وہ اپنے مبلغ علم سے باہر نہیں جا سکتا لہذا وہ معذور ہے اور بجز قائل کو گمراہ کہنے کے کوئی چارہ نہیں دیکھتا، فقط

خاکسار

اصغر اعلیٰ روحی کان اللہ (۱۲/۸/۳۲)

(۶) حضرت مولانا محمد دی معوان حسین صاحب دایموری دام ظلکم

خطیب مسجد شاہی لاہور

محمد معوان حسین احمدی امجد دی خطیب مسجد شاہی لاہور دام پوری

انتباه المنكرين

من تصرف سيد المرسلين

بسم الله الرحمن الرحيم

حامد او مصلیٰ

منکرین کا اعتراض کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو غائب ہیں ان کو حاضر و ناظر اعتقاد کرنا شرک ہے۔

اس کا جواب یہ ہے:

پیشک عالم الغیب بالذات حاضر و ناظر خدا تعالیٰ ہی ہے، زمین و آسمان میں اس کے بغیر اور کوئی نہیں جو بغیر اللہ تعالیٰ کے یہ خطاب غیر کو بالذات خدا تعالیٰ کی طرح خود بخود بلا ذریعہ و اعطاء ایسا سمجھے کہ خدا تعالیٰ کی طرح وہ بھی.....

.....الہام و کشف کر دینے کی قدرت رکھتا ہے اور عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک ہر مکان اور ہر زمان اور ہر آن میں تمام جگہوں میں مثل خدا تعالیٰ عز اسمہ اگر اپنے فضل و کرم سے کسی اپنے برگزیدہ محبوب کو کچھ عطاء فرمائے تو وہ شرک اور وہ خدا تعالیٰ سے مقابلہ ہے حالانکہ محدثین جیسے قسطنطینی و زرقانی آپ کے خصائص میں لکھتے ہیں:

ومنہا ان المصلیٰ یخاطبہ بقولہ: السَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَالصَّلٰوۃُ صَیْحَبٌ حَقٌّ لَا یَخَاطَبُ غَیْرَہٗ.

اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ نمازی بھی خطاب حاضر سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم کو سلام عرض کرتا ہے کہ سلام ہوا پر تیرے اے نبی صلی اللہ علیہ

وسلم اور اس کی رحمتیں اور برکات اور اس خطاب کرنے سے نماز صحیح ہے اور اگر دوسرے کو اس طرح نماز میں خطاب کرے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

اگر منکرین کہیں کہ یہ ہم نقل کرتے ہیں قصہ معراج کی کہ اس میں مراد خطاب آپ کو نہیں تو اس کا یہ کہنا مخاطبہ سے رد ہو گیا علاوہ ازیں شامی نے قول منکرین کو رد کر دیا ہے کہ

لا یقصد الاخبار والحکایہ عما وقع فی المعراج.

یعنی نمازی اخبار اور حکایت معراج کا قصد نہ کرے۔

اور در مختار میں فرمایا:

سیقصد بالفاظ الشہد الانشاء کانه یسلم علی نبیہ.

یعنی الفاظ شہد میں نمازی ارادہ یہ کرے کہ میں اب حضور پر سلام کر رہا ہوں کیوں کہ اپنی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحاب و بارک وسلم کو سلام کرنا مقصود تھا لقولہ تعالیٰ:

وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا.

پس اگر اس نے قصہ معراج کی حکایت کی اور خود سلام ادا نہ کیا تو تکمیل امر الہی سے محروم اور بے نصیب رہا۔

اور حدیث شہد کی شرح میں بھی محقق عبدالحق محدث دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

السَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہٗ

دعاء خیر و سلامت بر تو اے پیغمبر الی قولہ آنحضرت نصب العین مومنان

است و جمیع احوال و اوقات خصوصاً در حالت عبادت و نیز آنکہ وجود او را الوار و انکشاف دریں محل پیشتر تو ہی تراست۔

دیکھو اگر چہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم نظر سے غائب ہیں مگر خطاب حاضر کا ہو رہا ہے اور بخاری شریف جلد اول کتاب الحجۃ ترصاب ماسجا فی عذاب القبر فرماتے ہیں:

ہر ایک کی قبر اگر چہ لاکھوں لوگ ایک ہی ساعت میں مر میں مگر تکبیرین ہر ایک موتی سے سوال کرتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت فتقو لان ما تقول فسی هذا السرجل یعنی اس مرد کے حق میں تو کیا کہتا ہے اور رجل کامل مرد بمعہ جسم و روح کو کہا جاتا ہے، نہ فقط روح کو کیوں کہ دیکھنے والا کامل شکل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دیکھتا ہے تو ایک ہی آن میں کئی لاکھ مردے ہوتے ہیں ساری خدائی میں اور آپ ہر جگہ ہر قبر میں دکھائی دیتے ہیں بخاری پر عمل کریں اور انکار سے باز آئیں اور اس خطاب کا جواز عموماً ہے، منکرین کو لازم ہے کہ اس کے عدم جواب میں کوئی دلیل قرآن وحدیث سے ثابت کریں، مگر من گھڑت باتیں نہ ہوں جب کہ نماز میں کسی کو شریک کرنے میں حکم نہیں تاہم اسی نماز میں خطاب آپ کا شریک کیا گیا ہے جب نماز میں آپ شریک ہیں تو ہر نماز کے اس خطاب کے شرک ہونے کی کون سی دلیل ہے آپ پر جو نازل ہوئی ہے یہ آیت ہرگز نہ دکھاسکیں گے۔

آؤ اور سنئے کتاب الشفاء فی حقوق المصلی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم، جلد دوم صفحہ ۵۷ میں فرماتے ہیں۔

فَبَاذَا ذَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَاسَلِّمُوا عَلٰی اَنْفُسِكُمْ قَالَ اِنْ لَمْ يَكُنْ فِی الْبَيْتِ اَحَدٌ فَقُلِ السَّلَامُ عَلٰی النَّبِيِّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ
علامہ قاری علیہ رحمۃ الہاری اس کی شرح، جلد دوسری مطبوعہ مصر کے صفحہ ۳۶۳ میں فرماتے ہیں:

ای لا ن روحہ علیہ السلام حاضراً فی بیوت اہل الانبیاء

یعنی اگر کوئی گھر میں نہ ہو تو کہے سلام ہو آپ پر اسے نبی اور رحمت خدا کی اور ان کے برکات اس لئے کہ آپ کا روح مبارک مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہے یہ دلیل ہے باہر نماز آپ پر سلام کی خطاب حاضر۔

اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ العزیز کی عوارف المعارف کے ترجمہ سبکی بہ مصباح الہدایت مطبوعہ نور لکھنؤ کے صفحہ ۵۵ چھٹے باب کی فصل تیسری میں ہے:

چنانکہ حق تعالیٰ راجعہ بہ جمیع احوال ظاہر و باطن واقف و مطلع بیند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم را نیز بر ظاہر و باطن خود حاضر و مطلع دانند۔
یکھو صاحب طریقہ سہروردیہ فرما رہے ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کو بھی حاضر و مطلع اپنے تمام ماحول ظاہری و باطنی پر جائیں!

اب وہابی فتویٰ ان کے حق میں کیا فرماتا ہے، اور حضرت ملک الموت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک تمام زمین مثل طشت کے ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک مثل کف دست کے اور جیسے حضرت ملک الموت تمام مخلوقات کی ارواح قبض کرتے ہیں ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم ہر ایک قبر میں حاضر کئے جاتے ہیں۔

اور فاضل بہانی قدس سرہ العزیز انوار محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم خلاصہ مواہب لدنیہ مطبوعہ مصر صفحہ ۳۸۱ فرماتے ہیں:

اذلا فیرق بین مونیہ و حیاتیہ فی مشاہدتہ لامتہ ومعرفتہ
بماو الہم نیاتہم وعزائمہم وخواطرہم وذا لک عندہ جلی لاخفاء بہ
مواہب لدنیہ جلد دوم مطبوعہ مصر صفحہ ۳۸۱ میں عبارت مذکورہ نقل کر کے

فرماتے ہیں:

فان قلت: هذه الصفات مختص بالله تعالى.

فالجواب: ان من انتقل الى عالم البرزخ من المؤمنين بعلم احوال الاحياء غالبا وقد وقع كثير من ذلك كما هو مسطور في مظنة ذلك من الكتب وقد روى ابن المبارك عن سعيد ابن المسيب: ليس من يوم الاوتعرض على النبي صلى الله عليه وآله واصحابه وبارك وسلم اعمال امته غدوة وعشيا فيعرفهم بسيماهم واعمالهم فلذلك يشهد عليهم.

زرقاتی شرح مواہب کی آٹھویں جلد مطبوعہ مصر کے صفحہ ۳۰۵ میں فرماتے

ہیں:

والامر الى الله تعالى لهم كما في الحديث تُعْرَضُ الْأَعْمَالُ كُلُّ يَوْمٍ الْخَمِيسِ وَالْإِثْنَيْنِ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى وَتُعْرَضُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ وَالْأَبْنَاءِ وَالْأُمَّهَاتِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَيُعْرَفُونَ بِحَسَنَاتِهِمْ وَنَزْدَادٍ وَجُوهُهُمْ بَيَاضًا وَإِسْرَافًا فَانْقُرُوا اللَّهَ وَلَا تَمُوتُوا مَوْتًا كُمْ.

رواہ الترمذی الحکیم، امام ابن حجر کی لاٹھی قدس سرہ العزیز فتویٰ حدیثیہ مطبوعہ

مصر کے صفحہ ۲۱۳ میں فرماتے ہیں:

اور شیخ اکبر بنی الدین قدس سرہ العزیز نے نقل کیا فرماتے ہیں:

آپ سے پوچھا گیا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم ہندو روح و جسم بعد انتقال کے دکھائی دیتے ہیں یا نہیں؟

فرمایا: دکھائی دیتے ہیں اور عالم علوی و سفلی میں نصرت فرماتے ہیں اور ایک آن میں اکثر لوگوں کا دیکھ لینا ممکن ہے کیوں کہ آپ مثل آفتاب کے ہیں ہر جگہ ظہور

فرماتے ہیں۔

اور صفحہ ۱۱ میں ہے اور انہیں سے سوال کیا گیا کہ کیا بیداری میں حضور سے

انتفاع ممکن ہے؟

تو فرمایا ہاں آپ سے ملاقات ہوتی ہے بیداری میں۔

اس کی تصریح کی ہے غزالی اور باززی و تاج اور سبکی و امام یافعی شافعیہ میں سے اور قرطبی اور ابن ابی حمزہ نے مالکیوں سے انہوں نے ایک ولی کی حکایت کی ہے کہ وہ ایک فقیہ کی مجلس میں گئے تو اس فقیہ نے ایک حدیث بیان کی۔

تو ولی نے فرمایا:

یہ حدیث باطل ہے۔

فقیہ نے کہا: آپ کو کیسے پتہ چلا؟

فرمایا: تیرے سر پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم تشریف فرما ہیں اور آپ فرما رہے ہیں:

میں نے یہ حدیث نہیں کہی اور خود اس فقیہ پر کشف ہو گیا اور آنکھوں سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کو دیکھا۔

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کی حیات اور وفات ایک جیسی ہے اور اس میں فرق نہیں۔

اپنی امت کو دیکھتے ہیں اور ان کے احوال ان کی نیتیں اور ان قصدوں کے خیال و خطرات یہ سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر روشن ہیں کچھ مخفی نہیں، اگر تو کہے کہ یہ صفات خدا تعالیٰ عز اسہ سے مخصوص ہیں تو جواب یہ ہے۔

کہ جو شخص اس جہان سے عالم برزخ کی طرف انتقال کرتا ہے، تو دوزندوں کے احوال اکثر جانتا ہے۔

علیم الہی حضرت عبداللہ ابن مبارک نے روایت کی سعید ابن مسیب سے:
کوئی رات دن نہیں گذرتا مگر پیش کی جاتی ہے اوپر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
امت آپ کی صبح اور شام تو آپ ان کے چہروں سے ان کو اور ان کے اعمال پہچان
جاتے ہیں۔

اور زرقانی نے روایت کی:

ہر ایک پختہ اور دو شبہ کے دن اللہ جل جلالہ پر اعمال پیش کئے جاتے ہیں
تیز پیش کئے جاتے ہیں انبیاء پر ان کے چہروں میں سفیدی اور بنشاست برہتی ہے پس
ذواللہ تعالیٰ سے اور اپنے فوتوں کو ایذا اور تکلیف نہ دو! روایت کیا اس حدیث کو حکیم
ترمذی نے اور قولہ تعالیٰ:

وَيَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَمَا كَانَتْ فِي تَفْسِيرِ حَضْرَتِ شَاهِ عَبْدِ الْعَزِيزِ
محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یعنی باشند رسول شام و شام گواہ زیر اکہ او مطلع است بخبر نبوت برہیت ہر متدین
بدین خود کہ در کدام درجہ از دیں من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست تجاہے کہ بدان از
ترقی محبوب ماندہ کدام است پس اوی شناسد گناہان شمارد و در جات ایمان شمارا اعمال
نیک و بد شمارا و اخلاص و نفاق شمارا و البتہ شہادت و در دنیا بنگم شرع و در حق امت مقبول و
واجب العمل است و آنچه فضائل و مناقب حاضران زمان خود مثل صحابہ و ازواج و اہل
بیت یا غائبان از زمان خود مثل اویس و مہدی و مقتول و جال یا دارا معاصب و مثالب
حاضران و غائبان می فرماید اعتقاد بران واجب است و ازین است کہ در روایات آمدہ
کہ ہر نبی را ہر اعمال امتان خود مطلع سازند کہ فلانے امروز چنین می کند و فلانے چنین تا
روز قیامت کوائے شہادت تو ان کرد۔

پس علماء اہل بیت قطع نظر از اعمال جوارج حضور صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ

بارگ و سلم کا مطلع و خبردار ہونا اور پر افعال قلوب یعنی دلوں کے اعمال پر آیت وحدیث
سے ثابت کرتے ہیں، اور اعتقاد آپ کے ان تمام معلومات پر واجب ہے۔

پس حضور کا حاضر ہونا اور نیات قلبی و اخلاص و نفاق ہر ایک امتی کا جان لینا
خدا تعالیٰ کے مطلع کرنے سے ہے نہ خود بخود اپنی ذات سے۔

نیز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و اصحابہ و بارگ و سلم کا جان لینا بذریعہ خدا
تعالیٰ ہے نہ بغیر اس کے ذریعہ کہ اس کے صفات قدیم اور بندے کے حادث پس آپ
کو یہ تصرف خدا تعالیٰ کی عطا اور فضل سے عطیہ سمجھنا اس کو کون عقل کا اندھا شرک کہتا
ہے۔

کیا حضرت ملک الموت علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک آن میں لاکھوں کا ارواح
قبض کرتے ہیں اور اپنے مکان میں ذکر الہی میں مشغول ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ
و اصحابہ و بارگ و سلم کا حال ملائکہ سے افضل و اکمل ہے۔

مواہب لدنیہ میں جلد دوم کے آخر ابی طالب کا شعر نقل کیا ہے۔

كَمَا الشَّمْسُ فِي وَسْطِ السَّمَاءِ وَنُورُهَا
بَعَثَ فِي الْبِلَادِ مَشَارِقَ وَمَغَارِبًا

یعنی آفتاب آسمان کے درمیان میں ہے اور اس کا نور مشرقوں اور مغربوں کو
صاحب رہا ہے۔

فاضل قصوری تحفہ ذخیرہ میں مرقات سے نقل فرماتے ہیں:

عمدة الفقهاء والمحدثين مولانا حضرت علی قادری مرقات شرح مشکوٰۃ

میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

صَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِي خَيْرًا مِنْكُمْ

کہا قاضی نے: کہ نفوس زکیہ قدسہ جب دو بدئی علاقوں سے مجر ہو جاتے

انتہا و المنکر بن من تصرف سید المرسلین ۱۰۸
مولانا مولوی سید احمد صاحب
ہیں تو عروج کر کے ملائکہ ملا اعلیٰ سے متصل ہو جاتے ہیں اور ان سے حجاب دور ہو جاتے ہیں تو ہر چیز کو دیکھتے ہیں جلسہ یا ساتھ خبر دیے فرشتہ کے۔

یہ خلاصہ ہے، اصل عبارت صفحہ ۱۱۳ کا

اور امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ انہو ذج میں فرماتے ہیں:

وان روحہ القدسیۃ لما تجرد عن العلائق البدنیۃ صار لها قوۃ الاتصال بالصلۃ الاعلیٰ وارفع جمیع حجبہا خیر الی ما یصل الیہ من الامة من سلام و صلوة و غیرہما کالمشاهد و تبلیغ الملک مع ذالک انما هو لمزید التشریف والتکریم۔ تہذیبیہ صفحہ ۱۱۴۔

اگر منکر بن کا اطمینان نہ ہوا ہو تو سورۃ توبہ پارہ یازدہم میں قولہ تعالیٰ:

وَقُلِ اَعْمَلُوا فَاَسْبِرْ لَیْلَی اللّٰہِ عَمَلُکُمْ وَرَسُوْلُہٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ۔

کہہ دیں کہ عمل کرو پس جلدی دیکھے گا عمل تمہارے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم اور مومنین۔

یعنی اولیاء اللہ تعالیٰ اور شیخ محقق محدث شاہ عبدالحق مدارج النبوۃ جلد ثانی مطبوعہ نو لکھنؤ کے صفحہ ۷۸۶ کے نوع ثانی میں فرماتے ہیں:

درود بفرست بروی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و با ش در حال ذکر گویا کہ تو حاضر است فی ثبوتی در حالت حیات وے بنی تو اور امتداد با جلال و تعظیم و ہمت و حیاء بدانکہ وی صلی اللہ علیہ وسلم سے بینہ دی شود کلام ترا زیرا کہ وی متصف است بصفات اللہ تعالیٰ و یکے از صفات الہی آنست کہ اَنَا خَلِیْسٌ مِّنْ ذُرِّیَّتِیْ اَمْرِیْ فَبِعِزِّیْ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصیب وافر است از ب صفات۔

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج اور اس وقت سمجھ کہ تو حاضر ہے، آپ کے پاس حالت حیاتی میں ادب و تعظیم و اجلال اور ہمت و حیاء کے ساتھ اور جان تو کہ

۱۰۹
مولانا مولوی سید احمد صاحب
حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجھ کو کچھ رہے ہیں، اور تیری کلام بن رہے ہیں، اس لئے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم خدا تعالیٰ کی صفاتوں سے محفوف ہوئے ہیں اور خدا تعالیٰ کی صفات سے ایک صفت یہ بھی ہے۔

کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا میں اس شخص کا ہم مجلس ہوں جو میرا ذکر کرے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کو خدا تعالیٰ کی اس صفت مذکورہ سے وافر نصیب ہوا ہے۔

فائدہ: اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کا یہاں ذکر خیر ہو وہاں آپ حاضر ہیں اور اگر آپ کے ذکر ولادت میں قیام تعلقیں حضور کو حاضر سمجھ کر کیا جائے تو ادب اور تعظیم کا تقاضا ہے۔

اور جو اس کو شرک کہے وہ خود بے نصیب ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہے۔

جو تعظیم کو شرک قرار دے رہا ہے، اور شہید و شاہد میں اور شواہد گواہان و حاضر و غائبان میں فتنہ نہیں سمجھتا، کشف اللغات جلد اول صفحہ ۵۳ مطبوعہ نو لکھنؤ۔

صراح صفحہ ۲۳ شہید و حاضر و گواہ و کشف شدہ نقیب با فتح گواہ مردم جلد ۲ بعد صفحہ ۴۳ کے ایضاً، صفحہ ۲۳۵ جلد ۲ منتخب اللغات علی غیاث اللغات مطبوعہ کانتھور صفحہ ۵۰ بہتر قوم و دانندہ، شہید حاضر و گواہ ملحقہ الارب جلد ۲ صفحہ ۵۰۔

نماز عصر و فجر مشہود کہتے ہیں کہ ان وقتوں میں ملائکہ کا تہان حاضر آن ہوتے ہیں۔ صفحہ ۵۰ اور صراح نو لکھنؤ ری صفحہ ۹۹ جلد اول۔

نقیب مہر و دانندہ قوم اور نور اور شہید اور نقیب صفات باری تعالیٰ سے ہیں۔ اور تفسیر عرائس البیان میں تحت قولہ تعالیٰ وَكُنُوزُهُ اَوْ بِاسْمِیْنِ کے فرماتے

امرو من الحق تعالیٰ لانیانہ ولولیائہ ان کونوا موصوفین
بصفنی، کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک
وسلم: تَخْلُقُوا بِاخْلَاقِي الرَّحْمَنِ.

یعنی کونوا ربانین کا امر خدا تعالیٰ کی طرف سے انبیاء و اولیاء کو ہوا کہ تم
میری صفت کے ساتھ موصوف ہو جاؤ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
تَخْلُقُوا بِاخْلَاقِي الرَّحْمَنِ کے اخلاق کے ساتھ مخلوق ہو جاؤ!
اور حضرت محمد الدین ابن عربی قدس سرہ العزیز نے اپنی تفسیر علی العرائس میں
فرمایا بقولہ تعالیٰ:

وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ مِنْهَا مِنْ الْمَخَالِقِ.
یعنی بے شک ہم نے دی ہیں تجھ کو سات آیات مثانی، علماء رسوم ترجمہ میں
بیان فرماتے ہیں کہ سات آیات مثانی سورۃ فاتحہ ہے کہ سات آیات ہیں۔
اور علماء اشارت نے فرمایا کہ سات آیات سے مراد سات صفات باری تعالیٰ
ہیں۔

یعنی حیات و علم و قدرت و ارادت و سمع و بصر و تکلم اور یہ مثانی اس طرح ہیں کہ
ان صفات کا ثبوت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کے لئے مکرر ہوا۔
اولا مقام قلب میں جب آپ مخلوق باخلاق اللہ اور متصف باوصاف ہوئے
ثانیاً بعد از مقام بقاء میں جب پہنچے تو موصوف ہوئے تو دوبارہ بوجہ اتم و اکمل
واسطے آپ کے عطاء ہوئیں۔

والشرآن عظیم اور قرآن بھی تم کو دیا مراد قرآن عظیم سے ذات موصوف
بہ صفات ہوئے، چنانچہ عبارت شیخ اکبر حسب ذیل ہے۔

ان الصفات السبع ثبتت لله تعالیٰ وهی الحیوۃ والعلم
والقدرة والارادة والسمع والبصر والتکلم والمثانی الی روى ثبوتاً
لك اولافى مقام وجود القلب عند تخلقك باخلاقه واتصافك
بارصافه ان كانت لك وثانياً فى مقام البقاء بالوجود الحقیقی بعد
الفناء فى التوحید.

اور یاد رہے کہ خدا تعالیٰ کے عطیہ سے کوئی چیز شرک نہیں ہوتی جیسے فرشتہ کو
سبع جمع الخلاق اور دور سے سن لینا ساریہ کا آواز عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اخبار الغیب
دینا اور بیماروں کو صحت اور تھکنے والی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطاء ہوئے، چونکہ حضور صلی
اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کا شان وراء الوراء ہے۔

لہذا آپ کو یہ سات صفات عطا ہوئے پھر تمام مخلوق حضور کے نور اطہر سے
پیدا ہوئی تو اپنا نور اپنے نبی اور سے کیسے پوشیدہ ہو سکتا ہے؟
اس لئے محققین نے فرمایا ہے کہ حقیقت محمدیہ علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیہ تمام
مخلوقات کے ذوات میں حاضر اور ناظر ہے۔

مولانا شہاب الدین الخفاجی اور حاشیہ پر ملا علی قاری شرح شفاء کی جلد ثالث
مطبوعہ مصر کے صفحہ ۵۰۳ میں حدیث نقل فرماتے ہیں:

اِنَّهُ صَلَّیْ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ لِلّٰهِ مَلٰئِكًا اَعْطَاهُ اَسْمَاءَ الْخَلَائِقِ
..... الحديث.

اور شفاء شریف کی اسی جلد کے صفحہ ۳۹۶ میں علامہ خفاجی فرماتے ہیں:
واجب علی کل مومن۔

خصه لان الکافر لا یجب علیہ ذالک فقیل انه یجب علیہ
ایضاً بناء علی انه مخاطب بفروع الشریعت والوجوب علیہ بمعنی

مطالبہ فی الآخرۃ وعقابہ علیہ متی ذکر صلی اللہ علیہ وسلم او ذکرہ عندہ وسمعه ان یخضع ان یدعی ویتدلل والامتنان وخفض الجناح والخضع یمکن لازما الی قولہ (بما کان یاخذ نفسه) او یکلفها ویلزمها (لو کان بین یدیدہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم) حاضرا فی مجلسہ فیفرض ذالک بلا حظلہ ویمثلہ فکانما عندہ صفحہ ۹۳۶ جلد ۳.

ملا علی قاری نے فرمایا:

(لو کان) ای فرض (بین یدیدہ) ای امام عینیہ.

حدیث بخاری جس میں ہے کہ بعد وفات، پس ملا علی قاری یہ حدیث نقل کر کے فرماتے ہیں:

قلت: ان ثبت عندہ انه اراد هذا فی الصلاة فاذا مذهبه مختص به جمع الاربعة علی ان المصلی یقول: السلام علیک ایہا النبی وان هذا من خصوصیاتہ علیہ السلام ولو خاطب نیز ملا علی قاری شرح شفاء شریف جلد ثالث علی النسم الریاض مطبوعہ مصر صفحہ ۵۲۷ تحت قول لا یرفع فیہ الصلوۃ کے فرماتے ہیں:

ای لما ورد من قوله تعالیٰ:

لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی، ایضا

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما من احد یسلم علی الاذاللہ علی روجی حتی اورد علیہ ائی علی من سلم علی السلام مفعول ارد والحديث رواه ابو داود واحمد وبہیقی وحسنہ حسن وظاہرۃ الاطلاق الشامل لكل مکان وزمان ومن

عن بوقت الزيارة فعليه اليان۔

نیز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا

رئیت فی مقامی هذا کُلّ شیء.

یعنی دیکھا میں نے اپنے اس مقام میں ہر چیز کو۔

نسائی مطبوعہ نظامی صفحہ ۲۳۳ کے حاشیہ

امام جلال الدین سیوطی علامہ اکمل حنفی کے تحت شرح ہدایہ میں مشارق سے

منقول ہے قولہ فی مقامی ہذا

یکون المراد به المقام المعنوی وهو مقام المکاشفۃ والعجلی

عن حضرة الملک والملکوت والارواح والغیب الاضافی فانہ البرزخ

الذی بہ التوجه الی الکمل كنقطة الدائرة بالنسبة الی الدائرة علیہ

الصلاة اللہ وسلامہ.

خلاصہ اس کا یہ ہے، کہ مقامی ہذا سے مراد وہ مقام معنوی اور مکاشفہ اور تجلی

ہے، ملک، ملکوت، ارواح اور غیب اضافی سے گویا کہ آپ وہ برزخ ہیں جس کی توجہ

تمام کائنات کی طرف ایسی حاصل ہے کہ جیسے دائرہ میں نقطہ نسبت رکھتا ہے دائرہ سے تو

آپ ایمان سے متائیں کیا یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے یا شرک ہے۔

الغرض حضور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کے نزدیک تمام دنیا نقطہ کی

دائرہ میں طرح ہے، اور حضرت ملک الموت علیہ الصلوۃ والسلام کے نزدیک تمام دنیا

طشتری کی طرح ہے، اور وہ اپنی جگہ خدا تعالیٰ جل جلالہ کی عبادت میں بھی مصروف ہیں

اور جس خدمت پر معین ہیں، یعنی برقی روح کی جان بھی قبض کرتے ہیں خواہ کہیں ہو،

اور نہ جائیں، کہ شیطان لعین ہر جگہ حاضر ہو سکتا ہے مگر حضرات دیوبند یہ کاشیطان لعین

پر تو ایمان واثق ہے کہ اس کو یہ وسعت علمی حاصل ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک

و سلم کو وسعت علمی ثابت کرنا شرک ہے۔

چنانچہ خلیل المصنوعی اور رشید گنگوہی نے کتاب براہین قاطعہ میں تحریر کر دیا حالانکہ ان کے بڑے پیر اسماعیل مقبول دہلوی نے اپنی کتاب صراط مستقیم مطبوعہ فاروقی دہلی کے صفحہ ۱۲ و ۱۳ میں ملاحظہ ہو، آگ اور لوہے کی مثال لکھ کر ثابت کرتا ہے: وہم جنس این امواج جذب و کشش روحانی نفس کاملہ این طالب را در قعر گنج در بحر فردی کھد۔

و زمزمہ انا الحق و لیس فی جہتی سوی اللہ ازاں بر میزند کہ کلام هدایت التیام کنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصر الذی یرى بہ و یدہ التی یسطش بہا و رجله التی یمشی بہا۔ و در روایت و لسانہ الذی یتکلم بہ۔

دکالتے است: انا آل داؤد قال اللہ علی لسان نبیہ سمع اللہ لمن حمدہ و یقضی اللہ علی لسان نبیہ ما شاء۔

آئیے است ازاں و ایں مقالیت پس باریک و مسئلہ ایت پس نازک باید کہ در اں نیک تامل کنی و تفصیل بر مقام دیگر تقویض نمائی، شعر

وراء ذالک فلا اقوله لانه ہر لسان النطق عنه و اخرس

و زہار بریں معاملہ تعجب نہ نمائی و بانکار پیش نیائی، زیرا کہ چون از وادی مقدس ندائے انا اللہ رب العالمین، سر برزد اگر از نفس کاملہ کہ اشرف موجودات و نمونہ حضرت ذات است آواز انا الحق، یعنی میں خدا ہوں، براید کل تعجب نیست از جملہ لوازم ایں مقام خد در خوارقی غیبیہ و ظہور تاثیرات قویہ استجاب دعا و دفع بلیات کہ و لانی سألنی لا عظیمۃ و لانی استعاذنی لا عیدۃ، مصرع است بہ ایں معنی و از جملہ لوازم آں ظہور تکلمت و وبال بر عدد بد سگال ایں صاحب حال است:

و لانی و لانی اذنتہ بالخرب مفید نہیں مضمون است۔

دیکھا وہابیوں کے بڑے پیر نے اولیاء اللہ کا انا الحق اور لیس فی جہتی سوی اللہ میں خدا ہوں اور میرے جے میں خدا ہے۔

پھر بھی ان کے بڑے پیر صاحب اسی کتاب کے صفحہ ۱۲ میں لکھتے ہیں:

از جملہ آں شدت تعلق قلب است بمرشد خود استقلال یعنی نہ بہ آں ملاحظہ ایں شخص را و دان فیض حضرت حق و واسطہ ہدایت اوست بہ حیثیہ کہ متعلق عشق ہماں ہو و چنانکہ یکے از کار ایں طریق فرمودہ کہ اگر حق جلا شانہ، در غیر کسوت مرشد من افرماید ہر آنکہ مرابا و التفات در کار نیست۔

یعنی میرے مرشد کے لباس کے سوا اور لباس میں اگر خدا تعالیٰ بھی ظہور فرمائے، تو میری توجہ بغیر اپنے مرشد کے اس کی طرف نہ ہوگی،

دیکھا یہ ہے پیر پرستی اب خود ہی انصاف فرمائیں کہ کیا کبھی منکرین نے اپنے پیروں کو کبھی کبھی شرک و کفر کہا ہے، ہرگز نہیں یہ شرک وہابی مسلمانوں کے لئے ایجاد ہوئے ہیں حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ و بارک و سلم کی ذات بابرکات و بابرکاتین ہے، بقول تعالیٰ:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ.....

اور رحمت الہی ضرور محسنین کے قریب و ہمراہ ہے، اگرچہ منکرین اس نعمت ظنی سے محروم ہو گئے ہوں۔

نیز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی الوجہ حق تبارک کی مثل نہیں، کیوں کہ اس کا ناصر و ناظر ہونا ازلی ابدی ذاتی خدا تعالیٰ کی طرح نہیں، بلکہ ہم پذیر ہیں، مانتے ہیں اور خدا تعالیٰ اس سے منزد ہے۔

چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے منقول ہو چکا ہے کہ آپ نور نبوت

سے سب کچھ دیکھتے ہیں،

پس یہ بذریعہ ہوا تو شرکت نہیں،

مولوی وحید الزمان شارح صحاح ستہ غیر مقلد نے بھی اپنی کتاب عقائد اہل حدیث مطبوعہ میو پریس دہلی کے صفحہ ۲۹ میں مطلقاً غیر اللہ کو شرک نہیں لکھا، بلکہ جائز قرار دیا ہے، اگر یہ اعتقاد ہو کہ منادی کو دیکھنا سنا تمام اطراف زمین و اقطار و بلاد کا حاصل ہے ان کو حق تعالیٰ نے عطاء فرمایا ہوا ہے اپنے فضل سے بذاتی و بالاستقلال اور صفحہ ۳۶، ۳۵ میں، مولوی اسماعیل مقتول دہلوی کی تردید میں لکھتا ہے:

قال الشيخ اسمعيل من اصحابنا لو تصور الشيخ وظن انه كلما يتصور صورته يطلع عليه ولا يخفى عليه شيء من احوالي كالصحة والمرض وبسط الرزق وقبضه والهم والسرور والموت والحياة واذ اتكلمت بكلام وخطرت شيئا باليال فهو يطلع عليه ويسمعه صار مشركا وهذا الكلام يبتغي تفصيلا وهو ان علم الخاص باعلام الله سبحانه ليس بمستبعد من اولياء الله تعالى فان ابن صياد ومع كونه اعداء الله اخبر النبي بما كان في قلبه وقال هو الدخ وقال عيسى عليه الصلاة والسلام وانبئكم بما ناكلون وما تدخرون في بيوتكم وقال يوسف عليه الصلاة والسلام لا ياتيكم طعام ترزقانه الا بئسكم بائنا ويله قيل ان ياتيكم ويمكن ان يؤتي الله بعض اولياء من العلم الذي اعطا النبيانه اذا يصلح معجزة يصلح كرامة وقال النبي صلى الله عليه وآله واصحابه وبارك وسلم:

فعلمت ما في السموات والارض فعلم الشيخ باقوال مریده وتلميذه ما هو عجب.

خلاصہ ترجمہ: کہا اسماعیل نے ہمارے یاروں سے اگر تصور کیا مرید نے اور کہا کیا کہ جب وہ اپنے مرشد کا تصور کرتا ہے تو اس کا مرشد اس کے حال پر مطلع اور خبردار ہو جاتا ہے، اور کوئی چیز اس پر مخفی نہیں رہتی احوال مرید سے، جیسے صحت بیماری خفاقی رزقی اور تنگی، غم، سرور، مرنا، جینا اور جب مرید کو کوئی کلام کرے یا اس کے دل میں کوئی خطرہ گزرے تو مرشد اس کا اسی وقت اس پر مطلع اور واقف ہو جاتا ہے اور اس کو ان لیتا ہے تو اسی عقیدہ سے شرک ہو جاتا ہے اب اس کی تردید کرتا ہے)

یہ کلام اسماعیل کی تفصیل طلب ہے، اور وہ البتہ علم خاص ہے، خدا تعالیٰ عز و جل کے معلوم کرانے سے اس کے اولیاءوں سے بعید نہیں ہو سکتا۔

کیوں کہ ابن صیاد باوجود دشمن خدا ہونے کے خبر دی اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو آپ کے دل میں تھا، اور کہا وہ وہاں ہے۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میں تمہیں خبر دیتا ہوں جو کچھ کہ تم کھاتے ہو اور جو کچھ تم ذخیرہ کرتے ہو اپنے گھروں میں اور حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میں تم کو تمہارے کھانا آنے سے پہلے خبر دوں گا اس کی تاویل کی اور ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو وہ علم عطا فرمائے جو اس نے اپنے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمایا۔

نیز جو چیز صلاحیت معجزہ کی رکھتی ہے وہ خبر صلاحیت کرامت کی بھی رکھتی ہے..... اور جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم نے فرمایا:

ہم نے جان لیا جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے اور روایت میں ہے کہ جان لیا میں نے ہر چیز کو۔

پس علم شیخ کا اپنے مرید اور شاگرد کے متعلق ہو جانا کچھ تعجب کی بات نہیں، اور مولوی اسماعیل نے خود بھی صراط مستقیم میں یہ وسعت اولیاء اللہ تعالیٰ سے ثابت کر

دی ہے، چہ جائیکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو نمونہ حضرت حق جل و علی ہیں پھر بھی محدث وحید الزمان اسی کتاب کے صفحہ ۲۵ و ۲۶ میں لکھتا ہے بروی الدیلمی فی مسند الفردوس و ابو یعلیٰ مرفوعا:

فَاللَّهُ وَكَلَّ مَنْ كَلَّ عِنْدَ قَبْرِي فَأَذْأَصَلِي عَلَى رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي قَالَ الْمَلِكُ يَا مُحَمَّدَانِ ابْنِ فُلَانٍ صَلَّيْ عَلَيْكَ السَّاعَةَ.

وروی العقيلي والبخاری فی تاریخہ مرفوعا:

ان الله اعطى ملكا من الملئكة اسماء الخلائق في منته علي ابن قاسم ذكره ابن حبان في الثقات وله شواهد اخر جهها ابن ابي شيبة والطبراني ولفظه الطبراني اعطاه اسماء الخلائق كلها وتابع علي بن القاسم قبصة بن عقبة وعبد الرحمن بن صالح الكوفي فالحديث حسن وفي رواية ان الله تعالى جعل الارض كلها كصفحة عند ملك الموت وهو يلتفت الارواح من كل ناحية.

خلاصہ حدیث کا یہ ہے کہ ایک فرشتہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم کے روضہ مقدسہ پر خدا تعالیٰ نے قائم کیا ہوا ہے، جب کوئی آپ پر درود شریف بھیجتا ہے تو فرشتہ عرض کرتا ہے کہ حضور آپ پر فلاں شخص فلاں کے بیٹے نے اس وقت درود شریف بھیجا ہے، اور کہا محدث مذکور نے کہ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے اور ملک الموت کے آگے تمام دنیا ایک طشت کے مانند ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم کے نزدیک تمام دنیا کف دست کی مثل ہے، جیسے حدیث سے گزرا ہے: قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ تمام دنیا کا علم خدا تعالیٰ کے علم سے نہایت درجہ کا قلیل ہے، حق تبارک و تعالیٰ کے علم محیط ذاتی استقلال اولیٰ ابدی کے مقابلہ میں،

مسئلہ: دوسرا غائب کو دور سے پکارنا خطاب حاضر اس کا جواز بھی محدث نے عقائد اہل حدیث کے صفحہ ۲۳ میں لکھ دیا ہے:

وهو هذا السدء، فتجوز لغير الله تعالى مطلقا سواء كان حيا او ميتا ثبت في حديث الاعمى يا محمد صلى الله عليه وآله وبارك وسلم اِنِّي اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلَى رَبِّي وفي حديث آخر يا عباد الله اَعِينُونِي وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ حُسَيْنٌ زُلْ قَدَمُهُ وَامْحُذَاهُ دِينَارَ عَامِلِكَ الرُّومِ الشَّهْدَاءُ اِلَى النُّصْرَانِيَةِ فَقَالُوا يَا مُحَمَّدَاهُ رَوَاهُ ابْنُ الْجَوْزِيِّ مِنْ اصْحَابِنَا وَقَالَ اُوَيْسُ قُرْنِي بَعْدَ وَفَاتِ عَمْرِيَا عَمْرَاهُ يَا عَمْرَاهُ رَوَاهُ هَرَمٌ بْنُ حِيَانَ وَقَالَ السَّعِيدُ فِي بَعْضِ التَّوْلِيعة:

قبیلہ دیں مددے کعبہ ایمان مددے، ابن قیم مددے، قاضی شوکان مددے، اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پچھلے صفیہ نے آپ کے فراق میں اشعار فرمائے ہیں منجملہ جن کے یہ شعر ہے۔

الایہ رسول اللہ کنت رجاءنا وکنت بنا برأولم نلک حجابنا
آگاہ ہو جئے یا رسول اللہ آپ ہمارے امید گاہ تھے اور ہم پر احسان کرنے والے۔

امام شعرانی میزان میں لکھتے ہیں:

محمد بن زین ایک مداح رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم تھا، اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم کو حالت بیداری میں زیارت کرتا تھا، ایک بار اس سے ایک آدمی نے اپنے لئے سفارش حاکم سے چاہی یہ گئے اور حاکم نے ان کو اپنی مسند پر بٹھایا تو اسی دن سے حضور صلی علیہ وسلم کو دیکھنا منقطع ہو گیا اس مقام پر خاص عبارت

میزان کی یہ ہے۔

فلم یزل یطلب من رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم الرؤیة حتی قرء
لہ شعرا فرآہ من بعد فقال تطلب رؤیتی مع جلوسک علی بساط
الظلمة فلم یبلغنا انه راہ بعد ذالک حتی مات۔

یعنی پھر ہمیشہ وہ مداح رسول سوال کرتا رہا حضرت سے کہ اپنا دیدار مبارک
دکھا دیجئے یہاں تک کہ ایک دفع اس نے ایک شعر پڑھا صاحب حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے دور سے زیادت کر لی اور فرمایا تو دیدار کا سوال کرتا ہے اور بیٹھتا ہے ظالموں
کے فرش پر پھر ہم کو خبر نہیں ملی کہ اس کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم
کبھی نظر آئے ہوں یہاں تک کہ وہ مداح آپ کا فوت ہو گیا (انوار ساطعہ صفحہ ۱۸۲)

پس اس سے صاف معلوم ہوا کہ اگر وہ آدمی جن کو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نظر نہیں آتے وہ بھی درخواست کریں اور کہیں!

چہرہ سے پردہ کو اٹھا دیا رسول اللہ مجھے دیدار تم اپنا دکھا دیا رسول اللہ
تو صحیح اور جائز ہے، اگر نیم ملاحظہ ایمان، اس کو شرک بنا دے اور یہ کہے کہ تم
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ و بارک وسلم کو عالم الغیب جاننے والے ہو تو کہو!
اصل عالم الغیب بالذات اللہ تعالیٰ ہی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ رسول کو غیب کی خبر دیتا ہے،
اور اس کو خبر ہو جاتی ہے۔

چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز کی عبارت تفسیر عزیزی کی جواز پر مذکور ہے:
ملاحظہ ہو، کہ آپ ہر امتی کے ایمان کے درجہ اور نیت قصد اخلاص نفاق سب
کو جانتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے حاضر و ناظر اور اس کے مطلع کرنے سے غیب دان اور
متصرف ہیں نہ خود بخود تو اس کو کون عقل کا اندھا شرک کہتا ہے؟

ذرا اپنے امام اثران کی کتاب صراط مستقیم اور رسالہ امت خلافت دیکھ بھال

بات کریں ورنہ شرمائیں اور کھو! ہر قل روم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خط لکھا جو
ہاری شریف میں موجود ہے جس کے یہ الفاظ ہیں:

اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّي اَدْعُوْكَ بِدِیْنِ غَاثَةِ الْاِسْلَامِ اَسْلِمْتَ تَسْلَمَ

حالانکہ وہ روم میں تھا، اور آپ مدینہ منورہ میں اور ہر قل صاحب کشف بھی
تھا، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب وہاں سے معلوم کر لیتا اور ادعو کے معنی ہیں، میں
تم کو پکارتا ہوں موافق حضرات وہابیہ کے کہ یہ لوگ بدعو کے معنی پکارنے کے ہی کرتے
ہیں، تاہم بتائیں کہ کیا یہ شرک تھا، اس کو خطاب حاضر پکارتا لیکن بات یہ تھی کہ جب
ممد اس کے ہاتھ میں خدا دے دے گا تو خطاب صحیح ہو جائے گا پھر جب حضور صلی اللہ
علیہ وسلم ہر دن صبح شام ہمارا ہر قول و فعل خدا تعالیٰ کے معلوم کرانے سے جانتے ہیں تو
آپ مثل حاضر کے ہیں اگرچہ ہماری نظروں میں وہ جمال نہیں آتا ورنہ یہ لوگ خدا
تعالیٰ کو بھی حاضر نہ جانتے ہوں گے کیوں کہ وہ بھی نظر نہیں آتا۔

ہاں..... مولوی اسماعیل سر دفتر وہابیہ اپنی رام پتری کی تقویت الایمان میں
لکھتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے دینے سے بھی ماننا شرک ہے یہ اس کا قول تمام اہل اسلام
کے خلاف ہے مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی کی اس پر تقریظ ہے کہ یہ کتاب عمل کے
باقی ہے، فقیر حلوائی۔

نیز انوار ساطعہ کے صفحہ ۱۸۱ میں حاجی امداد اللہ صاحب سلمہ اللہ کا جو مولوی
رشید احمد صاحب گنگوہی اور مولوی محمد قاسم صاحب مصنف تحذیر الناس اور مولوی محمد
یعقوب نانوتوی مدرس دیوبند وغیرہم چند علماء کے پیر و مرشد ہیں وہ اپنی کتاب ضیاء
القلوب مطبوعہ جھانسی کے صفحہ ۳۹ میں واسطے حصول زیارت رسول مقبول صلی اللہ علیہ
وآلہ وبارک وسلم کے لکھتے ہیں:

بدیں عبارت کہ بعد نماز عشاء با طہارت کاملہ و جامہ نود استعمال خوشہ

ادب تمام رو بسوئے مدینہ منورہ بشیید و نجی از جناب قدس حقیقت محمدی برائے حصول زیارت جمال مبارک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دل را از جمیع خطرات خالی کردہ صورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لباس بسیار سفید عمامہ بنزد چہرہ منورہ مثل بدر بر کرسی نور تصور کند و الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ راست و اصول و السلام علیک یا نبی اللہ چپ الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ در دل خود ضرب کند الخ۔

اور نیز یہی حاجی صاحب سلمہ اللہ نے ایک قصیدہ اردو زبان میں لکھا ہے

جس کا ایک شعر یہ ہے۔

ذرا چہرا سے پردے کو اٹھا دو یا رسول اللہ

مجھے دیدار اپنا دکھا دو یا رسول اللہ

مولوی محمد قاسم نانوتوی کے اشعار بھی وہاں نقل کئے گئے ہیں جن میں یا نبی اللہ وغیرہ خطاب موجود ہیں، انتہی۔

علماء دیوبند نے مولوی رشید احمد وغیرہ کے فراق میں ایک قصیدہ طبع کرایا جس میں خطاب حاضر ہے ان کو پکارا گیا ہے، وہ قصیدہ فقیر کے پاس موجود ہے، علاوہ ازیں اور کتبہاں میں بزرگان دین کا خطاب ثابت ہے، کیا یہ لوگ خدا خواستہ سب کے سب غلطی پر تھے، اگر کوئی منکر کسی آیت یا حدیث سے دکھاوے کہ اعطاء الہی سے مذکورہ امور شرک ہیں تو اس کو ایک ۵۰۰ صد روپیہ انعام دیں گے، وہ اشعار یہ ہیں۔

میرے ہادی میرے مرشد میرے ماوی میرے ملجا

میرے آقا میرے مولی میرے سلطان دونوں

ہے نہماں خاندہ دل گر چہ خراب جستہ

جلوہ فرما ہیں مگر اس میں یہ مہمان دونوں

لوگوں پر ہیں شفیق اور غلاموں پہ فدا

عام ہیں سب کے لئے رحمت رضوان دونوں

ان کی الفت میں مردوں ان کے غلاموں میں انھوں

سینہ صد چاک ہو اور آنکھیں ہوں گریان دونوں

قبر سے اٹھ کر پکاروں جو رشید و قاسم

بوسہ دیں لب کو میرے مالک رضوان دونوں

ہادی خلقی رہیں ان کے غلام و خدام

اور فساد عدد غول بیابان دونوں

یہ قصیدہ مولوی محمد حسین دیوبندی شوقی کا ہے، اور نواب بھوپال کا ابن قیم و

قاضی شوکانی ان شعروں میں مردوں کو در سے پکارنا خطاب حاضر ہو چکا ہے۔

نیز ان شعروں میں شعر اول و دوم میں دیوبندیوں کے پیروں و مرشدوں کا

دل میں حاضر ہونا مصرح ہے، کہ وہ خستہ خطرات والے خواہ ہزار باہوں سب کے دلوں

میں جلوہ فرمایا کرتے ہیں۔

اور شعر تیسرے، چھٹے سے ان کی غلامی کا ثبوت ہے ان دونوں کے لئے اور

قبروں سے اٹھتے ہی غیر خدا کو پکارنا ثابت ہے۔

پس ناظرین انصاف فرمائیں کہ جو باتیں ہمارے لئے شرک بدعت ٹھہریں

اور ان کو یہ حضرات یمن تو حید سمجھیں تو کیا یہ خانہ ساز انصاف و خانگی فیصلہ دے یا نہیں

اگر کوئی مسلمان محبت سے یا رسول اللہ و یا شیخ عبدالقادر جیلانی وغیرہا کہہ بیٹھے تو اسی

وقت ان کو مشرک بنادیں اور خود سب کچھ منہم کر جائیں اور تشہد میں سلام خطاب حاضر

صحابہ کا یہ عمل کرنا خلافت حضرت عثمان ذوالنورین میں ثابت ہے کیا قاسم و رشید خدا کی

رحمت ہو کر ان کے قریب ہو گئے اور وہ رحمت للعالمین قریب نہ ہوئے حالانکہ قولہ

تعالیٰ:

إِنَّ رَحْمَةَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ.

یعنی خدا تعالیٰ کی رحمت نیکوں کے قریب ہے۔

ہاں شاید یہ حضرات قائم اور رشید کے سوا حضور کو بھی رحمت الہی نہ سمجھتے ہوں پس ایسے گمراہوں کے پیچھے اگر کسی نے اہل سنت والجماعت سے سوا بھی نماز پڑھی ہو تو بھی وہ نماز واجب الاعداد ہے۔

مسئلہ نور

سورہ مائدہ میں خدا تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نور فرمایا اور تفاسیر معتبرہ میں نور سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

دیکھو تفسیر جلالین، خازن، مدارک، سراج السیر اور روح البانی جلد ۲ مطبوعہ مصر کے صفحہ ۲۷۲ میں فرمایا:

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَعَظِيمٌ وَهُوَ نُورُ الْأَنْوَارِ وَالنَّبِيِّ الْمُخْتَارِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور زرقانی شرح مواہب لدنیہ جلد تیسری مطبوعہ مصر کے صفحہ ۱۷۱ میں:

وقال الاشعري: نُورٌ كَيْسٌ كَمَا لَا أَنْوَارٍ.

یعنی وہ نور عظیم نبی مختار نور الانوار۔

دوسرے نوروں کی مثل نہیں۔

وفال ابن عباس عند ابن مردويه وابن سعيد وابن جبير وكعب

الاحبار قوله تعالى: مثل نور ه كمشكاة المراء بالنور هنامحمد صلى الله عليه وآله وسلم.

یعنی ان چاروں محدثوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کیا:

مثل نورہ سے مراد نور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہے

حضور جب نماز تہجد کے لئے اٹھتے، تو دعا مانگتے تھے۔

اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي نُورًا يَا بَنِي نُورٍ اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي نُورًا.

صفحہ ۶۷ حصن حصین مطبوعہ لکھنؤ اس کی شرح میں میرک شاہ لکھتے ہیں:

واجعل لی نوراً، مگرداں مرانور.

یعنی نورانیت خود آنچناں نصیب کن کہ ظاہر و باطن و جسم و روح و ذر و زیر

و پیش و پس مراد گیرد بلکہ عین نور گردد و ہو یحکل ضعیف و ضعیط اور وہ نور مبارک محیط

اور گھیرنے والا ہو تمام اشیاء کو اور وہ نور مبارک ہر شئی پر محیط ہے، اس زیادتی کو نسانی

اور حاکم نے نقل کیا۔

چونکہ خدا تعالیٰ کا نام پاک بھی نور ہے اور حضور کا بھی نور تفسیر دانی میں مولانا

روف احمد نقشبندی لفظ جاء مکم من اللہ نور کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

وہ اس نام رکھنے کی یہ ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نور آپ کا پردہ عدم

سے باہر لایا پھر تمام علم اس نور سے ظاہر فرمایا:

أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورِيَّ وَخَلَقَ الْخَلْقَ مِنْ نُورِيَّ.

اسی لئے حقیقت محمدی حیثیت الحقائق ہے، صفحہ ۳۶۹۔

مواہب لدنیہ میں آپ کے اسماء شریف کے بیان میں فرمایا:

آپ کا اسم شریف قیوب بھی ہے۔

وَالْقَيْبُ هُوَ شَاهِدُ الْقَوْمِ وَنَاطِرُهُمْ وَضَعِيَّتُهُمْ.

اور شرح زرقانی جلد ۳ صفحہ ۷۲ مطبوعہ مصر میں اس کے تحت میں فرمایا:

لأنه صلى الله عليه وسلم شهيد على امته ناظر لما عملوا الى

قوله اصله النقب، النقب الولع، فنقب القوم هو الذي ينقب عن احوالهم

لوعلم ما خفی منہما:

صلوات الصفا فی نور المصطفیٰ مطبوعہ بریلی میں فرماتے ہیں:

امام مالک کے شاگرد اور احمد بن حنبل کے استاد رضی اللہ تعالیٰ عنہما نیز امام بخاری و مسلم کے استاذ الاستاذ حافظ الحدیث عبدالرزاق ابو بکر بن ہمام نے اپنی مصنف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے:

قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخْبِرْنِي أَلَمْ تَأْمُرْ أَخْبِرْنِي عَنْ أَوَّلِ شَيْءٍ خَلَقَهُ اللَّهُ قَبْلَ الْأَشْيَاءِ.

قَالَ: قَدْ خَلَقَ اللَّهُ تَعَالَى قَبْلَ الْأَشْيَاءِ نُورَ نَبِيِّكَ مِنْ نُورِهِ فَجَعَلَ ذَلِكَ النُّورَ يَدُورُ بِالْقَدَرَةِ حَيْثُ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى وَلَهُمْ يَكُنْ ذَلِكَ الْوَقْتُ الْوَحْدُ وَالْقَلَمُ وَلَا حِجَةَ وَلَا مَلِكَ وَلَا سَمَاءَ وَلَا أَرْضَ وَلَا شَمْسَ وَلَا قَمَرَ وَلَا جَنَ وَلَا أُنْسَ فَلَمَّا أَرَادَ اللَّهُ تَعَالَى أَنْ يَخْلُقَ الْخَلْقَ قَسَمَ ذَلِكَ النُّورَ أَرْبَعَةَ أَجْزَاءَ فَخَلَقَ مِنَ السَّجْوَةِ الْأَوَّلِ الْقَلَمَ وَمِنَ الثَّانِي اللَّوْحَ وَمِنَ الثَّلَاثِ الْعَرْشَ ثُمَّ قَسَمَ السَّجْوَةَ الرَّابِعَةَ أَرْبَعَةَ أَجْزَاءَ فَخَلَقَ مِنَ السَّجْوَةِ الْأَوَّلِ حَمَلَةَ الْعَرْشِ وَمِنَ الثَّانِي الْكَرْسِيَّ وَمِنَ الثَّلَاثِ بَاقِيَ الْمَلَكَةِ ثُمَّ قَسَمَ الرَّابِعَةَ أَرْبَعَةَ أَجْزَاءَ فَخَلَقَ مِنَ الْأَوَّلِ السَّمَاوَاتِ وَمِنَ الثَّانِي الْأَرْضِينَ وَمِنَ الثَّلَاثِ السَّجْوَةَ وَالثَّانِي قَسَمَ الرَّابِعَةَ أَرْبَعَةَ أَجْزَاءَ فَخَلَقَ مِنَ الْأَوَّلِ نَوْرَ ابْصَارِ الْمُؤْمِنِينَ وَمِنَ الثَّانِي نَوْرَ قُلُوبِهِمْ وَهِيَ مَعْرِفَةُ اللَّهِ وَمِنَ الثَّلَاثِ نَوْرَ الْفَهْمِ وَهُوَ التَّوْحِيدُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ فَالْعَرْشُ وَالْكَرْسِيُّ مِنَ نُورِي وَالْكَرُوبِيُّونَ وَالرُّوحَانِيُّونَ مِنَ الْمَلَكَةِ مِنَ نُورِي وَمَلَكَةُ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ مِنَ نُورِي وَالسَّجْوَةُ وَمَا فِيهَا النَّعِيمُ مِنَ نُورِي إِلَى..... الْحَدِيثِ.

یعنی جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میرے ہاں باپ حضور پر قربان ہوں انجھے سے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کیا چیز بنائی؟ فرمایا:

جابر بیشک اللہ نے تمام مخلوق سے پہلے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔

پھر وہ نور قدرت الہی سے جہاں خدا نے چاہا دورہ کرتا رہا اور اس وقت لوح کلم جنت دوزخ فرشتے آسمان زمین سورج چاند جن و انس کچھ نہ تھا، پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے فرمائے پہلے سے قسم دوسرے سے لوح تیسرے سے عرش بنایا۔

پھر چوتھے حصے کے چار حصے کئے پہلے حصے سے فرشتگان جالین عرش دوسرے سے کرسی تیسرے سے ہائی ملائکہ پیدا کئے، چوتھے کے چار حصے فرمائے پہلے سے آسمان دوسرے سے زمین تیسرے سے بہشت دوزخ بنائے پھر چوتھے کے چار حصے کئے پہلے سے نور ابصار مومنین دوسرے سے ان کے دلوں کا نور اور وہ معرفۃ الہی ہے اور تیسرے سے ان کی جانوں کا نور تو حید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

پس عرش اور کرسی میرے نور سے ہیں اور ملائکہ کروبیون روحانی میرے نور سے اور ملائکہ آسمانوں اور زمینوں کے میرے نور سے، جنت اور جو کچھ ان میں ہیں سب میرے نور سے ہیں آخر حدیث تک۔

اور یہ حدیث امام بیہقی نے بھی دلائل النبوة میں روایت کی ہے اس کی مثل اور امام قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں اور امام حجرکی نے افضل القری میں اور علامہ قاسی نے مطالع المسرات میں اور علامہ ذرقانی شرح مواہب میں علامہ دیار بکری نے توحید میں اور شیخ محقق دہلوی نے مدارج النبوة میں اس حدیث سے استشہاد کر کے اس

پر اعتماد فرماتے ہیں تو بلاشبہ یہ حدیث حسن صالح مقبول معتد ہے، تلقی العلماء بالقول وہ شے عظیم ہے جس کے بعد سند کی حاجت نہیں رہتی بلکہ سند ضعیف بھی ہو تو حرج نہیں کرتی اور سید عبد الغنی نابلسی قدس سرہ العزیز حدیث سند یہ شرح طریقہ محمد یہ میں فرماتے ہیں:

قد خلق كل شئ من نور صلى الله عليه وسلم كما ورد به الحديث الصحيح ذكره في الحديث الثاني بعد النوع الستين من آفات اللسان في مسئلة ذم لطعام صفحہ ۴۰۳، پوری حدیث شرح قصیدہ بردہ میں منقول ہے۔

نیز آصف بن برخیا نے ایک آن سے پہلے تحت بلیقہ اس قدر مسافت بعید سے حاضر کر دیا اور حضرت شیر خدا نے تختہ درخیر اکھاڑ کر ذہال بنائی یہ قوت خدا تھی یا اور کوئی؟ نہ اور کچھ، تو لہ تعالیٰ:

فَقُلْ اَعْمَلُوا فَمَا تَسْزِي اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ. التوبہ ۱۰۵
تو آپ فرمادو! دیکھتا ہے اللہ عمل تمہارے نیک و بد اور پیغمبر اس کا اور مومنین دیکھتے ہیں۔

موضع القرآن اور تفسیر روح المعانی میں ہے:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کو خدا تعالیٰ مطلع کرتا ہے ان کے اعمال پر، صفحہ ۲۷ جلد ۳۔

مدارک علی الخازن میں ہے:
ای فان عملکم لا یخفی کان خیرا او شرا علی اللہ وعبادہ۔
عمل اچھے ہوں یا برے اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں پر مخفی نہیں۔
خازن کے صفحہ مذکورہ میں فرمایا:

ان رؤیة رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم في اطلاع الله اياه على اعمالكم.
اور دیکھنا حضور کا تمہارے اعمال کو اللہ تعالیٰ کے مطلع کرنے سے ہے۔

فائدہ: پس فرق بین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کا علم بلا ذریعہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم بالذریعہ ایسا ہی اولیاء اللہ کا چنانچہ ابن کثیر نے روایت کی ہے:
بندوں کے اعمال ان کے خویش و اقارب کے پیش کئے جاتے ہیں۔
تفسیر تہذیب البیان صفحہ ۳۰۵ دیکھ گے۔

اللہ عمل تمہارے نیک ہوں یا بد بعد صادر ہونے کے اور دیکھے گا پیغمبر خدا اور مومنین اس لئے کہ خدا تعالیٰ پیغمبر کو اور مومنین کو خبر دے گا، کہ وہ بھی جانتے ہوں گے۔
تفسیر روح البیان مطبوعہ استنبول صفحہ ۹۳ میں فرمایا:

فما للهِ تعالیٰ یراہ بتور الوہیتہ وروح الرسول علیہ الصلاۃ و السلام یراہ بتور نبوتہ و ارواح المؤمنین بتور ایمانہم۔
یعنی اللہ تعالیٰ نور الوہیت سے دیکھتا ہے، اور حضور نور نبوت سے اور مومنین نور ایمان سے۔

اور تفسیر عرائس البیان کے صفحہ ۲۸۳ میں ہے:
مراتب العلوم الالہیۃ علی ثلاثۃ اقسام استائر قسما لنفسہ و قسما لرسولہ و قسما لاولیائہ و قسما استائر لنفسہ فهو العلم القدیم و احاطت نظرہ القدیم علی کل محدث ولا یخفی الضمائر و ما یجرى بہ فی السرائر علما و یغیر علة الاکتساب ثم استائر لانبیائہ بتور منہ یرون بہ فیرى قلوبہم بہ اعمال الخلاق فی الخلوات و ما فی قلوبہم

من العينيات عيانا بالفراسة الصادقة وذلك نور الصفات الخ .

تفسیر کبیر بیضاوی، نیشاپوری، تاج التھامیر، جلالین، کلینی، عباسی، جامع البیان خلاصہ روانی، حسینی، سراج المعتبر، درمنثور، ابن جریر، صادی حاشیہ جلالین و جمل وغیرہ اسب مفسر اس کے قائل ہیں:

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء اللہ کے علم کا عطف خدا تعالیٰ کے علم پر ہے، اب یہ مشرک قرآن سے کہاں نکال سکتے ہیں؟
تفسیر کبیر میں تحت قولہ تعالیٰ:

وَمِمَّنْ حَوْلَكُم مِّنَ الْأَعْرَابِ الْمُتَافِقُونَ وَعَنِ السَّيِّدِ عَنِ ابْنِ مَالِكٍ فَقَالَ أَخْرَجَ يَا فُلَانُ فُلَانَكَ مُنَافِقًا أَخْرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ نَا مَارِضَهُمْ تَفْسِيرُ كَبِيرِ جُلْد ۲ مطبوعہ مصر۔
تفسیر در منثور مطبوعہ مصر صفحہ ۱۷۱ جلد سوم میں ہے:

وَمِمَّنْ حَوْلَكُم مِّنَ الْأَعْرَابِ.....الآية اخرج ابن جرير وابن
ابى حاتم والطبرانى فى الاسط وابو الشيخ وابن مردويه عن ابن عباس
رضى الله تعالى عنهما فى قوله وَمِمَّنْ حَوْلَكُم مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ
.....الآية قال: قام رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يوم الجمعة خطيبا
فقال: قُمْ يَا قَلَانُ فَأَخْرِجْ فَإِنَّكَ مُنَافِقٌ فَأَخْرَجَهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ فَقَضَاهُمْ
وَلَمْ يَكُنْ عُمَرُ بْنُ خَطَّابٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ شَهِيدَ ذَلِكَ الْجُمُعَةِ
لِحَاجَتِهِ كَانَتْ لَهُ فَلَقِيَهُمْ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَهُمْ يَخْرُجُونَ مِنَ الْمَسْجِدِ
فَاسْتَحْيَاهُمْ اسْتَحْيَاهُ أَنَّهُ لَمْ يَشْهَدْ الْجُمُعَةَ وَظَنَّ النَّاسُ قَدْ انْصَرَفُوا
اغْتَشَوْا مِنْ عُمَرَ وَظَنُوا أَنَّهُ قَدْ عَلِمَ بِأَمْرِهِمْ قَدْ دَخَلَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
الْمَسْجِدَ فَإِذَا النَّاسُ لَمْ يَنْصَرَفُوا فَقَالَ الرَّجُلُ: أَبَشِّرْ يَا عُمَرُ فَقَدْ فَضَحَ اللَّهُ

وأخرج أبو الشيخ عن أبي مالك رضي الله عنه في قوله
عَذَابُهُمْ مُرْتَبِنٌ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يُعَذِّبُ
السَّاقِطِينَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِلِسَانِهِ عَلَى الْمِنْبَرِ وَعَذَابُ الْقَبْرِ.

منتهی استند او

منکرین اپنے مردہ پیشواؤں سے اُنکے بعیدہ سے خطاب حاضر استمداد کرتے ہیں اور مومنین اگر نزارِ رسول اللہ، یا شیخ عبد القادر کہیں تو صحت ان پر آدمی شرک لگا دیتے ہیں، اور یہ ان کا خاندان ساز انصاف ہے۔

دوسرا مکرین نفی استمداد و نداء، مخاطب حاضر و غیرہ یا کو جن فقہاء کے قول سے ناجائز قرار دیتے ہیں، وہ قرآن و احادیث و اجماع و مشائخ کے خلاف ہے چنانچہ شیخ محمد صالح عیسیٰ قدس سرہ العزیز ترجمہ مشکوٰۃ شریف جلد اول مطبوعہ نول کشور کے صفحہ ۷۴۲ میں فرماتے ہیں:

وَأَمَّا يُنْذِرُ أَهْلَ قُبُورٍ وَغَيْرِنِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَعْيُنِهِمْ
عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مُنْكَرٌ شَدِيدٌ أَنْ يَأْتُوا بِسَبَّارٍ فَقَهَاءُ إِلَى قَوْلِهِ وَأَثْبَاتٌ
كَرْدَهُ أَنْ يَأْتُوا بِمَشَائِخِ صُوفِيَةٍ قَدِمَ اللَّهُ أَسْرَارَهُمْ وَبَعْضُ فَقَهَاءٍ رَحِمَهُمُ اللَّهُ
الْجَمْعَيْنِ وَابْنِ أَمْرٍ مُحَقِّقٍ وَمَقْرَرٍ أَسْتَزِيدُ أَهْلَ كَشْفٍ وَكَمَالٍ أَزِيدُهُمْ
أَنَّهُمْ بَسِيرٌ وَاقِفُوضٌ وَفَتْوحٌ أَزِيدُهُمْ رَسِيدَةً وَابْنِ طَائِفَةٍ دَرِاصِطِلَاحٍ
أَيْشَانِ أَوْبَسِي خَوَانِدٍ وَجِهَارِ كَسٍّ أَزِيدُهُمْ مَشَائِخِ تَصَرُّفٍ مَيِّكُنْدٍ فِي قُبُورِ خُودِ
نَقْلِ دَرِزِي مَعْنِي أَزِيدُهُمْ طَائِفَةٍ بِيَشْتَرِ أَزَانِ اسْتِ كِه حَضَرِ وَاحْتِضَا كَرْدَةٍ

شود و یافتہ نمی شود در کتاب و سنت و اقوال سلف کہ منافعی و مخالفی
ایں باشد و رد کنند این را و تحقیق ثابت شدہ است باینک و احادیث کہ
روح باقیست اورا علم و شعور بزازان و احوال ایشان ثابت است و ارواح
کا ملان را قرب و مکانت در جناب حق ثابت است چنانکہ در حیات بود
با بیشتر از ان و اولیاء کرامات و تصرف در اکوان حاصل است و آن نیست
مگر ارواح ایشان را بقا است،

در متصرف حقیقی نیست مگر خدا عز شانه و ہمہ بقدرت
اوست و ایشان فانی اند در جلال حق در حیات و بعد از ممات پس اگر
داده شود مراد حدی را چیزی بوساطت یکے از دوستان حق و مکانتی کہ
نزد خدا دارد، دور نہ باشد چنانکہ در حالت حیات بود و نیست فعل فعل
و تصرف در هر دو حالت حق را اجل جلاله و غم نوائه بقدر الحاجت ۔

علامہ ابن حاجہ مدخل کے جلد اول صفحہ ۱۲۶ مطبوعہ مصر میں فرماتے ہیں:

ولا یغیب من قصده ولا من ینزل ساحته ولا من استعان
او استغاث بہ ۔

یعنی نامر او نہیں جاتا جو حضور کی طرف قصد کرے اور آپ سے مدد چاہے،
آپ کی جناب سے فریاد کی چاہے۔

ایسا ہی شیخ عبدالحق قدس سرہ العزیز تکمیل الایمان شرح عقائد نشی میں
فرماتے ہیں:

و مشائخ صوفیاء قدس اللہ اسرارہم گویند کہ تصرف بعض اولیاء اللہ در اور برزخ
دائم و باقی است تو سل و استمداد ثابت و مؤثر،

نیز مکررین حضرت عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فقط منافقانہ مانتے ہیں، اگر

کہ مانتے تو ان کے تصرفات سے انکار نہ کرتے چنانچہ آپ اپنی کتاب فتوح
الحق کے مقالہ چہارم میں بعد بیان کرنے فناء کلی کے فرماتے ہیں:

فحينئذ تستحيي حيوة لا تموت بعدها وتغني غناء لا فقر
بعده وتراح براحة لا شقا بعد ما تنعم بنعيم لا يوس بعده وتومن اعتالا
بعاف بعده وتسعد فلا تشقى وتعز فلا تلذل وتقرب فلا تبعد وترفع فلا
توضع وتعظم فلا تحقر وتطهر فلا تدنس فتحقق فيك الاماني
والصدق الاقاريل فتكون كبريتا احمر فلا تكاد تری وعزيزا فلا تماثل
وغير هذا فلا تشارك ووحيدا فلا تتجانس فرد الفرد وتر الوتر غيب
الغيب سر السر في حينئذ تكون وارث كل رسول ونبي وصديق بك
بحکم البولاية واليك تضد الابدال وبك تنكشف الكروب وبك
تسقى الغيوب وبك ترفع البلاء والمحن عند الخاص والعام واهل
الغور ووعايا والائمة وسائر البرايا فتكون شحنة البلاد والعباد
في طلبك اليك الرجال بالسعي والرجال والايدي بالبذل والعطاء
والخدمة باذن فالق الاشياء في سائر الاحوال السن باكر الطيب
والحميد والثناء في جميع المحال ولا يختلف فيك الاثنان من اهل
الايمان ياخير من مسكن البراري والعمران وحال ذالك فضل الله والله
ذو الفضل العظيم ملخص۔

خاصہ اس کا یہ ہے کہ جب تو اپنی خواہش سے فنا ہو جائے گا تو زندگی ایسی
دی جائے گی جس کے بعد موت نہیں، اور تو گری دیا جائے گا جس کے بعد محتاجی نہیں
ملا کیا جائے گا جس کے بعد ممانعت نہیں، خوش و غم کیا جائے گا جس کے بعد غم نہیں
علم دیا جائے گا جس کے بعد جہل نہیں، عزت دیا جائے گا جس کے بعد ذلت نہیں

قریب کیا جائے گا جس کے بعد دوری نہیں بزرگ کیا جائے گا جس کے بعد حقارت نہیں، آرزوئیں ثابت ہوں گی یعنی جو کوئی آرزو خواہش جس مدعا کی کرے گا وہ تیرے سے پائے گا اور لوگوں کی باتیں تیرے حق میں درست اور راست آئیں گی تو گندھک سرخ ہو جائے گا جس سے مس سونا ہو جاتا ہے، اور تھکیل کے مرتبہ کو پائے گا، اور درو پڑوں کو نزدیک کرے گا اور مجھوروں کو داخل کرے گا، عزیز ہو جائے گا، کہ تیری شرکت اور برابری نہ کی جائے گی اور نہ کوئی تراجم جنس کیا جائے گا۔

چنانچہ آپ نے مرض موت میں فرمایا:

مجھے کسی پر قیاس نہ کرو، میں تمہاری عقلوں سے دور ہوں یگانہ اور طاق ہوگا غیب یعنی تو قطب الاقطاب ہو جائے گا، اور تیرا مقام سب سے اونچا ہوگا اور تو اس وقت تمام رسولوں اور صدیقوں کا جانشین اور وارث ہوگا اور تیرے اوپر ولایت ختم ہوگی اور تیری طرف ابدالوں کی بازگشت ہوگی، تیری ہمت سے غم و اندوہ اور مصیبتیں کھولی جائیں گی اور تیری برکت سے بارشیں ہوں گی اور تیری مدد سے سختیاں اور بلائیں دور ہوں گی خاص اور عام سے صاحب سرحدوں اور پیشواؤں اور ان کے گرد ہوں سے اور شہروں کی مہمات اور مشکلات حل کرنا تیرے سپرد ہوں گے تو تیری طرف لوگوں کے قدم جلدی جلدی چلیں گے اور تیرے سے مقصود حاصل کریں گے اور لپے ہوں گے تیری طرف ہاتھ بڈل مال، عطا، خدمت سے اور تیری حمد و ثناء میں زبانیں گویا ہوں گی اور یہ فضل ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

یہ خلاصہ ہے ترجمہ شیخ عبدالحق قدس سرہ العزیز کے ترجمہ فارسی کا دیکھو، صفحہ ۲۰ سے ۲۵ تک مطبوعہ نولکھور اور تفسیر عزیزی صفحہ ۸۰ جلد اولی مطبوعہ محمدی لاہور تحت قولہ تعالیٰ تو ایسا کہ نستعین کے فرماتے ہیں:

دریں جاہ باید فہید کہ استعانت از غیر بوجہی کہ اعتماد بران غیر باشد اور مظہر

ہو ان الہی عند انتہ حرام است و اگر انکشاف محض بجانب حق است و اور ایسے از مظاہر عون دانستہ و نظریہ کارخانہ اسباب و حکمت اللہ تعالیٰ وراں نمودہ بغیر استعانت ظاہری نماید و دراز عرفان خود ہد بود و در شرع نیز جائز و دادہ است و انتہیاء و اولیاء اس نوع استعانت علی کردہ اند و در حقیقت اس نوع استعانت بغیر نیست بلکہ استعانت بخصرت حق است بغیر۔

یعنی اولیاء اللہ کو اگر مدد الہی کے ظہور کی جگہ سمجھ کر ان سے مدد مانگی جائے اور کارخانہ حکمت الہی اس میں سمجھ کر استعانت ان سے کی جائے تو یہ مدد مانگنی بغیر سے نہیں کہلاتی بلکہ خاص اللہ تعالیٰ کی ہی مدد ہوتی ہے اور اس طرح نبی ولی مدد غیر سے مانگتے رہے یہ معرفت سے دور نہیں۔

یہ خلاصہ اس عبارت کا ہے۔

صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔

کتبہ فقیر صادق اللہ ری محمد نبی بخش حلوانی

مؤلف تفسیر نبوی شریف

بیرون دہلی گیٹ متصل کو توالی جدید مسجد گھاس منڈی لاہور

حامد او مصلیا و مسلما

اما بعد زید پر کید عقیدہ ناپاک اور نہایت بے باک ہے قرآن مجید میں قولہ

تعالیٰ ہے:

فَلْجَاءَ نَحْمُ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ

حضور پر نور شفیق یوم النشور کو نور سے تعبیر کیا ہے، اور سراج منیر سے ملقب فرمایا

ہے اور تو اتر سے ثابت ہے کہ جسید مبارک اطہر و انور کا سایہ نہ تھا نہ دھوپ میں نہ چاند

میں کہا قائلوا ثابت ہے۔

ما جسر بظل احمد اذیال فی الارض کرامتہ کما قالوا
وهذا عجب وکم من عجب والانس فی ظلمہ قبالوا
خراشاں سرور آں از سایہ آزاد جہاں در سایہ آں سرور آزاد
نور دو قسم ہے: حسی و معنوی۔

حسی بھی دو قسم ہے: حسی باطنی، حسی ظاہری
حسی ظاہری، جیسے: آفتاب کا نور چاند کا نور چراغ کا نور
حسی باطنی، جیسے: حجر اسود شریف و مصلیٰ ابراہیم کا نور جب یہ آسمان سے
اترے جہاں تک ان کی روشنی پھیلی حد حرم قرار پائی
حسی معنوی جیسے وضو کا نور نماز کا نور قرآن مجید کا نور
صحیح حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن سورۃ کہف تلاوت کرے
پڑھنے والے کی جگہ سے لے کر خانہ کعبہ تک دوسرے جہاد اور تین دن زائد تک نور رہتا
ہے حضور پر نور منبع انوار معدن کل انوار اور جامع جمع قسم کے انوار تھے۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امام الانمۃ کاشف الغمۃ سراج
الانۃ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے قصیدہ ندائے میں فرماتے ہیں۔

انت الذی من نورک البدر اکتسی
والشمس مشرقہ بنور بھا کا

ترجمہ: آپ وہ ذات مبارک ہیں کہ آپ کے نور سے چاند نے نور کا لباس پہنا
اور سورج نے آپ کے جمال مبارک کی ضیاء سے چمک پائی۔
شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کلیمے کہ عرش فلک طور او ست

ہمہ نور ہا پر تو نور او ست

صلی اللہ علیہ وسلم

ایک زید عقیدہ نہ مانی ہے نہ خفی۔

(۲) روئے زمین پر مسلمانوں کے بیوت میں حاضر ہونا خاصہ خدا نہیں ملک
امت اور ابلیس لعین کے لئے مخالفین یہ روئے نص شرعی تسلیم کرتے ہیں، اگر یہ شرک
ہے تو کیا ابلیس اور ملک الموت علیہ السلام وہابیہ مذہب میں خدا کے شریک ہو سکتے ہیں
فرش سے فرش اور شرق سے غرب تک یہ حدیں ہیں اس محدود علم کو مختص بہ خدا جانا خود
لغری ہے، کیوں کہ خدا تعالیٰ کا علم بے حد بے نہایت ہے۔
علماء فرماتے ہیں:

کالشمس فی وسط السماء وفورھا

یغشی البلاد مشارق وغارب

مثل سورج کے جوچ آسمان کے ہو اور اس کی روشنی تمام مشرق و مغرب کے
باد پر پڑتی ہو۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور اپنے نور سے
بہا کیا تمام انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے مستفید
ہوئے، تو کوئی چیز حضور کے نور سے مخفی نہیں بلکہ حدیث قدسی ہے: یسی بسمع و یسی
بصر حضور کے غلاموں کے لئے یہ منزلت ثابت کرتی ہے۔

حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا، بار سایۃ الحجل
مسافت بغیدہ سے ساریہ کو دیکھنا اور اس کو اپنی آواز پہنچانا مشہور و معروف ہے، جس
سے انکار نہ کرے گا مگر عقل سے بجانب یارین میں مدائن۔

(۳) حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام الی یوم النشور سے استغاثہ و توسل

حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر الی یومنا ہذا تمام مشائخ عظام و علماء

کرام میں شائع و ذائع ہے اس پر آیت:

وَكَاوَلُوا مِنْ قَبْلِ يَسْتَفِيحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا..... الآية

شاہد عدل ہے۔

جو کچھ مولانا خطیب جامع مسجد وزیر خان و مولوی نبی بخش صاحب علوانی

نے تحریر کیا ہے منصف حق کے لئے کافی وافی ہے اور متعصب باطل مجد کے لئے ایک

دفتر بھی کافی نہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

فقیر محمد یعقوب سلامت پوری

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مَكَرَاهِ الْمُؤْمِنُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ حَسَنٌ

بہر رنگ کہ خواہی جانہ ے پوش

من انداز قدرت را ے شام

السَّهْمُ الشَّهَابِي

عَلَى

جَدِّهِ الْوَهَّابِي

مَلَقَبٌ بِعَشْرَةِ كَامِلَةٍ

ہے کلک رضا خیر خوں خوار برق
اعداء سے کہہ دو خیر متائیں نہ شر کریں

ایک غیر مقلدہ وہابیہ عورت کا پوری شریعت پر مزہ دار عمل

ابتدائیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بِفَضْلِہ تَعَالٰی یہ تافح رسالہ ہدایت قبالہ اصلی حقیقت وہابیت کا فرق بتانے والا مکتبی بہ السہم الشہابی علی خداع الوہابی مکتب بہ عَشْرَةَ کَامِلَةً ہے۔ جس میں مولوی احمد علی دروازہ شیر انوالہ لاہور کے رسالہ اصلی حقیقت کا مکمل رد اور مولوی صاحب کا حقیقت نما وہابیت فروش ہونا ثابت کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ

(۱) ہر بدعت بدعت سید نہیں۔

(۲) اصل اشیاء میں اباحت ہے۔

(۳) نیک کام برے کام کی مقارنت سے بُرا نہیں ہو جاتا۔

(۴) تعالٰیٰ اہل حرمین باعثِ جنت ہے۔

(۵) تقلید کی صحیح حقیقت۔

(۶) قول امام اذا صح الحدیث فهو مذہبی کا مطلب۔

(۷) ایصالِ ثواب، تیجہ، دسواں، گیارہویں۔

(۸) مجلس میلاد و قیام۔

(۹) استمداد از اولیاء کرام۔

(۱۰) حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی عہدیت و بشریت کی حقیقت وغیرہ بیان کر کے ان امور کے کرنے کو واضح کر دیا گیا ہے اور اس میں احمد علی کثرت اور علی رد ذکر

دیا ہے تاکہ عوام اُن کے جال سے بچیں اور اپنے ایمان کی حفاظت کریں۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور اہل حق کے لئے انکشافِ حق کا سبب بنائے، آمین!

مولوی ابو الکلام آزاد، مولانا صاحب فاضل رضوی (الوری)

اصلی حقیقت کا مکمل جواب

مولوی احمد علی مہاجر ہندی ساکن دروازہ شیر انوالہ لاہور نے ”اصلی حقیقت“ نام سے ایک ۳۸ صفحہ رسالہ عرصہ ہوا کہ شائع کیا تھا اور انجمن اہل حق نے مختصر جواب اپنے رسالہ نمبر ۶ مکتبی بہ ”آفتابِ قہر جات“ میں دیا تھا۔ لیکن اکثر اُحباب نے درخواست کی کہ اس رسالہ کا مکمل اور مکمل جواب لکھا جائے۔ چنانچہ ان کے اصرار پر یہ رسالہ لکھ کر ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔

مہاجر ہندی صاحب نے ذیل عنوان ”اسلام پنجاب کے ضروری ارکان“، مسلمانانِ لاہور کو پانچھٹوس اور بارشندگان پنجاب کو پانچھٹوس مندرجہ ذیل امور کو ارکانِ اسلام ماننے کا الزام لگایا ہے اور اپنے زعمِ باطل سے اُن کو بدعتی بُے دین بتایا ہے ہمیں اس کی شکایت نہیں کہ انہوں نے یہ کیوں لکھا اس لئے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں یہ عام وہابیہ نجدیہ دیوبندیہ کا قدیمی شیوہ ہے کہ وہ اپنی تحریرات میں نہ صرف عامہ مسلمین بلکہ اُغویاء کرام اور اولیاءِ ذوی الاجرام کو بُرا بھلا کہتے عتو بین و حقیر کرنے میں دریغ نہیں کرتے پس اگر ہم غریب سنیوں کو بُرا بھلا لکھ کر دل آزاری کریں تو کیا تعجب ہے لیکن یہ بتادینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے علم میں پنجاب میں بھی اسلام کے وہی ارکان ہیں جو مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ زاد اللہ لہما تعظیما و تشریفا میں اسلام کے ارکان

مانے جاتے ہیں اور جو کتب عقائد میں مذکور ہیں اس دل ازار رسالہ میں مولوی صاحب نے عالمائے طریق تحریر کو ترک کر کے حنفی مسلمانوں بالخصوص داعستان صوفیائے کرام رضوان اللہ علیہم کی طعنہ زنی سے کام لیا ہے کاش! آپ کو معلوم ہوتا کہ

طعنہ زنی شیوہ جہلاء زمان است علماء ہر

مردانہ وار بدلائل شرعیہ باید پرداخت

تو ایسا نہ کرتے جن امور کا اس رسالہ میں ذکر ہے وہ کوئی آپ ہی کی جدت طرازی اور آفرینی طبع کا نتیجہ نہیں بلکہ فرقہ و ہابیہ نجدیہ دیوبندیہ ہمارے صلحاء کرام کے اذکار و وظائف مستحسنہ پر اپنی شقاوت قلبی کے باعث بھیجے ہوئے جہنم اعتراضات کرتے چلے آئے ہیں۔

چنانچہ تقویۃ الایمان مضمّنہ السلیل دہلوی اسی قسم کے فوائد فساد آمیز سے مملو ہے جن کے مد ہادندان جسک جواب حنفی علماء کرام نے لکھے مگر چند روز گزرنے پر جب وہ باتیں عوام کو فراموش ہو جاتی ہیں تو فرقہ و ہابیہ اور ان کے وظیفہ خوار معاونین کسی دوسرے لباس میں عیسائیوں کی طرح از سر نو اس فتنہ کو تازہ کرنے کیلئے کوئی رسالہ یا اشتہار چھاپ کر مفت تقسیم کر دیتے ہیں تاکہ اسلام سے بے خبر عوام بے آسانی دایم ترویج میں پھنسیں چنانچہ مولوی صاحب کا یہ رسالہ ”اصلی حقیقت“ بھی اسی قسم کے صیاد کیا د کے دایم ترویج کا ایک دانہ ہے۔

بہر رنگ کہ خواہی جامہ می پوش

من انداز قدت رامی شام

اُمید ہے کہ مولیٰ عزوجل مولوی صاحب کے اصلی حقیقت کے مخاطبات سے

تمام مسلمانوں کو اسی رسالہ کے ذریعہ ہدایت اور مولوی صاحب کو قریب رجوع الی الحق ملّا فرمائے۔ یقین ہے کہ مسلمان اس رسالہ کو شروع سے آخر تک بغور مطالعہ فرما دیں گے۔

والسلام

حرزہ العبد الراعی و جمعہ ربہ القوی

(نوٹ: اگر کاتب مہر (محمد منی حنفی) دہلوی)



صحیح تقلید اور سچا اسلام بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله الرؤف الكريم ليلا ونهارا والصلاة والسلام الانثان
الاكملان على حبيبہ الوجيہ العطوف الرحيم محمد واله سرا وجهارا
اما بعد ان اريد الاصلاح ما استطعت وما توفيقى الاله
نحى المقدور حسب بهت وطاقت مير قصد اصلاح کا ہے اور نہیں ہے
توفیق میری مگر اللہ تعالیٰ ہے!

مُحَرَّم سَنَى بَہَايَو! السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ
اِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ
يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿١٠٦﴾

اللہ کے نزدیک دین پسندیدہ اسلام ہے..... جو کوئی اس کے سوا دین تلاش
کرے گا ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں ٹوٹا پائیداروں سے ہوگا۔

دین کی بارگاہوں کا سمجھنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں ورنہ یہ ارشاد نہ ہوتا کہ

هَلْ يَسْتَوِى الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٧٩﴾

آیا علم والے اور بے علم برابر ہیں۔

وَبَلَدِكَ الْأَمْنَانُ تَضَرُّبُهَا النَّاسُ وَمَا يَفْعَلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ ﴿١٨٠﴾

یہ مثالیں بیان کرتے ہیں ہم واسطے آدمیوں کے اور نہیں سمجھتے اسے مگر علم والے

فَاسْأَلُوا أَهْلَ الدِّخْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿١٨١﴾

اہل ذکر علماء سے سوال کرو اگر تم نہیں جانتے

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ ﴿١٨٢﴾

اے بصیرت والو عبرت پکڑو! وغیرہ ذلک من الایات

اور علماء کو در حد الانبیاء ہادی و مرشد قرار نہیں دیا جائے اسخارج احکام قرآن
و حدیث سہل نہیں۔ فہم لطائف و نکات شرعیہ منصب علماء دین ہے استنباط احکام مخصوص
بائمه مجتہدین کہ ان کی خطا فی الدین پر بھی ثواب مترتب اور منصب عوام ان ائمہ کی
تقلید و پیروی میں منحصر جیسا کہ قرآن و حدیث اور اجماع اُمت سے ثابت ہوا۔ جو
مسائل مجتہدین اُمت نے بعد غور و خوض کامل باستقراء اولیہ شرع و مواضع اجماع
و رعایت وجہ ترجیح و تیسرے وضع تعارض و تیز ناخ و منسوخ و علم اقسام نظم و معنی و انواع
حدیث و دریافت مورد و مقتضی و شان نزول و علم تقدیم و تاخیر وغیرہ ذلک من العلوم
الفتون استنباط کیلئے وہ واجب القبول ہے۔ ہر دانشمند جانتا ہے کہ صرف
انہی دینی فہم مراد اور تعین مطلب و شارع کیلئے کافی نہیں۔ ورنہ یہ ارشاد شارع علیہ
السلام نہ ہوتا

رُبَّ مُبْتَغٍ أَوْطَىٰ مِنْ شَامِعٍ ﴿١٨٣﴾

بہت سارے پہنچانے والے سننے والوں سے زیادہ محفوظ کرنے والے ہیں

اور مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَلْيَسْتَبْشِرْ بَعْدَهُ مِنَ النَّارِ ﴿١٨٤﴾

جو قرآن کی تفسیر بغیر علم کرے وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنائے۔

وہاں اختلاف احمد فرعیات میں وہ باعث رحمت ہے۔ اصول میں اختلاف رونما کرنا اور پھر مذہبی تقلید بنانا اور یہ کہنا کہ سن کتاب وحدیث پر عمل پیرا ہونا چاہئے پھر اجتماع تقلید کی طرف نظر کرنا۔ عوام کو شتر بے سہارا بنانا دین میں رخنہ ڈالنا ہے۔

وَاللّٰهُ فِیْہِمْ نُوْرٌہٗ وَلَوْ کَوْنُوْہُ الْکَافِرُوْنَ ﴿۱۰﴾

اس وقت ہمارے پیش نظر ایک رسالہ ہے جس کا نام ”اصلی حقیقت“ رکھا گیا ہے۔ اور درحقیقت اس میں گندم نمائی جو فروشی سے کام لیا گیا ہے۔ یہ بتایا گیا ہے کہ تقلید وحقیقت اصلی یہ ہے کہ ہر عاقل قرآن وحدیث پر عمل کرے ان سے مسئلہ نکالے اور اگر بالفرض اپنی کوتاہ نظری و کم فہمی سے وہاں سے مسئلہ سمجھ نہ آئے تو پھر غیر مجمع علیہ مسئلہ میں امام صاحب یا ان کے مقدس شاگردوں میں سے کسی کے قول پر عمل کیا جائے مجلس میلاد شریف اُس میں قیام

تمازوں کے بعد آواز سے درود شریف پڑھنا

گیارہویں شریف کرنا

و تکلیف یا شیخ عبد القادر جیلانیؒ سُبْحٰنَا اور وظیفہ اداؤ گن پڑھنا

تیج، چالیسواں کرنا (جیسا صد ہا سال سے اہل اسلام دیار عرب و عجم میں یہ جو یز علماء ربانیین سے مستحسن سمجھ کر کرتے چلے آئے ہیں) سب بدعات اور خلاف حقیقت اور ہر بدعت بدعت سیدہ ہے۔ اور گویا اس کے ارتکاب سے ترک سنت لازم ہوتا ہے۔ اور انہیں اصول پر حقیقت کا دار و مدار ہے۔ مُقَلِّدِیْنَ اِہْلِ الْاِسْلَامِ جانتے ہیں۔ کہ یہ وہی باتیں دہرائی جارہی ہیں جن کو محمد ابن عبدالوہاب شیخ رئیس قرآن

جان نے ایجاد کیا تھا۔ اور تقلید کی آڑ لے کر تمام مسلمانانِ عالم کو جو اس کے ہم راہ ہم عقائد نہ تھے مشرک ٹھہرایا تھا اور اب بھی اس کے چیلے ہم نوا لے وہم چیلے۔ ان دشمن میں لگے ہوئے ہیں جیسا کہ تصنیفات و ہدایہ اور ان کی ترویجی کتب سے ظاہر ہوا ہے۔ اگرچہ یہ مسائل ایسے نہیں کہ ان پر علماء حقانی مُقَلِّدِیْنَ اِہْلِ الْاِسْلَامِ روبرو نشانی نہ آتا ہے۔ لیکن بغرض احقاقِ حَقِّ وَفَجِّ مُسْلِمِیْنَ چند ضروری باتیں عرض کرنا ضروری ہیں واللہ المعین

(۱) ہر بدعت بدعت سیدہ نہیں مع تعریف بدعت واقسام بدعت

(۲) اصل اشیاء میں اباحت ہے

(۳) نیک کام برے کام کی مقاربت سے بُرا نہیں ہوتا

(۴) تعالٰی اہل حرمین باعثِ جنت ہے

(۵) تقلید کی صحیح حقیقت و کیفیت

(۶) قولِ امام اذا صح الحدیث فهو ملہی کا مطلب

(۷) ایصالِ ثواب، تیج، دسواں، گیارہویں

(۸) مجلس میلاد شریف و قیام

(۹) طلبِ امداد از اولیاء و حکم وظیفہ یا شیخ عبد القادر..... رحمہ اللہ تعالیٰ

(۱۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت و عبدیت کی بحقیقت

(ہلک عشرۃ کمالہ)

تعریف بدعت واقسام بدعت

لفظ بدعت اصطلاح شریعت میں دو معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔
ایک معنی یہ کہ حضور نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے نہ خود اس فعل کو کیا ہو نہ
اس کی اجازت دی ہو۔

یا معنی دیگر یہ کہ حضور کے عہد مبارک میں نہ پایا گیا ہو۔ دوسرے معنی یہ کہ
افعال صحابہ و افعال مجتہدین کے خلاف ہو۔ بدیں وہ اس کی دو قسمیں قرار پائیں
ایک اصلاً بدعت حسنہ

ایک بدعت قبیحہ سید

علامہ نووی نے تہذیب الاسماء واللغات میں فرمایا:

بدع و بدعة بکسر الباء فی الشرع ہی احداث مالہ بکن فی عہد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہی منقسمة الی حسنة و قبیحة۔

یعنی بدعت وہ امر ہے جو عہد رسالت میں نہ بنا۔ اور وہ دو قسم پر ہے حسن اور قبیح
علامہ بیہقی نے مناقب شافعی میں فرمایا:

کہ امام شافعی نے فرمایا: امور بدعیہ دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو مخالف کتاب
یا سنت یا اثر یا اجماع کے ہوں۔ اور یہ بدعت ضالہ ہے۔

دوسرا وہ امر جدید خیر جس میں کسی کو خلاف نہیں یہ بدعت محدثہ وغیرہ مذکورہ
ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دربارہ تراویح و جماعت تراویح فی فضیلت البدعة
خلیدہ فرمایا ہے۔

نیز حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قُلْتُ لِعُمَرَ: كَيْفَ نَفْعُ شَيْئَانِمْ يَفْعَلُهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟

فَقَالَ عُمَرُ: هَذَا وَاللَّهِ أَحَبُّ..... الحديث

یعنی جب حضرت عمر نے جمع قرآن کو فرمایا:

میں نے کہا: ہم ایسا امر کیسے کریں کہ جس کو حضور نے نہ کیا؟

پس حضرت عمر نے فرمایا: قسم بخدا یہ امر خیر ہے۔

پھر بدعات سے بعض واجب ہیں بعض حرام، بعض مندوب و مستحب، بعض
مکروہ بعض مباح، جیسا کہ سیرت شامی وغیرہ میں ہے کہ بدعت امور دینی و شرعی میں
ہوتی ہے۔ اور امور دنیاوی میں امر جدید بدعت نہیں اور بدعت حسن و قبح کی طرف
منقسم ہے۔ پس بعض بدعات سے واجب ہیں بعض محرمہ بعض مندوبہ بعض مکروہ بعض
مباحہ۔

اور امور جدید محدثہ دینیہ اگر کتاب یا سنت یا اجماع یا اثر کے مخالف ہونگے
بدعت ضالہ ہونگے اور مردود اور اگر ان کے خلاف نہ ہونگے پس وہ مردود نہیں۔ اور
جو ان میں سے خیر ہوں گے پس وہ بدعت محمودہ ہے۔ اور بدعت حسنہ کے انتخاب پر
اتفاق ہے۔

پس وہ امر جس کو کہ ہمارے زمانہ کے بدعتوں نے اختراع کیا کہ ہر امر
جدید امور دین و دنیا میں بدعت ضالہ و قبیح ہے۔ اس کا مختار جمل اور اعجاب بالرائے
ہے۔ اور اللہ و رسول پر جمہات کرنا جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم۔

اسی بنا پر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے فتویٰ جواز عرس
میں تحریر فرمایا:

دوم آنکہ بہینت اجتماعیه مردم کثیر جمع شوند

ختم کلام اللہ کنند و فاتحہ بر شیرینی یا طعام نموده تقسیم در حاضرین نمایند. این قسم معمول در زمانہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم و خلفاء راشدین نہ بود. اگر کسی باین طور کند پاک نیست. زیرا کہ دریں قسم قبیح نیست بلکه فائده احياء و اموات را حاصل میشود.

”دوم یہ کہ اجتماعی حالت میں بہت سارے لوگ جمع ہو کر قرآن پاک اللہ کے کلام کی تلاوت مکمل کر کے قرآن پاک ختم کرتے ہیں اور شیرینی یا کھانے پر فاتحہ پڑھ کر حاضرین میں تقسیم کرتے ہیں، یہ صورت اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں نہ تھی، البتہ کوئی شخص اس طرح کرے تو کوئی خوف و ترس نہیں کیونکہ اس میں کسی طرح کی کوئی برائی نہیں بلکہ زندوں اور مرے ہوؤں کو فائدہ حاصل ہوتا ہے۔“

حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ نے احیاء العلوم میں فرمایا:

قائل کا یہ قول کہ یہ بدعت ہے۔ اور اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں نہ تھا۔ غیر صحیح ہے۔ اس لئے کہ ہر مباح امر جو صحابہ سے منقول نہ ہو۔ بدعت نہیں ہو سکتا۔ بلکہ محدث اس صورت میں ہے۔ جبکہ سنت ماثورہ کا تراجم ہو۔

پس یہ خیال کر لینا کہ جو امر مباح غیر منہی عنہ بعد خیر القرون جاری ہوا ہو اس میں خیر نہیں اور وہ قبیح و مذموم ہے بخلاف اجماع بلکہ خلاف قول رسول اللہ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

کہ حضور نے فرمایا:

مَنْ مَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سَنَةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَمَنْ سَنَّ سَنَةً سَيِّئَةً فَلَهُ وَزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا.

جس نے اسلام میں اچھا طریقہ نکالا پس اُس کو اُس کا ثواب اور اُس پر تمام عمل کرنے والوں کے برابر ثواب ملے گا اور جس نے بُرا طریقہ نکالا اُس پر اُس کا گناہ اور اُس پر عمل کرنے والوں کے برابر گناہ ہوگا۔

نیز فرمایا:

مَثَلُ الْيَتِيمِ كَمَثَلِ غَيْبٍ لَا يَذَرِي أَوْلِيَّاهَا خَيْرٌ كَوَ أَوْ سَطَّهَا أَوْ أَجْرُهَا. میری اُمت کی مثل مارنہ رینہ کے ہے نہیں جانا جانا کہ اس کا اول خیر ہے یا اوسط یا آخر

نیز فرمایا:

مَا زَاةَ الْمُؤْمِنُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ حَسَنٌ اور جس امر کو مسلمان مسخس سمجھے۔ پس وہ اللہ کے نزدیک بھی حسن ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور حدیث میں فرمایا:

إِنِّي وَالسَّوَادُ الْأَعْظَمُ فَإِنَّهُ مَنْ شَدَّ شِدًّا فِي النَّارِ اور يَذَّ اللَّهُ عَلَى الْجَمَاعَةِ مَنْ شَدَّ شِدًّا فِي النَّارِ یعنی بڑی جماعت کی پیروی کرو جو اُس سے علیحدہ ہوا اور زنی ہوگا۔ اور اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے، جو الگ ہوا اور زنی ہے۔

شیخ الحدیثین حضرت شاہ عبدالحق علیہ الرحمۃ نے فرمایا: مقصود یہ ہے کہ جس جانب میں اکثر علماء ہوں اُس کی پیروی کرو۔ کسی پلید کا

یہ کہنا کہ سواۃ العظم ایک فرد بھی ہو سکتا ہے۔ جہالت و سفاہت پر مبنی ہوگا۔ تحریر بالا سے مختصراً یہ امر بھی ظاہر ہو گیا کہ ہر وہ امر دینی جو بعد قرون ثلاثہ نکلا عموماً مذموم نہیں ہو سکتا۔ اور اب سمجھنے والا حدیث و اقوالِ سلف سے بے خبر ہے کیا یا خبر ہے یا معاند ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَجْتَمِعُ اُمَّتِي عَلَى الضَّلَالَةِ

میری امت مروجہ گمراہی پر اجتماع نہ کرے گی۔

علامہ قاری نے بذیل حدیث عن النَّدْعِ بِذَعَةِ ضَلَالَةٍ فرمایا:

اس حدیث میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ جو امر کتاب و سنت کے مخالف نہ ہوں اس کا نکالنا مذموم نہیں۔

ہدایہ المرید شرح جو ہرۃ التوحید میں فرمایا:

وہ لوگ جاہل ہیں کہ جو ہر اس امر کو جو زمانہ صحابہ میں نہ تھا بلا قیام دلیل بدعتِ مذمومہ ٹھہراتے ہیں۔

شرح مقاصد میں فرمایا:

ہم اس امر کو تسلیم نہیں کرتے کہ مجرد ایسا فعل کرنا جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا ہو وہ خبیثوں کی مخالفت اور اتباعِ نبوی کا ترک ہے اور ایسا جب ہو کہ کبھی عذر کو کیا جائے اور مأمور بہ کو ترک کیا جائے۔ اور یہی مطلب حدیث فَمَنْ أَخَذَتْ نِسْیَ اَمْرِنَا هَذَا اَخْلَسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ کا ہے۔ یعنی وہ نئی چیز ایجاد کرنا جو خلافِ دین و خلافِ اجماعِ مسلمین ہو۔ مأمور بہ یا ممتنعی عنہ کے خلاف ہو۔ اور اگر بدعت کے یہ معنی لئے جائیں کہ جو چیزیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نہ کیں خود نہ فرمائیں بعد

الائتائی ہوئی ہوں،

تو سب سے اول قرآن مجید کو جو بہت اجتماعی موجود ہے بدعت کہا جائے گا۔

تمام کتب حدیث بدعت ٹھہریں گی۔

تقلید ائمہ ممنوع ہوگی۔

تراویح کا جماعتِ رمضان میں بہت موجودہ پڑھنا بدعتِ سیئہ ہوگا۔

مسجدوں کا پختہ بنانا وغیرہ وغیرہ بہت وہ امور جو زمانہ نبوت بہت موجود

مال نہ تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ سے یا اس کے بعد رائج ہوئے۔ بدعتِ سیئہ ہو گئے۔

لاحول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم

اگر خوفِ خدا و شرمِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتی۔ اقوال و افعالِ نبویہ پر

نظر ہوتی تو کبھی ایسی جرأت نہ ہوتی جیسے وہابیہ بیدین تقلید کا نام بدنام کر کے کہہ رہے

ہیں اُمتِ مروجہ کو اُمتِ مکحولہ قرار دے رہے ہیں۔ اور کُفیت کا نام لیتے ہیں بردارانِ

اسلام، اسلام کا صحیح راستہ اتباعِ نبی کریم و پیرویِ اصحاب و اہل بیت اور تقلید ائمہ اربع

میں ہے جس کی صحیح تعلیم و تلقین علماء ربانین اہلسنت نے فرمائی۔ اور ہمارے لئے

اسلاف کرام جمہور اہلسنت کا اتباعِ مطابق ارشاداتِ نبی کریم لازم و ضروری ہے جو

اس سواۃ العظم سے علاحدہ مواد و زخی بنا۔

اَتَيْتُمَا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ مَنْ شَدَّ شِدَّةً فِي النَّارِ۔ حکم صریح ہے علیٰ هذا

عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَالْعَامَّةِ۔

اور اِنْ اُتَيْتُ لَنْ يَجْتَمِعَ عَلَى الضَّلَالَةِ فَاِذَا رَأَيْتُمُ الْخِلَافَ فَعَلَيْكُمْ

بِالشَّوَادِ الْأَعْظَمِ۔

اور سواوا اعظم کا اجماع کہ وہ بدعت بدعت سیئہ نہیں تقلید ائمہ لازم اقوال اسلاف قابل محبت ہیں۔ کما لا یخفی حدیث صحیح میں وارد ہے:

مَنْ خَالَفَ الْجَمَاعَةَ قَبْلَ شَيْءٍ فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهِ۔

جس نے جماعت کی بالشت برابر مخالفت کی اُس نے اسلام کے عہد کو اپنی گردن سے علیحدہ کر دیا۔

اصل اشیاء میں اباحت ہے نہ کہ حرمت

جس عمل کے فعل و ترک میں کچھ حرج شرعی نہ ہو اور دلیل حسن و قبح مفقود ہو وہ شرعاً عند الجمہور مباح و جائز ہے۔ اور اسی کا نام اباحت اعلیٰہ شرعیہ ہے جس کے فعل و ترک کا اختیار ہے۔

مسلم الثبوت میں فرمایا:

اباحت علم شرعی ہے اس واسطے کہ وہ خطاب شرع بالتخیر ہے اور اباحت اعلیٰہ اس کی ہی ایک قسم ہے۔

ترمذی و ابن ماجہ میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

الْحَلَالُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ وَالْحَرَامُ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فَنِيْ بَيْنَهُ وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فَلَهُوْ مِمَّا عَفَا عَنْهُ۔

حلال وہ چیز ہے اللہ نے جس کو حلال کیا اور وہ حرام ہے جس کو اللہ نے اپنی

کتاب میں حرام کر دیا۔ اور جس سے سکوت ہوا وہ معاف ہے، یعنی مباح ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ ذیل حدیث فرمایا:

وایں دلیل است بر آنکہ اصل در اشیاء اباحت

است۔

اور یہ دلیل ہے اس پر کہ چیزوں میں مباح ہونا اصل ہے۔

اسی بنا پر فتح الباری میں فرمایا:

کہ جو بدعت کسی امر مستحسن شرعی کے ماتحت مندرج ہو، پس وہ بدعت حسنہ ہے اور جو بدعت کسی امر مستقبح شرعی کے ماتحت ہو وہ قبیح ہے اور جو ایسی نہ ہو وہ قسم مباح سے ہے (کہ اصل سکوت عنہ میں اباحت ہے)۔

نیز علامہ نعمی علیہ الرحمۃ نے تفسیر آیت کریمہ قُلْ لَا أَجِدُ فِیْهَا اَوْحٰی الٰہی میں فرمایا:

کہ اس حکم میں اس امر پر تنبیہ ہے کہ کسی شے کی حرمت وحی و شرع سے ثابت ہوتی ہے نہ کہ ہوا و نفس سے۔

نیک کام مقارنت فعل قبیح سے قبیح نہیں ہوتا

جن اہل بصیرت نے کتاب و سنت کو سمجھا انہوں نے حکم دیا کہ نیک کام مجاورت و مقارنت فعل قبیح سے اگر حسن اس کا اس فعل کے عدم سے مشروط نہ ہو قبیح نہیں ہوتا حسن ہی رہتا ہے۔ حدیث ولیمہ میں طعام ولیمہ کو شرط طعام فرمایا۔ قبول خیانت کی تاکید اور انکار پر اعتراض شدید فرمایا۔

ردالحکم میں درباب زیارت قیور لکھا: ابن حجر علیہ الرحمۃ نے اپنے فتاویٰ میں

فرمایا:

زیارت قیور اس وجہ سے کہ وہاں منکرات و مفسدات ہوتے ہیں ترک نہ کی جائے اس لیے کہ قربت ایسے امور کی وجہ سے ترک نہ کی جائے گی بلکہ انسان پر قربت کا کرنا اور امر مذموم کا انکار اور بصورت امکان اس کا دور کرنا لازم ہے۔

اگر کسی میت کے ساتھ نوحہ کرنے والی عورتیں ہوں تو یہ حکم نہیں کہ میت مسلم کے ہمراہ ہی نہ جاؤ۔ اصل اس باب میں یہ ہے کہ مسلمان امر متحسن کو متحسن جانے اور قبیح کی ممانعت کرے۔ اگر ممانعت پر قادر نہ ہو دل سے برا سمجھے۔ لیکن برائی کی وجہ سے امر خیر کو ترک کرنا موجب شر ہوگا نہ کہ باعث خیر۔

تَعَالَى تَوَارِثُ اَهْلِ حَرَمِ مَحْتَرَمِينَ بِاعْتِشَابِ حُجَّتِ هِیَ

زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

اِذَا رُكِبَتْ اَهْلُ الْمَدِينَةِ اجْتَمَعُوا عَلٰی شَيْءٍ فَاَعْلَمُ اَنَّهُ مُنْذَرٌ۔

جب مدینہ والوں کو دیکھو۔ کہ وہ کسی شے پر مجتمع ہو گئے تو جان لو کہ وہ سنت ہے فقہاء کرام نے توارث و تعال اہل حرمین کو بہت سے مسائل دینیہ کے استخراج پر سند جواز و عدم جواز قرار دیا۔

کہیں فرمایا:

لِقَاعَةِ اَهْلِ الْحَرَمَيْنِ یہ حرمین والوں کی عادت کی وجہ سے

مستحب و غیرہ ہے۔

کہیں فرمایا:

لَا يُسْتَحَبُّ ذَالِكَ لِأَنَّهُ مُخَالَفٌ عَمَلِ أَهْلِ الْحَرَمَيْنِ۔

یہ مستحب نہیں کیونکہ حرمین والوں کے عمل کے خلاف ہے۔

فتاویٰ مجمع البرکات میں ہے:

زیارت قیور روز جمعہ خصوصاً دوپہر سے پہلے افضل اور وہی متعارف اہل

حرمین ہے کہ نماز سے پہلے تہجد اور مصلیٰ کی زیارت کرتے ہیں۔

اور امام لودوی علیہ الرحمۃ نے تو مطلق غریب کے رسم و رواج اور عمل و عادت

کو بھی معتبر رکھا ہے۔ اور درباب حلت و حرمت اسے بھی ایک معیار قرار دیا ہے۔

کَلَامُهُ قُرْطُوبِيُّ بِذَلِكَ حَدِيثٌ:

اِنَّ الْاِيْمَانَ لَيَنْتَازِلُ اِلَى الْمَدِينَةِ كَمَا تَنْتَازِلُ النُّجْمَةُ اِلَى خُبْرَهَا

ایمان مدینہ کی طرف ایسا سٹ آئے گا جیسے سانپ اپنے بل کی طرف۔

فرماتے ہیں کہ اس میں مدینہ والوں کی صحت مذہب اور ان کی بدعت سے

سلامتی اور ان کے عمل پر ہمارے زمانہ میں حجت ہونے کی حمیہ ہے۔

یہی وجہ ہوئی کہ جب کسی بد مذہب ناخوار نے حرمین محترمین پر غلبہ کیا

تو وہی مدت میں ذلیل و خوار ہو کر نکلا اور وہاں کا تعالٰی پھر جاری رہا۔

تَقْلِيدُ كِي صَحِيحُ حَقِيقَتِ وَ كَيْفِيَّتِ

تقلید کے معنی ہیں قول کرنا غیر کے قول کا بلا معرفت دلیل کے۔ اور تقلید شخصی

عام آدمی پر بہ اجماع واجب ہے اور اس کا انبھار چار مذہبوں میں ہے شخصی شافعی مالکی

مذہبی جس نے ان چار سے اعراض کیا وہ حق سے دُور ہو گیا جو کوئی ان کو چھوڑ کر اپنی ہوا کا مطیع ہوا، اُس سے بڑھ کر کوئی گمراہ نہیں اور اگرچہ یہ چاروں مذہب باعث ہدایت ہیں۔ مگر مقلد کو ان میں سے ایک مذہب فقہین کے ساتھ اختیار کرنا ضروری ہے۔ اگر وہ نیک راہوں کو اختیار کرے گا۔ حراہِ مستقیم سے دُور پڑھ جائے گا۔ اور ہمیشہ پریشانی و فقرِ قہر میں رہے گا۔ پس جو شخص کہ اُس کو سرمایہ اجتہاد تام حاصل نہ ہو نہ تاج و منسوخ کو جانے نہ احوال فقہیم و تاجیر سے واقف ہو نہ لغات محاورہ عرب کو سمجھے نہ لیاقت ترجیح اقوال اور معرفت قوت و ضعف ادلہ رکھے۔ نہ فتوٰی ادب کو جانے نہ دُجوہ مخاطب کو پہچانے نہ مواقع توافض و اسباب ترجیح کو سمجھے۔ بلکہ مُجرّد ہوائِ نفس سے کسی ایک حدیث و قول کو دیکھ کر اُس پر عمل پیرا ہو۔ کبھی ایک آیت کو دیکھ کر یہ کہنے لگے کہ لَنُحْمَ ذُنُوبُنْکُمْ وَلَیْیَ دِیْنُ۔ تمہارے لیے تمہارا دین میرے لیے میرا دین۔ اور سب دینوں کو اچھا سمجھے اور کبھی کُفار کے قتل و بے دینی کی آیات پڑھ کر اُن کو بے دین کہے۔ اور اپنے آپ کو دیندار تسلیم کرے۔ تو بالضرور مجموعہ احوال اعمال اُس کے ایسے ہوں گے۔ کہ چاروں مذہبوں میں سے کسی پر منطبق نہ ہونگے اور مذہب ایک مُجوّز مُرتکب بن جائے گا۔ اور ایسا شخص غیر سبیل مومنین کا شیخ بن جائے گا۔

عَلَامہ شعرانی نے میزان میں حضرت زکریا انصاری علیہ الرحمۃ سے نقل کیا:

خبردار مجھ کے کسی قول پر انکار یا اسے خطا کی طرف نسبت نہ کرنا جب تک شریعتِ مطہرہ کی تمام دلیلوں پر احاطہ نہ کرلو جب تک تمام لغتِ عرب پر جن پر شریعت مشتمل ہے پہچان نہ لو جب تک ان کے معانی ان کے راستہ جان نہ لو۔ بھلا کہاں تم اور

ان میں یہ احاطہ نہ لہذا کسی مذہبی حقیقت کا یہ کہنا کہ ہر عام آدمی قرآن و حدیث پر عمل کرے اس سے مسائل نکالے۔ اور اگر بالفرض اپنی کوتاہ نظری و کم فہمی سے وہاں سے مسئلہ سمجھ میں نہ آئے تو پھر غیر مجمع علیہ مسئلہ میں امام صاحب یا اُن کے مُقلدین یا اُن کے مُقلدین کو دھوکہ دینا اور غیر مُقلدین کی تعلیم ہے۔ اور تمام علما کے سلف مقلدین کو کوتاہ نظری و کم فہم بتانا۔ فاعتبروا بالاولی الابصار۔

قائدِ حمادیہ میں فرمایا:

بے شک عام آدمی ایک ایسے امام کی رائے پر عمل کرے جو اس کے نزدیک اہم ہو۔ اور کسی شے میں اپنی خواہش نفسانی سے اُس کا خلاف نہ کرے!

اسی وجہ سے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مہد او معاد میں فرمایا:

کہ اپنے امام کے مذہب کو چھوڑ کر دوسرے امام مذہب کے مذہب کو اختیار کرنا مُلحد بننا ہے۔

کیسے سعادت میں فرمایا:

ہر کہ بخلاف اجتہاد خود یا بخلاف اجتہاد صاحبِ مذہب خود کارے کند او عاصی است۔ پس این بحقیقت حرام است۔

مجدد صاحب نے مکتوب ۳۱۲ مکتوبات جلد اول میں فرمایا:

ما مقلداں را فی رسد کہ بمقتضائے احادیث عمل نمودہ جزاوت و اشارت نما نیم۔ خلاصہ کلام یہ کہ جس شخص کو کسی قسم کے اجتہاد کی قوت حاصل نہ ہو (جو صدہا

رسال سے مَقْضُوہ) تو وہ مقلد صرف اور عام آدمی محض ہے اگرچہ عالم ہو اس پر بہ اجماع و اتفاق مُحَقِّقین مذہب اربعہ کے ایک امام معین کا اِتِّبَاع و تَکْلِید لازم ہے۔ اگر غیر مُجْتَہِد حدیث پر عمل کرے گا تو دو حال سے خالی نہیں یا وہ بہ اتباع کسی امام کے ائمہ اربعہ سے ہوگا۔ یا بغیر اتباع و تقلید کے، بر تقدیر اَوَّل حدیث پر عمل بِالذَّات نہ ہو بلکہ بواسطہ قول مجتہد کے ہو۔ تو یہ شخص عامل بِالحدیث قرار نہ اور دعوی حدیث باطل ہو۔ پس ایسے عمل بِالحدیث سے وہ شخص صرف خُفِیَّت ہی سے خارج نہ ہو۔ بلکہ قَوْلًا و فِعْلًا و اِعْقَابًا تمام اہل سُنَّت و اِجْمَاع کے خلاف ہو۔

اِذَا صَحَّ الْحَدِيثُ فَهُوَ مَذْهَبِي

اہل اسلام جانتے ہیں کہ امام صاحب کا یہ قول کمال دِیانت اور تقویٰ پر دلالت ہے اور اپنے مسائل مُسْتَحَبَّہ پر کمال و ثُبُوٰث کی بنا پر ارشاد فرمایا ہے اور یہ حکم و اِذْن انہیں افراد اُحْتِفَاف کے واسطے ہے۔ جن کو ملکہ اِجْتِهَاد حاصل ہو۔ صحیح و غیر صحیح ناسخ و مَنْسُوخ مُتَقَدِّم و مُؤَخَّر کو پہچانتے ہوں۔ مُطْلَق و مُقَيَّد کو جانتے ہوں اور نصوص شرعیہ میں اہل فکر ہوں۔

شامی میں فرمایا:

ولا يخفى ان ذلك (ای العمل علی قول الامام اذا صح الحديث) لمن كان اهلا للنظر في النصوص ومعرفة محكمها من منسوخها۔

نہ جیسا کہ رسالہ ”اصولی خُفِیَّت“ میں اعلان فرمایا گیا:

ہر عاقل قرآن و حدیث پر عمل کرے

مسلمانو! یہ منصب عوام کا نہیں خواہ امت مجتہدین کا ہے جس کیلئے یہ شرط ہے کہ وہ علم قرآن پر سات معنی لغوی و شرعی اور اس کے وجوہ خاص و عام اور ادوار و انواعی نص ظاہری مشکل و غیرہ وغیرہ اور علم حدیث کو ان کے طریق سے اور وجوہ انہیں اور اس کے شرائط مخصوصہ پر حاوی ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک کسی فردِ عبادت خفیت نے یہ نہیں فرمایا کہ میں عامل بِالحدیث یا عامل بِالقرآن ہوں۔ اور یہ ہر عمل و مذہب خلاف مذہب دوکیل امام ہے۔ اور اگر ایسا ہوتا تو اس اجماع کی ضرورت نہ ہوتی کہ انھما مذہب چار فرقوں میں ہے۔ انہیں میں سے ایک کی تعیین کے ساتھ تَکْلِید ضروری ہے اور ہر مقلد کو اپنے امام کے مذہب دوکیل پر عمل لازم اور جو ان چاروں مذہب سے علیحدہ ہو وہ دائرہ تَحَانُیَّت سے خارج ہے۔ جیسا کہ طحاوی وغیرہ میں تصریح موجود اسی بنا پر فقہا کرام نے حکم دیا کہ قاضی مقلد کا حکم اگر خلاف اس کے مذہب متعین کے ہوگا۔ جائز و نافذ نہ ہوگا۔

امام ربانی جناب مجدد صاحب نے مکتوب ۳۱۲ میں فرمایا:

اگر کسے گوید کہ ما علم بخلاف آں دلیل داریم

گوینم کہ علم مقلد در اثبات حل و حرمت معتبر نیست

دریں باب ظن مجتہد معتبر است احادیث را

اکابر واسطہ قرب عہد و وفور علم و حصول ورع و تقویٰ

از مآدور افتادگان بہتر می دانستند وصحت و نسقم و نسخ

و عدم نسخ آنہا را پیشتر از ما می شناختند البتہ وجہ

موجہ داشتہ باشند در ترک عمل بمقتضاء حدیث علی

صاحبها الصلوة والسلام وأنچه از امام اعظم منقول است کہ اگر حدیث مخالف قول من بیابید مر حدیث عمل نعمائید مراد ازان حدیثی است کہ بحضرت امام نہ رسیدہ است و بنا بر عدم علم این حدیث حکم بخلاف آن فرمودہ است۔

”اگر کوئی کہے کہ ہم اس دلیل کے خلاف علم رکھتے ہیں۔

تو ہم کہتے ہیں: کہ مقلد کا علم حلال و حرام کے ثابت کرنے میں معتبر نہیں ہے اس باب میں مجتہد کا ظن معتبر ہے، احادیث کو یہ اکابر حضرات (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ کے قرب کی وجہ سے اور علم کی زیادتی کی وجہ سے اور تقویٰ و ورع کے ہونے کی وجہ سے ہم دور افتاد گاہوں سے بہتر جانتے ہیں، صحیح، وغیر صحیح، منسوخ و غیر منسوخ گوہ ہم سے بہت پہلے جانتے پہچانتے ہیں البتہ وہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقتضا پر عمل ترک کرنے میں یقیناً ایک واضح سبب رکھتے ہیں اور جو کچھ امام اعظم سے منقول ہے کہ اگر میری بات کے خلاف حدیث رسول ہو تو حدیث پر عمل کرو! اس سے مراد وہ حدیث ہے جو آپ تک نہ پہنچی ہو اور اس حدیث کا علم نہ ہونے کی صورت میں آپ نے اس کے خلاف حکم فرمایا،

ایصال ثواب

ایصال ثواب اہل سنت والجماعت کا مختلفہ مسئلہ ہے شرح عقائد میں فرمایا: مردوں کیلئے زندوں کی دعا و صدقہ میں دونوں کیلئے نفع ہے۔

اعمال بدنی ہوں یا مالی دونوں کا مردوں کو نفع پہنچتا ہے۔
زیلعی میں فرمایا:

اصل اس باب میں یہ ہے کہ انسان کو جائز ہے کہ اپنے عمل کا ثواب غیر کو پہنچائے۔ نماز ہو یا روزہ حج ہو یا صدقہ قراءت قرآن و اذکار اور اس کے سوا جتنے ابواب بے ذخیر ہیں۔ اور اس کا ثواب مرد کی طرف پہنچتا ہے اور اس کو نفع ہوتا ہے۔

ایسا ہی یعنی، عالمگیری، بحر رائق، ہدایہ وغیرہ میں ہے۔

اور مولوی اسحاق صاحب دہلوی نے بھی ملتہ مسائل میں لکھا ہے:

دوم آنکہ ثواب اعمال بدنی یا شد یا مالی ہر دو بالموت سے رسد۔ ایں مذہب امام اعظم و احمد و جمہور است۔

دوسرے یہ کہ بدنی اعمال کو ثواب ہو یا مالی دونوں مردوں کو پہنچتے ہیں، یہ مذہب امام اعظم و احمد اور جمہور کا ہے۔

البتہ معتزل اس کے مخالف ہیں۔

علامہ ابن عبد البر نے تمہید میں فرمایا:

اجماع اس امر پر قائم ہو گیا ہے کہ زندوں کے صدقہ سے میت کا نفع ہوتا ہے بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

کہ ایک مرد نے حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر عرض کیا۔ کہ میری ماں مر گئی اگر میں اس کی جانب سے صدقہ کروں تو اس کو نفع دے گا؟

فرمایا: ہاں۔

ابوداؤد میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

حضور نے فرمایا:

اگر میت مسلم ہو پس تم اس کی طرف سے آزاد کرو یا صدقہ دو اس کی طرف سے حج کرو! اس کو یہ پہنچے گا۔

طبرانی شریف میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے:

جو قبرستان میں گزرے، گیارہ مرتبہ قل هو اللہ احد پڑھے پھر اس کا ثواب اموات کو بہہ کرے تو اس پر پڑھنے والے ایصالِ ثواب کرنے والے کو بعدو اموات اجر ملے گا۔

فوائد القاسم زنجانی میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو قبرستان میں داخل ہو پھر الحمد اور قل هو اللہ احد اور الہکم التکاثر پڑھے پھر کہے کہ میں نے اے خدا تیری کلام کا ثواب جمع اہل مقابر مومنین و مومنات کو بخشا تو وہ سب اللہ تعالیٰ سے اس پڑھنے والے کے شفع ہو گئے۔

اس تحقیق سے یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ ایصالِ ثواب خواہ بقراءت قرآن ہو یا کھانا کھائے یا آزاد کرے یا نماز، روزہ، حج کر کے ثواب بخشے وغیرہ سے منجملہ امور مستونہ و اعمال غیر ہے۔ اور امور مستونہ و غیر کیلئے تعین اوقات و تحفیں اوقات شرح مقدس میں ممنوع نہیں بلکہ بہت جگہ وارد اور فعل شائع علیہ السلام سے ثابت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر شنبہ کو مسجد قبا میں تشریف لاتے۔

ہر شروع سال میں شہداء احد کی زیارت کو آتے۔

عورتوں کی درخواست پر ایک دن خاص وعظ کیلئے مقرر فرمایا دیا۔

استفتاء کے واسطے اجتماع مسلمانین کا وقت خاص مقرر فرمایا۔

وغير ذلك من التبعات الشرعية۔

جس طرح تعین و تخصیص اوقات موافق اپنے مصالح کے شادی نکاح غتہ وغیرہ اور دیگر امور و عبادات مطلقہ میں مسلمانوں کو جائز اسی طور سے اگر کوئی مسلمان ایصالِ ثواب کے واسطے اگر کوئی دن وقت خاص بنا پر اس مصلحت کے کہ بہت خاص مسلمان جمع ہو کر بہت بجمہ ایصالِ ثواب کریں مقرر کریں۔ تو وہ بلاشبہ جائز ہوگا اس تعین و تخصیص کی وجہ سے جو واجب یا موقوف علیہ ایصال کا نہیں سمجھا جاتا اگر غیر ممنوع نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً یوم وفات انبیاء و اولیاء کہ ان کا روز وصال محبوب حقیقی ہے اور اس وجہ سے اس یوم کو یوم العرس و یوم العید کہا جاتا ہے اور حصول نعمت کے دن کو میوہ نانا اور خوشی کرنا سنت ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا وَلِكُلِّ امْرَأَةٍ مَا تَوَدَّى

البتہ اگر کوئی تعین کو فرض و لازم سمجھے تو یہ فعل قابل اعتراض ہو سکتا ہے اور جہاں تک دیکھا گیا کوئی عاری سے عاری بھی اس کا معتقد نہیں۔

مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمۃ نے ایسے ہی طعن کے بارہ میں فرمایا:

ایس طعن مبنی است بر جہل بہ احوال مطعون علیہ زیرا کہ غیر از فرائض شرعیہ مقررہ را ہیچ کس فرض نمی داند زیارت و تبرک بقبور صالحین و امداد ایشان بہ امداد ثواب و تلاوت قرآن و دعاء خیر و تقسیم طعام

و شیرینی امر مستحسن و خوب است باجماع علماء تعیین روز عرس برائے آنست کہ آن روز مذکر انتقال ایشان مے باشد از دار العمل بدار الثواب و الا ہر روز کہ ایس عمل واقع شود موجب فلاح و نجات و خلف لازم است کہ سلف خود را بایں نوع ہر و احسان نماید۔

یالین جس پر طعن کیا جا رہا ہے اس کے احوال سے جا مل ہونے کی وجہ سے ہے اس لئے کہ سوائے فرائض شرعیہ مقررہ کے کوئی شخص کسی فرض کو نہیں جانتا، قبول صالحین کی زیارت سے، ان سے تبرک دان کی امداد و ثواب و خلاوت قرآن پاک، دعاء خیر، کھانا و مٹھائی تقسیم کر کے کرنا ایک خوب صورت اور اچھا کام ہے، علماء کے اجماع سے عرس کے دن کو مقرر کرنا اس لئے ہے کہ یہ دن ان کے دار العمل سے دار ثواب کی طرف انتقال کی یاد دلانے والا ہے، ورنہ جس دن میں بھی یہ عمل واقع ہو موجب فلاح و نجات ہے اور پس ماندگان کے لئے لازم ہے کہ اپنے آگے جانے والوں کو کسی نہ کسی قسم کی نیکی و احسان کا ثواب پہنچاتے رہیں۔

اب اگر کسی مدعی اسلام کے پاس اس امر کا ثبوت ہو کہ تعین و تخصیص ممنوع ہے اور ہر بدعت بدعت سیدہ ہی ہے اور اصل اشیاء میں اباحت نہیں ہے۔ اور نیک کام مقارنت فعل قبیح سے قبیح ہو جاتا ہے اور ایصال ثواب یہ تعین حرام و ممنوع تو پیش کرے خلعت کی آڑ میں شکار کرنا ٹھیک نہیں۔

من خوب مے شام پیران پار سارا

تیرہ دسواں چالیسواں سب بہ نیت و غرض ایصال ثواب کیا جاتا ہے۔ اور تعین

کس یوم موجب حرمت و بدعت سیدہ نہیں بلکہ موجب فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مَا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ خَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ۔ مستحسن و مستحب ہے اور اس کو بدعت درسم بد کہنے والا قبیح و مجذوبہ و معتقد الابدیہ و غیر مقلدین ہے۔

گیارہویں شریف

گیارہویں شریف بھی بغرض ایصال ثواب کی جاتی ہے۔ تعین کو لازم نہیں سمجھا جاتا لیکن تعین محض اس غرض صالح سے ہے کہ خاص تاریخ آنے پر یاد ہو جاتا ہے و جمع ہو جاتے ہیں، کہیں کہیں مناقب پڑھتے ہیں ایصال ثواب کیا جاتا ہے تعین کے ساتھ اگر ایصال ثواب یا کوئی کام کرنا منع ہو تو پیش کیا جائے ہم مسلمان حق کے سامنے سر جھکانے کو تیار ہیں۔ نیز یہ بھی ارشاد ہو کہ یہ حکم کس کلیہ کے ماتحت جاری ہوا کہ اگر کسی کو حاجت روا اور کار ساز سمجھ کر دیا جائے تو شرک ہے۔

افعال و عقائد مسلمین کو شرک بنا کر کیوں شرک اپنے سر لیتے ہو؟

اور مدعی حنفیت کہتے ہو۔ شرم اشرم!

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام علیہم الرحمۃ باذن اللہ وہ عطا الہی کار ساز حاجت روا ہیں اگر احادیث پر ہی نظر ہوتی تو بھی نظر آ جاتا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

أَعِزُّونَنِي يَا عِبَادَ اللَّهِ

کہنے کا حکم دیا ہے۔ مگر آپ کیا کریں؟

وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَلِمَالَهُ مِنْ نُورٍ

وہابی ہو کر حقیقت کا ادعاء اچھا نہیں!

مجلس میلاد و قیام

محفل مولود شریف کا منعقد کرنا باعث نجات و حصول برکات و مشرحت حضور سرور کائنات علیہ الصلاۃ والسلام ہے۔ سلفا خلفا علماء و پیار و امصار نے اس کو خود کیا اور مستحب و مستحسن چانا اور دوسروں کو اس کے کرنے کا حکم دیا۔ صد ہا مسائل و در مسائل اس بارہ میں شائع ہو چکے ہیں۔ حسرمین طیبین زاد ہما اللہ شرفا و تعظیما میں اکثر خصوصاً ماورج الاول شریف میں بہ تعین یوم و وقت پہ محفل منعقد کی جاتی ہے، ذکر پاک پڑھا جاتا ہے شیرینی وغیرہ ماحضر تقسیم ہوتا ہے چراغاں بھی ہوتے ہیں جو بغرض زینت محفل و قرأت ذکر جلایں جاتے ہیں اور بمطابق حکم آپ کریم ﷺ مَنْ خَسِرَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ اس کو حلال و مباح سمجھتے ہیں ایسی روشنی کو اسراف اور حرام قطعی قرار دینا شریعت پر افتراء ہے۔

مولود شریف میں بوقت ولادت جو قیام کیا جاتا ہے اس میں علاوہ تعظیم ذکر بہ تعین خاص مجبہ بے ملائکہ کی بھی نیت ہوتی ہے۔ مَنْ تَشَبَهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ پر نظر رکھنے والے اس کو اپنے لئے باعث اجر سمجھتے ہیں۔ ذکر کیلئے شرع مقدس میں کوئی تخصیص نہیں کہ بیچہ کر ہی ہو کھڑے ہو کر بھی ہو سکتا ہے۔ اذ کبر و اللہ فیما و فہو دا پھر اس کو بدعت بتانا حرام ٹھہرانا سوائے ظلمات کیا ہو سکتا ہے، داڑھی منڈوں کے

منہ، کانے، کھیل کرنے سے نفس مجلس میلاد بری نہیں ہو سکتی کہ اقتران فعل قبیح فعل ان کو قبیح نہیں کرتا جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا۔

داڑھی منڈوانا ضرور گناہ ہے۔ مگر کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ داڑھی منڈے کی از ائمال صالحہ ذکر و شغل سب بے کار ہیں۔ اس پر ثواب مترتب نہ ہوگا، ایسا کہنا بیعت پر جبرست کرنا اور فقہ، حدیث، قرآن، تقلید و حقیقت کی کچھ پرواہ نہ کرنا ہے یا نہیں۔ اور اس پر ادعاء حقیقت فاعتبروا یا اولی الابصار۔ نیز اگر تعین باعث عیب خرابی ہے تو ارشاد ہو کہ فلاں قول سے تعین حرام ہے اور اس کو شارع علیہ السلام نے منع کیا۔

مولود شریف میں ذکر خدا و ذکر محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا ہے۔ لوگ جمع ہو کر بغرض عظمت ذکر سر او ہمز اور وہ شریف پڑھتے ہیں۔ نظماً و نثر اذاکرین مناقب حضور سید السادات علیہ افضل التحیات والصلوات پڑھتے اور سناتے ہیں۔

اس سے فیوض و برکات حاصل کرتے ہیں۔

اس خوشی میں مجتہدین کو بغرض ایصال ثواب حضور پر نور کھانا کھلاتے ہیں۔

شیرینی تقسیم کرتے ہیں۔

بغرض زینت و نظر محفل کو سجاتے ہیں۔

خوشبو ساگاتے ہیں۔

چراغاں کرتے ہیں۔

اہم نہیں سمجھتے کہ اس مجموعہ یا اس کے افراد میں کونسا عیب اور کیا خرابی ہے اور

کس اصول شرعی کے خلاف ہے؟ اور اگر محض سنہ ایجاد ۶۰۴ باعث ثوابی ہے تو اس کا ثبوت درکار ہے۔

رہائما زوں کے بعد بلند آواز سے درود شریف پڑھنا،

اس کے جواز میں کیوں شک ہے کیا درود شریف پڑھنے کیلئے کسی وقت خاص کا حکم ہے یا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا عموم پر دل ہے یا امر ائمہ اربع کے زمانہ میں نہ تھا ۹۷۷ء میں ایجاد ہوا کیا عرفا شرعاً کسی امام کے قول سے عدم ثبوت کی دلیل ہو سکتا ہے۔ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔

کیا علامہ شامی کی عبارت پیش کردہ

اَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ مَلْفًا خَلْفًا عَلَى اسْتِخْبَابِ ذِكْرِ الْجَمَاعَةِ فِي الْمَسَاجِدِ وَغَيْرِهَا اِلَّا اَنْ يُشَوِّشَ جَهْرُهُمْ عَلَى نَائِمٍ اَوْ مُصَلٍّ

درود شریف کے جہرا پڑھنے سے مانع ہے؟

کیا درود شریف داخل ذکر نہیں ہے؟

کیا مطلقاً ذکر جہری کا عدم جواز ثابت ہوتا ہے؟

نیز یہ بھی ارشاد ہو کہ استفتاء مولوی عبدالحی صاحب نے جناب کو کیا فائدہ دیا؟
دو تو ذکر جہری کو اگر بمصلحت دینی ہو حد سے زیادہ بلند آواز سے بھی جائز

تعمیر کرتا ہے

حقیقت کا ادعا ہے، تو اقوال احناف دیکھو

وُظِيفَ يَا شَيْخُ عَبْدَ الْقَادِرِ جِلَانِي شَيْئًا لِلَّهِ

اور وظیفہ امداد کن کا حکم

انبیاء کرام و اولیاء عظام علیہم السلام و الرضوان سے بعد انتقال ظاہری مثل حالت حیات و سیدہ پکڑنا مدد چاہنا ان کو قریب اور بعید سے پکارنا اور ان کی طرف توجہ کرنا ان کو دربار خدا میں شفع بنانا ہر طرح جائز ہے۔

حضرت شیخ الحدیث شین شاہ عبدالحق دہلوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

حجة الاسلام امام غزالی گفتہ: ہر کس کہ استمداد کردہ میں شود ہوسے در حیات استمداد کردہ میں شود ہوسے بعد از وفات و یکے از مشائخ گفتہ است دیدم چہار کس از مشائخ تصرف میں کنند در قبور خود مانند تصرفہا در حیات ایشان

حجۃ الاسلام امام غزالی نے فرمایا: جو کوئی ایسا ہو کہ اس سے اس کی حیات ظاہری میں مدد طلب کی جاتی ہو اس سے اس کی وفات کے بعد بھی مدد طلب کی جاسکتی ہے، کسی شیخ سے منقول ہے کہ چار مشائخ کو میں نے دیکھا ہے کہ وہ اپنی قبروں میں اسی طرح تصرف کرتے ہیں جیسے وہ اپنی زندگی میں تصرف کرتے تھے۔

یابیشتر حواشی مشکوٰۃ المصابیح میں مندرج کہ امام شافعی نے فرمایا:

خصوصاً اجلت دعا کیلئے قبر حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی تریاق مجرب ہے صاحب سیرۃ شامی نے عقود الجمان میں فرمایا:

بیشہد سے علماء اور حاجت مند لوگ قبر امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کی زیارت

کرتے ہیں اور ان کو اپنی قضاء حاجات میں وظیفہ بناتے ہیں اور مرادیں پاتے ہیں۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے تذکرۃ الموتے میں فرمایا:

اولیاء اللہ دوستان و معتقدان را در دنیا و آخرت مدد

گاری سے فرمائید دشمنان را ہلاک نمایند۔

فرقہ واپس و علماء اہل سنت میں ہمیشہ یہ مسئلہ مختلف فیہ رہا ہے مفصل کتابیں

شائع ہوئی ہیں۔ وظیفہ یا شیخ و وظیفہ امداد کن میں اولیاء کرام کی مدد اور ان سے طلب مدد

ہے ایسے وظائف پڑھنے والا ان حضرات کرام کو متصرف حقیقی مالک اصلی نہیں سمجھتا

منظہر عن الہی و مقرب بارگاہ کجھ کر ان کو دربار الہی میں مطابق فرمان الہی و ابتغوا الیہ

الموسیلة وسیلہ بناتا ہے۔ ان سے مدد طلب کرتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے

مقرب بندے ہیں محبوب ہیں ان کو یہ مرجع ملا ہے کہ خدا کے حکم سے اس کے پریشان

بندوں کی مدد کریں اپنی ہمت روحانی و توجہ قلبی صرف کریں اس کے مطلب کی دعا

کریں کہ یہ سب امور اسباب کار بر آری ہوتے ہیں۔

اور حدیث شریف میں صریح حکم موجود ہے:

أَعْيُنُكَ يَا عِبَادَ اللَّهِ!

اے اللہ کے بند! میری مدد کرو!

جیسا کہ حسن حصین میں درج ہے۔

فتاویٰ خیرہ میں ہے:

يا شَيْخَ عَبْدِ الْقَادِرِ فَهَوْنًا إِذَا اضْيَعُفَ إِلَيْهِ شَيْءٌ لَّهِ فَهُوَ طَلِبُ الشَّيْءِ

اے اکبر! اللہ تعالیٰ فیما الموجب لحرمتہ؟

ایسا ہی دیگر کتب حنفیہ میں مصرح اور خود حضرت شیخ الشارح حضور غوث الاعظم

اللہ عنہ سے زبدۃ الاسرار میں منقول ہے:

اذا سالمت اللہ فاستلوه بی وقال من استغاث بی فی کربة کشفتم

عنه و من نادى باسمی فی شدۃ فرجت عنه و من توسل بی الی اللہ غزو

فہی حاجتہ قضیت لہ۔

جب خدا سے سوال کرو تو میرے وسیلہ سے سوال کرو اور جو مصیبت میں مجھ

سے فریاد چاہتا ہے میں اس کی مصیبت کو دفع کر دیتا ہوں اور جو مجھ کو شدت میں نام

نے کر پکارتا ہے میں اس کو کھول دیتا ہوں اور جو حاجت میں میرا اللہ کی طرف وسیلہ

بناتا ہے میں اس کی حاجت روائی کرتا ہوں۔

کہے حضور غوث الاعظم نے اس وظیفہ کی کسی اجازت دی، قرآن و حدیث

اللہ نے امداد کن کہنے کو کہاں منع فرمایا خدا اور رسول و ائمہ و اکابر پر افتراء کرتے شرماؤ!

بائز امور کو ناجائز نہ ٹھہراؤ!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر اور بندہ کہنے والے کافر ہیں

سنی حنفی بھائیو! باپیوں کے دھوکے میں نہ آنا!

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ جیسا بندہ و بشر کہتے ہیں۔

حضور کو بڑا بھائی بناتے ہیں۔

انجلی و ذاکیر ٹھہراتے ہیں جو قطعی کفر اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت ہے

اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ خالق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق ہیں۔

اللہ تعالیٰ معبود یہ غایب و عید ہیں۔

وہ بھیجے والا پیر رسول ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے ان کی بشر پیدا فرمایا بندہ بنایا۔

مگر وہ ایسے بندہ و بشر ہیں کہ شریک سے منزہ ہیں۔

ذات و صفات میں ان جیسا مجموعہ خوبی نہ کوئی ہو نہ ہو سکتا ہے۔

خود صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا اَیُّکُمْ وَفِیْہِیْ، کون تم میں میرا مثل ہے

یعنی کوئی میرا مثل نہیں۔

وہ محبوب خدا ہیں۔

وہ افضل رسل اور انبیاء ہیں

وہ محمود، محمد، حامد و احمد ہیں۔

وہ اول و آخر ظاہر و باطن ہیں۔

وہ رءوف و رحیم عزیز و حمید ہیں۔

منظہر ذات و مظہر صفات الہی ہیں۔

وہ اول شافع و اول مشفع ہیں۔

وہ باعث تخلیق آدم و عالم ہیں۔

وہ نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا۔

وہ اسود و احمر کے حاکم ہیں۔

وہ کار خاند الہی کے خزانوں کے مالک ہیں۔

وہ قاسم نعم الہی ہیں۔

ان کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے۔

ان کی ایذا خدا کی ایذا ہے۔

انہیں دنیا میں ظاہری آنکھوں سے رویت الہی ہوئی۔

وہ آگے پیچھے سے یکساں دیکھتے ہیں۔

تمام علوم غیبیہ پر بظاہر الہی ان کی نظر تھی اور ہے۔

وہ سمیع و بصیر ہیں۔

وہ خبیر مظہر ہیں۔

اب بھی زندہ ہیں۔

پکارنے والوں کی پکار کو سنتے ہیں۔

ان کے سامنے ہر ہفتہ میں دو بار اعمال امت پیش ہوتے ہیں۔

وہ اب بھی سلام کرنے والوں کو جواب دیتے ہیں۔

ان کی مرضی پر عالم کا فیصلہ ہوگا۔

خدا تعالیٰ ان کی مرضی چاہتا ہے۔

وہ مختار و مالک ہیں۔

ان سے عالم کو نفع پہنچتا ہے۔

اور ان کا ذکر خدا کا ذکر ہے۔

اذا ان نماز میں ان کا ذکر شامل ہے۔

ان کا تصور ہر دم نفع رساں ہے۔

ان کے فضائل طبابت طیب و طاهر تھے۔

ان کی چاہنے والے معیت رکھنے والے خیر البریہ ہیں۔

جس کو جنتی بنایا جنتی ہوا۔

ان کی شفاعت پر بروز قیامت تمام عالم کا فیصلہ ہوگا۔

ان کی موت و حیات دونوں ہمارے لئے خیر ہیں۔

ان کے مزار مقدس کی زیارت موجب شفاعت۔

ان کے آثار کریمہ کی تعظیم باعث نجات و سعادت۔

ارواحنا لله الفداء صلى الله عليه وعلى آله وسلم الف صلوة و

تسليم في كل لحظة وحين!

منزه عن شريك في محاسنه وجوهر الحسن فيه غير منقسم

رخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کباب کوئی دوسرا آئینہ

نہ ہماری بزم خیال میں نہ کان آئینہ ساز میں

لیکن دیوبندیہ و فرقہ نجدیہ وہابیہ حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا

بشر و بندہ کہتا ہے۔ کہ

وہ مثل دیگر بندوں کے عاجز ہیں۔

عجز میں برابر،

عدم قدرت و عدم فریادری میں نبی، جن، شیطان، بھوت، پری میں کچھ

فرق نہیں۔

ان کی نذر دنیا از شرک ہے۔

ان کی زیارت کو دور دور سے قصد کر کر سفر کرنا شرک ہے۔

ان کے مزار مقدس پر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا ان سے مراد مانگنا ان کا پکارنا

ہے۔

یہ اللہ کی شان کے آگے (معاذ اللہ) چہار سے بھی ذلیل ہیں۔

ان کو علم غیب نہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ایسا عقیدہ رکھنا شرک ہے۔

وہابیہ کے نزدیک چوڑا چہار نبی ولی بندہ ہونے میں ایک حیثیت رکھتے ہیں

ان کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں تصور گواہی کے تصور

پر چہا پتر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت بالوجاہت نہ ہوگی۔

جوان کو اپنا ولی سمجھو وہ اور ابو جہل شرک میں برابر ہیں۔

انبیاء ہمارے بھائی ہیں ان کی تعظیم مثل بڑے بھائی کی تعظیم کے ہے۔

پس ان کو غیر کی حمایت و وکالت کی طاقت کہاں ہے؟

پس کسی کی حمایت پر اعتماد نہ کرو۔

میری لکڑی محمد سے مجھے زیادہ نافع ہے۔

غصبر کے آثار و مشاہد و مجالس و ذکر کی تعظیم مثل بت پرستی ہے۔

جو کوئی بوقت حاجت بجائے یا اللہ یا محمد کہے اگرچہ یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ وہ بندہ

مشرک ہے تو بھی شرک ہو جائے گا۔

جو عند اللہ ان کی شفاعت کی امید رکھے وہ مجنون ہے۔

یا محمد اٹھنی اللہ کہنا شرک ہے۔

ان کے نزدیک بغیر قبر میں مٹی ہو جاتے ہیں۔

رسول اللہ پر سید کا اطلاق جائز نہیں۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سوائے عبد اللہ اور رسول اللہ کے منع ہے۔

انبیاء کا کارہ ہیں، وغیرہ ذلک من الکفریات

مسلمانو! سوچو غور کرو!

جو کوئی ایک نبی علیہ السلام خصوصاً محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا بندہ و بشر

کہے۔

اور ان حضرات کرام علیہم السلام کے ساتھ ایسا عقیدہ رکھے۔

وہ کیا مسلمان ہے۔

کیا قرآن و حدیث صحابہ و اہل بیت ائمہ امت نے رسول اللہ کو بشر و عبد بنا

کر ان کے ساتھ انہیں عقائد کا حکم دیا ہے؟

کیا یہ انبیاء کرام خصوصاً حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت و

توہین نہیں؟

اور ایسا کہنے والا کیا مسلمان ہو سکتا ہے؟

اور یہ اقوال کفریہ اقوال ہیں یا نہیں؟

جو مولوی عالم ان کفریہ اقوال سے روکے وہ عالم ربانی ہے یا نہیں۔

سنو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا بشر کہنے والا اور پھر قرآن و حدیث

و اقوال ائمہ سے سند لانے والا خدا اور رسول خدا اولیاء و صلحاء قرآن حدیث سب پر

افتراء کرنے والا ہے اسلام سے اسے کچھ علاقہ نہیں۔

خدا اور رسول و دین و مذہب سب اس سے بیزار ہیں

جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا بشر و بندہ سمجھے وہ ایسا ہی ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کا (حالا اللہ) خدا کہے۔ بشر و بندہ نہ سمجھے۔

یہ نہیں تفاوت رہ از کجا است تا بہ کجا

جو ایسوں کو کافرت کہے۔ وہ خود کافر و مستحق لعنت واللہ الہادی

مگرد ہائی اسامیلی باتجارع پیشوایان خود ایسا کہنے کرنے پر مجبور۔

ان کے مذہبی اصول کا معنی ہی تو ہیں الہی و توہین کلام الہی و توہین نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم و دیگر انبیاء و اصفیاء سلام اللہ علیہم و علیٰ آئینہ مسلمین اہل دین اور قیاس اور اجماع

مست کو لغو و مکمل سمجھتا ہے۔

ادعاء اتباع کتاب و سنت کرتے ہوئے خاص درودوں اور استغاثت و توسل

اللہ کو شرک بتاتا ہے۔

قصد زیارت نبی رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام سفر مدینہ باطلہ کو حرام بتاتا۔

مقابر و آثار و مشاہد کی تعظیم کو بہت قرار دیتا۔

ان کی اہانت کرنا توڑنا پھوڑنا۔

آیات تشابہات کو ان کے معنی لغوی ظاہری پر محمول کرنا۔

اور کافراہل اسلام مقلدین کو شرک واجب القتل مباح الدم و مال سمجھنا ہے

جیسا کہ شیاطین النجس کے اقوال و افخاال سے ظاہر ہوا اور ہو رہا ہے۔

اگر حالات موجودہ ابن سعود اور اس کے اتباع ہی کو دیکھا جائے تو یہ معمر حل

ہو جائے اور معلوم ہو جائے کہ وہابیہ شر الخلقہ اور ان کے علماء علماء سوء ہیں۔

دور نہ جائے!

ابھی جو مجموعۃ التوحید نامی رسالہ مطبع ام القریٰ مکہ میں ۱۳۳۳ھ میں امیر عبد العزیز نے طبع کرایا ہے اور اس کی تعلیم دی جا رہی ہے اس میں صاف طور سے مداح نبی کریم علامہ یوسفی صاحب قصیدہ بردہ کو بریتا مدحت یہ کہہ کر کہ اس نے شرک فی الربوبیت والالوہیت کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم و ملک الہی میں شریک ٹھہرایا کافر و مشرک ٹھہرایا ہے۔ نیز لکھا کہ بعد وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگنا کہ اے مالک بقلان اربابینا یک کر وہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طلب شفاعت کو بعد وفات نبی اللہ پسند نہیں فرماتا۔

اور محبوب نہیں رکھتا۔ علامہ فرہارزی اور ابو معتز مثنوی وغیرہ سب توحید سے جا ملے تھے (یعنی مشرک) ساری کتاب انہیں خرافات سے پر ہے۔ حال میں علماء مکہ کو دبا کر فتویٰ دیا ہے کہ یا رسول اللہ کہنا مشرک اور کہنے والے مشرک۔

امیر عبد العزیز نجدی کی جماعت کے سوا تمام اہل عالم مشرک ہیں۔ اور کتاب مجموعۃ التوحید کا مکہ میں درس لازم کر دیا ہے۔

اس کو بھی چھوڑیے!

دہلی، لاہور و امرتسر کے مولویوں اور مولوی فاضل و ظفر صاحب علی کو دیکھے کہ کیا کیا اسلام سوز شرافتائیاں فرما رہے ہیں۔

تمام مزارات و مقامات متبرکہ و مشاہد مکہ معظمہ بت اور سومات بتا رہے ہیں اور اس کے جواز کے فتوے دے جا رہے ہیں۔

اور جو ابن عبد العزیز کو سلطان و غازی اور و ہمناء اسلام نہ مانے اور اس کے قائد باطلہ کو بچ نہ کہے وہ طاغوت پرست بت پرست مشرک ہے۔

اعاذنا اللہ و جمیع المسلمین من هذه الهفوات و لاجل و لا قوۃ باللہ العلی العظیم

مسلمانو! یہ وہابیوں کے عقائد کا نمونہ مشن از خروارے ہے یہ مولود شریف، امام درود شریف، ایصال ثواب و رذا کار سب کو بدعت سیئہ بتا کر تم سے تمہارے خلاف کو برا کہلوانا

تمہیں اجر و ثواب سے محروم رکھنا۔

تمہارے علماء کو علماء سوء خلاف کتاب و سنت کہلوانا چاہتے ہیں

اور اصلی مقصد ان کا وہی نجدی مذہب پھیلانا ہے۔

تم صاف کہو کہ ہم رسول اللہ کو بشر و بندہ جانتے ہوئے ان کو محبوب خدا شافع از جز البعد از خدا بزرگ و مستحق ہر محبت و ثناء امکانی جانتے ہیں۔

خدا نہیں خدا تمہا ہیں۔

ان کے ذکر کو خواہ بحالت قعود ہو۔

خواہ بحالت قیام ذکر الہی سمجھتے ہیں۔

درود شریف کو افضل اذکار اور بارعش قرب دربار رسالت سمجھتے ہیں۔

خواہ سراہا یا جبر ایصال ثواب سے مردوں زندوں سب کو فائدہ ہے۔

تعمین خاص کو لازم نہیں سمجھتے ہیں۔

مگر تمہاری طرح ۱۷م اور موجب حرمت بھی نہیں ٹھہراتے۔

اس وجہ سے مولود و نیاز بلا تعین علی اکثر کراتے ہیں۔

تیجہ، دسویں، چالیسویں کو بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں۔

انبیاء اولیاء کو دربار الہی میں وسیلہ و ذریعہ سمجھ کر ان سے استعانت چاہتے ہیں
عدما غلتے ہیں۔

اور ہماری شریعت نے اسے حرام نہیں بتایا۔

بلکہ اعانت کے طلب کا حکم دیا۔

ہم بدعات حسنة کو مستحسن سمجھتے ہیں۔

فرض واجب سنت نہیں جانتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا و برزخ و محشر
میں شافع و نافع جانتے ہیں۔

انہیں کی محبت میں جینا، مرنا، اٹھنا چاہتے ہیں۔

وہنا تقبل منا انک انت السميع العليم، و آخر دعوانا ان الحمد لله رب

العالمین

کتبہ عبدہ المذنب

سید ابوالبرکات سید احمد،،،

حفظہ عن شر کل جاسدا اذا حسد

حررہ محمد ابراہیم حنفی القادری البدایونی غفرلہ

خویدم المطلبہ فی مدرسہ العلوم الکامیۃ فی بلدۃ بدایون

ربیع الثانی شریف ۱۳۳۵ھ

میں نے اول سے آخر تک اس رسالہ و تحریر کا مطالعہ کیا میرے علم ناقص میں
اہل السنۃ و الجماعت اور احناف کے عقیدہ کے موافق ہے۔ حنفی بھائیوں کو چاہئے لفظ
حلیت دیکھ کر دھوکہ نہ کھائیں اوہ حقیقت میں حنفیت نہیں ہے بلکہ حنفیت سے علیحدہ کرنا
غیر مقلد بنانا ہے لہذا ایسی کتابوں اور ایسے حضرات سے اپنے آپ کو دور رکھیں اور
جائیں! اور خدا سے امید ہے کہ مجھ کو اور کل حنفی بھائیوں کو اس قسم کے دھوکہ اور دساوس
میں محفوظ رکھے گا وہ بالاعتصام۔

حررہ مشتاق احمد غفرلہ

خویدم المطلبہ فی مدرسہ شمس العلوم

بدایون

غیر مقلدہ وہابیہ عورت کا پوری شریعت پر مزہ دار عمل

امام غیر مقلد اہل مولوی نذیر حسین صاحب آنجنابی کے ایک معتقد خاص
قربان علی بانسوی نے ان کے اور حیدر علی و عبدالحق و قنوجی و غیر ہم وہابیہ کے اقوال و
فتاویٰ پر مشتمل ایک رسالہ تحفۃ المؤمنین لکھا کہ مطبع نوکلشور لکھنؤ میں بعد نظر ثانی مولف
پچاس اس کے صفحے پر ایک فتوے میں صاف لکھ دیا کہ پچوہ بھی کے ساتھ نکاح درست
ہے۔

جامع الشواہد میں ایک دوسرے غیر مقلد صاحب کا فتوے منقول کہ سوتیلی

نالہ سے نکاح حلال ہے۔

خود نذیر حسین صاحب دہلوی نے ایک وقت فتویٰ دیا تھا کہ دودھ کے چچا کو
بھتیجی روا۔

کلکتہ سندھ پانی سے ۱۳۱ھ میں سوال آیا تھا کہ ایک غیر مقلد نے اپنے
ایک عالم کے فتوے سے اپنے شکے بھانجے کی بیٹی سے نکاح کر لیا اور واقعی
مگر ہمیں مقتدیاں ہمیں افتاء و خیر و مادر حلال خواہ شد
اب فرض کیجئے کہ انہیں فتوؤں پر عمل کر کے ایک غیر مقلد عورت وہابیہ محنت
نے صبح کے وقت اپنے شکے بھانجے یا سوتیلے بھانجے یا دودھ کے چچا یا باپ کے ماموں
صاحب سے نکاح کیا اور وہ حضرت بھی اسی کی طرح غیر مقلد وہابی تھے جنہوں نے
اسے حلال و شیر مادر کچھ لیا یا جانے دیجئے یہ فتوے سنے ہیں۔ تو غیر مقلد صاحبوں کے
پرانے پیشوا اور ٹاہری کے نزدیک تو جو رو کی بیٹی حلال ہے جب کہ اپنی گود میں نہ پلا
ہو۔

یوں غیر مقلدہ نے اپنے سوتیلے باپ غیر مقلد سے نکاح کر لیا پھر دن
چڑھے ایک دوسرے غیر مقلد صاحب تشریف لائے اور اس نوجوان آفت جاں سے
فرمایا:

کہ یہ نکاح باجماع ائمہ اربعہ باطل محض ہوا تو ہنوز بے شوہر ہے اب مجھ سے
نکاح کر لے غیر مقلدہ بولی کہ ہمارے مذہب کے تو مطابق ہوا ہے اس پر وہابی مولوی
صاحب نے بکمال شفقت فرمایا کہ بیٹی ایک ہی مذہب پر جتنا نہ چاہیے اس پر شریعت
پر عمل ناقص رہتا ہے بلکہ وثاقاً ہر مذہب پر عمل ہو کہ ساری شریعت پر عمل حاصل ہو
غیر مقلدہ بولی کہ اچھا مگر نکاح کو تو گواہ درکار ہیں وہ اس وقت کہاں؟ کہا اے نادان

لی اندھ ب امام مالک میں گواہوں کی حاجت نہیں ہے، میں اور تو اس پر عمل کر کے
نکاح کر لیں! پھر بعد کو اعلان کر دیں گے، چنانچہ یہ دوسرا نکاح ہو گیا۔

دو پہر کو تیسرے غیر مقلد صاحب تشریف لانے کہ لڑکی تو اب بھی بے نکاح
ہی ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اور خود عدیث کے حکم سے بے گواہوں کے نکاح نہیں ہوتا۔
عدیث میں ایسیوں کو زانیہ فرمایا میں دو گواہ لے کر آیا ہوں مجھ سے نکاح کر لے اس
نے کہا اس وقت میرا ولی موجود نہیں وہابی مولوی صاحب نے فرمایا بیٹی تو نہیں جانتی ہے
کہ خنی مذہب میں جو ان عورت کو ولی کی حاجت نہیں ہم اس وقت مذہب خنی کا اتباع
کرتے ہیں۔ اس پار ما کو تو ساری شریعت پر عمل کرنا تھا لہذا یہ تیسرا نکاح کر لیا۔

تیسرے پہر کو چوتھے غیر مقلد صاحب آدھکے کہ بیٹی تو اب بھی بے شوہر ہے
عدیث فرماتی ہے کہ بے ولی کے نکاح نہیں ہوتا۔ اور یہی مذہب امام شافعی وغیرہ بہت
ائمہ کا ہے میں تیرے ولی کو لیتا آیا ہوں۔ کہ اب شرعی نکاح مجھ سے ہو جائے اس نے
کہا تم میرے کفو نہیں نسب میں بہت گھٹ کر ہو۔ کہا تیرا ولی راضی ہے تو بھی راضی ہو
جا۔ تو پھر غیر کفو سے نکاح اکثر ائمہ کے نزدیک جائز ہے۔ اسے تو پوری شریعت پر
پلٹا تھا۔ غرض چوتھا نکاح ان سے کیا۔

نچوڑ کے وقت دو گھڑی دن رہے پانچواں غیر مقلد صاحب بڑی تزک سے
چنکے کہ بیٹی تو اب بھی کواری ہے ہمارے بڑے گردا بن عبد الوہاب نجدی و ابن القیم و
ابن تیمیہ صاحبان سب حنبلی تھے۔ حنبلی مذہب میں غیر کفو سے نکاح صحیح نہیں اگرچہ
عورت ولی دونوں راضی ہوں یہ چوتھا تیرا کفو نہ تھا اب مجھ سے نکاح کر غیر مقلد و مجدد
شکر میں غری کہ خدا نے چار ہی پہر میں پانچوں مذہب کی پیروی دے کر ساری شریعت

پر عمل کروا دیا یہ کہہ کر پانچویں باران سے نکاح کر لیا۔

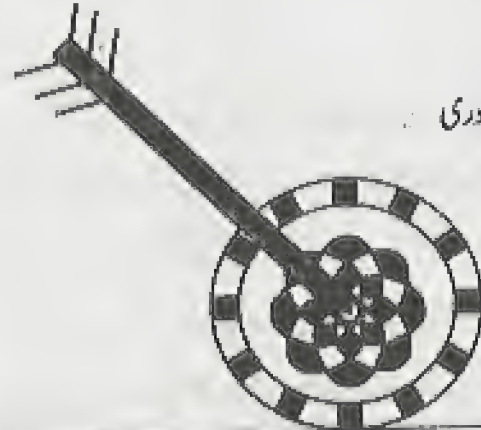
اب وہابی صاحب فرمائیں کہ وہ وہابیہ ایک کی جو وہ ہے یا پانچوں کی اگر ایک کی ہے تو باتوں کو اس ایک ہی مذہب کی پابندی پر کس آیت یا حدیث صحیح نے مجبور کیا ہے وہ کیوں نہیں؟ مذہب مختلفہ پر عمل کر کے اسے دوسروں کیلئے غیر محض اور ہر ایک اپنی جو روئیں سمجھ سکتے اور وہ پجاری وہابیت کی ماری کیوں پوری شریعت پر عمل سے رو کی جا رہی ہے؟

اور اگر ہاں اجازت ہے کہ لا مذہبی کی بدولت پانچوں صاحب اسے اپنی جو رو جانیں اور وہ پارسا تازمین پوری شریعت پر عمل کرنے کو ہر شوہر کی باری میں ظاہری مالکی حنفی شافعی حنبلی پانچوں مذہب پر عمل کرتی کراتی رہے۔
تو ہم کیا عرض کریں؟ مگر اپنے ہی مذہب کی بنائی ہوئی کٹھا کا وہ مستزاد یاد کر لیجئے کہ

درو پدی رانی مہا بھوانی ار جن جی کی ماری پانچوں پنڈے نکاو بھو گئیں اپنی اپنی باری
کہو یہ کون دھرم ہے؟

نعتہ الفقیر

ابوالبرکات سید احمد شاہ حنفی الوری



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

مٹ گئے، مٹتے ہیں، مٹ جائیں گے اعداء تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چہ چا تیرا

مسلم بنام تاریخی

ماجرائے مناظرہ تلون

۱۹۳۶ء

جس میں مناظرہ منعقدہ مابین اہل سنت و جماعت و فرقہ
وہابیہ دیوبندیہ واقعہ قصبہ تلون کی مفصل روئید اور راج ہے۔

مرتبہ

حضرت مولانا علامہ محمد فضل کریم عامر چشتی نظامی آمدی

تمہید

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ ایک حقیقت نفس الامری ہے کہ جس وقت آفتاب عالمساب افق مشرق سے طلوع کر کے یزم کائنات کو اپنی شعاعوں سے روشن و منور کرتا ہے تو عالم کون و مکان کی ہر ایک چیز خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی، مادی ہو یا نوری۔ سیاہ ہو یا سفید اپنی قابلیت و استعداد کے مطابق آفتاب سے اکتساب فیض کرتی ہے۔ لیلائے شب جس وقت محمل عدم میں روپوش ہو جاتی ہے اور خورشید عالمساب اپنی تابانیوں سے عالم ارضی و سماوی کو منور کرتا ہے تو عالم موجودات کی ہر ایک چیز اپنے طرف کے مطابق آفتاب سے مستفیض ہوتی ہے۔ طلوع شمس کے ساتھ ساتھ ہی بارغ عالم میں ایک ایسا انقلاب عظیم رونما ہونا شروع ہو جاتا ہے کہ جس سے چمن کی ہر پتی اور گل و لالہ کی ہر پتھری سے وہ عطر بیزی ہوتی ہے جس سے ہزار ہا مشام و بارغ معطر ہو جاتے ہیں لیکن آفتاب جس وقت ناپاک اور گندی اشیاء پر اپنی ضیا پاشیاں کرتا ہے تو ان سے ایسی عفونت اٹھتی ہے جو ہزار ہا مہلک بیماریوں کا پیش خیمہ اور باعث ہوتی ہے۔

آفتاب محمدی نے جس وقت مشرقستان قدس سے طلوع کر کے خارزار عالم کو روکش گلزار ارم بنا دیا اور ظلمت کدہ جہان اور خاکدانِ گیتی کو مطاع خورشید خاور بنا دیا تو چمنستان سفل و علوی کا ہر باشندہ میساختہ بول اٹھا ہے۔

نظر آتا ہے ہر گل زر بکف بہر خریداری

چمن میں تم کہ یوسف مصر کے بازار میں آئے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ

الصلوة والسلام عليك يا رسول الله
وعلي آله واصحابك يا حبيب الله

عالم کون و مکان کے ہر ادنیٰ و اعلیٰ نے اُس سلطانِ عرب و عجم کا شاندار استقبال کر کے اپنی خوش ذوقی کا ثبوت دیا۔ طائرانِ قدس محبوبِ لم یزل کی آمد آمد پر خوشیوں کے شادیاں بھانے لگے۔ شاہدِ انِ پاکباز اُس کی خاک پا کر کھل اُبھر بیانا جادۂ محبت کی شرط اُڑا جانے لگے۔ کیوں نہ ہو

۔ چہ زمیں کے نشان کف پائے تو بود

ساہبا حمیدہ صاحبِ نظراں خواہد بود

زمرہ پر دازانِ بزمِ طرب نے فرطِ انبساط سے وہ غمہ بخشی کی کہ مرغِ لاہوتی تک قص کساں نظر آنے لگا۔ اگر ایک طرف ساکنانِ فرشِ اُس محبوبِ دو عالم کا طوقِ غلامی اپنے گلے میں ڈال کر اترانے لگے تو دوسری طرف حاملانِ عرشِ اُس کے آستانہِ عالیہ پر چہیں سائی کرنے کو باعثِ صدا زش و افکار جان کر کہنے لگے

۔ ہمارے دل سے مٹے گا نہ داغِ شوقِ تجو

جہیں رہے نہ رہے آستان رہے نہ رہے

الغرض ہر کسی نے بمقدارِ چشم و گوش اُس ماہِ نبوت کی تجلیوں اور تابانیوں کے انوار سے فیض حاصل کیا لیکن ناپاک اور غبیثہ رو میں ماہِ نبوت کی ضیا باریاں دیکھ کر 'عو' کے آوازے کسے لگے بقولِ رومی:

رع..... منہ فشانہ نور و رنگ جو جو کند

اُن بد بخت اور ناسعید روحوں نے آفتابِ نبوت و رسالتِ مدنی تا جدارِ سرکارِ ابد قرار کی شانِ اقدس گھٹانے میں ایڑی چوٹی کی ہمت صرف کر دی۔ کہیں حضورِ اقدس کے علم پاک کو (اعوذ باللہ) گدھے اور کتے کے علم سے تشبیہ دی اور کہیں شیطان اور ملک

امت کے علم سے گھٹانے کی ناپاک کوشش کی۔ (العیاذ باللہ) لیکن وہ منہ کی کھائی کے اندازِ باد تک نہ بھولیں گے۔ جب خدائے لایزال اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرمائے (وَلَقَدْ لَكُمُ فِي كُتُبِكَ آيَاتٌ لِّمَن يَدَّبُّ بَحْتًا كُونَ جَنَّاتٍ مِّنْ رَّسَائِلٍ فِيهَا أُمُورٌ مَّزُونٌ)۔ مٹ گئے مٹے ہیں مٹ جائیں گے اعداءِ تیرے

نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چہ چاہی (اعلیٰ حضرت) اُن گستاخانِ دربارِ رسالت کو جب بھی اُن کی ان رد و یل حرکات پر لعنتِ ملامت کی گئی تو چہرہ دہن زیادہ شوخ اور دلیر ہوتے گئے اور اپنے تمام بکواسوں کو سچا ثابت کرنے کیلئے نئی نئی تاویلیں گھڑنی شروع کیں اور انہی باتوں پر مناظرے منعقد کئے تاکہ ہماری زبان اور قلم سے نکلے ہوئے توہین آمیز الفاظ وحیِ آسمانی سمجھ کر ان کی پیروی کی جائے۔

رع..... چہ دلا و راست دزدے کہ بکف چہ راغ دارد

چنانچہ موضعِ تلونِ ضلعِ چاندھڑ کا زیرِ قلم مناظرہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

اسبابِ انعقادِ مناظرہ

قبل اس کے کہ ہم تلون کے معرکہ الآرا مناظرہ کے واقعات قلمبند کریں ضروری سمجھتے ہیں کہ اس مناظرہ کے اسبابِ انعقاد و معرضِ تحریر میں لائیں۔

چاندھڑ کے ضلع میں تلون نام ایک مشہور اور پرانا قصبہ ہے۔ یہاں کے باشندے سیدھے سادے سادہ لوح سنی خفی صبحِ الحقیقہ مسلمان ہیں۔ چند سال سے ایک دیوبندی مولوی نے یہاں آ کر وہابیت کی ایمان سوز تبلیغ کرنی شروع کر دی اور اپنے ہم خیال چند جدت پسند چھو کروں کو لے کر مسلمانوں کو جھگ کرنا شروع کیا۔ بات

بات پر بے چارے قہیم عقائد کے مسلمانوں کو کافر مشرک اور بدعتی کے خطاب دیئے جانے لگے اور زیارت قبور، گیارہویں شریف اور مولود و فاتحہ خوانی کو بدعت اور اس کے مجوز کو بدعتی کے لقب سے ملقب کرنا شروع کیا۔ ندائے یار رسول اللہ اور استمداد انبیاء و اولیاء کو مشرک اور ان کے مثبت کو مشرک کافر اور جہنمی کے خطاب سے مخاطب کیا بے چارے مسلمان حیران کہ یا الہی! یہ کیا ماجرا ہے؟ یہ بلائے ناگہانی ہم پر کہاں سے آ نازل ہوئی اور کیوں ہم مورد عتاب ٹھہرائے گئے۔ پہلے تو کچھ دنوں مسلمانوں نے خاموشی اختیار کی کہ شاید یہ لوگ اپنی مفیدانہ و موذیانہ حرکات سے باز آجائیں اور مسلمانوں کو کافر و مشرک بنانے سے رک جائیں لیکن:

ع..... ”خود غلط بود آنچه ما پنداشتیم“

روز بروز ان کے حوصلے بڑھتے گئے اور ہر صحیح العقیدہ معزز مسلمان کو مشرک و بدعتی بنانا شروع کیا۔ مسلمانوں نے جب یہ دیکھا کہ یہ لوگ حد سے تجاوز کر گئے ہیں اور ہماری خاموشی اور شرافت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اپنے معاندانہ پروپیگنڈا کی آگ سے ٹکون کے خرمن امن کو خاک سیاہ کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں تو ٹکون کے چند معزز اور بامرغ مسلمان ان کے پاس گئے اور جا کر انہیں سمجھایا کہ تم ان مفیدانہ و فتنہ انگیز حرکات سے باز آ جاؤ اور مسلمانوں کو کافر و مشرک بنا کر ان کے اندر تشنہ و افتراق نہ پیدا کرو لیکن دیوبندی مولوی بجائے اس کے کہ اس معقول بات کو شکر یہ کے ساتھ تسلیم کرتا اٹھائے پر بوس پڑا اور انہیں کہنے لگا کہ تم اپنے مولویوں کو بلا کر ہمارے ساتھ مناظرہ کرو تا کہ ان اختلافی مسائل کا تفسیر ہو جائے۔ بے چارے سادہ لوح اور بھولے بھالے مسلمان مناظرے کے اصول و آئین سے ناواقف ان کے جھانے

میں آ گئے اور جو انہوں نے کہا مان لیا۔ چنانچہ دیوبندی مولوی نے اپنی مرضی کے مطابق ایک تحریر لکھی اور اس پر اپنے دستخط کئے اور ٹکون کے ایک معزز مسلمان حکیم حافظ رحمت اللہ صاحب سے بھی دستخط کرائے۔ اس تحریر کی نقل درج ذیل ہے:

”مناظرہ منعقدہ بمقام ٹکون مسجد صوبیداراں۔ مورخہ ۱۰۔ ۱۱ جولائی ۱۹۳۶ء

مطابق ۲۰۔ ۲۱ رجب الثانی ۱۳۵۵ھ یوم جمعہ المبارک دہشتہ بوقت صبح ۹ بجے“

موضوعات مناظرہ:

(۱) مسئلہ علم غیب کلی

(۲) ندائے یار رسول اللہ باعتقاد حاضر و ناظر

(۳) استمداد لغير الله ليثا كان اوليا

(۴) پخت قبور و گنبد بنانا و چراغ جلانا

(۵) فاتحہ مرویہ یعنی ختم علی السلام

(۶) جو شخص علم غیب کلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قائل نہ ہو اس کے مسجد میں آنے سے مسجد پاک یا نا پاک؟

نوٹ: ہم تحریر دیتے ہیں کہ اگر وقت مناظرہ پر حاضر نہ ہوئے تو جھوٹے تصور ہو گئے

دستخط: مسکین رحمت اللہ عفا اللہ تعالیٰ عنہ خلی چشتی نظامی ٹکونی

دستخط: افتقر محمد حبیب اللہ عفی اللہ عنہ خلی دیوبندی چشتی مقیم رائے پور

۲۸ رجب الاول ۱۳۵۵ھ

حافظ رحمت اللہ صاحب یہ تحریر لے کر حضرت مولانا حکیم محمد حسن صاحب

چشتی نظامی محکم پوری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کو تمام واقعات سے آگاہ کیا

حکیم صاحب نے سن کر فرمایا کہ دیوبندی مولویوں پر تو تمام علماء عرب و عجم نے کفر کے فتوے دیئے ہیں۔ لہذا پہلے وہ اپنا ایمان ثابت کریں۔ بعد اس کے باقی مسائل پر مناظرہ کریں گے۔ اصل اصول مسئلہ تو کفر اور اسلام کا مسئلہ ہے۔ جب ہم انہیں مسلمان ہی نہیں سمجھتے تو ان کے ساتھ ان مسائل پر گفتگو کرنا حاصل ہے۔ سب سے پہلے ان کو اپنا اسلام ثابت کرنا چاہئے۔ اس کے بعد جس موضوع پر مناظرہ کریں ہم تیار ہیں چنانچہ حکیم صاحب موصوف کے مشورہ سے حافظ رحمت اللہ صاحب نے یہ تحریر مولوی حبیب اللہ دیوبندی کو روانہ کی۔

مکرمی مولوی حبیب اللہ!

چونکہ آپ کے اکابر علمائے دیوبند پر تمام علمائے عرب و عجم نے کفر کے فتوے دیئے ہیں اور تمام مسلمان انہیں کافر سمجھتے ہیں۔ اس لئے مناظرہ میں سب سے پہلے آپ کو اپنا اسلام ثابت کرنا پڑے گا۔ اس کے بعد باقی مسائل پر مناظرہ ہوگا۔ جب تک آپ اپنا مسلمان ہونا ثابت نہیں کریں گے باقی مسائل میں آپ کی جماعت کے ساتھ گفتگو کرنا عبث ہے۔ یاد رہے کہ سب سے پہلا مسئلہ جس پر مناظرے کے دن گفتگو ہوگی۔ کفریات علمائے دیوبند ہے۔ فقط: حافظ رحمت اللہ عفا اللہ عنہ

مختار "ابالیان تکون"

چنانچہ یہ تحریر مولوی حبیب اللہ دیوبندی کے پاس بھیجی گئی جو انہوں نے حاصل تو کر لی مگر جواب کسی مصلحت سے نہ دیا۔ آخرش حافظ رحمت اللہ صاحب نے بقحواضی المسکوت فی معروض البیان بیان ان کی خاموشی کو رضامندی پر محمول کیا۔ چنانچہ حکیم محمد حسن صاحب عزم پوری نے اپنے دو آدمی رئیس الحکماء والکلمین کے

علماء والمحدثین حضرت علامہ ابوالبرکات مولانا مولوی سید احمد صاحب مفتی پنجاب و علم مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور کی خدمت میں روانہ کئے۔ جنہوں نے آپ کو تمام واقعات سے آگاہ کیا اور آپ کو تکون تشریف لانے کی دعوت دی۔ حضرت مولانا نے بکمال خندہ پیشانی ان کی دعوت کو منظور کیا اور مناظرے کی تاریخ نوٹ کر لی چنانچہ دوسرے دن آپ نے مولانا ابوالمنظور نظام الدین صاحب ملتان کی وزیر آبادی کو بلا لکھا کہ آپ ۸ یا ۹ جولائی کو موضع تکون میں تشریف لے جائیں۔ ہم بھی انشاء اللہ تعالیٰ تاریخ مقررہ پر وہاں پہنچ جائیں گے۔ مولانا مولوی عبدالقیوم صاحب ہزاروی فاضل حزب الاحناف کو حضرت مولانا نے اسی دن ان آدمیوں کے ساتھ تکون روانہ فرمادیا تاکہ وہاں جا کر وہایت کے رد میں تقریریں کریں۔ اس کے علاوہ متعدد ذیل علمائے کرام کو تکون میں تشریف لے جانے کی دعوت دی۔

(۱) فاضل نوجوان واعظ خوش بیان حضرت مولانا ابوالبیان حافظ محمد مظہر الدین

صاحب راہداری

(۲) حضرت مولانا مولوی محمد یعقوب صاحب سیالکوٹی

(۳) حضرت مولانا مولوی سید عبداللہ شاہ صاحب کشمیری چشتی

(۴) حضرت مولانا سید سیف الدین صاحب مفتی زاوہ کشمیر

(۵) حضرت مولانا مولوی مفتی نور محمد صاحب چٹوڑی

(۶) حضرت مولانا مولوی غلام ربانی صاحب راہداری

(۷) مولوی محمد فضل کریم عامر یعنی راقم الحروف کو بھی تکون میں شمولیت مناظرہ

کلیئے ارشاد فرمایا۔

چنانچہ حضرت مولانا ابوالبرکات صاحب بموجب اُن کی دعوت کے مع ان تمام علمائے کرام کے مورخہ ۸ جولائی ۱۹۳۶ء بروز چہار شنبہ (بدھ) لاہور سے ۳ بجے کی گاڑی پر سوار ہو کر ۸ بجے شام کے قریب پھلور اسٹیشن پر اترے۔ چوہدری مولانا بخش صاحب سیکنڈ ماسٹر سکول پھلور آپ کی آمد کی خبر سن کر اسٹیشن پر تشریف لائے اور باصرہ مولانا صاحب کو اپنے دولت کدہ پر ساتھ لے گئے۔ چنانچہ مذکورہ اہل علم نے وہیں قیام فرمایا۔ علی الصبح موضع تلوں کے اہلسنت علمائے کرام کو لینے کیلئے پھلور پہنچے۔ چنانچہ حضرت مولانا صاحب مع جمیع علمائے کرام اور مع ان اشخاص کے جو آپ کو لینے آئے تھے گاڑی پر سوار ہو کر بنگا اسٹیشن پر اترے اور وہاں سے بذریعہ ٹانگہ تقریباً دس بجے دن کے رونق افروز تلوں ہو کر غازی عبدالجید صاحب کے مکان پر فروکش ہوئے آپ کی آمد کی خبر بجلی کی طرح تمام قصبہ میں پھیل گئی۔ قصبہ کے تمام صغیر و کبیر برتاؤ چھ حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کی زیارت سے شرف اندوز ہوئے۔ حضرت مولانا نظام الدین صاحب ملتانی ایک روز قبل تشریف فرما تھے جب انہوں نے حضرت قبلہ شاہ صاحب کی تشریف آوری کی خبر سنی تو وہ بھی فرط شوق سے علامہ ممدوح کی ملاقات کیلئے تشریف لائے۔

ادھر وہابیوں کے گھروں میں حضرت قبلہ شاہ صاحب کی آمد نے ہن چل مچا دی اُن کو اس بات کی امید نہ تھی کہ شیر بیشہ اہلسنت و جماعت حضرت مولانا ابوالبرکات صاحب اسنے کثیر التعداد علماء کے ساتھ خود بنفس نفیس تشریف لائیں گے۔ جس وقت انہیں حضرت قبلہ شاہ صاحب کی آمد کی خبر موصول ہوئی اُن کے گھروں میں مصف ماتم بچھ گئی اور اُن کو یقین ہو گیا کہ اب قبلہ شاہ صاحب ہمارے آباؤ اجداد ملت کے

ہریات تمام لوگوں پر ظاہر کر دیں گے اور ہمارا رہا سہا وقار خاک میں مل کر غرہ ہست ہم پر ٹھک ہو جائے گا۔

چنانچہ انہوں نے اپنی اہلیسانہ اور کمینہ حرکات سے لوگوں کو ہر طرح مشتعل کرنے کی کوشش شروع کر دی اور ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ کسی طرح یہ مناظر نہ دیکھنے پائے لیکن چونکہ اُن کی قسمت میں شرمناک شکست لکھی ہوئی تھی اس لئے اُن کی تمام مساعی بے کار ثابت ہوئیں۔ سب سے پہلے انہوں نے ایک اشتہار بہ عنوان "تکون ضلع چاندھر میں عظیم الشان مناظرہ" دیواروں پر چسپاں کیا۔ جس کا مضمون درجہ کا اشتغال انگیز اور مفید تھا اور اس میں علمائے اہلسنت و جماعت کو خوب جی کر کو سا گیا تھا لیکن الحمد للہ کہ اہالیان تلوں پر اُن کی ان اشتغال انگیزیوں کا کچھ بھی اثر نہ ہوا اور وہ نہایت صبر اور سکون سے کام لیتے ہوئے مناظرہ کی تیاریاں میں مشغول رہے اور ان کی ہجو قسم شراکیز حرکات کی طرف اصلاً التفات نہ کیا۔ اُس روز یعنی ۹ جولائی ۱۹۳۶ء بروز پنجشنبہ چونکہ اہلسنت و جماعت کی طرف سے ایک جلسہ کا اعلان کیا گیا تھا اور مقام جلسہ مسجد صوبیداران تجویز کیا گیا تھا۔ اس لئے وہابیہ دیوبندیہ کے حجت میں چوہے دوڑنے لگے اور انہوں نے ہر ممکن کوشش اس میں صرف کی کہ کسی طرح اہلسنت و جماعت کا جلسہ نہ ہونے پائے کیونکہ انہیں اندیشہ تھا کہ اگر سنیوں کا جلسہ ہو گیا۔ تو اُن کے علماء ہمارے پیشواؤں کے کفریات تمام لوگوں پر ظاہر کر دیں گے اور ہمیں یہاں سے بوریابستر سمینا پڑے گا۔

چنانچہ ظہر کی نماز کے بعد جس وقت علمائے اہلسنت و جماعت جلسہ گاہ میں ہانے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ وہابیوں کی طرف سے ایک رقعہ موصول ہوا جس کا

مضمون درج ذیل ہے:

مکرمی حافظ رحمت اللہ غازی عبد المجید صاحبان!

السلام علیکم اچونکہ کل صبح مناظرہ منعقد ہوگا اس لئے اگر میں آپ سے یہ مطالبہ کروں کہ اس وقت بقیہ شرائط مناظرہ طے ہو جائے چاہئیں تو غالباً آپ اس معقولیت سے انکار نہیں کریں گے۔ آپ ازراہ نوازش دو نمائندے منتخب کر کے کسی مکان پر بھیج دیں اور حامل رقعہ کے ہاتھ اس مکان کا پتہ لکھ بھیجیں تاکہ ہمارے دو نمائندے بھی وہاں پہنچ جائیں اور طریقین باہمی سمجھوتے سے شرائط مناظرہ کا تعفیہ کر لیں۔ اس امر کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ جائے مقررہ پر آپ کے اور ہمارے نمائندوں (چار اصحاب) کے علاوہ اور کسی کو وہاں نہ آنے دیں۔

(۲) دوسری بات نہایت اہم یہ ہے کہ آپ جائے مناظرہ (مسجد صوبیداران) میں آج شام جلسہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ہمیں آپ کے جلسہ پر چراغ پانا ہونے کی کوئی ضرورت نہیں لیکن جو میدان مناظرہ مقرر ہو چکا ہے اس میں قبل از مناظرہ جلسہ کرنا سراسر خلاف قاعدہ اور شرارت کا پیش خیمہ ہے۔ آپ کسی دوسری جگہ جلسہ کر سکتے ہیں لیکن وہاں (مسجد صوبیداران) جلسہ کرنے کا آپ کو کوئی حق نہیں پہنچتا۔ اس لئے اگر اس بات پر فساد وغیرہ ہو جائے تو اس کی ذمہ داری آپ کی اس غیر ذمہ دارانہ حرکت پر ہوگی۔

(۳) تیسرا امر یہ ہے کہ آپ لوگ کئی روز سے انہی امور کے متعلق تقاریر کر رہے ہیں جن پر مناظرہ ہوگا۔ یہ بھی خلاف قاعدہ ہے لہذا اگر آپ کسی دوسری جگہ جلسہ کریں تو مناظرہ سے پہلے ان امور کا تذکرہ نہ ہونا چاہیے۔ گویا جب انہی امور کا مناظرہ میں

کرنا مقصود ہے تو قبل از مرگ وادبلا لا یعنی ہے۔ امید ہے کہ آپ معقولیت کا کام لیتے ہوئے امور بالا پر کار بند ہو گئے اور تعفیہ شرائط کیلئے اپنے نمائندے اور ہاتھ انتخاب کر کے فوراً اطلاع دیں گے۔ کم از کم اس امر میں تسامح نہ ہونا چاہیے۔

والسلام علی من اتبع الهدی

مورخہ ۹ جولائی ۱۹۳۶ء امیر حبیب اللہ خاں صدر جمعیت الاحناف ٹکون قلعہ

چنانچہ حافظ رحمت اللہ صاحب نے ایک رقعہ پر یہ تحریر لکھ کر واپس بھیج دیا۔ دوسرا خود رکھ لیا۔

”پرچہ نمبر اول مل گیا۔ بقلم خود حافظ رحمت اللہ۔ مورخہ ۹ جولائی ۱۹۳۶ء
تمناج کرہ امنٹ“

اس کے بعد مشورہ کیا گیا کہ چونکہ ہابیہ مناظرہ گاہ میں قبل از مناظرہ تقاریر نے سے خائف ہیں۔ لہذا جلسہ کسی اور مقام پر منعقد کر لیا جائے۔ مبادا ان کی امنگی اُن کیلئے فرار کا بہانہ بن جائے چنانچہ ایک دوسری مسجد میں جلسہ کا اعلان کیا گیا اور وہابیہ کو اُن کی تحریر کا جواب دے دیا گیا جو متدرجہ ذیل ہے:

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

باب امیر حبیب اللہ خاں صاحب!

بعد ما ہوا لمسون۔ آنکہ آپ کی تحریر نمبر ایک آج تمنج کرہ امنٹ پر موصول ہوئی۔ یہ بات آپ کی نہایت مناسب ہے کہ شرائط مناظرہ اور بحث مناظرہ قبل از مناظرہ طے کر لئے جائیں۔ لہذا آپ اپنی جماعت کے پانچ آدمی منتخب کر کے مکان عبد المجید صاحب پر پانچ سے چھ بجے تک بھیج دیں۔ دو آدمی بہت کم ہیں۔ جب

مناظرہ کرنا ہے تو کلیہ میں گز کیوں پھونزا جاتا ہے؟ آپ ہی خیال فرمائیے کہ دو دو آدمی تجلیہ میں بیٹھ کر شرائط وغیرہ طے کریں گے تو عوام کو خواہ مخواہ بدگمانی ہوگی کہ تجلیہ میں بیٹھ کر دونوں فریق مل گئے ہیں۔ لہذا پانچ پانچ آدمی ضرور ہونے چاہئیں اور آپ کی خاطر سے ہم جلسہ وعظ مسجد میں نہیں کرتے ہمیں آپ کی رائے سے اتفاق ہے۔ تبلیغ و اشاعت اور وعظ و نصیحت کا ہر شخص کو حق حاصل ہے۔ حق بات کے اظہار پر کسی کو چراغ پا ہونے کا حق نہیں امید ہے کہ آپ بلا کسی ہنس و پیش و تاہل کے وقت مقررہ پر اپنے نمائندے بھیج کر شرائط وغیرہ کا تصفیہ فرمائیں گے۔ فقط ۹ جولائی ۱۹۳۶ء

چوہدری عطا محمد رکن حزب الاحناف از تکلون

حضرت مولانا قلم ابو البرکات سید احمد صاحب مع مولانا نظام الدین صاحب ملتانی وہیں ٹھہرے کہ اگر وہابیہ کے نمائندے آجائیں تو ان کے ساتھ گفتگو کریں اور باقی تمام مولوی صاحبان جلسہ گاہ میں تشریف لے گئے اور وہاں جا کر حضرت مولانا ابوالہیان حافظ محمد مظہر الدین صاحب راہداری نے ایک ذبردست ولولہ انگیز اور وہابیت شکن تقریر کی اور دیوبندیہ کی عبارات کفریہ لوگوں کو سنائیں۔ جلسہ بڑا کامیاب اور پر لطف رہا۔ عصر کی اذان ہونے پر حضرت مولانا نے اپنی تقریر ختم کی اور جلسہ برخاست ہوا۔

ادھر حضرت مولانا شاہ ابوالبرکات صاحب وہابیہ کے نمائندوں کا انتظار کر رہے تھے کہ وہ آئیں تو ان کے ساتھ شرائط کا تصفیہ کیا جائے لیکن بجائے اس کے کہ وہابیہ کے نمائندے آتے ہمارا رقعہ واپس آگیا جس کے ایک کونے پر لکھا ہوا تھا: ”تمام خط و کتابت کے ذمہ دار حافظ رحمت اللہ ہیں۔ ہمارے رقعہ

کا جواب انہیں کی طرف سے ہونا چاہیئے یا کم از کم میری تحریر پر ان کے دستخط ہونے چاہئیں۔“

ناظرین غور فرما سکتے ہیں کہ کس طرح وہابیہ نے مناظرے سے بچنے کیلئے یہاں تراشے شروع کئے۔ اگر حافظ صاحب کی عدم موجودگی میں چوہدری عطا محمد صاحب نے رقعہ کا جواب دے دیا تو کیا حرج ہو گیا۔ حالانکہ ان کے رقعہ میں بھی جہانے مولوی حبیب اللہ کے (جن کے ساتھ پہلے خط و کتابت شروع تھی) امیر حبیب اللہ کا نام تھا لیکن ہم نے اس خیال کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ اس رقعہ بازی میں وقت برباد نہ ہوگا اور نتیجہ کچھ بھی نہیں نکلے گا۔ رقعہ حاصل کر کے دستخط کر دیئے اب اگر حافظ صاحب کی بجائے چوہدری عطا محمد صاحب نے رقعہ پر دستخط کر دیئے تو کون سا ایذا حرج ہو گیا چنانچہ دوبارہ چوہدری عطا محمد صاحب نے مندرجہ ذیل تحریر مع اس کی تحریر کے ایک آدمی کے ہاتھ روانہ کی۔

اب حبیب اللہ صاحب!

”ہمارے محترم حافظ رحمت اللہ صاحب نور محل گئے ہوئے ہیں اور اپنی عدم موجودگی میں مجھے اپنا قائم مقام کر گئے ہیں۔ لہذا جب تک وہ نہ آئیں ان کی جگہ مجھے تصور کیجئے۔“ چوہدری عطا محمد بقلم خود ۹ جولائی ۱۹۳۶ء

کافی دیر کے بعد وہابیہ کی جانب سے یہ جواب موصول ہوا:

”آپ کا رقعہ بحساب رقعہ نمبر اساز سہ پانچ بجے موصول ہوا۔ ہم پانچ آدمی شرائط بتایا طے کرنے کو بھی آتے ہیں۔“ (امیر حبیب اللہ خاں ۹ جولائی ۱۹۳۶ء)

چنانچہ شام کو چھ بجے کے قریب دیوبندی جماعت کے پانچ نمائندے

(۱) مولوی محمد علی جالندھری (۲) امیر حبیب اللہ خاں وغیرہم غازی عبدالحجید صاحب کے گھر آئے۔ اُن کے آتے ہی تمام لوگوں کو باہر کر دیا گیا۔ اہلسنت و جماعت کی طرف سے گفتگو کرنے کیلئے مندرجہ ذیل پانچ نمائندے منتخب کئے گئے:

(۱) حضرت مولانا قبلہ ابوالبرکات سید احمد صاحب مفتی پنجاب و ناظم مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور۔

(۲) حضرت مولانا مولوی نظام الدین صاحب ملتان و وزیر آبادی۔

(۳) جناب چوہدری عطا محمد صاحب رییس ٹکون و سیکرٹری حزب الاحناف ٹکون۔

(۴) حضرت غازی عبدالحجید خاں صاحب۔

(۵) حضرت حکیم رحمت اللہ صاحب۔

جب فریقین کے نمائندے ایک کمرے میں بیٹھ گئے تو سلسلہ گفتگو اس طرح شروع ہوا:

مولوی دیوبندی: ”میں کچھ عرض کر سکتا ہوں“

قبلہ شاہ صاحب: ”فرمائیے“

مولوی دیوبندی: ”یہ تو آپ کو معلوم ہی ہوگا کہ ہم پانچ آدمی شرائط مناظرہ طے کرنے کیلئے آئیں ہیں اس لئے جہاں تک ہو سکے اس کا جلدی تصفیہ فرمالیں۔ سب سے پہلے میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کل مناظرہ میں کس بحث پر گفتگو ہوئی اور اس کیلئے کتنا ناظم رکھا جائے گا؟“

قبلہ شاہ صاحب: ”بس یا اس سے زیادہ کچھ فرمانا چاہتے ہیں“

مولوی دیوبندی: ”جی بس۔“ آپ پہلے اس کا جواب عنایت فرمائیں“

قبلہ شاہ صاحب: ”یہ تو آپ خوب جانتے ہیں کہ آپ کی جماعت پر علمائے عرب و عجم نے طرک لٹوئی دیا ہے اور تمام دنیائے اسلام کے نزدیک تمہاری جماعت کافر ہے۔ اس لئے کل سب سے پہلے آپ کو یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ آپ مسلمان بھی ہیں یا نہیں؟ اس باقی مسائل پر بحث کی جائے گی کیونکہ کفر اور اسلام کا مسئلہ موقوف علیہ ہے۔ اس باقی مسائل موقوف ہیں۔ جب تک موقوف علیہ مسائل کا پورا پورا تصفیہ نہ ہو جائے موقوف مسائل پر مناظرہ کرنا عبث اور بے فائدہ ہے۔ اس لئے سب سے پہلے اس مسئلہ پر مناظرہ ہونا چاہیئے وہ یہ مسئلہ ہے کہ آیا دیوبندی مسلمان ہیں یا کافر ہیں؟ اس وقت آپ اپنا اسلام ثابت کر چکیں گے تب باقی مسائل پر مناظرہ کیا جائے گا۔“

مولوی دیوبندی: ”پہلے آپ یہ بتائیں کہ آپ کو ٹکون میں کس نے بلایا ہے اور کیوں بلایا ہے؟“

قبلہ شاہ صاحب: ”مجھے حکیم محمد محسن صاحب محسن پوری نے بلایا ہے اور دیوبندی جماعت کے ساتھ مناظرہ کرنے کیلئے آیا ہوں۔“

مولوی دیوبندی: ”اور غالباً آپ کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ کن مسائل پر مناظرہ مقرر ہوا ہے“

قبلہ شاہ صاحب: ”جی ہاں مجھے بتایا گیا ہے کہ سات مسائل پر مناظرہ ہونے کا فیصلہ ہوا ہے۔ جن میں سے سب سے پہلا مسئلہ کفریات علمائے دیوبند ہے۔“

مولوی دیوبندی: ”آپ کو غلط بتایا گیا۔ یہ مسئلہ کوئی طے شدہ مسئلہ نہیں جس پر مناظرہ کیا جائے۔ طے شدہ چھ مسائل ہیں۔ جو فریقین کے دستخطوں کے ساتھ تحریر کئے گئے ہیں ایک کاغذ نکال کر یہ دیکھئے یہ ہے وہ تحریر جس میں چھ مسائل درج ہیں اور یہ ہیں انوار رحمت اللہ اور مولوی حبیب اللہ کے دستخط۔ آپ کو اس تحریر کا پابند ہونا پڑے گا اور

انہی چھ مسائل پر مناظرہ کرنا ہوگا۔

حافظ رحمۃ اللہ صاحب (مولوی حبیب اللہ سے) مولوی صاحب! وہ دوسری تحریر بھی دکھائیے جس پر ہمارے تمام آدمیوں کے دستخط موجود ہیں اور جس میں لکھا ہوا ہے کہ سب سے پہلے کفریات دیوبند پر مناظرہ ہوگا۔

مولوی حبیب اللہ: ”ہمیں کسی تحریر کا حال معلوم نہیں اور نہ ہی ہم نے آپ کی کوئی اس قسم کی تحریر وصول کی ہے۔ نہ معلوم آپ کون سی تحریر پوچھ رہے ہیں۔“

حافظ رحمۃ اللہ صاحب: ”مولوی صاحب! میں وہ تحریر پوچھ رہا ہوں جو میں نے آپ کی خدمت میں روانہ کی تھی اور جس میں ہمارے تمام آدمیوں کے دستخطوں کے ساتھ یہ تحریر تھا کہ سب سے پہلے کفریات دیوبند پر مناظرہ ہونا چاہیئے۔“

مولوی حبیب اللہ: ”نہ صاحب! ہمارے پاس آپ کی کوئی ایسی تحریر نہیں پہنچی۔ آپ خواہ مخواہ ہم پر الزام لگا رہے ہیں۔“

حافظ رحمۃ اللہ: ”آپ حلف اٹھائیں کہ ہمارے پاس ایسی کوئی تحریر نہیں پہنچی۔“

مولوی حبیب اللہ: ”میں خواہ مخواہ حلف اٹھاتا پھروں اگر آپ اپنی بات میں سچے ہیں تو گواہ پیش کریں۔ آپ مدعی ہیں آپ کو گواہ پیش کرنے چاہئیں۔“

حافظ صاحب: ”مولوی صاحب! آپ نے پڑھا نہیں کہ البینۃ علی المدعی و الیسمین علی من انکسر۔ یعنی مدعی پر شہادت پیش کرنی لازم ہے اور اگر وہ شہادت پیش نہ کر سکے تو منکر قسم کھائے۔ اس لئے آپ یا تو وہ تحریر پیش کریں یا حلف اٹھائیں کہ وہ تحریر ہمارے پاس نہیں پہنچی۔“

مولوی حبیب اللہ: ”دیکھئے حافظ صاحب! میں اس تحریر کا پابند ہوں جو فریقین کی

مداری سے لکھی گئی ہے۔ (کاغذ اٹھا کر) یہ تحریر چونکہ ہماری دونوں جماعتوں کی منظور شدہ ہے۔ میرے اور آپ کے اس پر دستخط ہیں۔ اس لئے ہم دونوں فریق اس تحریر کا پابند ہیں۔ رہی آپ کی دوسری تحریر وہ چونکہ ہم نے منظور نہیں کی اس لئے وہ کچھ حرج نہیں رکھتی۔“

حافظ صاحب: ”مولوی صاحب! یہ بات آج آپ کو یاد آئی کہ ہم نے وہ تحریر منظور نہیں کی۔ آپ پہلے کہاں تھے؟ اگر آپ کو ہماری تحریر منظور نہیں تھی تو واپس بھیج دیتے۔ آپ کے پاس تحریر کا پہنچنا اور آپ کا وصول کرنا آپ کے بیان سے ثابت ہے۔ آپ وہ اس دن سے آج دن تک سکوت اختیار کرنا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ آپ کو ہماری تحریر منظور تھی۔ اس لئے ہمیں اور آپ کو اس تحریر کا ویسا ہی پابند رہنا پڑے گا جیسے اس پہلی تحریر کے پابند ہیں۔“

مولوی: ”نہ صاحب! ہمیں تو ان چھ مسائل پر مناظرہ کرنے کیلئے بلایا گیا ہے انہی پر مناظرہ کریں گے اور نئے مسئلے پر گفتگو کرنے کیلئے ہم ہرگز تیار نہیں۔“

مولوی نظام الدین صاحب: ”تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ لوگ مناظرہ سے بھاگنا چاہتے ہیں اس لئے کوئی بات نہیں مانتے۔ اتفاقاً آپ نے فضول ضائع کر دیا اور یہ فیصلے پر نہیں پہنچے۔ اب مغرب کی نماز کا وقت ہو گیا۔ ہم سب نے نمازیں پڑھنی ہیں اس لئے آپ سب صاحبان تشریف لے جائیں لیکن یاد رکھئے کہ صبح ۹ بجے آپ کو در مقام مناظرہ پر حاضر ہو کر مناظرہ کرنا پڑے گا۔“

چنانچہ تمام دیوبندی چراغ پا ہو کر چیخے شور مچاتے وہاں سے نکل گئے اور اہلسنت و جماعت نے شام کی نماز حضرت قبلہ شاہ صاحب کی اقتداء میں ادا کی۔

بعد ازاں سنادی کے ذریعہ تمام قصبہ میں اعلان کیا گیا کہ آج رات کو بعد از نماز عشاء چھوٹے سکول کے پاس اہلسنت و جماعت کا ایک زبردست جلسہ منعقد ہوگا جس میں حضرت مولانا حکیم محمد حسن صاحب محکم پوری اور حضرت مولانا ابوالہیاء حافظ محمد مظہر الدین صاحب راند ای تقاریر فرمائیں گے۔

عشاء کی نماز کے بعد جم غفیر سکول کے پاس جمع ہو گیا اور جلسہ کی کارروائی باقاعدہ شروع کی گئی۔ سب سے پہلے حضرت مولانا محمد مظہر الدین صاحب نے ایک دلوالہ انگیز تقریر کی اور وہابیہ کے عقائد کفریہ کی بیخ کنی کی۔ آپ کے حکیم صاحب موصوف نے بھی اسی موضوع پر ایک معقول اور مدلل تقریر کی اور جلسہ تقریباً ایک بجے کے قریب برخاست ہوا۔

=====

مناظرہ کا پہلا دن

دوسرے دن صبح ۹ بجے رئیس الحکماء و ائمہ کا مین شیخ العلماء والحمد للہ شیخ حضرت مولانا الحاج ابوالبرکات سید احمد صاحب مدہ تمام علمائے اہلسنت والجماعت جلسہ گاہ میں تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ ایک جم غفیر مسلمانوں کا تھا۔ آپ کی آمد پر جلسہ گاہ سے نعرہ بکسیر اور نعرہ رسالت کی آوازیں بلند ہوئیں اور تمام مسجد اللہ اکبر اور پارسل اللہ کے وہابیت شکن نعروں سے گونج اٹھی۔

دیوبندی مولوی بھی مع اپنی تمام ذریات کے مناظرہ گاہ میں آئے ہوئے تھے۔ مولوی خیر محمد صاحب صدر مدرس مدرسہ خیر المدارس جالندھر سیاحہ اچکن پہنچے عربی

مال زیب گلو کے ہوئے بڑے طعشق سے ایک آرام کرسی پر لیٹے ہوئے تھے۔ دائیں جانب مولوی محمد علی جالندھری اور بائیں جانب مولوی عبد اللہ جالندھری بیٹھے تھے۔ مولوی خیر محمد صاحب تنکھویوں سے کبھی محمد علی کو اور کبھی عبد اللہ کو دیکھ لیتے تھے اور پھر جھٹ مسکرا کر آنکھیں میچے کر لیتے تھے۔ زیر لب کچھ آہستہ آہستہ سرگوشیاں بھی ہو رہی تھیں جن کی شنوائی سے ہمارے کان بھی نہیں بلکہ اسٹیج نشین تمام دیوبندی راویوں کے کان بھی نا آشنا معلوم ہوتے تھے۔

سب سے پہلے حضرت مولانا حکیم محمد حسن صاحب محکم پوری کھڑے ہوئے۔ اپنے ہاتھ اٹھا کر باوازا بلند دعا فرمائی کہ یا اللہ العالمین! اپنے حبیب پاک کے عہد حق ہمارے اس مناظرہ کو کامیاب بنادے۔ اس کو بجا دلہ یا مکارہ نہ بنائیو۔ باری جان آید حق اور باطل کا معاملہ ہے اس میں حق کو فتح عطا فرما اور باطل کو سرنگوں کر۔ تمام حاضرین جلسہ آپ کے ہر کلمے پر باوازا بلند آئین کہتے تھے۔ دعا کو ختم کرنے کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ اہلسنت و جماعت کی طرف سے مجھے اختیار دیا گیا ہے کہ میں جلسہ کی صدارت کیلئے کسی صاحب کا نام تجویز کروں۔ لہذا میں حضرت مولانا ابوالہیاء حافظ محمد مظہر الدین صاحب راند اسی کا نام نامی صدارت کیلئے پیش کرتا ہوں۔ اُمید ہے کہ تمام حاضرین میری اس تجویز کے ساتھ اتفاق کریں گے۔ آپ نے تشریف رکھنے کے بعد حضرت مولانا سید محمد عبد اللہ شاہ صاحب چشتی کاشمیری نے ہر جوش الفاظ کے ساتھ حکیم محمد حسن صاحب کی تائید کی اور فرمایا مجھے یہ سن کر بڑی مسرت ہوئی کہ حکیم صاحب نے مولوی مظہر الدین صاحب کو صدارت کیلئے منتخب فرمایا۔ واقعی مولانا مظہر الدین صاحب اس منصب جمیل کے مستحق ہیں۔ مجھے حکیم

صاحب کی رائے سے پورا پورا اتفاق ہے۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ تمام حاضرین جلسہ حکیم صاحب موصوف کی رائے عالیہ سے اتفاق کریں گے۔

(حاضرین جلسہ) منظور ہے۔ منظور ہے!!

صاحب صدر حضرت مولانا حافظ محمد مظہر الدین صاحب اللہ اکبر اور یار رسول اللہ (ﷺ) کے فلک ہوس نعروں کے درمیان کھڑے ہوئے اور ایک مختصر مگر دلول انگیز تقریر کرنے کے بعد گرد و دہلیز سے اس بات کا مطالبہ کیا کہ وہ بھی اپنی جماعت میں سے کسی کو صدر منتخب کریں تاکہ مناظرہ کی کارروائی شروع کی جائے۔ چنانچہ ایک دیوبندی مولوی نے کھڑے ہو کر مولوی محمد علی جالندھری کی صدارت کا اعلان کیا۔

بعد ازاں صدر اہلسنت و الجماعت نے کھڑے ہو کر حاضرین جلسہ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ مناظرہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے فیصلہ کن مناظرہ ثابت ہوگا۔ آپ تمام حضرات دعا فرمائیں کہ جو فریق غلطی پر ہو خدا اُس کو ہدایت کرے اور اُس کی آنکھوں سے قصب کی پٹی اتار کر حق بات سمجھنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔ پھر آپ نے صدر دیوبند کو مخاطب کر کے فرمایا کہ مولانا وقت ضائع ہو رہا ہے لہذا اتمام باتوں کو چھوڑ کر مناظرہ شروع کرنا چاہیے۔

(صدر دیوبندیہ) ”جی ہاں! میرا بھی یہی خیال ہے کہ مناظرہ شروع کیا جائے لیکن آپ فضول تقریروں میں وقت ضائع کر کے مناظرہ سے پہلو تکی کر رہے ہیں۔“

(مولوی مظہر الدین صاحب) ”بہت خوب۔ شاید آپ کا بھاگنے کا ارادہ ہوگا اس لئے چاہتے ہیں کہ ہمارے سر پر غرار کا الزام تھوپ کر خود نو دو گیارہ ہو جائیں۔“

(صدر دیوبندیہ) ”آپ فضول تقریروں میں خود وقت ضائع کر رہے ہیں

۔“ نام مجھ دے رہے ہیں۔“

(مولوی مظہر الدین صاحب) ”اچھا اب باتیں رہنے دیجئے اور شرائط

منظرہ طے کیجئے۔“

(صدر دیوبندیہ) ”بسم اللہ۔ میری بھی یہی مرضی ہے۔ آپ اپنی طرف سے کس صاحب کو مناظرہ کیلئے کھڑا کریں گے؟“

(مولوی مظہر الدین صاحب) ”ہماری جماعت کی طرف سے شیخ العلماء والمحدثین حضرت مولانا الحاج ابو البرکات سید احمد صاحب مفتی پنجاب و ناظم مرکزی انجمن حزب اختلاف ہندوستان۔ مناظرہ کریں گے۔ آپ اپنے مناظر کا نام بھی ظاہر فرمادیں۔“

(صدر دیوبندیہ) ”ہماری جماعت کی طرف سے مولوی خیر محمد صاحب صدر مدرس مدرسہ خیر المدارس جالندھر مناظرہ کریں گے۔“

(مولوی مظہر الدین صاحب) ”اچھا اب یہ فیصلہ کیجئے کہ سب سے پہلے کس مسئلہ پر مناظرہ شروع کیا جائے۔“

(صدر دیوبندیہ) ”آپ ہی فرماد دیجئے۔“

(مولوی مظہر الدین صاحب) ”میرے خیال میں سب سے پہلے کفر و اسلام علمائے

دیوبند پر مناظرہ کرنا چاہیے۔ بعد ازاں باقی مسائل پر مناظرہ ہو کیونکہ اصل الاصول

کفر و اسلام کا مسئلہ ہے۔ جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ دیوبندی کافر ہیں یا مسلمان

باقی مسائل پر مناظرہ کرنا عبث ہے۔“

(صدر دیوبندیہ) گھبرا کر ”مولانا صاحب! آپ نے پھر کل والا جھگڑا شروع کر دیا ہم

قلمی دفعہ کہہ چکے ہیں کہ ہم اس مسئلہ پر ہرگز مناظرہ نہیں کریں گے۔ نہ معلوم آپ

کیوں خد کر رہے ہیں۔“

(مولوی مظہر الدین صاحب) ”مجھے تعجب ہے کہ آپ کو اپنے اسلام ثابت کرنے میں کیا مشکل درپیش ہے۔ حالانکہ ایک بچے سے بھی اگر اس کے مسلمان ہونے کا ثبوت دریافت کیا جائے تو وہ بھٹ لا اے لا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر اپنا مسلمان ہونا علی الاعلان ثابت کر دیتا ہے۔ جب آپ مدعی اسلام ہیں اور اپنے آپ اپنے شریعت اور احکام ملت کو مسلمان جانتے ہیں تو ان کے مسلمان ثابت کرنے میں آپ کو کیا تامل ہے؟“

(صدر دیوبند یہ۔ حاضرین سے خطاب ہو کر) ”حضرات دیکھئے میں نہ کہتا تھا کہ ان لوگوں کی مناظرہ کرنے کی مرضی نہیں ہے۔ یہ لوگ اسی طرح نال مول کر وقت ضائع کرنا چاہتے ہیں۔ میں کتنی دفعہ کہہ چکا ہوں اور اب بھی مولانا صاحب کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ مولانا وقت بہت خراب ہو چکا خدا کے واسطے مناظرہ شروع کیجئے۔ آپ کو ان فضول باتوں میں وقت ضائع کرنے سے کیا حاصل ہوگا۔“

(مولوی مظہر الدین صاحب) ”حضرات ذرا غور فرمائیں اور مولوی محمد علی صاحب کی قابلیت علمی کا اندازہ کریں کہ آپ کے خیال میں سوال کفر و اسلام فضول ہے اور فروغی مباحث ضروری ہیں۔ آپ ہی انصاف کریں کہ جس شخص کو ابھی ہم مسلمان ماننے کو تیار نہیں اسے کیا حق حاصل ہے کہ ہمارے اعمال پر تنقید کرے۔ فاتحہ گیارہویں اور سوم و چہلم پر بحث اٹھائے۔ جب تک یہ لوگ اپنا رشیہ اسلامی ثابت نہیں کریں گے اس وقت تک ہم کو کسی اور بحث میں پڑ کر وقت خراب کرنے کی ضرورت نہیں۔“

(حاضرین جلسہ کا شور) ”بے شک بے شک دیوبندیوں کو اپنا اسلام ثابت کرنا ضروری ہے اگر واقعہ میں وہ مسلمان ہیں تو اس بحث سے کیوں بھاگتے ہیں۔“

(مولوی۔ کچھ شرمندہ سا ہو کر) ”بھائیو! کیا آپ کو نظر نہیں آتا کہ ہم مسلمان ہیں۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ دارالعلوم دیوبند کا چشمہ فیض اتنا وسیع ہے کہ شرق سے غرب تک اہل اسلام سے جنوب تک پہنچے پہنچے پر اس دارالعلوم کے چشمہ فیض کے سیراب شدہ اپنے علم سے لوگوں کو مستفید کر رہے ہیں۔ افسوس ہے کہ ایسے خادمان دین متین کو کہ جنہوں نے امت نبویہ کو زندہ کر دیا اور بدعت و شرک کو بیخ و بن سے اکھاڑ ڈالا۔ کافر کہا جاتا ہے کہ ان کے مسلمان ہونے میں تامل ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ ان سے ان لوگوں کو کیوں بھاگتا ہے کہ ان کو منہ بھر کر کوسا جاتا ہے اور ان کے نام نہایت تو ہیں سے لے کر انہیں کافر کہنا۔ ان کے عقیدے کے دلوں کو پاش پاش کیا جاتا ہے۔“

میں ان لوگوں کو میدان مناظرہ سے بھاگنے نہیں دوں گا۔ ان کو منہ ظہر کرنا۔ لگا اور مسائل سنہ پر بحث کرنی ہوگی اور اگر ان کے پاس دلائل نہیں ہیں تو تحریری طور پر لیں میں انہیں چھوڑ دوں گا۔“

(مولوی مظہر الدین صاحب۔ جوش میں آ کر) ”حضرات! آپ نے ان کے دل کو کس قدر نازک کیا۔ اشرف علی تھانوی کا اگر ہم کافر کہیں تو ان کا دل پاش پاش ہو جائے۔ ظلیل احمد انیسوی کو اگر مرتد کہیں تو یہ بیچ انہیں اور انہیں خادم دین متین بنا دے۔ مسلمان ثابت کریں اور یہ خبر ہی نہیں کہ جو دل ادنیٰ اہانت ویشوایان دیوبند سے بیچ رہا ہے۔ وہ اتنا سخت پتھر ہے کہ سرکار مدینہ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت سے سخت توہین سے بچھلتا بھی نہیں۔ (مولوی محمد علی کی طرف خطاب ہو کر) مولوی صاحب آپ کے چشمہ فیض دیوبند اور چشمہ پھیلائے والے علماء اور جناب کے پیشوا امت کی خدمت دین دکھاؤں۔ (کتاب حفظ الایمان کو ہاتھ میں لیکر)

حضرت! ذرا خدمت دین علمائے دیوبند ملاحظہ ہو۔ یہ ان کے سب سے بڑے مولوی اشرف علی تھانوی کی کتاب ہے۔ اس میں لکھتے ہیں:

”پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صبیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض علوم غیبیہ مراد ہیں یا کل۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے۔ ایسا بعض علم غیب تو ہر زید و عمر بلکہ ہر صبیح و یمنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کیلئے بھی حاصل ہے۔“

(حفظ الایمان ص ۶)

مولوی صاحب! (مولوی محمد علی کی طرف مخاطب ہو کر) یہ آپ کے اب مولوی اشرف علی تھانوی نے خدمت دین متین کی ہے اور سیکے! آپ کے شیوا مذہب مولوی خلیل احمد ایٹھوی اپنی کتاب براہین قاطعہ میں یوں سنت نبوی کو زور کرتے ہیں۔ سنئے:

”شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔“ (براہین قاطعہ ص ۵۱)

اس سے آگے دوسرے صفحہ پر یوں گویا نشان کرتے ہیں:

کہ ”ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں ملک الموت کے برابر بھی ہو۔“

چہ جائیکہ زیادہ“

یہاں ہمارے پیشوایان ملت کی کفریہ عبارات۔ اب آپ اس موضوع سے کیوں گریز کرتے ہیں۔ تمہاری ان کفریہ عبارات پر تمام علمائے عرب و عجم نے کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ چاہتے ہو کہ ہم ادھر ادھر کی فضول باتیں کر کے کسی طرح مناظرہ سے بچ جائیں۔ چاہتے ہو کہ تم کو اس طرح ہرگز جانے نہیں دیا جائے گا اور ان تمام کتابوں سے جو اس کی ہیں ثابت کیا جائے گا کہ چونکہ اکابرین دیوبند نے جناب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص شان کی ہے۔ اس لئے یہ لوگ تمام دنیائے اسلام کے کافر مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اگر مرد میدان ہو تو آؤ اور اپنے اکابر کی ثابت کرو۔“

(محمد علی دیوبندی گھبرا کر اور اپنے دل میں سوچ کر کہ یہ تو بُرا ہوا۔ ہماری حق کی محنت ان کی چند عبارات پڑھنے سے رائیگاں گئی)۔ مولوی مظہر الدین ایسی باتوں میں وقت کو ضائع نہ کیجئے۔ مناظرہ کرنا ہے تو اپنے مناظر کو کھڑا کیجئے۔ اس طرح فضول باتوں میں وقت ضائع کرنے سے کچھ فائدہ نہیں۔“

جلسے کا شور۔ یہ تمہارے نزدیک فضول باتیں ہیں۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔

مولوی مظہر الدین صاحب ”برادران اسلام! آپ امن کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ مذہب میں تنقیص انبیاء اور توہین رسالت ارکان مذہبی میں داخل ہو۔ ان کے عقیدے یا یہ فضول باتیں ہیں لیکن آپ کو تحمل سے کام لینا چاہیئے۔ جب آپ لوگوں کو سمجھائے اپنا فائدہ بنایا ہے تو آپ کو خاموش رہنا چاہیئے۔ آپ تمام حضرات مطمئن رہیں میں مولوی محمد علی کو راہ پر لے آؤں گا۔ (مولوی محمد علی سے مخاطب ہو کر) مولانا

نعت افسوس ہے کہ آپ اس چیز کو جو آپ کے کفر اور ارتداد کا سبب ہے فضول کہتے
شرماتے نہیں۔ کیا یہ عبارتیں آپ کے اکابر کی کتابوں میں درج نہیں ہیں۔ اگر درج ہیں
تو پھر آپ ہی ذرا اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر فیصلہ کریں کہ ایسے بدتر بانوں کی طرف داری
آپ کو کس قدر مذلت میں ڈال رہی ہے۔ آخر مرنا ہے خوف خدا کیجئے اور شرمائیے۔

(محمد علی) ”نہ مولوی مظہر الدین شرائط سے قدم باہر نہیں نکالنا چاہیے جو کچھ شرطیں لکھی جا
چکی ہیں ہمیں اور آپ کو ان کا پابند ہونا پڑے گا۔ (ایک کاغذ سامنے کر کے) حضرات!
دیکھئے یہ وہ تحریر ہے جو مولوی حبیب اللہ اور حافظہ رحمت اللہ صاحبان کی منظوری سے لکھی
گئی ہے۔ اس کے اندر بحث فیہ چھ مسائل ہیں۔ میں مولوی مظہر الدین صاحب کی
خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ وہ بھی اپنی تحریر نکال کر پڑھیں اور لوگوں کو سنائیں۔ فضول
اور بے کار باتوں میں وقت کو ضائع نہ کریں۔“

(مولوی مظہر الدین صاحب) حضرات! میں کتنی دفعہ مولوی محمد علی
صاحب کی خدمت میں عرض کر چکا ہوں کہ کفر اور اسلام کا مسئلہ موقوف علیہ ہے اور
باقی مسائل موقوف ہیں۔ جب تک موقوف علیہ مسئلہ طے نہ ہو جائے موقوف مسائل پر
مناظرہ کرنا نہ صرف عبث اور بے فائدہ ہے بلکہ اصول مناظرہ کے بھی خلاف ہے۔
اس لئے میں پھر عرض کرتا ہوں کہ آپ سب سے پہلے اپنا اور اپنے اکابر کے مسلمان
ہونے کا ثبوت پیش کریں۔ اس کے بعد جس مسئلہ پر آپ کی خوشی ہو اس پر مناظرہ
کرنے کیلئے ہم تیار ہیں۔“

مولوی محمد علی نے اس بات کا کچھ جواب نہ دیا اور منہ دوسری طرف پھیر کر
مولوی خیر محمد کے ساتھ سرگوشی کرنے لگا۔ اس کی اس حرکت سے مجمع کے اندر انتشار پیدا

ہو گیا اور مولوی مظہر الدین صاحب نے دوبارہ انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

صدر صاحب! جناب صدر صاحب!!

(مولوی محمد علی) جواب نہ دارو۔

(مولوی مظہر الدین صاحب۔ بلند آواز سے) ”صدر صاحب! اے جناب صدر صاحب!

(مولوی محمد علی۔ چونک کر) ”جی حضرت کیا بات ہے؟“

(مولوی مظہر الدین صاحب) ”اللہ رے تقابل۔ آپ کو ابھی تک اتنا پتہ نہیں کہ بات

کیا ہے؟

(مولوی محمد علی۔ مسخرہ پن سے کمر کو لچکا کر) ”جی صاحب! آپ کے مقابل کفر ہے تو

میں ہوش رہ سکتا ہے۔“

(مولوی مظہر الدین صاحب) ”مولوی محمد علی صاحب! آپ تقابل کرنے آئے ہیں یا

منظرہ کرنے آئے ہیں؟ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے پڑوس میں کوئی میرا سی رہتا ہے۔“

(مولوی محمد علی۔ اسی انداز سے) ”جی ہاں، بجا ہے۔“

(مولوی مظہر الدین صاحب) ”اب مناظرہ بھی کرنا ہے یا اپنی نقالی سے ہی لوگوں کو

بھٹکانا ہے۔“

(مولوی محمد علی) ”میں تو صبح سے چیخ رہا ہوں کہ مناظرہ کریں لیکن آپ فضول اور بیکار

باتوں میں وقت ضائع کر رہے ہیں۔“

(مولوی مظہر الدین صاحب) ”اچھا۔ اب ان باتوں کو رہنے دیجئے اور اپنا مناظرہ کھڑا

کجئے تاکہ آپ کے کفریات پر مناظرہ شروع کر دیا جائے۔“

(مولوی محمد علی) ”نہ مولوی مظہر الدین نہ۔ آپ ایسی باتیں نہ کیجئے۔ میں پہلے عرض کر

چکا ہوں کہ ہم ان چھ مسائل پر مناظرہ کرنے کیلئے بلائے گئے ہیں۔ سب سے پہلے ان مسائل پر مناظرہ ہو جانا چاہیے۔ بعد میں اس مسئلہ (کفریات دیوبندیہ) پر مناظرہ کریں گے۔

(حافظ رحمت اللہ صاحب۔ کھڑے ہو کر) ”جناب صدر صاحب! مجھے اجازت ہے میں دو منٹ کیلئے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔“

(مولوی مظہر الدین صاحب) ”جی ہاں۔ آپ بڑے شوق سے فرمائیں۔“

(حافظ رحمت اللہ صاحب، مولوی حبیب اللہ صاحب دیوبندی کو مخاطب کر کے) ”مولوی حبیب اللہ! ذرا سامنے تشریف لائیے۔“

(مولوی حبیب اللہ صاحب۔ کھڑے ہو کر) ”کیوں صاحب! کیا بات ہے؟“

(حافظ صاحب) ”مولوی صاحب! کیا آپ کے پاس وہ تحریر نہیں پہنچی۔ جس میں ہمارے تمام آدمیوں کے دستخطوں سے لکھا ہوا تھا کہ مناظرہ میں سب سے پہلا موضوع کفریات اکابر دیوبند ہوگا۔“

(مولوی حبیب اللہ) ”نہ صاحب ہمیں کسی ایسی تحریر کا علم نہیں ہے اور نہ ہی ہمارے پاس اس قسم کی کوئی تحریر پہنچی ہے۔“

ناظرین! ذرا غور فرمائیں کہ کل تو یہ لوگ کہہ رہے تھے کہ تمہاری تحریر پہنچی تو ہے لیکن ہم نے منظور نہیں کی اور آج سرے سے ہی انکار ہے کہ وہ تحریر ہمارے پاس پہنچی ہی نہیں۔“

(حافظ صاحب) ”آپ بھرے مجمع میں حلف اٹھائیں اور خدا کو حاضر ناظر جان کر کہیں کہ وہ تحریر ہمیں موصول نہیں ہوئی۔“

(مولوی حبیب اللہ) ”میں خود بخود اہل حلف اٹھاؤں۔ اگر آپ نے تحریر کبھی ہے تو اپنا گواہ

کہہ لیں۔“

(صاحب) ”مولوی صاحب! آپ نے کل والا جھڑا پھر یہاں شروع کر دیا۔ کیا آپ نے فقہ کی کتابوں میں نہیں پڑھا کہ اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں تو منکر کو قسم کھانی جائز ہے۔ اس لئے یا تو تحریر کا اقرار کریں یا حلف اٹھائیں۔“

(حبیب اللہ خاں) ”حافظ صاحب! تحریر وہ قابل قبول ہو سکتی ہے جو فریقین کی شہادت سے لکھی گئی ہو۔ آپ کی تحریر چونکہ ہماری منظور شدہ نہیں اس لئے وہ قابل قبول نہیں ہو سکتی۔“

(حافظ صاحب) ”وہ تحریر اگر آپ کو منظور نہ تھی تو واپس بھیج دیجئے اور لکھ دیجئے کہ ہمیں منظور نہیں ہے لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا۔ آپ کا اتنے دن تحریر کا اپنے پاس رکھنا اور نہ بھیجنا اس بات کی صریح اور روشن دلیل ہے کہ وہ تحریر آپ کو منظور تھی۔ اب چونکہ آپ کے مولوی آگئے ہیں اور انہوں نے آکر تمہیں سمجھایا ہے کہ اگر اس موضوع پر مناظرہ ہو گیا تو ہمارے اکابر کے کفریات مجمع عام میں ظاہر ہو جائیں گے۔ اس لئے آپ تم دھوکہ دے کر اس موضوع سے بھاگنا چاہتے ہو لیکن یاد رکھو کہ تمہیں ہرگز بھاگنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ پبلک خود تمہیں مجبور کرے گی کہ تم پہلے اپنے کفر و اسلام کا فیصلہ کرو۔“

(نام حاضرین جلسہ) ”بے شک! بے شک! دیوبندی مولوی سب سے پہلے اپنا ایمان ہونا ثابت کریں بعد ازاں دوسرے مسائل پر مناظرہ کریں۔“

اس گفتگو میں سوا گیارہ بج گئے۔ حضرت قبلہ عالم ربیع الحکماء و المتکلمین شیخ العبد المذنب حضرت مولانا ابوالبرکات صاحب جو صبح سے وہابیہ کے رنگ ڈھنگ میں تھے اب یہ لوگ مناظرہ کرنا نہیں چاہتے اور اپنے فرار کیلئے کوئی نہ کوئی بہانہ تلاش

کر رہے ہیں۔ جوش میں آکر کھڑے ہو گئے اور بابیہ کے صدر مولوی محمد علی جالندھری کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:

”جناب صدر صاحب! اپنے مناظر مولوی خیر محمد صاحب کو کھڑا کیجئے۔ فضول باتوں میں وقت کو ضائع نہ کیجئے۔ میں اب تم کو ہرگز وقت خراب کرنے نہ دوں گا صبح سے دیکھ رہا ہوں کہ تم نے سوا دو گھنٹے اسی ٹوٹوٹ میں ضائع کر دیے اور کسی نتیجہ پر نہیں پہنچے۔ تمہاری تو ہمیشہ یہی خواہش رہتی ہے کہ فضول باتوں میں الجھ کر وقت ضائع کریں اور کسی طرح مناظرہ سے بچ جائیں لیکن ہم جو اتنی دور سے چل کر یہاں آئے ہیں تمہیں ہرگز بھاگنے نہیں دیں گے۔ بس اب صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے۔ تم نے بہت باتیں بنائیں اور وقت کو ضائع کر لیا۔ میں صبر کے ساتھ ہتھار ہا کہ آخر تم کسی نتیجہ پر پہنچو گے لیکن سوا دو گھنٹے کا قیمتی وقت فضول باتوں میں ضائع کر دیا اور کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ اب میں کسی طرح تمہاری ان فضول باتوں کو نہیں سن سکتا۔ اپنے مناظر کو کھڑا کرو میں بلا شرائط تمہارے مناظر کے ساتھ مناظرہ کروں گا اور جس موضوع پر تمہارا جی چاہے گفتگو کرو میں بالکل تیار ہوں۔“

آپ کی اس تہہ بہ تہہ تقریر پر مجمع سے نعرہ بکیر اور نعرہ رسالت کی آوازیں بلند ہوئیں اور اللہ اکبر اور یار رسول اللہ اور مولوی سید احمد شاہ صاحب زندہ باد کے فلک بوس نعروں سے دشت و جبل گونج اٹھے۔ دہائیوں کا صدر کھسیانہ ہو کر مولوی خیر محمد جالندھری کو دیکھنے لگا۔ تمام بابیہ کے چہروں پر مردنی چھا گئی۔ مختصر بحث و تجویس کے بعد مسئلہ علم غیب منظرہ کا موضوع مقرر ہوا اور مندرجہ ذیل تحریر فریقین کے اتفاق سے قلمبند کی گئی۔

شرائط مناظرہ منعقدہ ۱۰ جولائی ۱۹۳۶ء مقام تلون برونجھٹہ المبارک

(ماہین اہلسنت والجماعت و فرقہ دیوبندیہ)

(۱) پہلی تقریر مدعی کی ہوگی۔ (۲) پہلی تقریروں کا وقت پندرہ منٹ ہوگا۔ (۳) بعد ازاں دس منٹ (۴) دوران تقریر میں کسی فریق کو بولنے کا حق نہ ہوگا۔ (۵) کل وقت دو گھنٹے ہوگا۔ (۶) مناظرہ ساڑھے گیارہ بجے سے شروع ہو کر ڈیڑھ بجے تک رہے گا۔ (۷) مناظر اہلسنت والجماعت کی طرف سے حضرت مولانا سید ابوالبرکات سید احمد صاحب ناظم مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور ہوں گے۔ (۸) مناظر دیوبندیہ مولوی خیر محمد جالندھری ہوں گے۔

چنانچہ ان جملہ مراحل ابتدائیہ کے طے پانے کے بعد رئیس العلماء والحقہ کلمین الاختباء والحدیث حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد صاحب مفتی اہلسنت والجماعت کی تقریر اللہ اکبر اور یار رسول اللہ کے فلک بوس نعروں میں شروع ہوئی۔ دھونڈا۔

تقریر اول

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ سَازِدًا صَلِّ وَسَلِّمْ وَتَارِكًا عَلٰی مَنْ عَلِمْتَ الْغَيْبَ وَ
سَزَلْتَهُ مِنْ كُلِّ عَيْبٍ وَعَلٰی اِلٰهِ وَصَحْبِهِ اَبَدًا وَبِاَنْبِيَائِهِ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ
هَمَزَاتِ الشَّيْطٰنِ وَ اَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ۔

عزیزان ملت فقیر کا جملہ ارباب اہلسنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ رب
اعزت جلالت عظمت نے اپنے حبیب اکرم نور مجسم رحمت دو عالم سرور انبیاء شفیق روز جزا
صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو علم کلی عطا فرمایا۔ یعنی تمامی اولین و آخرین کا علم مرحمت فرمایا۔

مشرق سے مغرب تک جنوب سے شمال تک فرش سے عرش تک دکھایا۔ ملکوت السموات والارض کا شاہد بنایا۔ ابتداء آفرینش سے دخول جنت و نار تک جملہ ماکان و مایکون انہیں بتایا۔ کائنات کا ذرہ ذرہ سمندروں کا قطرہ قطرہ، درختوں کا پتہ پتہ قلوب عالم کا قطرہ قطرہ مثل کتب دست ظاہر فرمایا۔ میرے اس دعوے کے ثبوت میں متعدد آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ موجود ہیں۔ آپ حضرات سے صرف اس قدر التجاہ ہے کہ جو کچھ میں عرض کروں ہمہ تن گوش ہو کر استماع فرمائیں۔ میں اردو میں تقریر کروں گا ممکن ہے کہ آپ پوری طرح اردو کو نہ سمجھ سکیں لیکن میں کوشش کروں گا کہ اپنی تقریر میں آسان الفاظ استعمال کروں اور آپ کو اپنا مافی الضمیر سمجھا سکوں۔ انشاء اللہ العزیز العظیم حق واضح ہو کر رہے گا۔ سچے:

حضرات! اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِظَنٍّ (پ ۳۰ سورہ النجم آیہ ۲۳) اور نہیں وہ غیب پر بخیل۔ یہ تو عقلی ترجمہ ہوا۔ اب ہو کا مرجع یا اللہ تعالیٰ ہے یا قرآن حکیم ہے یا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ان تینوں احتمالوں میں سے جو بھی احتمال اختیار کیا جائے، ہمارا مدعا ثابت ہے۔ جب ضمیر ہو کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف پھیریں گے گا تو معنی یہ ہو گئے کہ وما اللہ علی الغیب بضنین اور نہیں ہے اللہ غیب پر بخیل اور اگر ضمیر قرآن کی طرف پھیرا جائے تو تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ ما القرآن علی الغیب بضنین۔ یعنی قرآن کریم غیب پر بخیل نہیں اور اگر ضمیر ہو کا مرجع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مانا جائے تو عبارت یوں ہوئی۔ وما محمد علی الغیب بضنین اور نہیں محمد ﷺ غیب پر بخیل۔ اسی آیت کریمہ کے تحت تفسیر معالم التنزیل اور تفسیر خازن میں مرقوم ہے۔ اسی اندہ صلی اللہ

علیہ وسلم یا تہ علم الغیب فلا یخیل بہ علیکم بل یعلمکم و یخبرکم بہ ولا یکتسہ۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل ہے۔ وہ تم کو غیب بتانے سے بخل نہیں فرماتے بلکہ تم کو خبر دیتے ہیں اور غیب کو تمہیں چھپاتے۔ عزیر الانی گرامی! اس آیت سے نبی کریم ﷺ کا مطلق علی الغیب ہونا روز روشن کی طرح ظاہر ہو رہا ہے اس لئے کہ اس آیت کریمہ میں بخل کی نفی فرمائی گئی ہے اور سب جانتے ہیں کہ بخل اس شخص کو کہتے ہیں جو سرمایہ دار ہو، دولت و ثروت کا مالک ہو اور خرچ نہ کرے۔ بخل اس کو نہیں کہا جاتا جو مفلس تلاش ہو۔ ایک حب کا بھی مالک نہ ہو کیونکہ جب وہ نادار و محتاج ہے تو خرچ کیا کرے گا۔ پس آیت کریمہ نے واضح کر دیا کہ جناب نبی کریم علیہ الخیہ و السلام اپنے رب کی عطیہ دولت علم غیب سے مالا مال ہیں۔ ہر صغیر و کبیر، حقیر و فقیر، ذرہ و قطمیر، برنا و پیر، فیض قدیر ضمیر منیر، بشر و نذیر صلی اللہ علیہ وسلم پر روشن و مستفیر ہوا۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

(۱) الْوَحْيُ حُضْنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ اس آیت کریمہ سے بھی صاف ظاہر ہے کہ رب اعزت تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم کی تعلیم فرمائی۔ اس قدر میں تو کسی کو کلام نہیں۔ اب یہ دیکھنا چاہیے کہ قرآن کریم میں کن کن چیزوں کا بیان ہے، قرآن عظیم سے ہی پوچھئے۔ فرماتا ہے:

(۲) وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ۔ یعنی ”اے محبوب ہم نے تم پر وہ کتاب نازل فرمائی ہے جو ہر چیز کا روشن بیان ہے“ تو جب قرآن پاک ہر چیز کا روشن بیان ہے اور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اس کے عالم تو بے شبہ جملہ اشیاء کے عالم ہوئے۔ اور فرماتا ہے:

(۳) مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ
كُلِّ شَيْءٍ ۚ یعنی ”قرآن وہ بات نہیں جو بنائی جائے بلکہ اگلی کتابوں کی تصدیق ہے اور
شے کا صاف جدا جدا بیان“۔ وقال تعالیٰ۔

(۴) مَا فَهَّمْنَاهُ فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ۚ ہم نے کتاب (یعنی قرآن کریم) میں
کوئی چیز اٹھانہ رکھی“۔ تو اے عزیزو! جب فرقان مجید ہر شے کا بیان ہے اور بیان بھی
کیسا! روشن۔ اور روشن بھی کس درجہ کا۔ مفصل۔ اور اہلسنت کے مذہب میں شے ہر
موجود کو کہتے ہیں تو عرش تا فرش تمام کائنات جملہ موجودات اس بیان کے احاطے میں
داخل ہوئی اور مجملہ موجودات کتابت لوح محفوظ بھی ہے یعنی لوح محفوظ میں جو کچھ لکھا
ہے وہ بھی قرآن حکیم میں موجود ہے۔ اب یہ بھی قرآن حکیم سے پوچھئے کہ لوح محفوظ
میں کیا کیا لکھا ہے؟۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

(۵) وَكُلُّ شَيْءٍ صَغِيرٌ وَكَبِيرٌ مُّسْطَوٌّ ۖ ہر چھوٹی بڑی چیز سب لکھی ہوئی ہے۔
اور ارشاد فرماتا ہے:

(۶) وَكُلُّ شَيْءٍ أَخَصَصْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ ۚ یعنی ”ہر شے ہم نے ایک روشن
پیشوا میں جمع فرمادی“۔ نیز ارشاد ہوتا ہے۔

(۷) وَلَا خَبْرَ فِيهِ ظُلُمَاتٍ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ
مُبِينٍ یعنی ”کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیریوں میں اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک مگر یہ کہ
سب ایک روشن کتاب میں لکھا ہے“۔

یہ پچھلی آیتیں لوح محفوظ کی صفیں ہیں اور ظاہر ہے کہ لوح محفوظ بھی شی من
الاشیاء ہے اور قرآن کریم کی صفت آپ سن چکے۔ مَا فَهَّمْنَاهُ فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ وَ

كُلِّ شَيْءٍ لکھی ہوئی تو خوب واضح ہو گیا کہ جو کچھ لوح محفوظ میں ہے وہ قرآن حکیم میں
ہے اور قرآن حکیم کے سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم عالم۔ تو سرور انبیاء ہر ذرہ ہر قطرہ
مظہرہ ہر پتے ہر تر و خشک کے عالم ہوئے۔ فالحمد للہ علی ذالک

حضرات اعلم کلی اور کسے کہتے ہیں۔ اصول میں مبرہن ہو چکا ہے کہ نکرہ چیز نفی میں عموم کا
لازم دیتا ہے لَوْلَا خَبْرٌ فِيهِ ظُلُمَاتٍ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي
كِتَابٍ مُّبِينٍ میں جملہ خوب و جملہ رطب و یابس بلا تخصیص مراد ہوں گے اور اگر اس
عام قطعی کا کوئی تخصیص قطعی ہو تو بیان کیا جائے اور آیہ کریمہ قَبَسْنَا لِكُلِّ شَيْءٍ وَغَيْرِہ میں
نہ ملے تو ایسا عام ہے کہ کبھی خاص ہو کر مستعمل ہی نہیں ہوتا اور عام افتادہ استغراق میں
مستعمل ہے۔ العام کمال خاص فی المفادۃ القطعی کتب اصول میں یہ امر واضح ہے اور
نصوص یعنی آیات واحادیث ہمیشہ ظاہر پر محمول رہے گی۔ بلا دلیل شرعی تخصیص و تاویل
باز نہیں۔ ورنہ شریعت سے امان اٹھ جائے حتیٰ کہ حدیث احاد اگرچہ کیسی ہی اعلیٰ درجہ
کی صحیح ہو۔ عموم قرآن مجید کی تخصیص نہیں کر سکتی۔ بلکہ اس کے حضور متحمل ہو جائے گی
اور نہ تخصیص عقلی عام کو تعلیمت سے نکال سکتی ہے۔ الحمد للہ قرآن کریم کی نصوص قطعیہ
سریحہ سے روشن ہو گیا کہ ہمارے آقا و مولیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل نے
تمام موجودات جملہ مَا كَانَ وَ مَا يَكُونُ الی یوم القیامۃ جملہ مندرجات لوح
محفوظ کا علم عطا فرمایا اور شرق و غرب و سما و ارض و عرش و فرش میں کوئی ذرہ حضور کے علم
سے خارج نہ رہا۔ ہر صغیر و کبیر حقیر و فقیر ذرہ و قطمیر برنا و بزرگ تفصیلی علم سمیع و بصیر بشیر و نذیر
صلی اللہ علیہ وسلم کو بوعطاء الہی حاصل ہے۔ ہمارے مدبہ مقابل فرماتے ہیں کہ علم کلی
اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اگر ان خوش فہموں نے طاحسن کا خطبہ بھی پڑھا ہوتا تو علم کلی کو خدا

تعالیٰ کی صفت نہ ٹھہراتے۔ سنئے ملاحسن رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب کے خطبہ میں فرماتے ہیں۔ جعل الکلیات والحزلیات یعنی پروردگار عالم کلیات اور جزئیات کا خالق ہے تو جزئی و کلی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور ہر مخلوق حادث ممکن جائز الفنا ممکن البقاء والتغیر تو کیا اللہ تعالیٰ کا علم ہمارے مد مقابل کے مذہب میں حادث ممکن جائز الفنا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ مولوی صاحب! اللہ تعالیٰ کی صفت علم قدیم اور قدیم کا ممکن حادث ہونا محال۔ تو اللہ تعالیٰ کی صفت علم کو کلی و جزئی سے متصف نہیں کر سکتے۔ ہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات حادث و مخلوق ہیں۔ لہذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو کلی سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

یہ بھی واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جملہ موجودات و جملہ ماکان و مایکون کا عالم مانتے ہیں لیکن بایں ہمہ نہ ہم جمیع غیب غیر کتابیہ کے علم کا دعویٰ کرتے ہیں اور نہ جملہ معلومات الہیہ کا۔ بلکہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو علم الہی سے کوئی نسبت نہیں۔ ذرہ کو آفتاب سے اور قطرہ کو سمات سمندروں سے جو نسبت ہے وہ بھی یہاں متصور نہیں۔ کہاں خالق، کہاں مخلوق۔ کہاں قدیم، کہاں حادث۔ کہاں واجب، کہاں ممکن۔ مماثلت و مساوات کا تو ذکر ہی کیا۔ علم الہی کے حضور مخلوق کے علوم اقل قلیل ہیں لیکن ہم نہ مساوات و مماثلت کے قائل اور نہ عطاء الہی اور فضائل محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر۔ مخالفین کا الزام مساوات ہم پر اور ہمارے اکابر اہلسنت پر افتر او بہتان ہے۔ اب مولوی صاحب میری پیش کردہ آیات کا جواب دیں اور کمرہ چیز نفی میں آکر عموم کا فائدہ دیتا ہے یا نہیں؟ اور لفظ کل عام افادہ استغراق میں قطعی ہے یا نہیں؟ اس کا جواب عنایت فرمائیں اور کلیات و جزئیات مخلوق

یا نہیں؟ اور مخلوق و حادث خدا کی صفت ہو سکتی ہے یا نہیں؟
حضرات! آپ نے میری تقریر کا حاصل تو سمجھ ہی لیا ہوگا۔ اب مولوی صاحب میری تقریر کا جواب دیں گے اس کو بھی بغور سنئے اور حق و باطل میں تمیز کیجئے۔

جواب تقریر اول

(مخاطب مولوی خیر محمد صاحب چاندھری، مناظر جماعت دیوبند یہ)
حضرات! میرے مد مقابل مولوی سید احمد صاحب نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ دعویٰ تو یہ کیا کہ میں چودہ آیات قرآنی اور تیس احادیث سے ثابت کروں گا کہ جناب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب عنایت کیا گیا لیکن بجائے اس کے کہ کوئی حدیث یا قرآن مجید کی کوئی آیت پڑھتے ادھر ادھر کی باتیں بنا کر وقت کو ختم کر دیا۔ انہوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ چودہ آیات اور تیس احادیث سے اپنے دعوے کو ثابت کروں گا۔ مگر میں علی الاعلان بھرے مجمع میں کہتا ہوں کہ میں تیس آیات اور چالیس احادیث سے یہ ثابت کروں گا کہ خدا تعالیٰ کے موائے خواہ کوئی نبی ہو یا ولی، علم غیب نہیں جانتا۔ حضرت مولانا نے ایک بڑی بہادری کی کہ ملاحسن کا خطبہ پڑھ دیا میں مولانا صاحب سے یافت کرتا ہوں کہ مولانا اس ملا حسن کے خطبہ کو دعوے علم غیب سے کیا تعلق ہے۔ آپ دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ میں قرآن اور حدیث سے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب ثابت کروں گا لیکن بخلاف اس کے ایک منطق کی کتاب کا خطبہ پڑھ رہے ہیں۔ آپ اس بات پر پھولیں نہیں کہ مجھے ملاحسن کا خطبہ زبانی یاد ہے۔ میں بفضلہ تعالیٰ ملاحسن کی اس سے زیادہ عبارت آپ کو زبانی سنا سکتا ہوں۔

حضرات! مولانا صاحب نے اپنی تقریر میں آیت تو کوئی ایسی پیش ہی نہیں جس کا میں جواب دوں۔ ہاں البتہ ایک حدیث پڑھی لیکن حوالے سے وہ بھی یہ نیاز۔ اس حدیث سے آپ نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خداوند تعالیٰ نے ماکان و مایکون کا عالم بنایا۔ رحمت کے ہر ذرے اور پانی کے ہر قطرے کا علم عنایت فرمایا۔ حالانکہ اس قسم کا علم رکھنا صرف خداوند تعالیٰ ہی کی صفت ہے۔ یہ لوگ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو خداوند تعالیٰ کے علم کے برابر مانتے ہیں اور ہم یہ کہتے ہیں کہ اس قسم کا عقیدہ رکھنا صریح کفر ہے۔ کیونکہ ہر ذرے اور ہر قطرے کا علم رکھنا حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ کی ہی صفت ہو سکتی ہے اور کوئی شخص اس صفت سے متصف نہیں ہو سکتا۔ خداوند تعالیٰ اپنے کلام مقدس کے اندر ارشاد فرماتا ہے کہ قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ بھائیو! یہ قرآن مجید کی آیت ہے میں مولوی سید احمد صاحب کی طرح ادھر ادھر کی لمبی چوڑی باتیں کر کے وقت ضائع نہیں کروں گا۔ اس آیت میں خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ”کہہ دے تو اے رسول کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور میں تم سے نہیں کہتا کہ میں غیب جانتا ہوں۔“ دیکھئے اس آیت کے اندر خداوند تعالیٰ نے صاف طور پر اپنے رسول سے کہلوا دیا کہ اے رسول! لوگوں کو کہہ دے کہ میرے پاس اللہ کے خزانے نہیں ہیں اور نہ ہی میں غیب جانتا ہوں۔ اب جو شخص بھی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب مانے وہ خدا تعالیٰ کے مقدس کلام کی تکذیب کرتا ہے۔ اب میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہوں گا۔ مولوی سید احمد صاحب سے ہی دریافت کرتا ہوں کہ مولانا صاحب جو شخص قرآن مجید کی تکذیب

میں اُس کیلئے آپ کیا حکم دیتے ہیں؟

دوسری آیت کے اندر خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ وَعِندَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ۔ یعنی ”خداوند تعالیٰ ہی کے پاس غیب کے خزانے کی کھلیاں ہیں۔ سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی علم غیب نہیں جانتا۔“ دیکھئے کیسی صاف تصریح کی گئی ہے کہ خداوند تعالیٰ کے سوا کوئی علم غیب نہیں جانتا۔ مولوی صاحب اب بتائیے آپ تو ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب کا علم جانتے ہیں لیکن قرآن مجید کے اندر خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ خداوند تعالیٰ کے بغیر اور کوئی علم غیب نہیں جانتا۔ اس کا فیصلہ میں آپ پر چھوڑتا ہوں۔ میری ان آیتوں کا جو میں نے ابھی آپ کے سامنے پڑھی ہیں اپنی تقریر میں جواب عنایت فرمائیں اور ادھر ادھر کی باتوں میں وقت کو ضائع نہ کریں۔ اب چونکہ میرا وقت ختم ہو گیا ہے اس لئے میں اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں۔“

مولوی مظہر الدین صاحب ”مولوی صاحب آپ کا وقت ابھی ختم نہیں ہوا، ڈیڑھ منٹ باقی ہے آپ اپنی تقریر کو جاری رکھیں۔“

مولوی خیر محمد صاحب ”میں نے اپنا بقایا وقت مولوی سید احمد صاحب کو دے دیا وہ تقریر کریں۔“

تقریر دوم

(مناجب: مناظر اہلسنت والجماعت ابوالبرکات مولانا سید احمد صاحب قبلہ)

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّيْ عَلٰی حَبِيْبِكَ الْكَرِيْمِ۔ عزیزانِ ملت! فقیر نے اپنی

تقریر میں نہایت واضح الفاظ میں اپنا اور اپنے اکابر علماء کا عقیدہ بیان کر دیا تھا کہ ہم نہ مساوات و مماثلت کے قائل ہیں اور نہ فضائل محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے منکر۔ مساوات و مماثلت کی نسبت ہمارے اکابر کی طرف محض غلط ہے۔ بہتان افترا ہے۔ میں نے اپنی تقریر میں آٹھ آیات قرآن کریم پیش کی تھیں جن سے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عالم ماکان و مایکون ہونا واضح ہوتا ہے۔ ہمارے مد مقابل مولوی خیر محمد صاحب نے آٹھ آیتوں میں سے ایک آیت کا بھی جواب نہیں دیا اور جو اصول فقیر نے پیش کئے تھے ان کو بھی نظر انداز کر دیا۔ حالانکہ اول مولوی صاحب کو چاہئے تھا کہ میری پیش کردہ آیات کا جواب دیتے۔ اُس کے بعد کسی آیت یا حدیث کو پیش کرتے مگر مولوی صاحب نے ایسا نہیں کیا مولوی صاحب نے بار بار اپنی تقریر میں دھرایا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو اور اللہ تعالیٰ کے علم کو مساوی و مماثل اعتقاد کرتے ہیں۔ مولوی صاحب! جھوٹے پر خدا کی لعنت۔ آپ ہمارے اکابر اہلسنت پر افترا کر رہے ہیں اور صریح جھوٹ بول رہے ہیں۔ ہمارے اکابر علماء اہلسنت میں سے کسی نے مماثلت و مساوات کا دعویٰ نہیں کیا۔ ہاتھ اُبڑھانے لگے انکسنتم صَادِقِینَ۔ لَیْسَ کُمْ تَشْفَعُ لَنَافِعُہُمْ عَنِ الْکُذِّبِ وَالْاَفْقِرُ اَشْرَدُ دیکھئے ہمارے علماء کرام نے اپنی تصانیف میں کس قدر واضح لفظوں میں مماثلت و مساوات کا رد و انکار کیا ہے۔ خالص الاعتقاد ص ۳۲ مطبوعہ مطبع اہلسنت بریلی شریف میں امام اہلسنت مجدد مائتہ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ اعلیٰ حضرت مولانا الحاج مولوی احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(۱) بلاشبہ غیر خدا کیلئے ایک ذرہ کا علم ذاتی نہیں۔ اس قدر خود ضروریات دین سے ہے اور منکر کافر۔

(۱) بلاشبہ غیر خدا کا علم معلومات الہیہ کو حاوی نہیں ہو سکتا۔ (معاذ اللہ) مساوی ہمارے تمام اولین و آخرین و انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقررین سب کے علوم مل کر علوم الہیہ وہ نسبت نہیں رکھ سکتے جو کروڑ ہا کروڑ مسندوں سے ایک ذرا سی پوند کے کروڑوں حصے کو کہ وہ تمام مسند اور یہ پوند کا کروڑواں حصہ دونوں متناہی ہیں اور متناہی کو متناہی سے نسبت ضرور ہے۔ بخلاف علوم الہیہ کہ غیر متناہی اور غیر متناہی در غیر متناہی ہیں اور مخلوق کے علوم اگرچہ عرش و فرش و شرق و غرب و جملہ کائنات از روز اول تا روز آخر کو محیط ہو جائیں۔ آخر متناہی ہیں کہ عرش و فرش و وحدیں ہیں شرق و غرب دو حصے ہیں۔ روز اول و روز آخر دو حصے ہیں اور جو کچھ دو حصوں کے اندر ہو سب متناہی ہے۔ بالفضل غیر متناہی کا علم تفصیلی مخلوق کو مل ہی نہیں سکتا۔ تو جملہ علوم خلق کو علم الہی سے اصلاً نسبت ہونی ہی محال قطعی ہے نہ کہ معاذ اللہ تو ہم مساوات۔ الخ۔

اور دیکھئے ”المکذیۃ علیہا لاعلاء علم المصطفیٰ“ مطبوعہ مطبع نعیمی مراد آباد کے ص ۳ پر حضرت صدر الافاضل فخر الامثل استاذ العلماء مولانا الحاج مولوی حکیم حافظ سید محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی مساوات و مماثلت کی نفی کس شد و مد سے فرماتے ہیں۔ سنئے اور غور سے سنئے۔

”واضح ہو کہ حضور سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے نہ ہم جمیع غیوب غیر متناہیہ کا علم ثابت کرتے ہیں نہ جملہ معلومات الہیہ کا۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو علم الہی سے کوئی نسبت نہیں۔ ذرہ کو آفتاب سے اور قطرہ کو سمندر سے جو نسبت ہے وہ بھی یہاں منظور نہیں۔ کہاں خالق اور کہاں مخلوق، مماثلت

و مساوات کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ علم الہی کے حضور تمام مخلوق کے علوم اقل کلیل ہیں۔

اب تو الزام مساوات و مماثلت سراسر غلط ہو گیا اور مولوی صاحب کا افترا و بہتان ہمارے اکابر اہلسنت پر آفتابِ نمرود سے زیادہ روشن ہو گیا۔ (جمع کا شور ہو گیا، ہو گیا) مولوی صاحب! مماثل و مساوی ہو بھی کیسے سکتا ہے۔ علم خلق عطا، علم الہی ذاتی۔ جب خالق و مخلوق مالک و مملوک، حادث و قدیم، واجب و ممکن، متناہی و غیر متناہی مساوی نہیں تو علم عطا و ذاتی میں مساوات کیونکر ہو سکتی ہے؟

افسوس! مولوی صاحب نے ہماری پیش کردہ آیات کو تو چھوا تک نہیں اور ایک دو آیتیں وہ پڑھیں جن میں علم غیب ذاتی استقلال کی نفی کی گئی ہے۔ مولوی صاحب اقل لا اقول لکنکم لا آتیکم اور عندہ مفاتیح الغیب ہمارے دعوے کی مثبت و مؤید ہیں ہرگز منافی و معارض و مخالف نہیں۔ آپ نے ان آیات کے پڑھنے کی ناحق زحمت برداشت کی۔ حضرات! مولوی صاحب نے لے دے کر دو آیتیں پڑھی ہیں ایک تو قُلْ لَا اَقُولُ لَکُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللّٰهِ وَلَا اَعْلَمُ الْغَيْبِ اور دوسری وَ عِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا یَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ۔ ان دونوں آیتوں سے مولوی صاحب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی نفی کرنا چاہتے ہیں اور یہ شخص ان کا خیال خام ہے۔ آیات مذکورہ سے اس بد عا پر استدلال محال ہے۔ مولوی صاحب ان آیتوں میں نفی علم غیب ذاتی کی ہے یا تو اضعاف سرکار نے فرمایا ہے۔ کاش! تفسیر خازن ہی کو دیکھ لیتے تو آپ اس آیت سے استدلال کرنے کی جرأت نہ کرتے۔ تفسیر خازن میں اضعاف نفی عن نفسه الشریفة هذه الاشياء تواضعاً لله تعالیٰ و اعتراً لخالقہ

عبودية اور نیچے! تفسیر عرائس البیان میں ہے سورة الانعام رکوع ۵، وَلَا اَعْلَمُ الْغَيْبِ۔ و تواضع حین اقام نفسه مقام الانسانية بعد ان کان اشرف من خلق الله من العرش الی الشری والطهر من الکبر و بین الروحانيين خضوعاً لحيوته و خشوعاً فی ابواب ملکوتہ۔ اور تفسیر الباقوری میں اس آیت کے تحت میں مرقوم ہے فیہ دلالة علی ان الغیب الاستقلال لا یعلمہ الا الله۔

حضرات! ان عبارتوں سے آفتاب کی طرح روشن ہے کہ آیت میں نفی طریق تو واضح اور استقلال کے ہے یعنی غیب بالاستقلال نہیں جانتا۔ اس سے مولوی صاحب کا استدلال کرنا اور نفی غیب پر سند بنا کر پیش کرنا مولوی صاحب کی ناواقفی اور تقصیر سے لاعلمی کی بین دلیل ہے۔ تمام علماء کا دستور اور عادت ہے کہ وہ اپنے لئے پیچمپیرز اور ہیچمدان اور اس قسم کے افسار و تواضع کے الفاظ تحریر فرمایا کرتے ہیں۔ ان الفاظ سے استدلال کر کے جو شخص ان کے علم کا انکار کرے لا عقل اور کلمن شخص نہیں تو کون ہے؟ تفسیر میں صاف فرمایا کہ حضور نے تواضعاً نفی فرمائی ہے۔ اس و حضور کے عدم علم کی دلیل بنایا کیسی کمینہ حرکت اور فردمانگی ہے۔

علاوہ بریں آیت میں علم غیب کی نفی بھی کب ہے۔ نفی ہے تو قول و دعویٰ کی ہے۔ یہی تو فرمایا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! فرما دیجئے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا اور دعویٰ نہیں کرتا کہ میرے پاس خزانہ الہیہ ہیں اور میں غیب کا عالم ہوں۔ چنانچہ تفسیر علامہ ابوالسعود میں ہے لا حظہ ہو ولا اعلیٰ الغیب عطف علی محل عندی خزانۃ اللہ ای لا ادعی ابضاً انی اعلم الغیب۔ اسی طرح تفسیر روح البیان

میں ہے۔ ان تقامیر سے بھی صاف معلوم ہو گیا کہ آنحضور سرِ پانور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعویٰ کی نفی فرمائی۔ دعویٰ کی نفی علم کی نفی کو ہرگز مستلزم نہیں۔ یعنی میں دعویٰ نہیں کرتا کہ میں علم غیب کا عالم ہوں۔ اس کے معنی کس طرح ہو سکتے ہیں کہ مجھے غیب کا علم ہی نہیں اور درحقیقت دعویٰ کی بھی نفی نہیں ہے۔ جس کی طرف لکم مشیر ہے۔ مولوی صاحب انجمن و عتاد کا چشمہ اتار کر تفسیر خازن کو پڑھیے۔ فرماتے ہیں کہ لکم کے مخاطب کفار و مشرکین ہیں۔ لیجئے یہ تفسیر خازن ہے فرماتے ہیں یعنی قل یا محمد لہولاء المشرکین لا اقول لکم تو مطلب آیہ کریمہ کا یہ ہوا کہ اے حبیبِ مکرم! فرما دیجئے ان کفار و مشرکین سے کہ میں کب تم سے یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ میرے پاس خزانہ الہیہ ہیں اور نہ میں یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ میں غیب جانتا ہوں اور فی الواقع نا اہل کب اس قابل ہیں کہ ان کے سامنے ایسے دعوے کئے جائیں۔ کیا وہابیہ دیوبندیہ بھی اپنے آپ کو ان اہل نادانوں میں سے سمجھتے ہیں۔ اور سنیئے۔ تفسیر رغائب الفرقان میں اس آیہ کریمہ کے تحت میں مرقوم ہے۔ قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ لَمْ يَقُلْ لَيْسَ عِنْدِي خَزَائِنُ السَّمِیْهِ لِيَعْلَمَ اللَّهُ اِنْ خَزَائِنُ اللَّهِ وَ هِيَ الْعِلْمُ بِحَقَائِقِ الْاَشْيَاءِ وَمَا هِيَ اَتَاهَا عِنْدَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَكِنَّهُ يَكْلِمُ النَّاسَ عَلَى قَدْرِ عَقُولِهِمْ وَلَا اَعْلَمُ الْغَيْبِ اِیْ لَا اَقُولُ لَكُمْ هَذَا مَعَ اَنَّهُ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِمْتُ مَا كَانَ وَمَا سَيَكُونُ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے حبیبِ مکرم! آپ کفار و مشرکین سے فرما دیجئے کہ اے کفار و کفار! میں تم سے یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔ یہ نہیں فرمایا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے نہیں (بلکہ یہ فرمایا کہ میں تم سے نہیں کہتا کیونکہ تم نا اہل ہو اس قابل نہیں کہ

حقائق و اسرارِ تمہارے سامنے ظاہر کروں) تاکہ معلوم ہو جائے کہ اللہ کے خزانے حضور کے پاس ہیں لیکن حضور بقدر ان کے عقل و فہم کے کلام فرماتے ہیں اور وہ خزانے تمام چیزوں کی حقیقت و ماہیت کا علم ہے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا وَلَا اَعْلَمُ الْغَيْبِ یعنی میں تم سے یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ مجھے غیب کا علم ہے۔ ہاں جو دیکھ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام خود فرماتے ہیں کہ جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا ہے سب کا علم مجھے عطا ہوا۔ چنانچہ طبرانی معجم کبیر اور نعیم بن حماد کتاب الفتن اور ابونعیم علیہ میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اِنَّ اللَّهَ قَدْ رَفَعَ لِي الدُّنْيَا فَاَنَا اَنْظُرُ الْبُيُوتَ وَالْاُمَمَ مَا هُوَ كَالَّذِي فِيهَا اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَالَّذِي اَنْظُرُ اِلَى كَفَى هَذِهِ جَلِيَانَا مِنَ اللَّهِ جَلَاهُ لِنَبِيِّهِ كَمَا جَلَاهُ النَّبِيُّنَ مِنْ قَبْلِهِ۔ بے شک اللہ رب العزت نے میرے سامنے دنیا اٹھائی ہے۔ تو میں اُسے اور کچھ اُس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسا دیکھ رہا ہوں جیسے اس اپنی پتھلی کو دیکھتا ہوں اُس روشنی کے سبب جو اللہ نے اپنے نبی کیلئے روشن فرمائی۔ جیسے مجھ سے پہلے انبیاء کیلئے روشن کی تھی۔ اس حدیث سے روشن ہے کہ سموات و اراض اور جو کچھ ان میں ہے اور جو کچھ قیامت تک ہوگا۔ اس سب کا علم اگلے انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی عطا ہوا اور حضرت عزت عز جلالہ نے اس تمام مَسَا كَانًا وَمَا يَكُونُ کو اپنے ان محبوبوں کے پیش نظر فرمادیا۔ مثلاً شرق سے غرب تک سماک سے سمک تک ارض سے فلک تک اس وقت اکنافِ عالم میں جو کچھ ہو رہا ہے اور کون کا یہ مناظرہ سیدنا ابراہیم خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام ہزار ہا برس پہلے اس سب کو ایسا دیکھ رہے تھے گویا اس وقت ہر جگہ موجود ہیں۔ ایمانی نگاہ میں نہ یہ قدرت

الہی پر دشوار۔ نہ عزت و وجاہت انبیاء کے مقابل بسیار۔ لیکن دیوبندی بے چارے دیو کے بارے جن کے یہاں خدائی کی حقیقت اتنی ہو کہ ایک بیڑ کے پتے گن دے۔ دو اگر ان آیات سے حضور کے علم کے انکار پر استدلال کریں تو کیا محل تعجب ہے

کس قدر تم کیسا ظلم صریح ہے کہ تو اضع کو عدمِ علم کی دلیل بنانا اور عدمِ دعویٰ سے عدمِ علم پر استدلال کرنا کس درجہ کی ابلہ فریبی اور انتہائی جہالت ہے۔ کمالاتِ یسحقی علی من له ادنیٰ مسکة من العلم اسی طرح مولوی صاحب نے آیہ کریمہ وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يُقْلِقُهَا اِلَّا هُوَ ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب کی نفی پر استدلال کیا ہے۔ ترجمہ آئید کریمہ کا یہ ہے ”غیب کی کنجیاں اللہ کے پاس ہیں۔ اس کے سوا کوئی نہیں جانتا“ مولوی صاحب بتائیں کہ اس آیت میں علم سے اگر ذاتی استقلال مراد ہو تو دیوبندیوں کو کیا مفید۔ علم ذاتی استقلالِ ازلی ابدی بے شک اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ ہم اپنی پہلی تقریروں میں وضاحت سے بدلائلِ ساطعہ ثابت کر چکے ہیں تو اس سے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر محبوبانِ حق کے علمِ عطائی کی نفی کس طرح ہوتی ہے اور اگر مولوی صاحب کے نزدیک علمِ عطائی مراد ہو تو صحتِ اشتنا کی کوئی صورت نہیں۔ بجز اس کے علمِ الہی کو بھی (معاذ اللہ) عطائی کہا جائے اور جو علمِ الہی کو عطائی کہے وہ ہمارے نزدیک کافر ہے۔

حضرات! اس آیت کو ادنیٰ علم والا بھی انبیاء و اولیاء کے علم عطائی کے انکار کی سند نہیں بنا سکتا بلکہ اس آیت سے تو محبوبانِ حق خصوصاً سید الانبیاء (ﷺ) کیلئے غیب کے علم کا اثبات ہوتا ہے۔ مفرداتِ راغب اسٹیفانی ص ۷۷ میں ہے وقولہ و عندہ مفتاح الغیب یعنی ما يتوصل به الى غيبه المذكور في قوله فَاِلَّا يَظْهَرُ

مَنْ لِي عَلَيْهِ أَحَدٌ إِلَّا مَنْ أَرَضَيْتُ مِنْ رَسُولٍ يُعْنِي بِرِيهِ عِنْدَهُ مَفَاتِحُ
الْغَيْبِ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے پاس ہیں غیب کی کتبیاں یعنی وہ چیز جو اس غیب
کے کھینچنے اور اس کے حاصل کرنے کا ذریعہ ہو جس کا ذکر آئیہ کریمہ فَلَا يُظْهَرُ عَلَيَّ
غَيْبٌ میں ہے۔ پس اس آیت سے بھی الٰہی علم عطائی ثابت کرنا جاہل و ظلم ہے۔

تفسیر عرائس البیان میں ہے قال الجریری لا یعلمہا الا هو و من
یطلعه علیہا من صفی و خلیل و حبیب و ولی۔ سبحان اللہ کیا ایمان افروز
تفسیر ہے۔ فرماتے ہیں مقارع غیب کو کوئی نہیں مانتا۔ مگر اللہ اور وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ
ان پر اطلاع دے۔ خواہ وہ صفی ہو، یا خلیل یا حبیب یا ولی۔ اور اسی تفسیر میں چند مسطور
اور اسی آیت کی تفسیر میں لکھا ہے۔ وَقَوْلُهُ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ ای لَا یَعْلَمُهَا
وَلَوْنَ وَالْآخَرُونَ قَبْلَ اَظْهَارِهِ تَعَالَى ذَٰلِكَ لَهُم یعنی اس آیت کا مطلب یہ
ہے کہ اللہ کے ظاہر کرنے سے پہلے کوئی نہیں جان سکتا یہی ہمارا دعویٰ ہے۔

آیات مذکورہ میں نفی علم ذاتی استقلال کی ہے نہ کہ عطا کی بلکہ ان آیتوں سے علم غیب عطا ہونا ثابت ہوتا ہے۔

سابعین کرام! خیال فرمائیے کہ وہابیہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر عداوت ہے کہ جن آیتوں میں علم عطا کیا کا اثبات اور علم حواشی کا انکار ہے اس قسم کی آیتوں کو پڑھ کر عوام کو سمجھایا جاتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب نہیں دیا گیا اللہ چاہے ایمان دے۔

مولوی خیر محمد صاحب نے میرے وہ کلمات جو ملا حسن کے خطبہ کے پڑھے تھے سمجھنے میں غلطی کی۔ مولوی صاحب اہیں نے یہ کہا تھا کہ باری عزاسمہ کلمات و

کہ کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ نہیں یا رسول اللہ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ نے پھر فرمایا کہ میرے لئے لوٹے میں پانی ڈالو تاکہ وضو کروں۔ آپ اٹھتے ہیں لیکن غشی طاری ہو جاتی ہے حتیٰ کہ تین دفعہ ایسی حالت ہوتی ہے اور ہر بار اٹھ کر دریافت فرماتے ہیں کہ کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں؟ اس حدیث سے صاف طور سے ثابت ہو گیا کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب تو کچا دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہ تھا۔

نشانِ صداقتِ اہلسنت: یہ دریدہ دہکن اور بے ادب دیوبندی مولوی یہاں تک ہی تقریر کرنے پایا تھا کہ قبر الہی کی بجلی اُن کی سٹیج پر گری اور تراق سے اُن کی سٹیج دو ٹکڑے ہو گئی اور تمام کے تمام دیوبندی مولوی دھڑام سے سر کے بل زمین پر گرے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ اس خدائی انتخاب سے انہیں کچھ عبرت حاصل ہوتی اور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص شان سے زبان کو روکتے لیکن جن کے دل تنقیص انبیاء اور توہین رسالت مآب سے سیاہ ہو چکے ہوں اُن پر اس قبر خداوندی کا کیا اثر ہوتا۔ دیوبندی مولوی بدستور اپنی تقریر میں مشغول رہا۔

(دیوبندی مولوی تقریر جاری رکھتے ہوئے) بھائیو! جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر اور مسجد کے درمیان ایک دیوار حائل تھی۔ جب آپ دیوار کے پیچھے کا حال نہیں بتلا سکتے تو علم غیب کی خبر کیسے دے سکتے ہیں؟ اس حدیث سے صاف ثابت ہو گیا کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب پر ہرگز دسترس نہیں تھی۔ میں مولوی سید احمد صاحب کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ وہ اپنی تقریر میں میرے ان تمام اعتراضات کا جواب دیں۔

تقریر سوم

(مناظر مناظر اہلسنت ابوالمہر کات مولانا سید احمد صاحب قبلہ)

مزین ان گرامی! مولوی صاحب بار بار اسی مماثلت و مساوات کی رٹ لگائے جاتے ہیں حالانکہ فقیر گذشتہ تقریروں میں غیر مستحب الفاظ میں اپنا اور اپنے اکابر کا عقیدہ ان کی تصانیف سے پیش کر چکا ہے لیکن مولوی صاحب اپنی ہر تقریر میں افترا پر دازی اور بہتان بندی کے سوا کوئی مفید مطلب بات نہیں بیان کرتے۔ مولوی صاحب ان حیلہ ساز یوں اور فریب کاریوں سے پیچھا نہیں چھوٹ سکتا۔ آپ میری پیش کردہ دس آیات کا جواب دیجئے یا تسلیم کیجئے۔ آپ کتنی ہی بھاگنے کی کوشش کریں لیکن میں آپ کو بھاگنے نہیں دوں گا۔ آج آپ کا دل چاہتا ہے کہ کس کے سامنے آپ آئے ہیں۔ ہمیشہ آپ کے بڑے بڑے مایہ ناز مناظر اسی طرح کی دروغ بافیوں اور حیلہ ساز یوں سے اپنا پیچھا چھڑا کر راہ فرار اختیار کرتے رہے ہیں۔ لاہور میں آخری فیصلہ کن مناظرہ منعقد ہوا ہم نے حسب وعدہ اپنے علمائے کرام اور مشائخ عظام کو مناظرہ کے میدان میں آنے کی تکلیف دی اور کثیر التعداد علمائے اہلسنت اطراف ملک سے رونق افروز ہوئے لیکن دیوبندی نہ اپنا مناظرہ پیش کر سکے اور نہ مصدقہ وکیل کو حاضر کر سکے۔ باوجود اس کے جب مناظرہ کی شرائط طے ہونے لگیں تو اسی قسم کی لاٹا کھل باتوں میں وقت ضائع کیا اور بھاگ گئے لیکن بفضلہ تعالیٰ آپ لوگوں کو شہروں میں تو اپنی خرافات پھیلانے اور کفر و شرک کی مشین چلانے کی جرأت نہیں ہوتی کیونکہ اہل شہر اور تعلیم یافتہ طبقہ دیوبندیوں کے محرفات اور باطلیل پر مطلع ہو چکے ہیں۔ وہاں آپ کی دال نہیں

ملکتی تو چھوٹے قصوں اور دیہات میں اپنے باطل عقائد و اعمال کی اشاعت و تبلیغ کرتے ہیں۔ یاد رکھئے کہ ابھی سید احمد زندہ ہے۔ محال است کہ سنیاں بمیرند و دیوبندیاں جائے ایشیاں گیرند۔ جس طرح شہروں میں آپ کے عقائد کفریہ کے ڈھول کا پول کھل گیا ہے انشاء اللہ العزیز آج قصبہ ٹکون میں بھی آپ کے عقائد فاسدہ و اعمال کا سدہ کو بے نقاب کر دیا جائے گا۔ الحمد للہ کہ آپ کے شہر جالندھری میں بھی سنت کی شیخ گاڑ دی گئی ہے۔ مولانا عبدالجلیل صاحب فاضل حزب الاحناف نے جالندھر شہر میں مدرسہ قائم کر لیا ہے اور بفضلہ تعالیٰ اب اہل جالندھر بھی بیدار ہو چلے ہیں۔ فقیر نے کئی بار جالندھر میں تقریر کی اور آپ کے عقائد فاسدہ کو ٹکڑا کر کیا۔

ع..... ”نہاں کے مائے آں رازے کز وساند مخفاہا“

الجھا ہے پاؤں خیر کا زلف دراز میں

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

مولوی صاحب نے ایک اور آیت پڑھی ہے۔ وَخَلَقْنَا لَهُ الشَّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر مٹا گان و مایکونی کا علم ہوتا تو شعر کا بھی علم ہوتا۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے شعر کا علم نہیں دیا۔ واہ مولوی صاحب! خوب فرمایا۔ ع..... ایں کاراز تو آید و مرداں چیں کنند عزیزان گرامی! کس قدر تعجب کی بات ہے کہ زید و عمر و کو تو شعر کا علم ہو اور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر کا علم نہ دیا گیا۔ جناب مولانا! علم کے سولہ معنی ہیں۔ یہاں علم دانستن کے معنی نہیں ہے کیونکہ علم بمعنی دانستن کمال ہے اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر کمال کے جامع ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ اس آیت کے آخر میں

اور انا ہے وَمَا يَنْبَغِي لَهُ یعنی ہم نے علم شعر اپنے محبوب کو نہیں سکھایا اور وہ محبوب کے اہل شان نہیں۔ کیوں جناب مولوی صاحب! علم بمعنی دانستن کمال ہے تو گویا کمال انسان کی شان کے لائق نہیں۔ کس قدر جہالت ہے۔ وہایت کا بُرا ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت نے ان کو اندھا گوٹھا بہرا اور حواس باختہ کر دیا ہے۔ سچ ہے جب خدا ایمان لیتا ہے تو ساتھ ہی عقل بھی سلب کر لیتا ہے۔ جناب دانا ایہاں علم معنی ملکہ و عادت ہے۔ آپہ کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے اپنے محبوب کو شعر گوئی کا علم نہیں سکھایا اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے لائق نہیں۔ کتنے ہی فن کاری کے ماہر عروض و قوافی کے جاننے والے ایسے ہیں کہ وزن شعر کج ادا کرنے پر قادر نہیں۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ انہیں شعر ردی و جید میں تمیز نہ ہو۔ فن کے قواعد و مطلقات سے بے خبر ہوں۔ ہاں شعر گوئی کا ملکہ نہیں۔ علم سے بہت مرتبہ بلکہ مراد ہوتا ہے۔ ہمارے روزمرہ کے محاورے ہیں کہ فلاں عالم لکھتا نہیں جانتا ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ اعلیٰ پارسم الخط یا حروف کی صورت و ہیئت اور قواعد کی اس کو خبر نہیں۔ سب کچھ جانتا ہے مگر لکھنے کا ملکہ نہیں۔

آپ روٹی پکانا نہیں جانتے۔ اس کے یہی معنی ہیں کہ ملکہ نہیں ورنہ جانتے اور ب ہیں کہ پختی کس طرح ہے۔ زید کہتا ہے کہ تیر اندازی جانتا ہوں۔ آپ تیر کمان سے کر کہئے کہ نشانہ لگائے اور کسی طرح نشانہ لگا سکے۔ تو یہی کہا جائے گا کہ نہیں جانتا کہ وہ تیر اندازی کے مفہوم و معنی کا خوب واقف ہے۔ اسی طرح کہا جاتا ہے کہ میں نے اپنی اولاد کو جھوٹ بولنا نہیں سکھایا۔ چوری، زنا، قمار بازی اور شیر بازی و مرغ بازی اور چنگ بازی نہیں سکھائی۔ تو کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ چوری اور زنا اور قمار

بازی اور شیر بازی و مرغ بازی اور چنگ بازی کے مفہوم و معنی کو نہیں جانتا۔ ہرگز نہیں بلکہ یہاں ملکہ اور عادت کی نفی ہے اور علم سے مراد ملکہ کچھ ہمارے ہی محاورات پر منحصر نہیں۔ ہر ملک اور زبان میں علم بمعنی ملکہ بکثرت مستعمل ہے۔ تلوتج میں ہے۔ ولا نسلم ان دلالة اللفظ العلم على التهو المخصوص فان معناه ملكة يقتدر بها على ادراك جزئيات الاحكام واطلاق العلم عليها شائع زائع في العرف كقولهم في تعريف العلوم علم كذا وكذا فان المحققين على ان المراد به هذه الملكة و يقال لها الصناعة ايضا لا نفس الادراك۔ مولانا عبدالحق خیر آبادی اور ملا جیون رحیم اللہ اپنی اپنی شرحوں میں فرماتے ہیں لان المراد بالعلم الملكة۔ اب تو آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ علم بمعنی ملکہ ہے اور آپ کریم میں یہی مراد ہے اور احادیث میں بکثرت علم بمعنی ملکہ آیا ہے۔ مسند انور دس میں بکر بن عبد اللہ بن ربیع سے مروی ہے۔ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم علمو اولادکم السباحة والرمایة اپنی اولاد کو تیر اندازی اور شناوری سکھاؤ یعنی ان کو عادت ڈالو۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ شعر دو معنی میں مستعمل ہے۔ اول کلام موزون جس میں وزن کا قصد کیا گیا ہو۔ تفسیر کبیر میں ہے الشعر هو الکلام الموزون الذی قصد الی وزنه یہ تو معنی عربی ہیں۔ دوسری معنی منطقی قدام حکماء کے نزدیک وزن کا قیہ شعر کا رکن نہیں ہیں بلکہ رکن شعر ان کے نزدیک صرف مقدمات تخیلہ کا ایراد ہے۔ تو جو قیاس مقدمات تخیلہ سے مرکب ہو اس کو شعر کہتے ہیں اور بعض علماء منطقی شعر اس کو کہتے ہیں جو مقدمات کا ذہ سے مرکب ہو۔ تفسیر روح البیان جلد ثالث ص ۲۸۱ میں

الشعر عندا لحکماء القدماء علی وزن و قافیة ولا الوزن قافیة رکن فی الشعر عندهم بل الرکن فی الشعر ایراد المقدمات المستقلة اور مسلم الثبوت میں ہے۔ واجیب بالان لا یضر لا ادری لانه المراد بالملکة وفيه ایضا قال بعضهم الشعر اما منطقی وهو المؤلف من المقدمات الکاذبة۔ اب سمجھنا چاہئے کہ قرآن پاک میں جو لفظ شعر وارد ہوا ہے منطقی معنی ہی مراد ہیں۔ کیونکہ قرآن پاک کا اسلوب شعر و شاعری سے پاک ہے۔ لہذا آیت کا صحیح مطلب یہ ہوا کہ ہم نے اپنے حبیب کو شعر یعنی کذب لکھا یا اور نہ ہی یہ ان کے منصب رفیع نبوت کے مزادار ہے۔

کہنے مولوی صاحب! کچھ سمجھ میں آیا۔ یاد ہی مرنے کی ایک ٹانگ۔ کاش! ہر وہ کسی شہر میں ہوتا تو آپ کا پول کھٹک۔ جنگل میں مورنا چا کس نے جانا۔

مولوی صاحب نے مشکوٰۃ شریف کی حدیث بھی پیش کی ہے کہ مرض الموت میں سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے دریافت فرمایا کہ کیا نماز ہو گئی انہوں نے عرض کیا حضور کا انتظار ہے۔ اس حدیث سے حضور اقدس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی نفی پر استدلال کرنا اور اس حدیث سے سند پکڑنا بے مد مقابل کی خوش فہمی ہے۔ ماشاء اللہ! آپ کا استدلال قابل داد ہے۔ مولوی صاحب! اس حدیث میں کون سا لفظ ایسا ہے جو صراحت یا اشارۃ بھی عدم علم حضور پر اہانت مطاقی یا تخمینی کرتا ہو۔ حضور انور کا دریافت فرمانا کہ نماز میں کیا دیر ہے ہرگز عدم علم کو مستلزم نہیں۔ اگر استغناء مطلق عدم علم کو مستلزم ہوتا تو پھر آپ کے پاس اس کا کیا جواب ہے؟ رب العزت مولیٰ علیہ السلام سے دریافت فرماتا ہے وَمَا تَلَکَ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔ اے موسیٰ تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟ (معاذ اللہ) آپ کے
 طور پر خدائے قدوس بھی بے خبر اور بے علم تھا۔ اُس کو خبر نہ تھی کہ موسیٰ علیہ السلام کے
 ہاتھ میں کیا ہے۔ اگر علم ہوتا تو کیوں پوچھتا؟ جب موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا جس
 عصائی یہ میری نکلڑی ہے۔ تب (معاذ اللہ) خدا کو نکلڑی کا علم ہوا۔ کیوں جناب مولانا
 کیا ایضاً آپ کا قیاس یہاں جاری ہوگا۔

نیز حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو احیاء موتی کی درخواست پر ارشاد ہوا
 اَوَلَيْسَ قُلُوبُنَا؟ کیا تم کو یقین نہیں؟ نیز حدیث اختصام ملائکہ میں ہے کہ میرے رب
 نے مجھ سے پوچھا یا محمد فیما یختصم الملاء الاعلیٰ۔ اے محبوب ملائکہ
 کے فرشتے کسی چیز میں جھگڑتے ہیں۔ نیز مسلم شریف کی حدیث میں ہے۔ اذہب
 الی محمد وریک اعلم فاسئلہ ما یشیکک! محمد مصطفیٰ کی خدمت میں حاضر
 ہو کر دریافت کرو کہ سب گریہ کیا ہے؟ باوجودیکہ اللہ تعالیٰ اعلم ہے۔ تو پھر مولوی خیر
 محمد صاحب کے نزدیک خدائے قدوس کو بھی علم نہ ہونا چاہیے اگر علم ہوتا تو دریافت
 کیوں کیا جاتا؟

حضرات! یہ ہے ان گمراہوں کی حدیث دانی اور نکتہ آفرینی۔ حضور اقدس
 صلی اللہ علیہ وسلم کا دریافت فرمانا کہ نماز میں کیا دیر ہے بہت سی حکمتوں پر مبنی ہے
 بات بڑھ جاتی ہے اور وقت میں گنجائش نہیں۔ ہم بعض مصالح و حکم غرض کرتا ہوں
 اول جماعت کا شوق دلانا کہ ایسے وقت میں کہ صاحب فراش ہوں نماز کا خیال ہے
 جماعت کا شوق ہے تاکہ امت بھی حضور کا اتباع کرے اور اسی طرح بیماری میں
 جماعت کی جستجو کرے۔ نیز حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام کھڑا کرنا تھا

کیا عظمت و قابلیت کا سب پر اظہار مقصود تھا کہ تمام حاضرین پر یہ امر واضح ہو
 جائے کہ حضور انور نے دین کا امام صدیق اکبر کو بنایا تو نبوی نظام کی اصلاح کے لئے
 ہی صدیق اکبر کو ہی امام بنانا چاہیے اور بہت سی مصلحتیں ہیں جن کے بیان کی وقت
 مناسب نہیں دیتا۔ مولوی خیر محمد صاحب! ادھر ادھر کی بے سود باتوں سے کچھ فائدہ
 نہیں۔ آپ میرے پیش کردہ دلائل کا جواب دیں۔

جوابی تقریر سوم

(مخانب: مولوی خیر محمد صاحب مناظر جماعت دیوبندیہ)

میرے محترم بھائیو! آپ نے مولوی سید احمد صاحب کی تقریر خوب سن لی
 لی۔ آپ نے اپنی تقریر میں موٹے موٹے اور مشکل مشکل لفظ استعمال کر کے اس
 بحث کی کوشش کی ہے کہ ان کی قابلیت کا سکہ لوگوں کے دلوں پر بیٹھ جائے اور یہ بات
 سب سمجھیں کہ یہ کوئی بڑے بھاری عالم ہیں اور ہم لوگ ان کی تقریر سے رعب میں آ
 جاتے ہیں لیکن مولوی صاحب!

باطل سے دینے والے اے آسمان نہیں ہم

سو پار کر چکا ہے تو امتحان ہمارا

آپ بڑے عالم فاضل سی لیکن ہم بھی کوئی بچے نہیں کہ آپ کے رعب میں آجائیں۔
 میں نے کتنی آیتیں پڑھیں لیکن آپ نے کسی کا جواب نہیں دیا۔

آپ نے مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی اور مولوی نعیم الدین
 صاحب مراد آبادی کی عبارتیں پڑھ دیں کہ ہم رسول کریم کے علم کو حادثہ متناہی محدود

وغیرہ مانتے ہیں۔ میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ آپ جو اپنی تقریروں میں جانا محمد رسول اللہ (ﷺ) کا علم ماکان و مایکون ثابت کرتے ہیں۔ کیا یہ علم خداوند تعالیٰ نہیں۔ آپ اس بات کو ضرور تسلیم کریں گے کہ یہ علم خداوند تعالیٰ کو حاصل ہے۔ آپ بتائیں کہ جب خداوند تعالیٰ کو بھی علم ماکان و مایکون حاصل اور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ماکان و مایکون کے عالم۔ تو اس علم ماکان و مایکون کے لئے سے خدا اور رسول کا علم برابر ہو گیا پھر آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ اللہ علیہ وسلم کے علم کو خدا تعالیٰ کے علم کے برابر نہیں مانتے۔ اس کے علاوہ آپ نے کوئی دلیل پیش ہی نہیں کی جس کا میں جواب دوں۔

آپ نے ہمیں یہ دھمکی دی ہے کہ ہم نے جالندھر میں مولوی عبد الجلیل تمہارے مقابلہ میں چھوڑ رکھا ہے اور وہاں مدرسہ قائم کر دیا ہے۔ مولانا صاحب اللہ تو بڑی خواہش رہی کہ مولوی عبد الجلیل صاحب میرے مقابلہ میں آئے لیکن اس چارے کو اس بات کی کبھی جرأت نہ ہوئی۔ اب اشتہار میں نام پڑھ کر بڑی خوشی ہو گئی تھی کہ شاید کمون میں میرے مقابلے میں آئے لیکن یہاں آکر سنا کہ اس کو مناظرہ و خبر سن کر دست لگ گئے ہیں۔ (دیوبندی مناظر کی اس فصاحت و بلاغت پر قابل دیوبندی کھلکھلا کر نئے)

آپ نے اپنی تقریر میں سوائے دو یا تین آیتوں اور ایک حدیث کے جو حوالہ بھی آپ نے پیش نہیں کیا اور کوئی آیت اور حدیث نہیں پڑھی۔ حالانکہ دعویٰ تھا کہ چودہ آیتوں اور تیس حدیثوں سے ثابت کروں گا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غیب عطا کیا گیا۔ مولانا! آپ کی وہ حدیثیں اور آیتیں کہاں گئیں۔ کیوں پیش نہیں

کرتے۔ میرے آگے بھی کتنی آیتیں پڑھیں اور اب اور بھی پڑھتا ہوں اور ان تمام احادیث سے ثابت کروں گا کہ خدا کے سوا کسی نبی ولی کو غیب کا علم نہیں دیا گیا۔

سچے خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے لَوْ كُنْتُ عَلَّمَ الْغَيْبُ لَا سَتَكُنَّ مِنَ الْخَبِيرِ وَمَا مَسْنُونِ السُّوءِ۔ (پ ۹، سورہ الاعراف آیت ۱۸۸) یعنی اگر میں علم غیب جانتا تو بہت سی بھلائی جمع کر لیتا اور مجھے کوئی برائی نہ ٹھہرتی۔ دیکھئے کیسی صاف صریح کی گئی ہے کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم نہیں تھا اگر غیب کا علم داتا تو آپ کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچتی۔ حالانکہ آپ کو انتہا درجہ کی تکلیفیں پہنچائی گئیں۔ آپ کے دانت مبارک شہید ہوئے پتھر مار کر آپ کے تمام جسم کو مخرج کیا گیا۔ ایسے ہی ہزار ہا تکلیفیں آپ کو پہنچیں۔ معلوم ہوا کہ آپ کو علم غیب نہ تھا اگر غیب کا علم ہوتا تو آپ کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچتی۔

تقریر چہارم

منجانب: ابوالبرکات حضرت مولانا سید احمد صاحب قبلہ مناظر اہلسنت

عزیز الدین گرامی! مولوی صاحب نے فرمایا ہے کہ اب تک کوئی آیت اور حدیث پیش نہیں کی گئی کیا یہ سچ ہے؟ مولوی صاحب! حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عداوت و توہین نے آپ کو گونگا بہرا اور اندھا کر دیا تو اس کا میرے پاس کوئی علاج نہیں۔ کیا آپ بھی اُن لوگوں میں داخل ہونا چاہتے ہیں جن کے بارے میں رب العزت نے فرمایا اَللّٰهُمَّ قُلُوْبُ لَا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اُذَانٌ لَا يَسْمَعُوْنَ بِهَا۔ (پ ۹، سورہ الاعراف، آیت ۱۷۹)

کفار و مشرکین دل آکھ کان رکھتے ہیں لیکن آیات قرآنی اور فرمان مصطفویٰ کو سینے دیکھتے اور سمجھتے نہیں۔ تمام مجمع گواہ ہے کہ میں نے شروع سے اب تک اپنے دعوے کے اثبات میں دس بار و آیتیں پڑھیں۔ حدیثیں سنائیں۔ مفسرین کے اقوال سنا۔ آپ نے جو آیتیں پڑھیں ان کا مفصل دلائل سے جواب دیا اور خوب آپ کی جہالت طشت از بام کی پھر بھی آپ یہی کہتے جاتے ہیں کوئی آیت اور حدیث نہیں پیش کی۔ مولوی صاحب! میرے دلائل کا جواب دیجئے اضاحت وقت گناہ ہے۔ آپ کو میدان مناظر سے جانے نہ دوں گا اور ہمیں تو آپ کی ناز برداری و خاطر داری بد نظر ہے۔ لہذا آپ کے ارشاد کی تعمیل میں فقیر چند احادیث و آیات سناتا ہے۔ حق کا مالک آپ کو حق قبول کرنے کی توفیق دے نیچے ارب العزت ارشاد فرماتا ہے: **عَسَاءَ الْعَقْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ**۔ (پ ۲۹، سورہ جن، آیت ۲۶، ۲۷) اللہ رب العزت جل جلالہ عالم الغیب ہے پس کسی کو اپنے غیب خاص پر مسلط نہیں کرتا مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو اپنے غیب خاص پر مسلط کرتا ہے۔ دیکھئے اس آیت سے کس قدر واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ عالم الغیب بالذات اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کے غیب خاص پر بلا اس کی عطا کے کوئی مطلع نہیں ہو سکتا۔ ہاں جس کو وہ پسند کرے اپنے رسولوں میں سے۔ محققین کرام فرماتے ہیں کہ لَا يُظْهِرُ غَيْبَهُ عَلَىٰ أَحَدٍ نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں فرماتا کیونکہ ظاہر غیب تو اولیائے کرام (قدست اسرارہم) پر بھی ہوتا ہے اور بذریعہ انبیاء اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام عامیہ مومنین پر بھی۔ بلکہ مفعول کو مؤخر اور اس کے متعلق کو مقدم کیا اور فرمایا لَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا اپنے غیب خاص پر کسی کو ظاہر و غالب و مسلط نہیں فرماتا مگر اپنے

پسندیدہ اور مرتضیٰ رسولوں کو۔ ان دونوں مرتبوں میں کیسا فرق عظیم ہے۔ سبحان اللہ! کسی روشن دلیل ہے کہ مرتضیٰ رسولوں کو غیب خاص پر غالب و مسلط کیا جاتا ہے اور عام غیب کا علم تو اولیائے کرام کو بھی عطا ہوتا ہے۔ نیز اس آیت کریمہ سے آئمہ اہلسنت نے فرقہ ضالہ معتزلہ کا بھی رد فرمایا ہے کیونکہ وہ اولیائے کرام کی کرامات اور ان کیلئے علم غیب کا انکار کرتے ہیں اور غیب کا علم رسولوں کے سوا کسی کو نہیں مانتے۔ چنانچہ اسی آیت کریمہ کی تفسیر میں امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں اور علامہ سعد الدین تفتازانی شرح مقاصد میں اور تفسیر روح البیان میں مضمون بالا کو تحریر فرماتے ہیں۔ اگر ہمارے مقابل کو ان عبارتوں کی ضرورت ہو تو یہ موجود ہیں۔ تعجب ہے فرقہ ضالہ معتزلہ تک تو انبیاء کرام کے علم غیب کا قائل ہے لیکن فرقہ دیوبند یہ معتزلہ سے بھی دو قدم آتے ہیں کہ انبیاء کرام کیلئے بھی علم غیب نہیں مانتا۔ اور سنئے ارشاد ہوتا ہے۔

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُظْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِيٰ مِنْ رِّسَالِهِ مَنْ يَشَاءُ۔ (پ ۳، سورہ آل عمران آیت ۱۷۹) یعنی ”اللہ تعالیٰ یوں نہیں کہ تم کو مطلع کر دے غیب پر اور لیکن اللہ تعالیٰ چھانت لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہے“۔ تفسیر جمل میں ہے **وَالْمَعْنَىٰ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِيٰ أَنْ يَصْطَفِيٰ مَنْ رِسَالَهُ**۔ **مَنْ يَشَاءُ** لِيُظْلِعَهُ عَلَى الْغَيْبِ سبحان اللہ! کس قدر واضح تفسیر ہے فرماتے ہیں۔ معنی آیت کے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ چھانت لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے جس کو مطلع کرتا ہے اس کو غیب پر۔

اور سنئے! **وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا**۔ (پ ۵، سورہ النساء، آیت ۱۱۳) اور سکھا دیا تم کو اسے محبوب جو کچھ تم نہیں

جانتے تھے یعنی زمانہ ماضی میں۔ ماعام ہے اس کا مخصص قطعی نہیں ہے۔ لہذا ہر شے کا
حاوی ہے جس چیز کے متعلق کہا جائے کہ اس کا علم حضور کو نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
عَلَّمَکَ اے محبوب وہی چیز تم تم سکھا دی۔ پس اس جگہ سے کے متعلق میں آپ سے
پوچھتا ہوں کہ اس کا علم حضور انور کو ہے یا نہیں؟ اگر کہیے ہاں ہے تو چشم مارو شہ دل
ماشاں۔ مدعا ہمارا ثابت ہو گیا اور اگر کہیے کہ حضور نہیں جانتے تو اللہ فرماتا ہے
عَلَّمَکَ یعنی ہم نے تم کو سکھا دیا۔

حضرات! اللہ تعالیٰ تو فرمائے۔ جو کچھ ہمارے محبوب نہیں جانتے تھے۔ ہم
نے اُس کا علم تعلیم فرما دیا لیکن وہابیہ دیوبندیہ اب بھی تسلیم نہیں کرتے۔ مواء
صاحب لفظ ماعام ہے۔ تمام موجودات و ممکنات کو حاوی و شامل۔ جس طرح لِلّٰہِ مَا
فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ میں اور اِنْ تُبَدَّلُوْا مَا فِیْ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تَخْتَفُوْا
بِحَسَابِکُمْ بِہِ اللّٰہِ میں اور کِیْرَ اَمَّا کَافِرِیْنَ یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ اور وَمَا
تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلَمُوْنَ وغیرہ آیات کثیرہ میں لفظ ماعام ہے اسی طرح عَلَّمَکَ
مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ میں ہے اور یہ عام قطعی ہے اس کا مخصص قطعی درکار ہے۔

نور الانوار، قمر الاقمار و توضیح و مسلم الثبوت وغیرہ کتب اصول فقہ میں ثابت
کیا گیا ہے کہ عام افادہ عموم میں قطعی ہے۔ لہذا اس آیت کریمہ سے آنحضرت سرایا
رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جمیع اشیاء کا علم قطعی طور پر ثابت ہوا۔ ہمارے مد مقابل
پر لازم و واجب ہے کہ اس آیت کا ناخ لائے مگر وہ قیامت تک نہ لاسکے گا۔ اس لئے
کہ اخبار کا ناخ ناممکن ہے اور اس کا مخصص قطعی ناموجود۔

بعض وہابیہ دیوبندیہ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمُ اور یَعْلَمُکُمْ مَا لَمْ

لَکُنْ تَعْلَمُوْنَ اور کِیْرَ اَمَّا کَافِرِیْنَ یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ اور عَلَّمَکُمْ مَا لَمْ
لَکُنْ تَعْلَمُوْنَ وغیرہ آیات سے معارضہ کیا کرتے ہیں کہ اگر عَلَّمَکَ مَا لَمْ
لَکُنْ تَعْلَمُ میں ماعام ہے تو آیات مذکورہ میں بھی ماعام ہونا چاہیے اور اس صورت
میں لازم آتا ہے کہ تمام مردوزن، صغیر و کبیر، نر و مؤنر، عالم و جاہل، شہرستانی ہو یا بدھستانی
ہر ایک عالم یا کان و ما یکون ہو جائے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ انسان عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمُ میں معرف
باللام ہے۔ اس سے فرد کامل مخصص معین مراد ہے اور وہ حسب تصریحات مفسرین
آنحضور ہیں اور دوسری آیتوں میں بھی اگر ماعام لیا جائے تو ہمیں مفسر نہیں۔ بلکہ
ہمارے دعوے کی موید و مثبت ہے یعنی ما کان و ما یکون کا علم حضور اقدس صلی اللہ علیہ
وسلم کو تعلیم الہی پذیر و یحوی حاصل ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے تمام
حاضرین نے جو اس مجلس میں حاضر تھے جان لیا چنانچہ یہ امر حدیث صحیح سے ثابت ہے
بخاری و مسلم شریف میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے قام فینا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاما ما ترک شیئاً یکون فی مقامہ ذالک
الی قیام الساعة الاحداث بہ حفظہ من حفظہ و نسیہ من نسیہ (صحیح
مسلم کتاب الفتن و اشراف الساتر) یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ہم میں
استادہ ہو کر جب سے قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا سب بیان فرمادیا، کوئی چیز نہیں
چھوڑی۔ جسے یاد رہا، یاد رہا، جو بھول گیا بھول گیا۔ نیز صحیح بخاری میں حضرت فاروق
اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قام فینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقاما
فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اهل الجنة منازلہم و اهل النار

منازلہم۔ (بخاری شریف کتاب بدء الخلق) یعنی ایک دفعہ حضور اقدس نے ہم میں کھڑے ہو کر ابتداء آفرینش سے لے کر جنتوں کے جنت اور دوزخیوں کے دوزخ جانے تک کا حال ہم سے بیان فرمایا۔ یعنی نے عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ارشاد فرمایا۔ فیہ دلالة على انه المجلس في الواحد بجميع احوال المخلوقات من ابتدائها الى انقضاءها یعنی یہ حدیث مکمل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں ازل سے آخر تک جملہ مخلوقات کے تمام احوال بیان فرمادیے۔ صحیح مسلم میں ہے فما خبرنا بما هو كائن الي يوم القيامة یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بیان فرمادیا جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو ابتداء آفرینش سے لے کر دخول جنت و نارتک تفسیلاً بیان فرمادیا لیکن حاضرین دربار ہمد ماکان وما یکون کو محفوظ رکھ سکے بوجہ ضعیف حافظہ کچھ یاد رہا کچھ بھول گئے۔ تو جب صحابہ کرام ہی کو یاد نہ رہا تو ہم کس طرح ماکان وما یکون بیان کر سکیں۔ ہم تک پہنچنے کا ذریعہ تو یہی حضرات تھے۔ لہذا وہابیہ کا اعتراض و معارضہ کرنا دلیل جہالت و غاہت ہے۔

اور لیکن! مشکوٰۃ شریف میں بروایت ثوبان رضی اللہ عنہ مروی ہے ان اللہ زری لسی الارض فرائت مشارقها و مغاربها۔ (مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن باب فضائل سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ) ہے شک اللہ تعالیٰ نے سبئی میرے لئے زمین۔ یعنی اس کو سمیٹ کر مش جغلی کے کر دیا۔ پس دیکھا میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کو یعنی تمام زمین دیکھی۔ حدیث اختتام ملائکہ جو مشکوٰۃ میں ہے اس میں یہ ایمان افروز و بابیت سوز کلمات موجود ہیں۔ فعلمت ما فی

السموات والارض۔ پس جان لیا میں نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ حضرت شیخ متقی عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اللغات میں اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔ فعلمت ما فی السموات والارض پس دانستم چہ در آسمانہا و چہ در زمین بود۔ عبارت است از حصول تمام علوم جزوی و کلی و احاطہ اس۔ سبحان اللہ! کیا چمکتی دلیل ہے۔ شیخ فرماتے ہیں کہ حضور کا یہ فرمانا کہ میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں۔ اس سے مراد تمامی علوم جزوی و کلی کا احاطہ ہے۔

دوسری حدیث میں ہے ففجلی لی کل شیء و عرفت شیخ اس کی شرح میں فرماتے ہیں "پس کھ ہر شد و روشن شد مرا ہر چیز از علوم و شئنا ختم ہمدرا یعنی مجھ پر ظاہر و روشن ہو گئے تمام علوم اور میں نے پہچان لئے۔ فالحمد لله علی ذالک۔

حضرات! ہمارے مد مقابل نے ایک آیت یہ بھی پڑھی تھی لَسُوْا حَسْرَتٌ اَعْلَمُ الْغَيْبِ لَا سَتُحْكَوْثُ مِنَ الْخَبِيْرِ وَمَا فَسَّيْتُ السُّوْرَ۔ (پ ۹، سورہ الاعراف آیت ۱۸۸) یعنی اگر میں گزشتہ زمانہ میں غیب کو چانتا تو بکثرت ہمدرا یاں جمع کر لیتا اور برائی مجھے نہ پہنچتی۔ مولوی صاحب کا مقصد اس آیت سے بھی نفی علم غیب ہے حالانکہ مولوی صاحب کے دعویٰ سے اسے کوئی تعلق نہیں۔ اس لئے کہ دعویٰ تو مولوی صاحب کا یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہیں دیا گیا اور یہ کہ یہ میں نفی زمانہ ماضی میں ہے۔ آیہ شریفہ میں لَسُوْا حَسْرَتٌ اَعْلَمُ اور لَا سَتُحْكَوْثُ اور مَا فَسَّيْتُ السُّوْرَ سب صفیہ ماضی کے ہیں جو زمانہ گزشتہ پر دلالت کرتے ہیں۔ آیہ شریفہ کا صاف اور واضح مطلب یہ ہے کہ اگر میں زمانہ گزشتہ میں غیب کو چانتا تو بہت

کی خیر جمع کر لیا اور مجھ کو برائی نہ پہنچتی۔ اگر ذاتی اور استقلالی علم کی نفی سے قطع نظر کر کے حسب مدعا کے مخالف فرض کر لیا جائے کہ اس آیت سے انکار غیب معلوم ہوتا ہے تو بھی ہمیں مضرت نہیں۔ اس لئے کہ اگر بالفرض آیت میں انکار ہے تو زمانہ گذشتہ میں حاصل ہونے کا انکار ہے۔ کہ اگر میں پہلے سے غیب جانتا تو بہت سی خیر جمع کر لیتا اور برائی مجھے نہ پہنچتی لیکن اس آیت میں اس امر پر دلالت ہرگز نہیں کہ میں اب بھی غیب نہیں جانتا یا آئندہ بھی مجھے غیب کا علم نہ ہوگا۔ پس آیت میں اگر نفی و انکار ہے تو زمانہ ماضی کی ہے۔ قطع نظر اس سے ہم اپنے مد مقابل سے پوچھتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ قضیہ شرطیہ ہے۔ لَوْ كُنْتُمْ اَعْلَمُ الْغَيْبِ شَرَطًا اور لَا تَسْتَخْفِرُونَ مِنَ الْخَيْرِ جَزَاءً یا باسطراح منطق مقدم و تاالی اور انشاء شرط مستلزم انتفاء جزا ہوتی ہے۔ تو جب آپ کے نزدیک حضور پر نور مجمع البرکات منبع الحسنات جامع الخیرات صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل نہیں تو استلزام خیر بھی ثابت نہیں۔ یعنی آپ کے عقیدہ کے مطابق آپ کی دلیل سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور نے خیر کو جمع نہیں فرمایا حالانکہ یہ عقلاً و نقلاً باطل ہے۔ دو کون سی بھلائی ہے جو حضور نے حاصل نہ کی ہو۔ استلزام خیر تو قطعاً ثابت ہے۔ آیت کریمہ اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكُوفَرُ اور مَنْ يُؤْتِ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اَوْثَقْنَا خَيْرًا كَثِيرًا اس پر دال ہیں۔ پس ہمارے مد مقابل کا دعویٰ باطل ہے اور آیت کا صحیح مفہوم وہی ہے جو عرض کیا گیا کہ نفی زمانہ ماضی میں ہے۔

مولوی صاحب! آپ نے کبھی شفاء امام قاضی میاں اور اس کی شرح نسیم اریاض کا نام سنا ہے؟ اس میں آپ حضرات کے لوہا ہوشکوک کا از الدان لفظوں میں فرماتے ہیں (ہذہ المعجزة فی اطلاعہ صلی اللہ علیہ وسلم علی

الغیب (معلومة علی القطع) بحيث لا يمكن انكارها او التردد فيها لا حد من العقلاء (کثرة روايتها و اتفاق معانيها علی الاطلاع علی الغیب) وهذا لا ینافی الایات الدالة علی انه لا یعلم الغیب الا اللہ۔ وقوله لو کنت اعلم الغیب لا متکثرت من الخیر فان المنفی علمہ من غیر واسطة واما اطلاعہ صلی اللہ علیہ وسلم باعلام اللہ تعالیٰ لہ فامر محقق لقوله تعالیٰ فلا یظهر علی غیبه احدا الا من ارضی من رسول۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ علم غیب یقیناً قطعاً ثابت ہے جس میں کسی عاقل کو انکار یا تردد کی گنجائش نہیں کہ اس بارہ میں حدیثیں بکثرت وارد ہیں اور ان سب سے اتفاق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب ثابت ہے اور یہ ان آیات کے خلاف نہیں جو بتاتی ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا اور اسی طرح آیت لَوْ كُنْتُمْ اَعْلَمُ الْغَيْبِ لَا تَسْتَخْفِرُونَ مِنَ الْخَيْرِ میں اگر غیب جانتا تو بہت بھلائی جمع کر لیتا۔ ان آیتوں میں بلا واسطہ علم غیب کی نفی ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم دینے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ملنا تو یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے وہ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں فرماتا سوا اپنے پسندیدہ رسول کے۔

کیوں جناب مولوی خیر محمد صاحب! یہ وہی آیت ہے یا نہیں۔ اس کو علماء اہلسنت نے علم بالذات کی نفی پر محمول کیا یا نہیں۔ علم غیب بلا واسطہ یعنی بظاہر ایسی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ثابت مانا یا نہیں؟ ضرور مانا وَلَکِنْ الدِّیَانَةُ قَوْمٌ لَا یَفْقَهُونَ۔ پس آیات و احادیث مذکورہ سے ثابت ہوا کہ ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم عالم ماکان و مایکون ہیں۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

جوابی تقریر چہارم

(منجانب: مولوی خیر محمد صاحب مناظر جماعت دیوبندیہ)

بھائیو! اس دفعہ مولوی سید احمد صاحب نے ایک دو آیتیں حدیثیں پڑھ دیں اور اس سے ثابت کرنا چاہا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ماکان وما یکون کا علم عنایت کیا گیا۔ یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا ہے وہ آپ پر ظاہر فرمایا گیا۔

مولانا! میں پہلے بھی اپنی تقریروں میں واضح کر چکا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ماکان وما یکون کا علم ثابت کرنا شرک اور کفر ہے کیونکہ یہ خداوند تعالیٰ ہی کا خاصہ ہے کہ وہ ماکان وما یکون کا عالم ہو۔ میں پوچھتا ہوں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد کے واقعات جانتے تھے یا نہیں؟ آپ تو یہی کہیں گے کہ وہ جانتے تھے لیکن حدیثوں میں آیا ہے کہ آپ کو اپنے بعد کے واقعات کی خبر نہ تھی۔ سنئے! جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن فرشتے چند آدمیوں کو لے کر آئیں گے میں اُن آدمیوں کو آپ کوثر پلانے کیلئے اپنی طرف بلاؤں گا فرشتے کہیں گے انک لا تدری ما احد ثوابہ کب کہ یا رسول اللہ! آپ نہیں جانتے کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا۔ یہ تو آپ کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔ دیکھئے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان سے اپنے غیب جاننے کی نفی فرما رہے ہیں کہ اس طرح میں اُن لوگوں کو بلاؤں گا اور فرشتے کہیں گے کہ یا رسول اللہ! آپ نہیں جانتے کہ یہ لوگ مرتد ہو گئے تھے۔

اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آنے

واقعات کی خبر نہیں تھی۔ اگر آپ کو خبر ہوتی تو آپ ان لوگوں کو پہلی ہی نظر میں لیتے کہ یہ لوگ مرتد ہیں لیکن ایسا نہیں ہوتا بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لاعلمی سے ان کو مسلمان اور اپنا امتی سمجھ کر اپنی طرف بلاتے ہیں اور فرشتے آپ کو خبر دیتے ہیں کہ جن کو آپ مسلمان سمجھے ہوئے ہیں وہ تو آپ کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔ دیکھئے اس سے علم ما یکون کی نفی ہو گئی کہ آپ جو کچھ ہونے والے واقعات ہیں اُن کی خبر نہیں جانتے۔ رہا علم ماکان یعنی جو کچھ ہو چکا ہے اس کا علم تو وہ بھی میں ابھی ثابت کر رہا ہوں کہ اس کا بھی حضور کو علم نہیں تھا۔

آپ کو معلوم ہے کہ جس وقت کفار نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نفرت کیا کہ آپ اصحاب کُف کا حال بیان کریں لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت وہ حالات نہ بتا سکے بلکہ جس وقت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو اصحاب کُف کی لڑائی تو آپ نے لوگوں کو بتایا۔ اگر پہلے معلوم ہوتا تو اُسی وقت بتا دیتے۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ماکان کا علم بھی نہیں تھا۔ میں نے اپنی تقریر میں ثابت کر دیا کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ماکان وما یکون کا علم نہیں آیا گیا۔ اب چونکہ میرا وقت ختم ہے اس لئے میں اپنی تقریر کو بند کرتا ہوں۔

تقریر پنجم

(منجانب: ابو البرکات مولانا سید احمد صاحب قبلہ مناظر اہلسنت والجماعت)

لَا تُخَذِّلُنِي وَتُخَذِّلْنِي عَلَى حَبِيبِي الْكَرِيمِ۔ حضرات! سخت تعجب ہے کہ فقیر نے دس پندرہ آیتیں اور دس حدیثیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے

شہوت میں پیش کیس اور مولوی صاحب کی تمام پیش کردہ آیات کا مفصل و مدلل جواب لیکن مولوی صاحب نے ان آیات و احادیث کا کوئی جواب نہیں دیا۔ بلکہ فرماتے ہیں کہ حدیث انک لا تدروی ما احدثوا بعدک سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم نہیں تھا اگر علم ہوتا تو حضور ان لوگوں کو حوض کوثر پر کیوں بلاتے۔

جواب اس کا بغور سنئے اور داد دیجئے اور حق سمجھو تو قبول کیجئے۔ مولوی صاحب جب فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم آج سے تقریباً چودہ سو برس پیشتر محضر صحابہ میں خود بنفس نفیس خبر دے رہے ہیں کہ ہم کل قیامت میں بعض لوگوں کو حوض کوثر کی طرف بلائیں گے اور ملائکہ یہ عرض کریں گے کہ انک لا تدروی ما احدثوا بعدک تو اگر تعصب کا چشمہ اتار کر دیکھا جائے تو حضور انور کو اس کا علم ہونا تو اسی حدیث سے ظاہر ہو جاتا ہے حالانکہ یہ واقعہ قیامت کو ہوگا۔ اگر انصاف کیا جائے تو اس حدیث سے قیامت کا علم ثابت ہوتا ہے کہ جو بات فرشتوں کے دل میں ہے اور جس کا اظہار وہ عین حوض کوثر پر کریں گے۔ نبی کریم (عالم ماکان و مایکون) صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں اس کی خبر دے رہے ہیں کہ فرشتے یہ کہیں گے اور میں یہ کہوں گا۔ تو معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یقیناً ان کا علم ہے لیکن بمقتضائے رحمت اپنی آغوش رحمت میں عاصیوں کو بھی لینا چاہیں گے مگر فرشتے عرض کریں گے کہ انک لا تدروی الخ۔ پس اگر بقول آپ کے حضور کو علم نہیں تو بغیر علم آج سے چودہ سو سال پیشتر خبر کیسے دے دی؟ اللہ عقل سلیم اور فہم مستقیم عنایت فرماتا تو مولوی صاحب کو یہ سمجھنا کچھ دشوار نہ تھا کہ بغیر علم خبر دینا ناممکن ہے حالانکہ حدیث بخاری شریف سے حضور کو اس واقعہ کا

علم ہونا اور نظر انور سے گزر جانا ثابت ہوتا ہے۔ بینا انا قائم اذا زمرۃ حتی یرفہم خرج رجل من بنی و بینہم فقال ہلم فقلت این؟ قال الی ان والہ فقلت وما شانہم قال انہم ازتد و ابعدک علی ادبارہم بخاری شریف کتاب الرقاق باب فی الخوض) حضور پر نور سید یوم النور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں میں کھڑا تھا کہ اچانک ایک جماعت گزری جب میں نے ان کو پہچانا تو ایک شخص نے میرے اور ان کے درمیان سے نکل کر ان سے کہا میں نے کہا کہاں؟ اس نے عرض کیا بخند ادوزخ کی طرف۔ میں نے کہا۔ ان کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ یہ حضور کے بعد اٹنے پاؤں پیچھے پلٹ گئے۔ یہ بخاری شریف کی حدیث ہے۔ مولوی صاحب! اب تو معلوم ہوا ہوگا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو دنیا میں پہچانتے اور ان کا مال جانتے تھے۔ اس حدیث کو نفی علم کی دلیل ٹھہرانا عطاء الہی و فضائل مصطفوی سے انکار و اعراض کرنا ہے۔ جو قسوت قلبی پر دلیل واضح ہے۔

علاوہ بریں یہ بھی جائز ہے کہ یہاں ہمزد استفہام مخدوف و مقدر ہو۔ اولت حال بھی اسی کی متقاضی ہے جیسا کہ وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا اور هَذَا رَبِّي میں مقدر ہے اور اس تقدیر پر صحیح مسلم کی حدیث جو اسی مضمون میں بدین الفاظ وارد ہے۔ قریب قویہ ہے۔ فما قول ہا رب منی ومن امنی فیقال اما شعرت ما عملوا بعدک یعنی پس میں کہوں گا اے پروردگار میرے یہ میرے ہیں اور میرے امتی۔ پس فرمایا جائے گا۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا؟ تو حدیث مذکور میں بھی انک لا تدروی میں الا تدروی ہو سکتا ہے۔ علاوہ بریں مولوی

صاحب کو اتنی خبر نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر امت کے جملہ اعمال نیک و با صغیر و کبیر حقیر و حقیر ذرہ و قلیل پریش ہوتے ہیں۔ جیسا کہ متعدد احادیث سے ثابت ہے تو پھر کس طرح حضور کو ان لوگوں کے اعمال معلوم نہ ہو سکے۔

فرمائیے جناب مولانا استفہام مقدر ماننے کا یا نہیں؟ اور اب تک اس قدر آیات و احادیث سنا کر آپ کی سچ خراشی کی کچھ تسلی ہوئی یا وہی ”مرنے کی ایک ہی ٹانگ“ کہے جائیے گا۔ کاش ذہول پر ہی حمل کیا ہوتا۔ مگر وہابیت و نجدیت اجازت نہیں دیتی۔ آپ فرماتے ہیں اصحاب کہف کا واقعہ حضور نے بیان نہیں فرمایا۔ مولوی صاحب! حضور کی عداوت و توہین نے دین و عقل سب کچھ کھودیا۔ ذرا خدا سے شرمائیے۔ کیا تفاسیر میں آپ نے یہ نہیں پڑھا کہ مشرکین یہود سے چند سوال کیے کہ آئے۔ ایک قصہ ذوالقرنین اور اصحاب کہف اور ایک حقیقت روح۔ یہ تینوں امور حضور سے دریافت کئے۔ آپ نے بلا نزول وحی کچھ نہ فرمایا۔ جب بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو ان غیب غلاش کی اطلاع دی۔ آپ نے غار کو خبر دے دی۔ تعجب ہے آپ نے قرآن کو بھی فراموش کر دیا۔ سچ ہے حضور کی توہین لا تشعرون کا مصداق بنا دیتی ہے۔

سید! قرآن حکیم میں ہے وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْقُسْرَيْنِ اَوْ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْوُجُحِ اور سورہ کہف میں اصحاب کہف کا واقعہ مصترح نازل فرما دیا۔ مولوی صاحب! اس قدر سرا سید اور پریشان ہونے کی کیا بات ہے۔ قسمت میں لکھا آگے آ رہا ہے۔ سخت حیرت ہے کہ آپ لوگوں کو شب و روز یہی فکر رہتی ہے کہ کوئی آیت یا حدیث ایسی ملے جس میں بظاہر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان نہ معلوم

ہوتی ہو۔ سچ ہے ”تخزیر چمن میں گھس کر بھی اپنی غذا ہی تلاش کرتا ہے۔ چند صحرائی کو اور ذرہ تنجمن بریالی نہیں بھاتی“۔ جُھٹل ہمیشہ نجاست کا جویاں رہتا ہے۔ خفاش کو قلاب سے تکلیف ہوتی ہے۔ اگر آپ لوگوں میں شہ برابر بھی ایمان ہوتا۔ تو ہرگز علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نہ کرتے۔ اس قدر احادیث و آیات کے بعد بھی آپ کو عقلی علم کی رٹ لگائے جاتے ہیں۔

حضرات اب چند عبارات کتب معتبرہ اہلسنت و جماعت سے پڑھ کر سناتا ہوں۔ جن سے اُلفت نبوی کے گلشن میکتے، عشق محمدی کے غنچے چمکتے، عظمت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے چاند چمکتے۔ فضائل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سورج دسکتے۔ اور عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساغر چھلکتے۔ دیو کے بندے زیرِ نجر حق چلکتے۔ وہابیت کے بوم مذہب بوج پھڑکتے۔ نجدیت کے زارع جاں بلب سکتے نظر آئیں گے۔

کتاب الاربیز میں ہے کہ علم قیامت وغیرہ علوم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کیونکر مخفی رہ سکتے ہیں۔ و کیف يخفى عليه ذالك والا قطاب السبعة من امة الشريفة يعلمونها وهم دون الغوث فكيف بالغوث فكيف سيد الاولين والاخرين الذي هو سبب كل شئ ومنه كل شئ۔ یعنی علم قیامت سرور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کیونکر مخفی رہ سکتا ہے جبکہ آپ کی امت شریفہ کے ساتوں قطب اس کے عالم ہیں اور غوثوں کا مرتبہ قطبوں سے بھی بالاتر ہے۔ پھر وہ کس طرح اس کے عالم نہ ہوں گے اور سید الاولین والاخرین محبوب کبریا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تو نیاز مند بھی اس کے عالم ہیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسے مخفی رہ سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر چیز کا سبب ہیں اور عالم کی ہر شے کا وجود

حضور ہی کی بدولت اور ضروری سے ہے۔

مدارج النبوۃ شریف میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "ہر چہ درویشاںست از زمان آدم تا اوان نوح اولیٰ بروئے صلی اللہ علیہ وسلم مشکشف ساختند۔ تاہم احوال اور ازاوّل تا آخر معلوم گروید۔ یاران خود را نیز از احوال ازاں احوال خبر داد۔" نیز فرماتے ہیں قدس سرہ **هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ**۔ دوسرے صلوات اللہ علیہ وسلم دانا است ہمہ چیز از شیونات و احکام الہی و احکام صفات حق و اسماء و افعال و آثار و تفسیر علوم ظاہر و باطن و ازل و آخر و احاطہ مودہ و مصداق **فَوُتِيَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ** عَلِيمٌ شدہ۔ علیہ من الصلوٰۃ افضلہا و من التحیات اتمہا و اکملہا۔ خلاصہ مطلب دونوں عبارتوں کا یہ ہے کہ حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ جو علم حدیث کو ہندوستان میں لائے جن کے تمام علماء مخالف و موافق مرہون احسان ہیں فرماتے ہیں "جو کچھ دنیا میں ہے آدم علیہ السلام سے لے کر نوح اولیٰ تک سب کا سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مشکشف کیا گیا۔ تاکہ اس کی تمام حالتوں کو ازل سے آخر تک معلوم فرمائیں۔ خلفائے راشدین کو ان میں سے بعض احوال کی خبر دی۔" نیز فرماتے ہیں "نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر شے کے عالم ہیں۔ شیونات اور احکام الہی و احکام صفات حق اور اس کے اسماء و افعال اور ان کے آثار اور جملہ علوم ظاہر و باطن ازل و آخر سب کا احاطہ فرمایا اور مصداق **فَوُتِيَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ** عَلِيمٌ ہوئے (علیہ السلام) یہ ہے اہلسنت کا عقیدہ۔

مولوی صاحب! اب تو خدا را تو بہ سمجھئے اور توہین و تنقیص علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے باز آجائیے کہ ابھی دور تو بہ مشنوح ہے۔

اب چونکہ وقت مناظرہ ختم ہو چکا تھا اس لئے حضرت قبلہ ابو البرکات مولانا احمد صاحب کرسی پر بیٹھ گئے اور حضرت مولانا ابوالیمان حافظ محمد مظہر الدین صاحب صدر اہلسنت و الجماعت نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ چونکہ مناظرہ کا وقت ڈیڑھ گھنٹہ تک تھا جواب ختم ہو چکا ہے۔ لہذا اس وقت مناظرہ بند کیا جاتا ہے اور بعد نماز ظہر شروع ہوگا۔ آپ تمام حضرات تشریف لے جاسکتے ہیں۔ بعد نماز ظہر مکرر کاروائی شروع ہوگی تو پھر تشریف لے آئیں۔ چنانچہ تمام مجمع نے صاحب صدر کے ارشاد کی تعمیل کی اور بخیر و خوبی جلسہ برخاست ہوا۔

کاروائی مناظرہ بعد نماز ظہر

ظہر کی نماز پڑھ کر رییس اہلکماء و اہلحکامین حضرت مولانا الحاج ابو البرکات مولانا احمد صاحب مع ایک جم غفیر مناظرہ گاہ میں تشریف لائے۔ آپ کی آمد پر نعرہ ہائے غیر و نعرہ ہائے رسالت بلند ہوئے اور اللہ اکبر اور یا رسول اللہ کے ٹلک پوس نعروں سے دشت و جبل گونجنے لگے۔ حضرت قبلہ ابو البرکات صاحب مع تمام علمائے اہلسنت و الجماعت کرسیوں پر رونق افروز ہو گئے۔

اس وقت دہائیوں کی حالت دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ تمام اسٹیج پر مرد و بیہوش ہوئی تھی۔ اسٹیج کا کچھ حصہ تو پہلے ہی قہر خداوندی کی نذر ہو چکا تھا اور جو باقی بچا تھا وہ بھی کس پرسی کی حالت میں وہابیہ کی جان و مال کو رو رہا تھا۔ تین چار وہابی مولوی اسٹیج کی اگلی طرف بیٹھے ہوئے تھے لیکن چہروں کی رنگت اڑی ہوئی تھی منہ پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ خصوصاً ان کے مناظر مولوی خیر محمد صاحب جالندھری کی حالت تو واقعی

قابل رحم تھی۔ آپ محجب ہیئت کذائی سے کرسی پر جلوہ افروز تھے۔ نہ تو وہ صبح
طلعت اوراق اور شان و شوکت آپ میں موجود تھی اور نہ ہی اُن کی شوخی اور دل آویزی کی
نظر آتی تھی۔ بلکہ شہرے پر ایک رنگ آتا تھا اور ایک چاتا تھا۔ قامت زیب صبح والی
ایکس اور شامی رومال سے بے نیاز اور چند یا کلاہ اور پشاور لیگی سے محروم کر دی گئی تھی
آپ فراق مبارک کو ایک کھدر کی ٹوپی سے زینت دیئے ہوئے پورے مہاتما بنے ہوئے
تھے۔ صبح کی وہ تمام عشوہ طرازیوں اور ناز آفرینیاں داغ مفارقت دے چکی تھیں۔
گوشہ بتول نے اپنی ولولہ انگیز تقریروں سے بے چارے کی تمام شئی کر کر کر دی تھی
محمد علی جالندھری کرسی کے ساتھ کرسی ملائے بیٹھا ہوا تھا اور آپ کو طفل تسلیاں دے
تھا لیکن اُن کے دل پر مضر کو کسی طرح قرار نہیں آتا تھا۔ جس وقت صبح کی شرما
تھکست کا تصور آتا تھا تو دل پر درد سے ایک جگر خراش آہ کھینچ کر بے ساختہ پکار اٹھتے
تھے۔

نزد لہ برق سے جلنا ہوائے تند سے اڑنا

یہی اب تو بساطِ آشاں معلوم ہوتی ہے

بقیہ دہائی کچھ تو پہلے ہی سے مولانا سید احمد صاحب قبلہ کی تقریریں سن کر
حواس باختہ ہو چکے تھے۔ اس پر اپنے مناظر کی قابل رحم حالت کو دیکھ دیکھ کر ہامہ
حوصلہ بھی ہار چکے تھے۔ غرضیکہ تمام اسٹیج شہر خاموشاں کا تصور دلارہا تھا،

ادھر صدر اہلسنت والجماعت حضرت مولانا ابوالعباس حافظ محمد مظہر الدین
صاحب منتظر کہ وہابیہ کے صدر سراو پر اٹھائیں تو مناظرہ کے متعلق گفتگو کی جائے لیکن
صدر وہابیہ اپنے مناظر کی حالت زار دیکھ کر تصویر حیرت بنا ہوا تھا۔ کافی دیر کے بعد

حضرت مولانا محمد مظہر الدین صاحب نے صدر وہابیہ کو پکارا۔

(مولوی مظہر الدین صاحب) صدر صاحب! اے جناب صدر صاحب!!

(مولوی محمد علی صاحب۔ چونک کر) اچی حضرت کیا بات ہے کیا آپ آگئے ہیں؟

(مولوی مظہر الدین صاحب) اچھا ابھی تک آپ کو اتنا ہوش نہیں کہ ہم آگئے ہیں یا
نہیں؟ صبح کی تھکست نے آپ لوگوں پر اتنا اثر کیا کہ آپ ہوش بھی کھو بیٹھے۔

(مولوی محمد علی صاحب: مسخر اپن سے) میرا کیا پوچھتے ہیں میں نے تو جس وقت سے
آپ کو دیکھا ہے ہوش کھو بیٹھا ہوں۔

مولوی مظہر الدین صاحب: پھر آپ نے وہی نقالی اور مسخر اپن شروع کر دیا۔ آپ
میری بات کا جواب دیں کہ مناظرہ کرنا ہے یا نہیں؟

مولوی محمد علی: کیوں نہیں مناظرہ کیلئے تو آئے ہیں پھر مناظرہ نہ کرنے کے کیا معنی

مولوی مظہر الدین صاحب: اچھا اب آپ بتائیں کہ علم غیب کا مسئلہ تو صاف ہو چکا
اب آپ کس مسئلہ پر مناظرہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟

مولوی محمد علی: چونکہ صبح کے وقت مولوی خیر محمد صاحب کی تقریر میں گڑبڑ پیدا ہو گئی تھی
اور کچھ ناظم ضائع ہو گیا تھا اور مناظرہ پورے دو گھنٹے نہیں ہو سکا تھا اس لئے اس وقت
اتنا ہی ناظم کے مسئلہ علم غیب پر مناظرہ کیا جائے۔

مولوی مظہر الدین صاحب: مولوی صاحب! مناظرہ جیسا کہ شرائط میں لکھا ہوا ہے
ساڑھے گیارہ بجے سے شروع ہوا اور ڈیڑھ بجے ختم ہوا۔ اس جاب سے پورے دو
گھنٹے بنتے ہیں اور دو گھنٹے ہی مسئلہ علم غیب کیلئے ناظم مقرر ہوا تھا۔ اس لئے وہ مناظرہ
تو ختم ہوا۔ ہاں اگر آپ کی خواہش ہے کہ علم غیب پر پھر مناظرہ کیا جائے تو گھنٹہ ڈیڑھ

گھنٹہ یا جتنا وقت آپ مناسب سمجھیں مقرر کریں اور دوبارہ مسئلہ علم غیب پر ہی مناظرہ کر لیا جائے کیوں اب بھی آپ خوش ہیں یا نہیں؟

مولوی محمد علی: نہیں مولوی مظہر الدین میرا یہ مطلب نہیں کہ مسئلہ علم غیب پر پھر سے سرے سے مناظرہ شروع کیا جائے بلکہ میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ جو ۲۵ منٹ کا وقت ضائع ہوا ہے اس میں علم غیب پر مناظرہ کیا جائے۔

مولوی مظہر الدین صاحب: نہ معلوم آپ کے کانوں کو کیا ہو گیا ہے خدا جانے نقل سماعت کی کسر ہے یا اور کوئی بیماری ہے۔ میں کتنی دفعہ کہہ چکا ہوں کہ مناظرہ ساڑھے گیارہ بجے سے شروع ہو کر ڈیڑھ بجے ختم ہو گیا لیکن آپ یہی رٹ لگا رہے ہیں کہ نہیں ۲۵ منٹ ابھی باقی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ حساب کرنا نہیں جانتے۔ اگر آپ کو علم حساب سے کچھ بھی واقفیت ہوتی تو اتنی فاش غلطی نہ کرتے۔

مولوی محمد علی: نہ مولوی مظہر الدین۔ پورے دو گھنٹے مناظرہ نہیں ہوا بلکہ ۲۵ منٹ ابھی باقی رہتے ہیں اس لئے ان ۲۵ منٹوں میں علم غیب پر ہی مناظرہ کرنا چاہیے۔

مولوی مظہر الدین صاحب: تو پھر ۲۵ منٹ کیا خاک مناظرہ ہوگا۔ اگر مناظرہ ہی کرنا ہے تو اس کے ساتھ کچھ اور نام ملا لوتا کہ کچھ نتیجہ خیز بحث بھی ہو اور سامعین کے ہاتھ پلے بھی پتھ پڑے۔

(مولوی محمد علی: کچھ سوچ کر) اچھا تو پون گھنٹہ ان پچیس منٹوں میں اور ملا لیجئے اس طرح کل ۶۰ منٹ ہو جائیں گے۔ پہلے دس منٹ مولوی خیر محمد صاحب تقریر کریں پھر مولوی سید احمد صاحب پھر مولوی خیر محمد صاحب اسی طرح ہر دو مناظرہ دس دس منٹ تقریر کرتے جائیں۔

مولوی مظہر الدین صاحب: وہ رے استاد تیری چالاکی کے کیا کہنے! تمہاری خواہش ہے کہ اس طرح گڑبڑ اُل کر آخری تقریر مولوی خیر محمد صاحب کی کر دی جائے لیکن یہ نہیں جانتے کہ آخری تقریر مدعی کی ہوا کرتی ہے اور یہاں مدعی حضرت قبلہ سید احمد صاحب ہیں۔

مولوی محمد علی: تم نہ اس طرح ماننے ہو نہ اس طرح۔ ۲۵ منٹ کا مشورہ آپ کو یادہ بھی منظور۔ اب پون گھنٹہ اور زیادہ کیا تو یہ بھی نامنظور۔ نہ معلوم تمہارا کیا ارادہ ہے؟

مولوی مظہر الدین صاحب: اچھا تو دس منٹ اور داخل کر کے بجائے ۶۰ کے ۸۰ منٹ کر دیجئے دس منٹ سے اتنی کون سی زیادتی ہو جائے گی۔ فرمائیے اب بھی ٹھیک ہے یا نہیں؟ مولوی محمد علی: تم نے ہماری دونوں باتوں کو رد کر دیا اب ہم بھی تمہاری کوئی بات نہیں مانیں گے۔

مولوی مظہر الدین: تو یوں کہیے کہ مناظرہ کرنے کا ارادہ نہیں۔ آپ نے اگر رشید یہ پڑھا ہے تو آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ آخری اور پہلی تقریر مدعی کی ہوتی ہے۔ (رشید یہ ہاتھ میں اٹھا کر) یہ دیکھئے میرے پاس رشید یہ ہے اس میں لکھا ہوا ہے کہ پہلی اور آخری تقریر مدعی کی ہوتی ہے۔ خدا جانے آپ حقیقت سے کیوں گریز کر رہے ہیں۔ مولوی محمد علی: (ایک کتاب اٹھا کر) آپ یہ نہ سمجھیں کہ آپ ہی کے پاس رشید یہ ہے اور کسی کے پاس نہیں یہ دیکھئے ہم بھی رشید یہ لے کر آئے ہوئے ہیں۔

مولوی مظہر الدین صاحب: بہت اچھا! اب آپ ہی انصاف سے فرمائیں کہ کیا اس میں لکھا ہوا نہیں کہ پہلی اور آخری تقریر مدعی کی ہوا کرتی ہے۔

مولوی محمد علی: (گھنگٹاؤ کا پہلو بدل کر) مجھے سمجھ نہیں آتی کہ جب خود ہی آپ نے کہا کہ

۲۵ منٹ سے زیادہ ٹائم کرو تو آپ کے کہنے پر میں نے پون گھنٹہ زیادہ کر دیا۔ اب آپ پھر کیوں گئے سرے سے جھگڑا شروع کر رہے ہیں۔ آپ کی ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ مناظرہ کرنا نہیں چاہتے اگر آپ ٹائم زیادہ نہیں کرنا چاہتے تو چلو انہیں ۲۵ منٹوں میں مناظرہ فرمائیے۔ اب بھی منظور ہے یا نہیں؟

مولوی مظہر الدین صاحب: میں آپ کی ان چالاکیوں کو خوب سمجھتا ہوں۔ آپ کی یہ مرضی ہے کہ کسی طرح مولوی خیر محمد صاحب کو آخری تقریر مل جائے لیکن چونکہ یہ اصول مناظرہ کے خلاف ہے اس لئے ہم اس کو ہرگز ماننے کیلئے تیار نہیں ہیں۔

(مولوی خیر محمد صاحب سے خطاب ہو کر) مولوی خیر محمد صاحب! آپ ہی انصاف سے بتائیں کہ کیا آخری تقریر عدلی کی نہیں ہوتی؟

مولوی محمد علی: آپ ان سے کیوں دریافت کرتے ہیں جب میں آپ کے سامنے بحیثیت صدر کے موجود ہوں تو آپ کو کوئی حق نہیں ہے کہ مجھ کو چھوڑ کر مولوی خیر محمد صاحب سے خطاب کریں۔

مولوی مظہر الدین صاحب: میں ان سے اس لئے دریافت کر رہا ہوں کہ وہ بہ نسبت آپ کے زیادہ عالم ہیں۔ نیز ان کی طبیعت بھی انصاف پسند معلوم ہوتی ہے۔ آپ جیسے ضدی نہیں ہیں کہ صبح سے لے کر اس وقت تک کوئی بات بھی نہیں مانی۔ اسی طرح اپنی ضد پراڑے ہوئے ہیں۔

مولوی محمد علی: میں نے کوئی بات نہیں مانی یا آپ ہماری بات نہیں مانتے۔ خیال تو کیجئے کہ پہلے ہم نے ۲۵ منٹ کیلئے کہا وہ بھی آپ نے مسترد کر دیا پھر اس پر پون گھنٹہ اور زیادہ کیا وہ بھی آپ نے نامنظور کر دیا اب پھر میں نے ۲۵ منٹ کیلئے کہا اسے بھی آپ

نہیں مانتے۔ اب آپ ہی بتائیں کہ میں آپ کی بات کو نہیں مانتا یا آپ ہماری بات نہیں مانتے۔

مولوی مظہر الدین صاحب: اچھا تو آپ یوں کریں کل ٹائم ۳۰ منٹ رکھیں پہلی دو تقریریں دس دس منٹ اور دوسری پانچ پانچ منٹ کی فرمائیے اب بھی معقول بات ہے یا نہیں؟

مولوی محمد علی: جی کیوں نہیں۔ آپ کی تو تمام باتیں معقول ہوتی ہیں صرف ہماری باتیں ہی نامعقول ہیں۔

مولوی مظہر الدین صاحب: بندہ خدا اسی طرح فضول باتوں میں وقت کو ضائع کرنا ہے یا کچھ مناظرہ کرنے کا بھی ارادہ ہے۔ کتنا ٹائم تم نے ان بیکار باتوں میں ضائع کر دیا اور کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ لوگ تمہیں کیا کہتے ہونگے۔

جب اس قسم کی باتوں میں کافی وقت ضائع ہو گیا تو تمام پبلک اکتا گئی۔

سب انسپکٹر صاحب پولیس نے جو مناظرے کے انتظام کے لئے آئے ہوئے تھے جب دیکھا کہ وہابیہ اپنی مخصوص چالوں کے ساتھ مناظرہ سے گریز کر رہے ہیں تو انہوں نے صدر دیوبندی مولوی محمد علی صاحب کو علیحدہ بلا کر خوب ڈانٹا کہ تم شرارتوں سے پبلک کو تنگ کر رہے ہو۔ اگر تمہارا مناظرہ کرنے کا ارادہ نہیں تو یہاں سے چلے جاؤ چنانچہ مولوی محمد علی جالندھری کھسیانہ ہو کر واپس لوٹا اور تمام دیوبندی مولویوں کو حقیقت حال سے آگاہ کیا۔ چنانچہ تمام دیوبندیوں کے مشورے سے ۲۵

منٹ کی بجائے ۳۰ منٹ مقرر کئے اور پروگرام اس طرح مرتب کیا کہ پہلے دس منٹ مولوی خیر محمد صاحب تقریر کریں بعد ازاں دس منٹ حضرت قبلہ سید احمد صاحب اور

پھر پانچ منٹ مولوی خیر محمد اور بعد ازاں پانچ منٹ قبلہ سید احمد صاحب تقریر کریں۔
چنانچہ صدر اہلسنت والجماعت نے اس بات کو منظور کر لیا اور مولوی خیر محمد نے جلسہ میں
کھڑے ہو کر تقریر شروع کی۔

جوانی تقریر چشم (بعد ظہر)

(منجانب: مولوی خیر محمد صاحب مناظر جماعت دیوبند)

بھائیو! میں نے صبح کی تقریروں میں واضح دلائل کے ساتھ ثابت کر دیا تھا کہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم نہیں تھا۔ بخلاف اس کے مولوی سید احمد صاحب ادھر
ادھر کی لمبی چوڑی باتیں کر کے اپنا وقت گزارتے رہے۔ حالانکہ میں اپنی ہر تقریر میں
مولانا صاحب سے مطالبہ کرتا رہا کہ مولانا آپ اپنے دعوے کو ثابت کرنے کیلئے کوئی
دلیل پیش کریں لیکن انہوں نے میرے مطالبہ کی طرف التفات نہ کیا اور
الٹی دھمکیاں دے کر ہمیں مرعوب کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ میں نے چھ آجوں
اور کتنی حدیثوں سے ثابت کر دیا کہ خدا کے سوا اور کوئی عالم الغیب نہیں۔ اب میں آپ
کے سامنے ایک اور حدیث پڑھتا ہوں۔

مشکوٰۃ شریف میں یہ حدیث ہے کہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ ایک دن صحابہ
کے ساتھ نماز ادا فرما رہے تھے کہ اچانک آپ نے جوتی اتار دی۔ آپ کے اتباع
میں صحابہ نے بھی اپنی اپنی جوتیاں اتار دیں۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے
صحابہ سے دریافت فرمایا کہ تم نے جوتیاں کس لئے اتاریں۔ صحابہ نے عرض کیا یا
رسول اللہ! ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے جوتیاں اتار دیں تو ہم نے بھی آپ کی

اتباعت میں جوتیاں اتار دیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جبرائیل
علیہ السلام نے خبر دی تھی کہ آپ کی جوتی میں پلیدی لگی ہوئی ہے اس لئے میں نے
جوتی اتار دی تھی۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آپ کو اپنی جوتیوں کی بھی خبر نہ تھی۔
ایہ پاک ہیں یا ناپاک۔ چنانچہ آپ کو غیب کا علم ہوتا جب تک جبرائیل آ کر آپ کو
غیر نہیں دیتے۔ آپ ان ہی جوتیوں میں نماز پڑھتے رہتے ہیں۔ آپ کو اتنا بھی علم
نہیں کہ جوتیاں پاک ہیں یا ناپاک؟ جبرائیل آ کر خبر دیتے ہیں کہ آپ کی جوتی میں
پلیدی ہے تو آپ کو خبر ہوتی ہے۔ دیکھئے یہ کتنی روشن اور واضح دلیل ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم نہیں تھا۔

میں نے چھ آیتیں اور کتنی حدیثیں پڑھیں لیکن آپ نے میری بعض دلیلوں
کو تو چھوٹا تک نہیں اور جن کا جواب دیا ہے ان کا نہ سر ہے نہ پیر۔ میں پھر آپ کو ایک
بار کہتا ہوں کہ آپ میری ان تمام دلیلوں کا جواب دیں۔ صبح کی طرح ادھر ادھر کی لمبی
چوڑی باتوں میں وقت کو ضائع نہ کریں۔

تقریر چشم (بعد نماز ظہر)

(منجانب: ابوالبرکات مولانا سید احمد صاحب قبلہ مناظر اہلسنت والجماعت)

عزیزان گرامی! آپ نے دیکھا کہ فقیر نے اب تک بکثرت آیات و
احادیث اور اقوال مفسرین و علماء مستندین پیش کئے۔ جن سے علم ماکان وما یکون کا نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے آفتاب نمروز سے زیادہ روشن و تابان و درخشاں ہے لیکن
مولوی خیر محمد صاحب میری پیش کردہ دلائل قاہرہ و براہین ساطعہ کی طرف اصلا

الثقات نہیں فرماتے۔ اس موقع پر مجھے علامہ شرف الدین محمد بوسیری رحمۃ اللہ علیہ کا شعر یاد آیا:

قد تنكر العين ضوء الشمس من رعد
وتنكر الفم طعم الماء من سقم

یعنی دیکھتی ہوئی آنکھوں کو برا لگتا ہے سورج اور بیمار زبانوں کو برا لگتا ہے پانی۔

مولوی صاحب! انصوص قطعیہ و احادیث صحیحہ صریح کے مقابلہ میں آپ بار بار جزئیات متحملہ مولہ پیش کرتے اور اس سے نفی علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سند لاتے ہیں یہ کیا جہالت ہے۔ ہم بار بار آپ کو نکتہ بتا چکے کہ آیات حصر جن میں علم کی بظاہر نفی ہے اور وہ احادیث جن میں علم کا بظاہر انکار ہے وہ سب محمول ہیں علم ذاتی ازلی غیر متناہی بالغفل پر اور جن آیات و احادیث میں اثبات ہے ان سے مراد علم عطائی حادث متناہی ہے۔ اگر یہ دو جہتیں نظر انداز کریں گے تو تطبیق ناممکن ہوگی۔ وہ آیات و احادیث جن میں نفی و انکار ہے قوۃ میں سالبہ کلیہ کے ہیں اور جن میں اثبات علم ہے وہ قوۃ میں موجبہ جزئیہ کے ہیں اور اہل علم جانتے ہیں کہ سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ ہے۔ تو اگر دو جہتیں بالذات و بالعطاء مانئے گا تو قرآن و حدیث میں تخالف و تناقض لازم آئے گا اور یہ قطعاً محال۔ قَالَ تَعَالَى لَوْ كُنَّا مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا۔ لہذا اختلاف و تعارض و تناقض محال۔ پس جب قرآن کریم کی آیتوں میں تناقض اور احادیث نبوی میں اختلاف معلوم ہو تو تعارض و تخالف و تناقض کو اٹھا کر تطبیق دینا لازم و ضروری ہے اور اس کا طریقہ یہی ہے جو محققین نے علماء نے فرمایا کہ آیات نفی محمول ہیں علم ذاتی پر۔ یا وہ آیات منسوخ ہیں یا نفی تو منسوخ ہے یا ازراہ

اول فرمایا گیا ہے۔

اور آیات و احادیث جو مثبت علم غیب ہیں وہ محمول ہیں علم عطائی بالواسطہ پر کہ یا علام الہی حضور پر نور جملہ کمونات لوح محفوظ پر مطلع ہیں۔ لہذا بنظر اول نفی اور ثانی اثبات۔ اب آپ اپنے دلائل اور فقیر کے پیش کردہ دلائل میں تطبیق دیجئے۔ نہ آپ جیسے نازنینوں کو مگر کہ مردان میں آنا کسے مانا۔

ترا کہ گفت کہ اے نازنین زپردہ برآ

نغمہ بر صف مردان شیر آگن زن

مولوی صاحب! اجتمعوا شراً کم چھوٹے بڑے سب اکٹھے ہو کر ایک آیت قطعی الدلالتہ یا ایک حدیث متواتر یقینی الافادہ چھانٹ لائیں جس سے صاف و صریح طور پر ثابت ہو کہ تمام نزول قرآن عظیم کے بعد بھی اشیاء مذکورہ ماکان رہا کیوں سے فلاں امر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر مخفی رہا۔ جس کا علم حضور کو دیا ہی نہ گیا۔ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي غَيًّا الْخَائِنِينَ۔ اگر ایسا نص لا سکو اور ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ ہرگز نہ لا سکو گے۔

تو خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ راہ نہیں دیتا دعا بازوں کو۔ آپ نے ابو داؤد شریف سے ایک حدیث پڑھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی تو پاپوش مبارک اتار دیں یہ دیکھ کر صحابہ کرام نے بھی اپنی اپنی جوتیاں اتار دیں۔ سرور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد فراغ صلوۃ فرمایا کہ تم نے اپنی جوتیاں کیوں اتار دیں۔ عرض کیا کہ حضور کو دیکھا کہ حضور نے قدم مبارک سے پاپوش مبارک اتار دی ہے۔ لہذا ہم نے بھی ایسا ہی کیا۔ فرمایا مجھے جبریل نے خبر دی تھی کہ ان میں نجاست ہے۔

اس حدیث سے مولوی صاحب ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضور کو علم غیب ہوتا تو کیوں نجاست آلودہ جوتیوں سے نماز پڑھتے۔ سبحان اللہ!
 ع..... ”بریں عقل و دانش بیا بد گریست“

مولوی صاحب! آپ کا یہ کہنا کہ ”نجاست والی جوتیوں سے نماز پڑھی“ خلاف ادب اور آپ کی نادانی و نا فہمی پر دلیل واضح ہے۔ پاپوش مبارک میں کوئی ایسی نجاست لگی نہ تھی جس سے نماز نا جائز ہو۔ اول تو حدیث میں لفظ قد ر وارد ہے جس کے معنی گھن کے بھی ہو سکتے ہیں جیسے تھوک کھکار رینٹ تو یہ اصلاً نجس نہیں اور اگر نجاست ہی تسلیم کر لی جائے تو قدر درہم سے زائد نہ ہوگی۔ درندہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پاپوش مبارک اُتارنے پر استغناء فرماتے بلکہ نماز ہی از سر نو پڑھتے مگر یہ کسی حدیث سے ثابت نہیں کہ نماز کا اعادہ فرمایا تو معلوم ہوا کہ وہ کچھ ایسی نجاست ہی نہ تھی جس سے نماز نادرست ہوتی۔ بلکہ جبرئیل علیہ السلام کا عرض کرنا اظہار عظمت و رفعت شان حبیب الرحمن صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے تھا کہ کمال تحظیف و تطہیر حضور کے حال شریف کے لائق ہے۔ اس سے عدم علم آں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر استدلال ایک خام خیال اور کور باطنی و حیرہ بالی کا اظہار ہے۔ جبرئیل امین کا عرض کرنا بلا تشبیہ ایسا ہے جیسے خادم اپنے مخدوم سے عرض کرے کہ سرکار یہ لباس حضور کے شایان شان نہیں۔ تو کیا اس سے مخدوم کا لباس سے بے خبر اور جاہل ہونا ثابت ہوگا۔ ہرگز نہیں۔ دیکھئے حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ استاد الکل فی الکل اشعۃ الدعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں ”وقدر فتح قاف و ذال معجمہ دراصل آنچہ مکروہ چہ درآزرا طبع و ظاہر انجامدے ہو کہ نماز پاں درست نباشد بلکہ چیزے بود مستحکم کہ طبع آزار“

وہی دارد۔ والا نماز از سر تکررست کہ بعضے نماز پاں گذارد و بود۔ و خبر دادن جبرئیل و آوردن پاچہ کمال تحظیف و تطہیر بود کہ لائق بحال شریف وے بود“ تو اس حدیث سے بھی آپ کا مدعا ثابت نہ ہوا۔ بلکہ ہمارے دعوے کی مؤید اور عظمت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مظہر و مثبت ہے۔ فالحمد للہ علی ذالک۔ حق تعالیٰ چشم بینا عطا فرمائے اور باطنی سے بچائے اور آپ جیسے مدعی حقیقت کو سچا پکا مؤمن بنا کر چندہ خلی بنائے۔
 مولوی صاحب! آپ کے نزدیک تو (معاذ اللہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نجاست آلودہ جوتی کا بھی علم نہ تھا اور عاشقان سید الانوار محققین علماء کبار کیا فرماتے ہیں ملاحظہ ہو۔ امام شرف الدین محمد بوسیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے قصیدہ شریفہ بردہ میں اتمام فرماتے ہیں:

و کلہم من رسول اللہ ملتئم غر فاً من البحر اور شفا من الدیم
 یعنی جملہ انبیاء و رسل سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دریائے علم سے ایک چلایا صحاب کرم سے ایک جرء طلب کرنے والے ہیں۔ یعنی جملہ علوم انبیاء علم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دریائے علم کا ایک قطرہ اور صحاب کرم کی ایک بوند ہے۔
 عصیدہ اشہدہ شرح قصیدہ البردہ میں علامہ خرپوٹی ارشاد فرماتے ہیں:

ان جمیع الانبیاء و کلی واحد منهم طلبوا و اخذوا العلم من غلمہ علیہ الصلوٰۃ والسلام الذی ہو کالبحر فی السعة و الکرم من کرمہ علیہ الصلوٰۃ والسلام الذی ہو کالدیم لانہ علیہ السلام مفیض وانہم مستفاضون لانہ تعالیٰ خلق ابتداء روحہ علیہ السلام و وضع علوم الانبیاء و علم ما کان و ما یکون فیہ ثم خلقہم فاحذوا علومہم منہ علیہ السلام۔ یعنی

جملہ انبیاء کرام نے فردا حضور انور علیہ السلام کے علم سے اخذ کیا۔ حضور کا علم بلحاظ وسعت مانند سمندر کے ہے اور تمام بنیادیوں نے آپ کے جوہد کرم سے جوہد کرم طلب کیا حضور کا جوہد کرم مانند بارش کے ہے تو حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم مفیض علم و کرم ہیں اور جملہ انبیاء حضور کے دریائے علم و حساب کرم سے مستفیض۔ اس لئے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے جملہ مخلوق سے پہلے آل سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح پاک کو پیدا فرمایا اور جملہ علوم انبیاء اور علم ماکان و ما یکون روح مقدس کو عطا فرمایا اور پھر انبیاء کرام کو پیدا فرمایا۔ پس انبیاء کرام نے آل سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دریائے علم و حساب کرم سے استفادہ کیا۔

شفاع شریف میں امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حصص اللہ تعالیٰ بہ علیہ السلام الاطلاع علی جمیع مصالح الدنیا والدین ومصالح امته وما کان فی الامم وما سیکون فی امته من النفع والقطمیر وعلی جمیع فنون المعارف کاحوال القلب والفرانض والعبادة والحساب الخ یعنی اللہ رب العزت نے آل سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جمیع مصالح دین و دنیا پر مطلع کیا اور جو کچھ امم سابقہ میں ہو اور جو کچھ اس امت میں تا قیامت ہوگا ہر صغیر و کبیر حقیر و تہر ذر و قطمیر کا علم عطا فرمایا۔ و جملہ فنون معارف مانند احوال قلوب اور فرائض و طرق عبادت اور علم حساب وغیرہ تعلیم فرمایا۔ بناء علیہ یہی علامہ بصری قدس سرہ المعوی والصورى قصیدہ برد شریف میں فرماتے ہیں:

فَإِنَّ مِنْ جُودِكَ الدُّنْيَا وَحُورُهَا

وَمِنْ عُلُومِكَ عِلْمُ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

ی نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے دریائے جوہد کرم سے دنیا و آخرت ہے اور جملہ آپ کے علوم کے لوح و قلم کا علم ہے اور لوح و قلم میں کیا ہے۔ قرآن عظیم میں ہے۔ کل صغیر و کبیر مسطر لوح محفوظ میں ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔ علامہ شیخ ابراہیم ہامری شرح برد میں فرماتے ہیں۔ فان قيل اذا كان علم اللوح والقلم بعض علومه صلى الله عليه وسلم فما البعض الآخر أجيب بان البعض الآخر هو ما أخبره الله تعالى عنه من احوال الآخرة لان القلم انما كتب في اللوح ما هو كائن الى يوم القيمة فقط۔ یعنی اگر شبہ کیا جائے کہ جب علم لوح و قلم آل سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علوم کا بعض تھیں تو اور حضور کے علوم میں باقی کیا رہ گیا۔ تو جواب یہ ہے کہ باقی احوال آخرت ہیں جن کی اللہ جل جلالہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع فرمائی کیونکہ قلم نے لوح محفوظ میں قیامت تک کے امور ہی تو لکھے ہیں۔

علامہ علی القاری حل عقدہ شرح برد میں فرماتے ہیں۔ وكون علومهما من علومه صلى الله عليه وسلم ان علومه تنوع الى الكلبيات والجزئيات وحقائق وعوارف ومعارف تتعلق بالذات والصفات وعلومهما يكون نهر امن بحور علمه وحرفاً من سطور علمه۔ یعنی علوم لوح و قلم کے آپ کے علوم میں سے ہونے کا بیان یہ ہے کہ آل سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علوم متنوع ہوتے ہیں۔ کلیات و جزئیات و حقائق و عوارف و معارف کی طرف جو ذات و صفات سے متعلق ہیں اور لوح و قلم کے علوم آپ کے علوم کے سمندروں میں سے ایک نہر اور آپ کے علوم وسیعہ کی سطروں میں سے ایک حرف ہے

سبحان اللہ! کیا ایمان افروز اور وہابیت سوز مضمون ہے۔ حضرات! یہ ہے علمائے اہلسنت کا عقیدہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو ای پاک عقیدہ پر قائم رکھے اور اسی پر دنیا سے اٹھائے اور ہمارے مد مقابل کو بھی توفیق دے کہ وہ توہین علم مصطفیٰ و تنقیص شان مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے باز آجائیں۔ آمین۔

جوابی تقریر ششم

(منجانب: مولوی خیر محمد صاحب مناظر جماعت دیوبندیہ)

میرے دوستو! آپ نے میرے مد مقابل مولوی سید احمد صاحب کی تقریر سنی مولوی صاحب نے کتنے پچھسے دلائل سے ثابت کرنے کی کوشش کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم تھا۔ آپ نے پہلی تقریروں میں دعویٰ کیا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر قطرہ ہر ذرہ کا علم ہے لیکن دلیل پوچھو تو کوئی بھی نہیں۔ ایک دو آیتیں اور چند حدیثیں پڑھ دیں اور ثابت کرنا چاہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم تھا۔ حالانکہ ان آیتوں اور حدیثوں کا ان کے دعوے کے ساتھ دور کا تعلق بھی نہیں۔ مولوی صاحب! آپ کوئی ایسی آیت اور حدیث پڑھیں جس سے یہ ثابت ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ذرے ذرے اور قطرے قطرے کا علم ہے۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ آپ قیامت تک کوئی ایسی آیت اور حدیث پیش نہیں کر سکیں گے۔ پھر آپ ہی فرمائیں کہ آپ کا یہ دعویٰ کرنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر ذرہ اور ہر قطرے کا علم تھا کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے۔

مولوی صاحب! آپ کی اس جوہلی تقریر اور ان مشکل الفاظ سے کوئی شخص

یہ یل نہیں کر سکتا کہ آپ اپنے دعوے میں سچے ہیں۔ آپ کا دعویٰ اسی صورت میں ثابت ہو سکتا ہے کہ کوئی دلیل پیش کریں۔ میں نے اپنی تقریروں میں اپنے دعوے کو ثابت کرنے کیلئے کتنی آیتیں اور کتنی حدیثیں پڑھیں۔ الحمد للہ کہ تمام ارباب علم پر ظاہر ہو گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہیں تھا۔ آپ نے نہ تو اپنی طرف سے کوئی دلیل پیش کی اور نہ ہی میرے اعتراضات اور دلائل کا جواب دیا۔ ادھر ادھر کی غلط باتوں میں اپنے وقت کو گزار دیا۔ آپ کی اس کمزوری سے معلوم ہوا کہ آپ اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے سے قاصر ہیں۔ میں نے روز روشن کی طرح یہ حقیقت لوگوں پر ظاہر کر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہ تھا۔ چہ جائیکہ ماکان و مایکون کا علم ہوتا۔

تقریر ہفتم

(منجانب: حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد صاحب قبلہ مناظرہ اہلسنت والجماعت)

نَحْمَدُ اللَّهَ الْعَلِيِّ الْعَظِيمَ وَنُصَلِّي وَنُصَلِّمُ عَلَى حَبِيبِهِ الْكَرِيمِ

عزیزان ملت! فقیر نے اب تک متعدد آیات و احادیث و اقوال محدثین و مفسرین پیش کئے۔ جن سے آفتابِ نبیروز کی طرح روشن ہوتا ہے کہ حضور پر نور سید یوم النشور حبیب اکرم نور مجسم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم روزِ اول سے روزِ آخر تک کے جملہ ماکان و مایکون کے بظاہر و باطنی عالم ہیں کوئی دانشمندی کی اندھیروں میں اور کوئی قطرہ سندروں میں اور کوئی پتہ درختوں میں اور کوئی ذرہ پہاڑوں میں اور کوئی خطرہ دلوں میں ایسا نہیں جس کا علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیا گیا ہو۔ یہ سب کچھ

قرآن و حدیث و تفسیر بحاث علماء سے ثابت کر دیا لیکن مولوی صاحب نے میرے پیش کردہ دلائل قاہرہ و براہین ساطعہ کا کوئی جواب نہیں دیا اور مولوی صاحب نے جس قدر آیات و احادیث علم غیب کی نفی میں پیش کیں فقیر نے بھگت اللہ تعالیٰ ہر ایک کا جواب مفصل و مدلل بحوالہ کتاب دے دیا۔ لافِ نسیم کا میرے پاس کوئی جواب نہیں۔ الحمد للہ مسئلہ علم غیب تو بخوبی واضح ہو گیا اور مولوی صاحب کے ادہام و شکوک بھی با حسن و جوہ زائل کر دیئے گئے۔ اب چند عبارات علمائے محققین پیش کرنا ہوں جن سے آپ حضرات کو معلوم ہو جائے گا کہ قدماے اہلسنت و جماعت کا عقیدہ بھی یہی ہے جو فقیر نے پیش کیا۔

حضرات! تفسیر نیشاپوری میں زیر آیت کریمہ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا فرماتے ہیں لانه روحہ صلی اللہ علیہ وسلم شاہد علی جمیع الارواح والقلوب والنفوس لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم اول ما خلق اللہ روحی۔ یعنی یہ جو رب العزت جل مجدہ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ اے محبوب ہم تمہیں ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے یعنی جمیع امم پر تم کو شاہد بنائیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی روح انور تمام جہان میں ہر ایک کی روح ہر ایک کے دل ہر ایک کے نفس کا مشاہدہ فرماتی ہے۔ (کوئی روح کوئی دل کوئی نفس ان کی نظر حق بین سے اوجھل نہیں اسی وجہ سے سب پر گواہ بنا کر لائے جائیں گے کہ شاہد کو مشاہدہ ضروری ہے) اس لئے کہ حضور اقدس نے فرمایا ”سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میری روح کریم کو پیدا کیا“۔ تو عالم میں جو کچھ ہوا سب حضور کے سامنے ہی ہوا۔ چنانچہ متعدد احادیث میں ارشاد فرمایا۔ كُنْتُ

باز آدم بین الماء والطين۔ وَ كُنْتُ نَبِيًا وَ آدَمَ لَمَنْ جَدُّوْلَ بَيْنَ طَيْنَتِهِ یعنی آدم علیہ السلام کا ابھی کا لہجہ بھی نہیں بتایا گیا تھا کہ میں شرف نبوت سے مشرف تھا حضرات! حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اصل کائنات مجمع ذات و برکات و کمالات ہے۔ آپ کے فضائل پر دلائل طلب کرنا ہی حرام ہے۔ منکر احادیث بدوین گمراہ ہے۔ وہ کون سا فضل و شرف ہے جس کے حضور جامع نہ ہوں۔ علامہ ابو حیرہ فرماتے ہیں:

فانساب الی ذاته ما شئت من شرف

وانساب الی قدرہ ما شئت من عظم

فان فضل رسول اللہ لیسرلہ حد

فی عرب عنہ ناطق بفہم

یعنی ”حضور کی ذات کی طرف جس شرف و بزرگی کو چاہے نسبت کر۔ حضور بزرگی کے مالک ہیں اور فضائل رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان کرنا حیطہ بیاننا سے باہر ہے۔“

کیا خوب کسی نے کہا ہے ”بعد از خدا بزرگ تو کی قصہ مختصر“۔ حضور تو حضور حضور کے لائفے بیٹوں میں ایک بیٹے حضور پر نور غوث الثقلین مغیث الگوین سیدنا نوح الاعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ وعزۃ ربی ان السعداء والاشقیاء لیعرضون علی عینی فی الملوخ المحفوظ۔

عزت الہی کی قسم بے شک سب نیک و بد میرے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ میری آنکھ لوح محفوظ میں ہے اور فرماتے ہیں لولا لجسام الشریعة علی

لسانسی لا خیر تکلم بما تا کلون وما تذخرون فی بیوتکم انتم بین یدی
کما القوار یساری ما فی بواطنکم و ظواهرکم - یعنی "اگر میری زبان
شریعت کی روک نہ ہوتی تو میں تمہیں خبر دے دیتا جو کچھ تم کھاتے اور جو کچھ اپنے
گھروں میں اندوختہ کر کے رکھتے ہو۔ تم میرے سامنے شیشے کی مانند ہو میں تمہارے
ظاہر و باطن سب دیکھ رہا ہوں۔"

اور فرماتے ہیں رضی اللہ عنہ قلبی مطلع علی اسرار الخلیقة ناظر
الی وجوه القلوب قد صفاه الحق عن دنس روبة سواه حتی صار لوحا
ینقل الیه ما فی اللوح المحفوظ و سلم اللہ ازمة امور اهل زمانہ و
صرفہ فی عظامہم و منعہم - "میرا دل اسرار مخلوقات پر مطلع ہے سب دلوں کو
دیکھ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے رویت ماسوا کے میل سے صاف کر دیا کہ ایک لوح ہا
گیا جس کی طرف وہ منتقل ہوتا ہے جو لوح محفوظ میں لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام اہل
زمانہ کے کاموں کی باگیں اسے سپرد فرمادیں اور اجازت فرمائی کہ جسے چاہیں عطا
کریں اور جسے چاہیں منع کریں۔ والحمد للہ رب العالمین۔ یہ اور اس کے مانند بکثرت
کلمات قدسید احمد اکابر نے کتاب مستطاب بیچہ الاسرار شریف میں اور خلاصۃ المناظر
وغیرہما میں باسانید صحیحہ حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے روایت فرمائے اور علامہ
قاری وغیرہ علماء نے کتب مناقب شریفہ میں ذکر کئے۔

حضور پر نور سیدنا حضرت سید احمد رفاہی رضی اللہ عنہ ترقیات کامل کے بارے
میں فرماتے ہیں۔ اطلعه علی غیبہ حتی لا تبت شجرة ولا تخضر ورقة
الا بنظرہ یعنی اللہ تعالیٰ کامل کو اپنے غیب پر مطلع کرتا ہے۔ یہاں تک کہ کوئی پتہ

نہیں آسکتا اور کوئی پتہ ہزار نہیں ہوتا مگر اس کی نظر کے سامنے۔

حضرت عزیزان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "زمین و نظر میں طائفہ چوں سفرہ
ہست" یعنی زمین اولیاء اللہ کی نظر کے سامنے مانند دسترخوان کے ہے یعنی جملہ کائنات
ان کے زور و ہے۔ جس طرح کھانے والے کے سامنے دسترخوان کی چیزیں۔

حضرت خواجہ بہاء الحق والدین نقشبند رضی اللہ عنہ یہ کلام نقل کر کے فرماتے
ہیں "و ما یگوید چوں روئے ناخنی ست یچ چیز از نظر ایشان غائب نیست" یہ دونوں
امام و مولانا جامی قدس سرہ السامی نے عجائب الانس شریف میں ذکر کئے ہیں۔

حضرات منصف غیر محض طالب حق کیلئے یہی دلائل کافی و دوانی ہیں اور
عائد و حضرت کیلئے تمام قرآن کریم جملہ صحاح ستہ بھی پڑھ کر سنایا جائے تو اس کے دل
کا غرور و ثناء محال ہے۔ مولوی صاحب نے مسئلہ علم غیب کو سپر بنالیا۔ ورنہ اصل نزاع تو
ان کے پیشوا مولوی اشرف علی تھانوی اور محمد قاسم نانوتوی اور خلیل احمد امجدی اور
سید احمد کشمیری اور اسماعیل دہلوی کے وہ اقوال کفر و ضلال ہیں۔ جن پر علمائے عرب و
عجم نے کفر و ارتداد کا حکم صادر فرمایا۔ ان کو کافر مرتد خارج از اسلام بتایا۔ ان کے ہاتھ
کا ایچہ مراد ختم کیا۔ ان کے ساتھ سلام کلام میل جول حرام بتایا۔ ان کی امامت حرام
ان کی تعظیم و توقیر کفران کو مسلمانوں کے گورستان میں دفن کرنا منع۔ یہ سب احکام
مبارکی خسام الحرمین میں موجود ہیں۔ کل انشاء اللہ تعالیٰ ان کے اکابر کی وہ عبارتیں بھی
اپ کو سناؤں گا اور بقیہ مسائل پر بھی مناظرہ کروں گا۔ و ما توفیقی الا باللہ اعزیز العظیم۔

جلوس اہلسنت والجماعت

حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد صاحب قبلہ کی آخری تقریر ختم ہونے پر جلسہ برخاست ہوا اور اہالیانِ تلوٰن نے علمائے اہلسنت والجماعت کا ایک زبردست اور شاندار جلوس نکالا اور قصبہ تلوٰن کے تمام گلی کوچوں میں پھرایا۔ سب سے آگے قاری دیوبند حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد صاحب قبلہ اور فقراہلسنت والجماعت حضرت مولانا حافظ محمد مظہر الدین صاحب تھے۔ ان کے بعد تمام علمائے اہلسنت والجماعت اور نعت خوان حضرات۔ یعنی چوہدری محمد علی صاحب اور چوہدری فتح محمد صاحب، میاں محمد علی صاحب اور جناب چوہدری محمد حسین صاحب قریشی فاروقی وغیرہم تھے۔ ان کے علاوہ قصبہ کے دیگر معززین بھی جلوس میں شامل تھے۔ نعت خوان حضرات حضرت مولانا حکیم محمد حسن صاحب محکم پوری کی مندرجہ ذیل نعت پڑھ کر حاضرین سے دادِ تحسین لے رہے تھے۔

نعت شریف

میں صدقے ہاں اُس سوئے دے بہرا شہر مدینے دا ہاسی
موصوف خدائے لم یزل لی تَوَلَّی الْقُرْآنُ بِسْمِہِ
کے ملک بشر دی شان نہیں جو شان محمد عربی دی
قَبُولِ سَبِّحْ وَ دَنَسْ اَوْ اَدْنَسْ قَسَالِ الرَّحْمٰنِ بِرَفْعِہِ
کر رحمت بھیجیا رحمت تھیں اُس ارحم مبر رحماں دے
میں وسعت رحمت آل ارحم هُوَ رَحْمَتُهُ فِی رَحْمَتِہِ

دیکھو گور الہی دا جلوہ مکھ سوہنا شیشہ حق دا ہے
چوں نور رخس کردہ جلوہ خَسَفَ الْقَمَرُ مِنْ طَلْعِہِ
اوہ عبد اللہ تے رسول اللہ مختار ہے مولا دے گھر دا
چو پچشم حقیقت درنگری قَبْدَاءُ اللّٰہِ فِی صُورَتِہِ
کیوں بھرم دوئی وچ بھسیا ایں تھڈ صورت ویکھیں معنیاں نوں
برکن زنگاں تعین راھو هُوَ هُوَ هُوَ فِی وَحْدِہِ
دربار محمد دا عالی جو کچھ متقیں سب ملدا ہے
منصور زحق ناصر بہ نصْرُ اللّٰہِ فِی نُصْرَتِہِ
کوئی راز چھپایا حق نے نہیں سب ظاہر باطن کھول دتا
اں بحر علوم خفائی فَجَمِيعُ الْعِلْمِ بِوَسْعِہِ
جے لوڑیں رحمت رب دی نوں پڑھنت درود محمد تے
محمد حسن سَعَادَتُہُ فِی صَلَی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَیْمُ

=====

جلوس قصبہ تلوٰن کے تمام کوچ و بازار سے ہوتا ہوا قلعہ تلوٰن کے نزدیک جا
رہا تھا۔ یہاں مولانا حافظ محمد مظہر الدین صاحب نے اپنی مختصر سی تقریر میں اہالیانِ
تلوٰن کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ تمام علمائے اہلسنت والجماعت آپ کے خلوص اور
محبت کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تلوٰن کے مسلمانوں
کو دنیا و آخرت میں سرفرو کرے اور جمیع مہاسب و تکالیف و تنویدی و آخری سے مامون و
مطمئن رکھے۔ آمین

قاعدہ نمونہ سے چل کر جلوس مسجد ڈوگراں میں آیا۔ چونکہ نماز مغرب کا وقت تھا اس لئے حضرت قبلہ ابوالبرکات سید احمد صاحب نے اس مسجد میں نماز ادا فرمائی۔ بعد ازاں اعلان کیا گیا کہ آج رات کو بعد از نماز عشاء اسی مسجد (ڈوگراں) میں حضرت مولانا ابوالبیان حافظ محمد مظہر الدین صاحب وعظ فرمائیں گے۔ اس لئے تمام حضرات بعد از نماز عشاء اسی مسجد میں تشریف لا کر حضرت مولانا ابوالبیان صاحب کے وعظ سے اپنے ایمان کو تازہ کریں۔

دہائیوں کے دلوں پر اُس دن کے مناظرے سے ایسا رعب طاری ہوا کہ انہوں نے اُس رات کسی قسم کا جلسہ کرنے کی جرأت نہ کی حالانکہ قبل ازیں بڑے زور شور سے جلسہ کیا کرتے تھے اور علمائے اہلسنت والجماعت کو کوسا کرتے تھے۔ اُس رات جلسہ کرنا تو کچا اُن کے مولویوں کا کہیں نام و نشان بھی نظر نہیں آتا تھا۔

حضرت مولانا ابوالبیان حافظ محمد مظہر الدین صاحب نے اُس رات ڈوگراں میں ایک زبردست تقریر کی۔ آپ نے فضائل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہابیہ دیوبندیہ کی کفریہ عبارتیں لوگوں کو سنائیں اور انہیں ان گندم نما جو فرودوں سے بچنے کی تلقین فرمائی۔ قریباً ساڑھے بارہ بجے آپ نے تقریر ختم کی اور دعائے خیر کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔

دوسرے دن جبکہ علمائے اہلسنت وجماعت تلاوت قرآن کریم اور اوداد وخطائف سے فراغت حاصل کر چکے تھے۔ ایک آدمی امیر حبیب اللہ خاں دیوبندی کی طرف سے آیا اور حافظ رحمت اللہ صاحب کو ایک رقعہ دیا۔ حافظ صاحب نے وہ رقعہ باواز بلند پڑھ کر حاضرین کو سنایا۔ مضمون کا خلاصہ یہ تھا کہ ”مسئلہ علم غیب پر تو مناظرہ

چنانچہ اب آپ لوگوں کا کس مسئلہ پر مناظرہ کرنے کا ارادہ ہے اور اس کے لئے کتنا مناسب ہے۔“ چنانچہ حافظ رحمت اللہ صاحب نے حضرت قبلہ ابوالبرکات صاحب کے مشورہ سے مندرجہ ذیل جواب دیوبندیوں کو دیا۔

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

آپ امیر حبیب اللہ خان صاحب!

بعد ماوجب واضح یاد کر آپ کا رقعہ نگاشتہ ۱۱ جولائی ۳۶ء بوقت ۸ بجے ہمیں ملا جس میں بقیہ مسائل پر مناظرہ کی درخواست کی گئی ہے۔ گزارش یہ ہے کہ اگر کل کی طرح نقالی و بدتمیزی کی غنائش اور ہنسی مذاق کر کے لوگوں کو اپنے اخلاق کا نمونہ دکھانا اور اپنی بدتمیزی کا مظاہرہ کرنا مقصود ہے تو ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ رہا مسئلہ علم غیب وہ بفضلہ تعالیٰ آفتاب سے زیادہ روشن طریق پر واضح ہو گیا۔ اگر آپ شرافت اور منانت و تہذیب سے مسائل مندرجہ میں گفتگو کرنے کی آرزو رکھتے ہیں تو مندرجہ شرائط پر آج ہی مناظرہ ہو سکتا ہے۔

(۱) دس بجے سے دو بجے تک مناظرہ ہوگا۔ (۲) استمداد ونداء یا رسول اللہ واعر وناظر ہونا ان تینوں مسائل کیلئے دو گھنٹے کافی ہوں گے۔ (۳) بناء قصب یعنی انبیاء اولیاء مشائخ کرام کے عزارات پر قہ بنانا۔ اس کے لئے آدھ گھنٹہ کافی ہے۔ فرقہ دیوبندیہ کو مساجد اہلسنت وجماعت سے روکنا اور فاتحہ مروجہ اس کے لئے آدھ گھنٹہ کافی ہے۔ (۴) عبارت حفظ الایمان معصفہ مولوی اشرف علی تھانوی و عبارت براہین قاطعہ معصفہ مولوی ظلیل احمد انیسوی، مصدقہ مولوی رشید احمد گنگوہی دقتویہ الایمان معصفہ مولوی اسماعیل دہلوی، فتاویٰ رشیدیہ مولوی رشید احمد گنگوہی وصرار مستقیم

مصنف مولوی اسماعیل دہلوی و عبارت تجذیر الناس مصنف مولوی محمد قاسم نانوتوی ہائی مدرسہ دیوبند کے کفر و ضلال پر بحث ہوگی۔ مناظر اہلسنت ثابت کریں کہ ان عبارتوں میں حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کی گئی ہے اس وجہ سے اکابر دیوبند اور ان کے حامی و قائل و قائل کافر اور خارج از اسلام ہیں اور مناظر فرقہ دیوبند یہ ان عبارتوں کو مطابق عقائد اہلسنت و جماعت ثابت کریں گے اس کے لئے ایک گفتہ کافی ہے۔ (۵) پہلی اور چھٹی تقریر بدعت کی ہوگی۔ مسائل مذکورہ میں مدعی مناظر اہلسنت ہونگے۔ (۶) پہلی تقریر ہر فرقہ کی چندہ چندہ منٹ ہوگی۔ بعد ۵۰ دس منٹ۔ (۷) مناظر اہلسنت و جماعت کی طرف سے حضرت شیخ الحدیث و التفسیر استاد العلماء سید امجد علی مولانا الحاج سید ابوالبرکات سید احمد صاحب ناظم مرکزی انجمن حزب الاحیاء ہند لاہور ہوں گے اور مناظر فرقہ دیوبند یہ کی طرف سے مولوی خیر محمد صاحب جالندھری ہوں گے۔ (۸) دوران تقریر میں کسی کو مداخلت کا حق نہ ہوگا۔ (۹) دلائل قرآن و حدیث و فقہ و اجماع امت و اقوال مشائخ ہوں گے۔ (۱۰) صدر مناظرہ کا انتخاب میدان مناظرہ میں ہوگا۔

امید ہے کہ آپ بلا تک و حک کے مندرجہ بالا شرائط کو قبول فرما کر اپنے مناظر کو میدان مناظرہ میں لانے کی اطلاع دیں گے اور مزید رقعہ بازی میں وقت کو ضائع نہ فرمائیں گے۔ فقط۔

الداعی الی الخیر: حافظ رحمت اللہ تلوینی

کافی دیر کے بعد دیوبندیوں کا آدمی آیا۔ اُس کے ہاتھ میں ہمارا ہی بھیجا ہوا رقعہ تھا۔ جس کی دوسری طرف ایک کونے پر تحریر تھا۔

”یہ تحریر اصولاً غلط ہے۔ صرف مسائل مقررہ میں مناظرہ شروع کرنے کیلئے نکالتا کا انضباط کیجئے۔ محمد علی صدر“

اب ناظرین! ذرا انصاف سے کام لیتے ہوئے ہماری تحریر بھی پڑھیں اور اس کا جواب بھی ملاحظہ فرمائیں اور فیصلہ کریں کہ کیا دیوبندی صدر کی یہ بے لگائی تحریر مندرجہ بالا سے بھاگنے کا بہانہ نہیں۔ ہماری تحریر میں کون سا ایسا ناگوار کلمہ تحریر کیا گیا تھا جو ان کے قلب نازک پر گراں گزرا۔ ان کی جتنی تحریریں ہمارے پاس آئیں ہمارے علماء نے نہایت فراخ دلی کے ساتھ انہیں منظور کیا اور جو بھی شرائط انہوں نے تحریر کیں ان پر کسی قسم کا اعتراض نہ اٹھایا لیکن ہماری جو تحریر ان کے پاس پہنچی اُس کے اندر مبینہ نکال کر اُسے واپس کر دیا گیا۔ ہماری اس تحریر میں کون سی اصولی غلطی ہے اور کون سے مسائل غیر مقررہ ہم نے درج کر دیئے جن پر یہ لوگ چراغ پا ہو گئے۔

جب دیوبندیوں کی یہ تحریر حافظ رحمت اللہ صاحب نے حضرت قبلہ ابوالبرکات صاحب کو دکھائی تو آپ نے پڑھ کر فرمایا کہ کوئی بات نہیں۔ ان کے ان باتوں بہانوں سے ہم انہیں ہرگز بھاگنے نہ دیں گے۔ جہاں آگے آپ نے ان کی اتنی برداریاں کیں وہاں یہ بھی کیجئے اور جو وہ کہیں اُسے ماننے ان کی تو عادت ہی یہی ہوتی ہے کہ جہاں کہیں مناظرہ منعقد ہوا۔ انہوں نے اپنی شرارتیں یوں سے اس کو غراب کرنا شروع کیا۔ اچھا خیر۔ اب مناظرہ گاہ میں تو چلیں اور دیکھیں ان کا کیا ارادہ ہے۔ اگر وہ اسی طرح چلے بہانے تراشیں گے تو ہم انہیں مجبور کریں گے کہ وہ یا تو مناظرہ کریں ورنہ اپنی شکست لکھ دیں کہ ہم مناظرہ کرنے سے عاجز ہیں۔

=====

مناظرے کا دوسرا دن

چنانچہ رئیس المسکین سیدنا ظہیرین جامع محقول و محقول حضرت قبلہ ابوالبرکات سید احمد صاحب مع تمام علمائے اہلسنت و جماعت مناظرہ گاہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مسلمانوں کا ایک عظیم الشان اجتماع راستے میں آپ کا انتظار کر رہا تھا۔ آپ کو آتے دیکھ کر تمام مسلمانوں نے اللہ اکبر اور یا رسول اللہ کے دہایت شکن نعرے لگائے اور آپ کے پیچھے نعشیں پڑھتے ہوئے مسجد کی طرف چل دیئے۔ مسجد میں بھی کافی مسلمان جمع تھے انہوں نے بھی حضرت قبلہ ابوالبرکات صاحب کی آمد پر نعرے لگائے۔ آج بہ نسبت کل کے زیادہ تعداد میں مسلمان آئے ہوئے تھے۔ بخلاف اس کے دیوبندی بہت ہی قلیل تعداد میں تھے۔ کل کے مناظرے نے ان کے ایسے چھٹے چھڑائے تھے کہ عوام تو عوام بعض مولویوں کو بھی مناظرہ گاہ میں آنے کی جرأت نہ ہوئی مدرسہ زائے پور کے چھوٹے چھوٹے طالب علموں سے اپنی سٹیج کو بڑ کر رکھا تھا۔ مناظر اور صدر اور دو ایک مولویوں کے سوا اور کوئی مولوی اسٹیج پر نظر نہیں آتا تھا۔ جو موجود تھے ان کی حالت بھی دگرگوں تھی۔ بے چارے منہ کھولے اپنی وحشت زدہ آنکھوں سے اپنے منظر اور صدر کی حالت زار کو دیکھ رہے تھے۔ مولوی خیر محمد صاحب کو خوش قسمتی سے ایک بانس کی پناہ ملی گئی تھی۔ جس کی اوٹ میں اپنے ہمسکین چہرے کو چھپائے "جل تو جلال تو آئی بلا کونال تو" کا وظیفہ رت رہے تھے۔ اگر کہیں بد قسمتی سے اہلسنت کے مناظر یا صدر کی نظر پڑ جاتی تھی تو آپ کو بڑی پریشانی ہوتی تھی اور آپ بڑی شرمساری سے اپنی آنکھیں نیچی کر لیتے تھے۔

نوجوانی میں بھی باقی ہے انہیں اتنا حجاب
کوئی بیٹھا ہو تو شرماتے ہیں اٹھتے بیٹھتے

بے چارے محمد علی کی حالت قابل رحم تھی۔ اس بے چارے کو کہیں اوٹ کی گنجائش نہ تھی جہاں جا کر چھپاتا۔ تمام سکین گاہیں پہلے ہی سے ان کے مناظر اور مولویوں نے قابو کر رکھی تھیں۔ بے چارہ بڑی مایوسی کی حالت میں کبھی علمائے اہلسنت و جماعت کو دیکھتا اور کبھی بانس کے پردے میں چھپے ہوئے اپنے مناظر کو دیکھتا لیکن جرأت نہ ہوتی تھی کہ مناظرے کے متعلق کسی قسم کی گفتگو پھیرتا۔ مولوی مناظر الدین صاحب نے جب دیکھا کہ آج تو ان بے چاروں کے منہ سے بات نکلتی ہے تو اوار معلوم ہوتی ہے سب کے چہروں پر ہولایاں اُڑ رہی ہیں تو انہوں نے خود ہی ہنسنا شروع کیا۔

مناظر الدین صاحب: جناب صدر صاحب خیر تو ہے۔ آج آپ کے چہرے کی حالت کیوں اُڑی جا رہی ہے۔ نصیب دشمنان۔ طبیعت کچھ علیل تو نہیں۔ بقول شخصے:
ع۔۔۔۔۔ "یہ کیسے بال بکھرے ہیں یہ کیوں صورت بنی غم کی"

محمد علی: (نہلانہ انداز میں) "شکر ہے کہ آپ کو بھی مزاج پرسی کا خیال آ گیا۔ ہم سے بیٹھے ہوئے یہاں تمہارا انتظار کر رہے ہیں لیکن تم ہو کہ آنے کا نام نہیں لیتے۔" نے تو سمجھا تھا کہ شاید آج تم مناظرہ کا نام نہیں لو گے۔

مناظر الدین صاحب: "آپ تو دل سے چاہتے ہو گئے کہ علمائے اہلسنت و جماعت مناظرہ میں نہ آئیں اور آپ کی گلو خلاصی ہو جائے لیکن ہم جو اتنی دور سے آئے ہیں یہاں آئے ہیں آپ کو بغیر مناظرہ کے کب جانے دیجئے۔ ہماری تو مدت سے

خواہش تھی کہ کہیں آپ سے ملاقات ہو جائے۔ سو خدا خدا کر کے آج انتظار کی گھڑیاں دور ہوئیں اور ہماری تمہاری ملاقات کا سبب پیدا ہوا۔ اب ہم آپ سے ملاقات کے بغیر کیسے لوٹ سکتے ہیں۔ سنا ہے مناظرہ کرنے کا ارادہ ہے یا نہیں؟

مولوی محمد علی: ”یار تم باتیں بنانی تو خوب جانتے ہو۔ تم کو اتنا معلوم نہیں کہ ہم مناظرہ کرنے کیلئے ہی تو آئے ہیں۔ بغیر مناظرہ کے کس طرح چلے جائیں۔“

مولوی مظہر الدین صاحب: ”بھلا یہ تو بتائیں کہ صبح ہم نے جو تحریر آپ کے پاس رکھی تھی وہ آپ نے کیوں نامنظور کر دی تھی؟“

مولوی محمد علی: ”وہ تحریر ہی ایسی تھی ہم نے نامنظور نہ کرتے تو اور کیا کرتے؟“

مولوی مظہر الدین صاحب: ”وہ کون سی ایسی بات تھی جو ہم نے اس تحریر میں درج کر دی اور جو آپ کو ناگوار معلوم ہوئی اور جس کی بناء پر وہ تحریر آپ نے واپس کر دی؟“

مولوی محمد علی: ”آپ لوگوں کو طے شدہ مسائل کا پابند رہنا چاہیے۔ ان مسائل پر کوئی مسئلہ زائد کرنے کا آپ کو کوئی حق نہیں تھا۔ چھ مسئلے طے شدہ تھے جن میں سے ایک مسئلہ پر کل مناظرہ ہو چکا تھا۔ اب باقی پانچ مسائل رہ گئے ہیں جن پر تم سے مناظرہ کرنا ہے۔ آپ نے خواہ مخواہ کفریات دیو بند کو بھی ان مسائل کے ساتھ شامل کر لیا کہ

آج ان پر بھی مناظرہ ہوگا۔“

مولوی مظہر الدین صاحب: ”کل چونکہ آپ نے وعدہ کیا تھا کہ ان مسائل پر گفتگو کرنے کے بعد کفریات، دیوبندیہ پر مناظرہ کریں گے۔ اس لئے ہم نے اپنی تحریر میں اس مسئلہ کو بھی درج کر دیا تھا لیکن آپ نے بلاوجہ ہماری تحریر کو نامنظور کر دیا۔“

مولوی محمد علی: ”ہم نے کب وعدہ کیا تھا کہ ان مسائل کے بعد کفریات دیوبندیہ پر

مناظرہ کریں گے۔ آپ خواہ مخواہ ہم پر بہتان باندھ رہے ہیں۔ ہم نے ہرگز نہیں کہا کہ کفریات دیوبندیہ پر مناظرہ کریں گے۔“

مولوی مظہر الدین صاحب: (حاضرین کو مخاطب کر کے) حضرات! کل مولانا مولوی محمد علی صاحب نے یہ اقرار کیا تھا کہ ہم ان مسائل کے بعد کفریات دیوبندیہ پر مناظرہ کریں گے لیکن آج صاف انکار کر رہے ہیں کہ میں نے ایسا ہرگز نہیں کہا۔ میں آپ کو حضرات سے پوچھتا ہوں کہ کل آپ کے سامنے مولوی محمد علی صاحب نے یہ اقرار کیا تھا کہ ہم ان مسائل کے بعد کفریات دیوبندیہ پر مناظرہ کریں گے۔“

مولوی محمد علی: ”بے شک! بے شک!! کل مولوی محمد علی نے ہمارے سامنے اقرار کیا تھا کہ ہم کفریات دیوبندیہ پر مناظرہ کریں گے۔“

مولوی محمد علی (جھجھلا کر): ”مولوی مظہر الدین صاحب! آپ میری طرف کیوں صاحب نہیں ہوتے۔ لوگوں سے کیوں شور مچا رہے ہیں۔ جب میں بحیثیت صدر جلسہ کے آپ کے سامنے کھڑا ہوں تو آپ کو کوئی حق نہیں کہ آپ میرے بغیر کسی اور شخص کو مخاطب کریں۔“

مولوی مظہر الدین صاحب: ”میں نے پبلک کو اپنی جانب اس لئے متوجہ کیا تھا تا کہ جھوٹ اور جھجھک معلوم ہو جائے۔ آپ چونکہ صریح جھوٹ بول رہے تھے۔ اس لئے میں پبلک سے فیصلہ کرانا چاہتا تھا کہ ہم دونوں میں سے کون جھوٹا ہے؟ اب لوگوں نے فیصلہ کر دیا ہے کہ جو کچھ آپ اس وقت کہہ رہے ہیں سب جھوٹ ہے اور کل کی تقریر کے بالکل خلاف ہے۔“

مولوی محمد علی: ”آپ کیوں خواہ مخواہ وقت ضائع کر رہے ہیں۔ جب پہلے فیصلہ ہو چکا

ہے کہ ان مسائل پر مناظرہ ہوگا تو اب آپ کا شور مچانا فضول ہے (شرارت سے) آپ جانتے ہیں کہ جب ایجاب قبول ہو جائے تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔ آپ جتنا زور لگائیں ہمارا یہ نکاح نہیں ٹوٹ سکتا۔

مولوی مظہر الدین صاحب: ”لیکن مولوی صاحب! آپ یہ بھی یقیناً جانتے ہوں گے کہ جب شوہر طلاق دے دے تو نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ اب میں نے چونکہ طلاق دے دی ہے اس لئے اب نکاح ٹوٹ گیا ہے لیکن آپ یہ نہ سمجھیں کہ میرے دل سے آپ کی گلو خلاصی ہوگئی کیونکہ میری یہ طلاق مغفلہ نہیں ہے بلکہ بائن ہے جس وقت چاہوں عدت کے اندر نکاح کر سکتا ہوں۔“

مولوی مظہر الدین صاحب کا یہ دندان شکن جواب سن کر دیوبندی مولوی کی سیاہ عرقی افعال میں ڈوب کر رہ گئی۔ اُس نے اپنی پیشانی سے داغ خجالت مٹانے کی غرض سے پہلو بدل کر دوسرے طریق پر گفتگو شروع کی۔

مولوی محمد علی: ”مولوی مظہر الدین! ان باتوں کو رہنے دو اب چونکہ مناظرے کو دیر ہو رہی ہے اس لئے اب مناظرہ شروع کرو۔“

مولوی مظہر الدین صاحب: ”مزاح اور تسخر کی باتیں تو پہلے آپ نے شروع کیں تھیں جب پتھر کا جواب پتھر سے ملا تو گھبرا گئے۔ آپ دل میں یہ خیال نہ کریں کہ میں مزاح اور تسخر سے ان پر بازی لے جاؤں گا۔ بلکہ یہ بات یاد رکھیں کہ آپ جس قسم کی گفتگو کریں گے اُس کا جواب بھی ویسا ہی دیا جائے گا۔ اگر آپ دائرہ تہذیب کے اندر رہ کر شرافت اور معقولیت کی گفتگو کریں گے تو ہم بھی آپ کے ساتھ ہی حسن سلوک رکھیں گے اور اگر آپ استہزاء اور تسخر شروع کریں گے تو یاد رکھیں کہ آخر بقول کے

ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں“ ایسی گفتگو ہمیں بھی آتی ہے۔ آپ بڑی خوشی سے اس قسم کی گفتگو کرنا چاہیں کریں لیکن یاد رہے کہ بقول سودا:

سنبھل کے رکھنا قدم وشت خار میں بجنوں

کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

مولوی محمد علی (شرارت سے): ”اچھا تو میں بجنوں ہوں۔ کیوں نہ ہو آپ جو لیلیٰ ٹھہرے۔ ہر وقت خوب ملا۔ وہ میری لیلیٰ۔“

دیوبندی صدر کی اس بدتہذیبی پر تمام پبلک کے اندر غم و غصہ کی ایک لہر دوڑ گئی۔ خود دیوبندی پبلک بھی اپنے صدر کی اس بے حیائی پر پانی پانی ہوگئی لیکن اُسے ذرا بھی شرم نہ آئی۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ ”بے حیاء باش و ہر چہ خواہی کن“ ان لوگوں کو اُس وقت شرم آئی جب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخیاں کیں۔ آپ کے علم کو (نعوذ باللہ) کتنے بلی کے علم کی مثل بنایا تو اب ایک عالم کے ساتھ اس قسم کی فحش کلامی کرنے سے انہیں کیا حیا ہو سکتی ہے۔ حضرت مولانا حکیم محمد حسن صاحب محسن پوری بھی جلسہ کے اندر موجود تھے۔ آپ کو دیوبندی صدر کی اس بدتہذیبی پر سخت غصہ آیا اور آپ جوش میں آ کر کھڑے ہو گئے اور تمام مجمع کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ حضرات! آپ نے دیکھا کہ اس دیوبندی مولوی نے کتنی بے شرمی اور بے حیائی اختیار کر رکھی ہے۔ منہ پر کتنی بڑی داڑھی ہے خانہ خدا میں کھڑا ہے لیکن بائیں ہاتھ اس کو اپنی ان حرکتوں پر شرم نہیں آتی۔ کیا علماء کی یہی شان ہونی چاہیے۔ جو یہ شخص ظاہر کر رہا ہے۔ ارے! اتم تو دعویٰ کرتے ہو کہ ہم عالم ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کے جانشین ہیں۔ ذرا اجناؤ تو جیسی کہ کیا انبیاء علیہم السلام کا یہی شیوہ تھا جو تم دکھا رہے ہو۔ اعنت ہے تمہاری

شکل و صورت پر لعنت ہے تمہاری ان کڑو توں پر۔ حکیم صاحب کی اتنی تقریر کرنی تھی کہ تمام مجمع سے لعنت! لعنت!! کی آوازیں آنے لگیں۔ دیوبندی صدر شرمندہ ہو کر آگے پیچھے دیکھنے لگا جب دیکھا کہ یہ لعنتوں کا سلسلہ ختم ہونے میں نہیں آتا تو گھبرا کر مولوی مظہر الدین صاحب کو پکارنے لگا۔

مولوی محمد علی: ”مولوی مظہر الدین! اے مولوی مظہر الدین!! (پبلک کے شور سے آواز نہیں سنی جاتی) دوبارہ پھر آواز دیتا ہے۔

مولوی مظہر الدین صاحب: (مجمع کو خاموش ہونے کا اشارہ کرتے ہیں مجمع خاموش ہو جاتا ہے) جی فرمائیے کیا ارشاد ہے؟“

مولوی محمد علی: ”آپ دیکھتے ہیں کہ کتنا طوفان بے تیزی مچا ہوا ہے۔ آپ انہیں خاموش کیوں نہیں کراتے؟“

مولوی مظہر الدین صاحب: ”مولوی صاحب! ایں ہمہ آوردہ تست“ آپ نہ ایسی باتیں کرتے نہ شور مچتا۔ آپ نے خود فحش کلامی شروع کی۔ مجمع برداشت نہ کر سکا اس لئے آپ کو لعنت طاعت کی گئی۔ اس میں میرا کیا قصور ہے؟“

مولوی محمد علی: ”اب فرمائیے مناظرہ کرنے کا ارادہ ہے یا نہیں؟“

مولوی مظہر الدین صاحب: ”میں تو صبح سے آپ کی خدمت میں عرض کر رہا ہوں کہ مولوی صاحب! مناظرہ کریں لیکن آپ ہنسی مذاق اور تمسخر کے ساتھ میری باتوں کو اڑاتے اور مناظرہ سے گریز کرتے رہے۔ اب چونکہ ہمیں آپ کی باتوں کا اعتبار نہیں رہا اس لئے آپ مناظرہ شروع ہونے سے پہلے ایک تحریر لکھ دیں کہ ہم ان پانچ مسائل پر گفتگو کرنے کے بعد کفریات دیوبندیہ پر مناظرہ کریں گے۔“

مولوی محمد علی: ”نہ مولوی مظہر الدین! آپ ایسی باتیں کر کے وقت ضائع نہ کریں۔ جو مسائل فریقین کے طے شدہ ہیں پہلے ان پر مناظرہ ہو جائے بعد میں دیکھا جائے گا۔“

مولوی مظہر الدین: ”مناظرہ میں دو منٹ کے اندر شروع کر دیتا ہوں لیکن آپ پہلے میں تحریر لکھ دیں کہ آپ کے زبانی اقرار کا ہماری جماعت اعتبار نہیں کرتی۔“

مولوی محمد علی: ”مولوی مظہر الدین! میری بات مان لیجئے ایسی باتوں سے کوئی فائدہ نہیں آپ کا یہ مطالبہ ہم ہرگز منظور نہیں کریں گے۔“

مولوی مظہر الدین صاحب: ”اچھا اگر آپ اپنے اکابر کا اسلام ثابت نہیں کر سکتے تو یہی اللہ دیجئے کہ ہم اپنے اکابر کا اسلام ثابت نہیں کر سکتے۔“

مولوی محمد علی (حاضرین جلسہ سے مخاطب ہو کر) حضرات! دیکھتے ہیں ان سے کتنی دفعہ کہہ چکا ہوں کہ آپ مناظرہ شروع کریں لیکن یہ ادھر ادھر کی فضول باتیں کر کے وقت ضائع کر رہے ہیں۔ چھ مسائل ہمارے اور ان کے درمیان طے شدہ تھے۔ جن میں سے ایک مسئلہ پر کل مناظرہ ہو چکا ہے۔ اب باقی پانچ مسئلہ رہتے ہیں۔ اب میں ان کو صبح سے کہہ رہا ہوں کہ تم ان باقی پانچ مسئلوں پر مناظرہ کرو لیکن یہ نہیں مانتے اور ایک ایسے مسئلے پر جو ہمارے اور ان کے درمیان پہلے سے طے شدہ نہیں ہے۔ مناظرہ کرنے کیلئے مجبور کر رہے ہیں۔ بھلا جو مسئلہ طے شدہ نہ ہو اس پر ہم کس طرح مناظرہ کر سکتے ہیں؟“

مولوی مظہر الدین صاحب: ”حضرات! سچے! کل انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ ہم ان جملہ مسائل پر مناظرہ کرنے کے بعد کفریات دیوبندیہ پر مناظرہ کریں گے۔ اس لئے ہم نے آپ کی تحریر میں اسے بھی درج کر دیا تھا لیکن انہوں نے محض اس مسئلے کی بناء پر

ہماری تحریر کو نا منظور کر دیا اور آپ کے سامنے صاف انکار کر رہے ہیں کہ ہم نے کل ہر گز نہیں کہا تھا کہ ہم کفریات دیوبندیہ پر مناظرہ کریں گے۔ اب ہمیں ان لوگوں کا اعتبار نہیں رہا۔ ہمارا یہ مطالبہ ہے کہ یہ ایک تحریر لکھ دیں کہ ہم ان پانچ مسائل پر مناظرہ کرنے کے بعد اپنے اکابر کے کفریات پر مناظرہ کریں گے لیکن یہ لوگ ہمارے اس مطالبہ کو منظور نہیں کرتے۔ اب آپ اہی بتائیں کہ ہمارا مطالبہ جائز ہے یا نہیں؟“

(حاضرین جلسہ) ”بے شک! بے شک!! جائز ہے ان کے اکابر کے کفریات پر ضرور مناظرہ ہونا چاہئے۔“

جب دیوبندی صدر نے دیکھا کہ اب یہ لوگ ہمیں بھانسنے نہیں دیں گے تو اُس نے اور چالاکی کی یعنی میز کی اگلی طرف کھڑے ہو کر تقریر شروع کر دی اور فرقہ حقہ اہلسنت والجماعت کو بدعتی اور گمراہ کے خطاب سے مخاطب کرنا شروع کیا کہ ”یہ لوگ پیر پرست اور قبر پرست اور بدعتی ہیں۔ گیارہویں دیتے ہیں۔ قبروں پر تہ بناتے ہیں۔ ان کو ہر وقت اپنے پیٹ کی فکر رہتی ہے۔ جب انہیں حلوہ اور کھیر کھانے کو جی چاہے تو لوگوں کو گیارہویں کی ترغیب دیتے ہیں اور یوں اپنی حکم پری کرتے ہیں۔“ وغیرہ وغیرہ

حضرت قبلہ ابوالبرکات سید احمد صاحب صبح سے ان کی چالاکیاں دیکھ رہے تھے اور خاموش بیٹھے تھے۔ جب دیکھا کہ آج پھر کل کا معاملہ شروع ہو گیا ہے اور دیوبندی اپنی چیرہ دستیوں سے بھانسنے کا ارادہ کر رہے ہیں تو آپ جوش میں آ کر کھڑے ہو گئے اور مولوی خیر محمد صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد صاحب: ”مولوی خیر محمد صاحب! سامنے آئیے۔ آج

مناظرہ بلا شرط ہوگا۔ آپ کے صدر صاحب کا منشا معلوم ہو گیا وہ کل کی طرح دقت منالک کرنا چاہتے ہیں۔ یاد رکھئے ان ترکیبوں سے آپ کا پیچھا چھوٹنا محال ہے۔ اگر آپ میں ذرہ برابر بھی ایمان ہے تو آپ کو اپنا اور اپنے اکابر کا ایمان ثابت کرنے میں کیوں پس و پیش ہے۔ کل بھی آپ نے اپنا ایمان دار ہونا ثابت نہ کیا اور آج پھر ایمان ثابت کرنے سے گریز کر رہے ہیں۔ حضرات! آپ نے دیکھا ایمان ثابت کرنا کس قدر دشوار معلوم ہو رہا ہے۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ وہابیہ دیوبندیہ اپنے اکابر کے اقوال کفر و ضلال کو ہرگز اسلامی اقوال ثابت نہیں کر سکتے۔ بہر حال مولوی خیر محمد صاحب! سامنے آئیے میں آپ کی خواہش کے مطابق انہیں مسائل کو صاف کئے دیتا ہوں۔

حضرت علامہ نے اول ایک فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا اور بعد ارشاد فرمایا:

حضرات! ہم نہ کبھی قبر کو مسنون سمجھتے ہیں نہ فرض نہ واجب۔ بلکہ قبر کا اندر سے کچا رکھنا مسنون ہے۔ قبر کہتے ہیں اُس مکان کو جس میں میت دفن ہے۔ سقف قبر یا تعوذ قبر ہر گز قبر نہیں۔ اب آپ ہی غور فرمائیں کہ احادیث میں ممانعت قبر کے پختہ کرنے کی ہے۔ پس نشان قبر یا تعوذ قبر یا سقف قبر مصلحت پختہ بنا دی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ عام طور پر قبر اندر سے کٹی ہوئی رکھی جاتی ہے اور اوپر سے پختہ اس لئے کر دیتے ہیں کہ نشان باقی رہے خصوصاً اس پر آشوب زمانہ میں کہ نجدی گورکن حشرات الارض کی طرح پھیلے ہوئے ہیں۔ ہندوستان کا تو ذکر ہی کیا ہے حرمین طہین زاد ہما اللہ تعظیماً و تشریفاً میں جنت البقیع اور جنت المعلیٰ میں جس قدر صحابہ کرام و ازواج مطہرات و اہل بیت اطہار کے پختہ مزارات اور قبے تھے سب کو شبیدہ کر ڈالا۔ دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے گویا اہل جلا و پا گیا ہے تو جب حجاز مقدس ان خالموں کے دست

تفاوت سے نہ بچا تو ہندوستان میں تو کوئی پرسان حال ہی نہیں۔ لاہور میں حضرت شاہ ابوالعالی رحمۃ اللہ علیہ اور میانی صاحب وغیرہ مشہور قبرستانوں کے ناگفتہ بہ حالات سے جاتے ہیں کہ سوائے پختہ قبروں کے کئی قبروں کا چند روز کے بعد نام و نشان تک باقی نہیں رہتا۔ لہذا ان حالات کے دیکھتے ہوئے تعویذ قبور کا پختہ بنانا اور قبر کے ارد گرد دیوار کھینچنا قرین مصلحت ہے۔ اور اس میں شرعاً کوئی حرج و گناہ نہیں۔ حدیث میں ممانعت تبصریں قبور کی ہے اور وہ فقیر عرض کر چکا کہ قبر اس مکان کا نام ہے جس میں میت دفن ہے۔ لہذا قبور مسکین کا تعویذ پختہ بنانے میں کوئی حرج نہیں اور اس کے ارد گرد چار دیواری کھینچنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ جن احادیث میں قبور پر تعمیر و بنا کی ممانعت ہے اس میں لفظ علی اپنے حقیقی معنی میں مستعمل ہے یعنی حدیث میں ولا یبنی علیہ وارد ہے۔ اس کے معنی یہ ہے کہ عین قبر پر عمارت نہ بنائی جائے۔ علی کے حقیقی معنی فوق کے ہیں یعنی عین قبر پر عمارت نہ بنائی جائے۔ علی کے معنی یہاں حول و عند کے نہیں جیسے لا یسول علیہ ولا یجلس علیہ میں علی اپنے حقیقی معنی میں ہے یعنی عین قبر پر نہ بیٹھو اور عین قبر پر بیٹھنا نہ کرو۔ یہ معنی ہرگز نہیں کہ قبر کے ارد گرد بھی نہ بیٹھو لہذا احادیث میں ممانعت نفس قبر پر عمارت بنانے کی ہے اور قبر اور حظیرہ اور چار دیواری قبر کے ارد گرد بناتے ہیں اور مقصود اس سے نظر عوام میں اولیائے کرام و علمائے عظام کی عزت و دلالت و احترام پیدا کرنا ہے۔ اس غرض صحیح کیلئے صلحاء، علماء، اولیاء و رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی قبور سراپا نور پر قبب بنانا ہرگز ممنوع نہیں بلکہ فی زمانہ حفاظت قبور کیلئے بہترین طریقہ ہے۔ قبر اور چار دیواری بنانے میں بکثرت فائدے ہیں۔ زائرین کو راحت پہنچتی ہے۔ قبر یا چار دیواری ہوگی تو وہاں زائر بیٹھ کر

قرآن کریم کی تلاوت کرے گا۔ آندھی، بارش، وحشت و نمازت شمس سے محفوظ رہے گا اور زائر کے قبر کے قریب بیٹھ کر قرآن حکیم پڑھنے سے روح میت کو انس و سرور و ثواب حاصل ہوگا۔ بنا بریں فقہاء کرام و مفسرین عظام و محدثین کرام نے قبور صالحین و علمائے ربانین و مشائخ کا طہین پر بنائے قبب کی اجازت فرمائی۔ تفسیر روح البیان جلد اول ص ۸۷۹ میں ہے۔ قال الشيخ عبدالغنی النابلسی فی کشف النور عن اصحاب القبور ما خلاصة ان البدعة الحسنة الموافقة لمقصود الشرع تسمى سنة فبناء لقیاب علی قبور العلماء و الاولیاء و الصلحاء و وضع الستور و العمام و الثیاب علی قبورهم امر جائز اذا كان المقصد بد لك التعظیم فی اعین العامة حتی لا یختصر صاحب هذا القبر و كذلك ابقاء القنادیل و الشمع عند قبور الاولیاء و الصلحاء من باب التعظیم و الاجلال ایضا للاولیاء فالتمقصد فیها مقصد حسن و نادر الزیت و الشمع للاولیاء یوقد عند قبورهم تعظیماً لهم و منجبة فیهم جائز ایضاً لا ینبغی النہی عنه۔ علامہ عبدالحی ناہلسی قدس سرہ القدسی کی عبارت مسطورہ بالا کا خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ جو بدعت حسنہ مقاصد شریعت کے موافق ہو وہ سنت ہے۔ بناء علیہ قبور علماء و صلحاء و اولیاء اللہ پر قبوں کا بنانا جائز ہے۔ قبر پر غلاف ڈالنا بھی بغرض اعلام شان جائز ہے۔ قبر پر عمامہ وغیرہ رکھنا بھی جائز ہے۔ خصوصاً جب کہ ان امور سے نظر عوام میں تعظیم و توقیر اولیاء اللہ کی ظاہر کرنا مقصود ہوتا کہ وہ اپنی جہالت سے قبور اولیاء کی توہین نہ کریں اور اس غرض سے مزار کے ارد گرد قد بلیں روشن کرنا موسم بتیاں جلانا بھی جائز ہے اور بغرض اظہار عظمت اولیاء اللہ

قبور کے نزدیک روغن زیتون وغیرہ جلانے کی نذر ماننا بھی جائز ہے کہ یہ سب اظہار محبت و عظمت کیلئے ہوتا ہے اور قبور مسلمین کی تعظیم و توقیر مقاصد شرع سے ہے۔

مولوی صاحب! قبہ بنانے میں قطع نظر فوائد مذکورہ کے ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ قبہ کی چار دیواری سترہ کا کام دیتی ہے۔ جس طرف چاہیں نماز پڑھا کر اہستہ ہو جاتی ہے۔ اگر قبہ نہ ہو تو قبر کے دائیں بائیں اور قبر کو سامنے کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ عوام الناس قبہ کی بدولت ارتکاب کراہت سے محفوظ رہتے ہیں۔ نیز قبر پر بیٹھنے، چلنے، ہتھکیل لگانے بول و براز کرنے سے بھی ممنوع ہو جاتے ہیں۔ کوئی درندہ پرندہ چہندہ تک قبر پر نہیں بیٹھ سکتا اور بالخصوص ہندوستان میں کفار و مشرکین بنوروں و بدو و نصاریٰ و مجوس کی نگاہ میں اولیائے کرام اور علمائے عظام کی ہیبت و جلال پیدا ہوتا ہے۔ اسلام کی شوکت و ارباب صلاح و تقویٰ کی عظمت کا سکھ ان کے قلوب میں جم جاتا ہے کہ یہ ہیں خدا کے قدموں کے پرستار اور یہ ہیں نیاز مندان مہدایں اور علی اکبر و اصحابہ الصلوٰۃ و امن اللہ الغفار۔ تو معلوم ہوا کہ قبہ بنانا بے فائدہ نہیں۔ ہاں اگر بے فائدہ ہو تو منع ہے۔ اضاعت مال و اسراف ہے۔ اسی کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح سفر السعاده میں فرماتے ہیں ”در آخر زمان بجہت اقتصار نظر عوام بظاہر مصلحت در تعمیر و ترویج مشاہد و مقابر مشائخ و عظماء دیدہ چیز ہا افزہ و نہ تا آنجا بہت و شوکت اہل اسلام و ارباب صلاح پیدا آید خصوصاً در دیار ہند کہ اندائے دین از ہود و کفار بسیار اند و ترویج و اعلائے شان ایں مقامات باعث رعب و انقیاد ایشان است و بسا اعمال و افعال و اوضاع کہ در زمان سلف از مکروہات بود و در آخر زمان از مستحکات گشتہ۔“

مولوی خیر محمد صاحب! کچھ سمجھ میں آیا حضرت شیخ نے کیا فرمایا۔ اس زمانہ میں قبہ بنانا مستحکات سے ہے۔ کیونکہ عوام کی چشم بھیرت و انہیں۔ وہ عوام و خواص میں امتیاز نہیں کر سکتے کہ یہ کس کی خاک عزیز زیر پا ہے۔ قبروں کو پامال کرتے ہیں۔ لہذا اس کی قبور کو ممتاز حیثیت دینا ضروری ہوتا کہ ان کا احترام باقی رہے۔ اگر آپ کو آپ کے اکابر کو یہ بات پسند نہیں تو مرتے دم در ثناء کو وصیت کر جائیں کہ ہماری قبروں پر پل چلانا اور خوب پامال کرنا اور بجائے پھول و غلاف کے اُٹے تھاپنا۔

اور سنئے! مجمع البحار میں ہے وقد اباح السلف البناء علی قبور الفضلاء و اولیاء و العلماء لیزور الناس و یستریحون فیہ یعنی بلاشبہ سلف صالحین نے علماء و فضلاء کی قبور پر بنائے قبہ کو جائز قرار دیا تاکہ زائرین زیارت سے بہرہ اندوز ہوں اور وہاں بیٹھ کر استراحت کریں۔

علامہ علی قاری مرقاة شرح مشکوٰۃ میں علامہ تورہشتی سے نقل فرماتے ہیں۔ وقد اباح السلف البناء علی قبر المشائخ و العلماء المشہورین لیزورہم الناس و یستریحون بالجلوس۔ قبور مشائخ و علماء مشاہیر پر قبہ کی بناء جائز ہے تاکہ زائرین وہاں بیٹھ کر آرام کریں۔ مولوی صاحب! اگر آپ کو جواز بناء اقباب کی تحقیق مطلوب ہو تو ہمارا رسالہ اثبات قبہ جات اور دیگر اسلشت کے رسائل ملاحظہ فرمائیں۔ آپ کو ان تمام احادیث واردہ و بارہ مما نعت بناء علی القبور کا مطلب سمجھا جائے گا۔

اور حشرات اولیائے کرام و علمائے عظام پر اسی نیت سے چراغاں کرنے کی اجازت دی لیکن عین قبر پر چراغ نہ رکھا جائے۔ بلکہ قبر کے ارد گرد چراغ روشن کیا

جائے۔ یحییٰ قبر پر چراغ رکھ کر روشن کرنا مشروع ہے۔ لان سقف القبر حتی
 السمیت وفيه من الامتصاصات بحق اخيه علامه عارف باللہ سیدی عبدالغنی
 نابلسی قدس سرہ القدسی حدیثہ النذیریہ شرح طریقہ محمدیہ کی جلد دوم ص ۴۲۹ میں فرماتے
 ہیں۔ قال الوالد رحمه الله تعالى في شرحه على شرح الدرر من مسائل
 المتفرقة اعرج الشموع الى القبور بدعة واتلاف مال كذا في
 البزازية وهذا كله اذا خلا عن فائسة واما اذا كان موضع القبور
 مسجد او على طريق او كان هناك احد جالس او كان قبر ولي من
 الاولياء او عالم من المحققين تعظيما لروحہ المشرقة على تراب
 جسده كاشراق الشمس على الارض اعلا ما للناس انه ولي يصير كوا
 به ويدعو الله تعالى عنده فيستجاب لهم فهو امر جائز لا منع منه
 والاعمال بالنيات یعنی والد رحمۃ اللہ تعالیٰ نے حاشیہ درود و غرر میں فتاویٰ بزازیہ
 سے نقل فرمایا کہ قبروں کی طرف شمعیں لے جانا بدعت اور مال کا ضائع کرنا ہے۔ یہ
 سب اس صورت میں ہے کہ بالکل بے فائدہ ہو اور اگر شمعیں روشن کرنے میں فائدہ
 ہو کہ موضع قبور میں مسجد ہے یا قبور سر راہ ہیں یا وہاں کوئی شخص بیٹھا ہے یا مزار کسی ولی
 اللہ یا محققین علماء سے کسی عالم کا ہے۔ وہاں شمعیں روشن کریں۔ ان کی روح مبارک
 کی تعظیم کیلئے جو اپنے بدن کی خاک پر ایسی چلی ڈال رہی ہے جیسے آفتاب زمین پر پڑا کہ
 اس روشنی کرنے سے لوگ جائیں کہ یہ ولی اللہ کا مزار پاک ہے تو اس سے تبرک
 کریں اور وہاں اللہ عزوجل سے دعا مانگیں کہ ان کی دعا مقبول ہو تو یہ امر جائزہ ہے اس
 سے اصلاً ممانعت نہیں ہے اور اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔ حضرات! اس ایمان افروز

وہایت سوزار شاد ہدایت بنیاد نے مسئلہ شموع مزار کو بھی واضح کر دیا کہ اگر روشنی سے
 فائدہ مقصود ہے اور اولیائے کرام و علماء ذوی الاحترام کی تعظیم و توقیر ملحوظ ہے تو ہرگز
 شموع نہیں بلکہ گھوٹے و من يعظم شأنہ اللہ فانہا من تقوی القلوب۔ قبور
 شمع کی توقیر و تعظیم کرنے والے کی متقی ہونے کی علامت ہے۔

حضرات! مولوی صاحب نے حلوہ کھانے کا شکوہ کیا ہے۔ مولوی صاحب یہ خدائے
 قدوس کا فضل و انعام ہے جس کو چاہے حلوہ کھائے اور قسم قسم کی نعمتوں سے متمتع و
 سر فراز فرمائے۔ آپ کا اعتراض و شکوہ بے جا ہے۔ اگر آپ کی قسمت میں حلوہ نہیں تو
 میں کیا کر سکتا ہوں۔ ”حلوہ خوردن راروئے باید“۔ یہ فقیر تو تین دن سے بفضلہ تعالیٰ
 مع اپنے رفقاء کے حلوہ اور لذیذ غذا کھائی کھا رہا ہے۔ سرکار مدینہ کا صدقہ ہے جو
 مل رہا ہے اور ہمیشہ اہلسنت و جماعت کو بلکہ تمام جہان کو انہیں کے صدقہ میں رزق ملتا
 ہے۔ آسمان و زمین خوان ہیں اور سارا جہان مہمان اور سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نیربان ہیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

آسمان خوان زمیں خوان زمانہ مہماں

صاحب خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا

لیکن وہاں یہ دیوبندی کی حالت یہ ہے:

ترا کھا کئی تیرے غلاموں سے انہیں

ہیں مگر عجب کھانے غرانے والے

جناب مولانا! حلوہ اور شیرینی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھی۔ آپ

حضور کی پسندیدہ چیز سے نفرت کرتے اور کھانے والوں پر اعتراض جڑتے ہیں۔ دیکھئے مسلم شریف اور ترمذی شریف میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحِبُّ الْعَسَلَ وَالْحُلُوهَ نَبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ حُلُوهٌ أَوْ شَهْدٌ يَسْتَفْرِمَاتِهِ تَحْتَهُ۔ بناءً عَلَيْهِ الْهَلَسْتُ كَمَا مَعْمُولٌ هُوَ أَنَّ شَبَّ بَرَأَتِ (شیرات) میں یعنی شعبان المعظم کی چند صویریں شب کو عاصیوں کے گناہ بخشے جانے کی خوشی میں حلوہ جیسی لذیذ و شیریں چیز پکا کر اوداح طیبہ اہلسنت و جماعت کو ایصالِ ثواب کرتے ہیں۔ آپ فرمائیے اس میں ناجائز چیز کون سی ہے؟

۔۔۔ جو حلوہ بھی شیرات کا ناروا ہے

بتاؤ تو اس میں نجس چیز کیا ہے

روا ہے وہ خود جس کا حلوہ بنا ہے

حقیقت میں منہ ہی تمہارا برا ہے

یہ کبھی اور میوے کا عمدہ نوالا

ملے اُس کو جو ہودے تقدیر والا

ہاں اگر آپ کو حلوہ سے نفرت ہے تو آپ کچھ اور کھالیا کیجئے اور اگر آپ حلوے سے چمگئے ہیں تو صرف منہ بگاڑا کریں۔ بدعت و حرمت کا فتویٰ نہ ٹھوکا کریں۔

حضرات! میں نے بفضلہ تعالیٰ ثبوت علم غیب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور جواز بنائے قیب و پختہ قبور اور روشنی حشرات اولیائے کرام اور حلوہ و شیرینی کی لیاحت پر کافی سے زائد دلائل و براہین پیش کر دیئے۔ اب دوسری صحبت میں انشاء اللہ تعالیٰ کفریات و یوہندیہ پیش کروں گا۔ وَاخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

مَا تَقْبَلُ مِنَّا اَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔

حضرت علامہ ابوالبرکات صاحب یہ وہایت ممکن تقریر کرنے کے بعد بیٹھ گئے اور انتظار کرنے لگے کہ اب مولوی خیر محمد صاحب کھڑے ہو کر میری باتوں کا جواب دیں گے لیکن مولوی خیر محمد پر کل کے مناظرے کی اس قدر ہیبت طاری تھی کہ انہیں جرأت نہ ہوئی کہ اٹھ کر تقریر کریں۔ آپ بدستور بانس کے پردے میں چھپے پھرے۔ مولوی محمد علی جائید حری مولوی خیر محمد صاحب کے چہرے کو ٹنگی لگائے دیکھ رہے تھے اور ان کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کو دیکھ دیکھ کر وحشت زدہ ہو رہا تھا۔ کچھ دیر کے بعد جب اُس نے معلوم کیا کہ مولوی صاحب تو اٹھنے کا نام نہیں لیتے اُن کی جان پھین رہی ہے۔ لہذا کچھ ہمت خود ہی کرنی چاہیے ورنہ بتا بنایا کھیل بگڑ جائے گا۔ چنانچہ اُس نے کھڑے ہو کر تقریر کرنی شروع کی لیکن ابھی دو تین لفظ ہی منہ سے نکالے تھے کہ حضرت ابوالدیان حافظ مظہر الدین صاحب نے ٹوکا۔

مولوی مظہر الدین صاحب: ”مولوی محمد علی صاحب! بے ادبی معاف پہلے آپ مجھے یہ بتائیں کہ آپ کس حیثیت سے تقریر کر رہے ہیں؟“

مولوی محمد علی: ”میں حیثیت و بیعت کچھ نہیں جانتا میں صرف مولوی سید احمد صاحب کی تقریر کا جواب دینے لگا ہوں۔“

مولوی مظہر الدین صاحب: ”آپ مناظر ہیں؟“

مولوی محمد علی: ”میں مناظر تو نہیں ہوں ہمارے مناظر تو مولوی خیر محمد صاحب ہیں۔“

مولوی مظہر الدین صاحب: ”تو آپ کو کیا حق ہے کہ ہمارے مناظر کی تقریر کا جواب دیں۔ جب آپ کا مناظر موجود ہے تو آپ اُسے کھڑا کریں تاکہ وہ ہمارے مناظر کی

تقریر کا جواب دے۔ آپ ہرگز اس کی موجودگی میں تقریر نہیں کر سکتے۔ ہاں اگر وہ مناظرہ کرنے سے عاجز ہے تو یہ طبعہ بات ہے۔ اس صورت میں آپ ان کی عاجزی کا اعلان کر کے تقریر کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کسی صورت میں تقریر کرنے کے مجاز نہیں ہیں۔“

مولوی محمد علی: ”مجھے میری جماعت نے صدر مقرر کیا ہے۔ آپ نے مقرر نہیں کیا۔ میں اپنی جماعت کی رضامندی سے تقریر کر رہا ہوں۔ اگر میری جماعت مجھے تقریر کرنے سے روک دے تو میں ابھی اپنی تقریر بند کر دیتا ہوں۔ (اپنے آدمیوں سے مخاطب ہو کر) کیوں بھائیو! میں تقریر کروں یا بند کر دوں؟“

چند دیوبندی دجھی آواز سے ”جی ہاں۔ آپ تقریر کریں۔“

مولوی مظہر الدین صاحب: ”مولوی صاحب آپ کی اس غیر ذمہ دارانہ حرکت سے جو نتائج مرتب ہو گئے ان کی تمام ذمہ داری آپ پر عائد ہوگی۔ میں مکرر آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ آپ مولوی خیر محمد صاحب کو تقریر کیلئے کھڑا کریں۔ میں آپ کو ہرگز تقریر نہیں کرنے دوں گا۔ (مولوی خیر محمد صاحب سے مخاطب ہو کر) مولوی خیر محمد صاحب! آپ کیوں سامنے آ کر تقریر نہیں کرتے۔ اگر آپ مناظرہ کرنے سے عاجز ہیں تو آپ اعلان کر دیں کہ میں مناظرہ نہیں کر سکتا۔ تاکہ آپ کی جماعت کی طرف سے کوئی اور آدمی کھڑا ہو کر مناظرہ کرے لیکن مولوی خیر محمد صاحب نے اس کا کوئی جواب نہ دیا اور صدر دیوبندی مولوی محمد علی نے بدستور اپنی تقریر کو جاری رکھا۔“

دیوبندی صدر کی اس ڈھٹائی اور ضد سے تمام ہلکے آگیا گئی۔ خود دیوبندی اپنے صدر کی ذہنیت پر بیچ و تاب کھانے لگے چنانچہ ان کی جماعت میں سے دو بوڑھے کھڑے

ہم نے اور مولوی محمد علی کو مخاطب کر کے کہنے لگے:

دونوں بوڑھے۔ (دیوبندی جماعت میں سے) ”مولوی صاحب! خدا کے واسطے اپنے اس مناظرے کو بند کریں۔ ہم ڈرتے ہیں کہ کہیں اس مناظرے سے ہم کو الٹی قبر نہ نازل ہو جائے۔ صبح سے لے کر اس وقت تک اس خانہ خدا میں جو گنگو آپ کر رہے ہیں کوئی شریف آدمی اپنی زبان پر بھی اُسے لانا پسند نہیں کرتا۔ آپ ہمارے بزرگ ہیں ہم دوسفید ریش خادم ہونے کی حیثیت سے عرض کرتے ہیں کہ یہ بانی فرما کر اس مناظرے کو ختم کریں۔“

مولوی محمد علی نے جب دیکھا کہ اب تو برے پھنسے خود ہمارے آدمی اٹھ کر ہمیں مارنے لگے اُس نے جھٹ آن بوڑھوں کو اپنے پاس بلایا اور ان کے کان میں کچھ کہا: چنانچہ وہ دونوں بوڑھے مولوی مظہر الدین صاحب کے پاس آئے اور انہیں کہنے لگے کہ ”دیوبندی تو مناظرہ بند کرنے والے ہیں۔ آپ بھی مناظرہ بند کر دیں۔“

مولوی مظہر الدین صاحب: ”ہرگز نہیں ہم کبھی مناظرہ بند نہیں کریں گے۔ ہاں اگر دیوبندی اس بھرے مجمع میں اپنے اکابر کے کفریات کا اقرار کر لیں تو ہم ابھی مناظرہ بند کر دیتے ہیں۔“

دونوں بوڑھے ”ذرا بتائیے تو سہی ان کے کفریات کیا ہیں؟“

مولوی مظہر الدین صاحب: ہاں یہ بات معقول ہے ہم ان کے کفریات انہی کی کتابوں سے پیش کئے دیتے ہیں۔ سنیے مولوی محمد اسماعیل دہلوی اپنی کتاب صراط مستقیم میں لکھتا ہے کہ ”زنا کے دوسرے اپنی بی بی کی جماعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یادی جیسے اور بزرگوں کی طرف گو جناب رسالت مآب ہی ہوں۔ اپنی ہمت کو لگا دینا

نیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ بُرا ہے۔ اب آپ ہی بتائیے کہ جو شخص اپنی کتاب میں یہ عبارت لکھے آپ اس کو مسلمان کہہ سکتے ہیں؟ دونوں بوڑھے۔ ”ہرگز نہیں ہم ایسے شخص کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔“

مولوی محمد علی کچھ تو حضرت علامہ ابوالبرکات صاحب کی تقریر سے حواس باختہ ہو چکا تھا اس پر ان دونوں بوڑھوں کی ڈانٹ ڈپٹ سے رہے سہے ہوش بھی کم بیٹھا تھا۔ جس وقت اُس نے ان بوڑھوں کی بات کو سنا فوراً بول اٹھا۔ مولوی محمد علی: ”ہم بھی ایسے شخص کو جو اپنی کتاب میں یہ عبارت لکھے کافر اور مرتد سمجھتے ہیں۔“

مولوی محمد علی کا یہ لفظ کہنا تھا کہ تمام سامعین نے نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے۔ تمام تلوں کے لوگ کھڑے ہو گئے اور بلند آواز سے کہنے لگے کہ چونکہ دیوبندی مولوی نے اپنے پیشوا مولوی اسماعیل دہلوی کو کافر اور مرتد تسلیم کر لیا ہے لہذا علمائے اہلسنت و جماعت کی فتح ہو گئی۔ یہ مناظرہ تاریخ عالم میں یادگار رہے گا۔ اس میں ایک اہم مسئلے کا فیصلہ ہو گیا کہ جس کا بڑے بڑے مناظروں میں بھی فیصلہ نہ ہوا تھا۔

مولوی محمد علی کہنے کو تو یہ لفظ کہہ گیا لیکن بعد میں بڑا اچھٹا پایا۔ سنا ہے کہ چند دیوبندی مولویوں نے بھی اُس کو ڈانٹا کہ تم نے کیا غضب کر دیا۔ ہم کہتے عرصے سے اس بات پر اڑے ہوئے ہیں اور مناظرے کر رہے ہیں کہ یہ عبارت کفر یہ نہیں لیکن تم نے جھٹ کہہ دیا کہ یہ عبارت لکھنے والا کافر ہے۔

عصر کی غماز کے بعد علمائے اہلسنت و جماعت کا ایک زبردست اور شاندار

اس ترتیب دیا گیا اور تلوں کے تمام گلی کوچوں میں گشت کرایا گیا۔ جلوس میں علمائے اہلسنت و جماعت کے علاوہ تلوں و مضامات تلوں کے پانچ چھ سو اشخاص نے شرکت کی۔

نعت خوان حضرات حضرت حکیم مولوی محمد حسن صاحب شمس پوری کی مندرجہ ذیل نعت پڑھ کر حاضرین کو محظوظ کر رہے تھے۔

باسمہ تعالیٰ

نعت شریف

لہجہ ادیس عرب تھیں وہ سوہنا جنھوں ڈھونڈ پھری نگری نگری
سلطان حینان دو جہاں ہو مَدَّ یحییٰ عَالِی الْقَدَر
بے مثل ہے جو بن سوئے دامارے چمکاں نور خدا کھ پر
میں سوئے زخمش ہم سوئے قمر ہو حَسَنُ الْوُجُوہِ مِنَ الْقَمَر
آیا جگت میں ہو کے رسول اللہ اور کھ سے پکارا الا اللہ
در سر و خفا اللہ اللہ لَا مِثْلَ لَکَ عِنْدَ الْبَشَر
معراج کی شب جو کچھ پایا جبرئیل کی بھی حاجت نہ رہی
شد وائف سرخی و جلی فَاَقْرَاءَ مَا قُلْتُ مِنَ النُّحُورِ
تیرے در کے سوا کوئی در ہی نہیں جہاں جا کے کروں فریاد اپنی
فَوَقَفْتُ بِبَابِکَ یَا مَسْکُوۡیَ بِمُحَمَّدٍ حَسَنَ مِنَ النَّظَرِ

رات کو اہلسنت و جماعت کا ایک زبردست اور عظیم الشان جلسہ سکول کے پاس ہوا جس میں دو تین سو آدمیوں نے شرکت کی۔ متعدد حضرات نے مختلف موضوعات پر تقریریں کی اور جلسہ پورے ایک بجے بخیر و خوبی ختم ہوا۔

دوسرے دن مولانا الحاج ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب تگون سے روانہ ہو کر شہر جالندھر تشریف لائے اور مولوی عبد الجلیل صاحب فاضل حزب الاحناف و صدر مدرس مدرسہ کریہہ جالندھر کی قیام گاہ میں فروکش ہوئے۔ آپ کی تشریف آوری کی خبر سن کر شہر کے اکثر معززین حضرات قدم بوسی کیلئے حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کو تگون کے تمام واقعات بالتفصیل سنائے اور اس عظیم الشان فتح کی مبارکباد دی۔

ابالیاں جالندھر کے ایماء سے بعد از نماز عشاء درگاہ خواجہ امام ناصر الدین رحمۃ اللہ علیہ میں ایک زبردست جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں متعدد حضرات کی تقریر کے بعد علامہ الدھر استاذ العلماء ابوالبرکات مولانا سید احمد صاحب نے ایک زبردست اور مدلل تقریر کی اور وہابیہ دیوبندیہ کے کفریات پڑھ کر تمام لوگوں کو سنائے اور انہیں ان حنفی نمادہابیوں سے بچنے کی تلقین فرمائی۔ آپ کی تقریر اس قدر مؤثر تھی کہ ایک دیوبندی مولوی نے (جو سنا گیا ہے کہ مولوی خیر محمد صاحب کے حلقہ احباب میں سے تھا) اپنے تمام پچھلے کفریہ عقائد سے توبہ کی اور نئے سرے سے کلمہ شریف پڑھ کر مسلمان ہوا۔ جلسہ تقریباً ایک بجے بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

دوسرے دن حضرت قبلہ علامہ ابوالبرکات صاحب مع تمام علمائے اہلسنت و جماعت کے جالندھر سے روانہ ہو کر بذریعہ ریل شہر لاہور تشریف لائے۔ فقط آخر میں دعا کرتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ حضرت علامہ الدھر مولانا ابوالبرکات

صاحب کو ہمارے سروں پر بدر سلامت رکھے۔ تاکہ آپ کے زیر سایہ بلیات دینی و دنی سے ہم مامون رہیں اور انہیں جمع مصائب دنیوی و اخروی سے مصون رکھے۔

آمین ثم آمین

عذر ایں دعاہ از من و از جملہ جہاں آمین باد

ت

=====

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وہابیہ دیوبندیہ کے مختصر عقائد و باطل

حضرات! اہلسنت و جماعت ہوشیار! ہوشیار! عیار وہابیوں اور چالاک دیوبندیوں کے دام تزویر سے بچو اور اپنے دین و مذہب کو محفوظ رکھنے کیلئے ان کے یہ عقائد فاسدہ اور خیالات باطلہ پیش نظر رکھو جو تمہاری واقفیت کیلئے صحیح حوالوں کے ساتھ نقل کئے جاتے ہیں۔ دیوبندی وہابیوں کی گمراہی پر عرب و عجم کے علمائے کرام اتنی دے چکے ہیں ان کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ نہ ان پر مسلمانوں کے احکام۔

(دیکھو حسام الحرمین مطبوعہ مطبع اہلسنت و جماعت بریلی)

(۱) تلبیہ: یعنی اپنے مذہب کو چھپانا اور شیعوں کو مغالطہ دینے کیلئے اپنے آپ کو شیخ ظاہر کرنا۔ یہ وہابیہ کے طرز عمل سے پابندیت کو پہنچتا ہے۔ مثال کے طور پر ملاحظہ فرمائیے

(۱) وہابیہ کی کتاب التلخیصات لرفع التصدیقات ملبوعہ عزیز المطالع میرٹھ جس کے صفحہ ۱۲ میں اہلسنت کو دھوکہ دینے کیلئے یہ ظاہر کیا ہے کہ عبدالوہاب نجدی خارجی ہے یا وجودیکہ وہابی اس کو اچھا سمجھتے ہیں۔ چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ جلد اول صفحہ ۸ محمد بن عبدالوہاب کے حقد یوں کو وہابی کہتے ہیں۔ ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا خبیث تھا۔ البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی۔ مگر وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں مگر ہاں جوہر سے بڑھ گئے ہیں ان میں فساد آ گیا ہے اور عقائد سب کے متحد ہیں، اعمال میں فرق خفی، شافعی مالکی حنبلی کا ہے۔ مسلمانو! خود انصاف کر لو کہ دیوبندی اور وہابی میں کیا فرق ہے؟ جبکہ مفتی صاحب نے خود یہ فیصلہ کیا ہے جو نہایت مشہور و معروف سرگرمہ علماء دیوبند ہیں۔

(۲) التلخیصات کے صفحہ ۱۲ میں مولود شریف کو جائز و مستحب ظاہر کیا ہے اور درحقیقت وہابی دیوبندی اس کے منکر ہیں۔ چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ جلد اول صفحہ ۵۰ میں لکھا ہے۔

سوال: مولود شریف اور عرس کہ جس میں کوئی بات خلاف نہ ہو جیسے شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیا کرتے تھے۔ آپ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں اور شاہ صاحب واقعی مولود اور عرس کرتے تھے یا نہیں؟

الجواب: عقد مجلس مولود اگرچہ اس میں کوئی امر غیر مشروع نہ ہو مگر اہتمام و تداعی اس میں بھی موجود ہے۔ لہذا اس زمانہ میں درست نہیں۔

اسی فتاویٰ رشیدیہ جلد دوم صفحہ ۴۵ میں ہے:

مسئلہ: بمجلس میلاد میں جس میں روایات صحیحہ پر بھی جائیں اور لاف و گزاف اور

روایات موضوع اور کاذب نہ ہوں شریک ہونا کیسا ہے؟

جواب: ناجائز ہے بسبب اور وجوہ کے۔

اسی جلد کے صفحہ ۱۰۰ میں ہے ”فقط انعقاد مجلس مولود ہر حال ناجائز ہے“۔

جلد ۳ صفحہ ۱۳۲ میں ہے:

کسی عرس اور مولود میں شریک ہونا درست نہیں اور کوئی ساعرس اور مولود درست نہیں۔

(۳) اسی تلخیصات کے صفحہ ۶۲ میں قیام میلاد شریف کا انکار اور اس کے قیام کو ناجائز قرار دیا ہے اور صفحہ ۶۲ میں لکھا ہے کہ جناب رسول صلی اللہ علی وسلم کی روح پر فتوح کے تشریف لانے میں تو کچھ استبعاد نہیں کیونکہ ایسا ہو سکتا ہے اور اتنی بات کا عقیدہ رکھنے والا برسر غلطی بھی نہ سمجھا جائے گا۔ یہاں یہ ظاہر کر کے سنی بنے اور پردہ اٹھا کر حقیقت حال دیکھئے تو قیام مولود شریف کے پورے دشمن ہیں۔

براہین قاطعہ ملبوعہ ساز حورہ ص ۱۳۰ میں لکھتے ہیں:

”الحاصل یہ قیام صورت اولیٰ میں بدعت و منکر اور دوسری صورت میں حرام و فسق اور تیسری صورت میں کفر و شرک۔ چوتھی صورت میں اجتناع ہو اور کبیرہ ہوتا ہے۔

پس کسی وجہ سے شروع و جائز نہیں“۔ (نعوذ باللہ ذالک) آداب غلط

اسی صفحہ میں لکھا ہے:

کہ خود یہ مجلس (میلاد شریف) ہمارے زمانہ کی بدعت و منکر ہے اور شرنا

کوئی صورت جواز اس کے کی نہیں ہو سکتی۔ آداب غلط

اسی صفحہ میں روح القدس کے تشریف لانے کی نسبت لکھا ہے کہ یہ عقیدہ محض اتباع ہوا و کید شیطان ہے۔ آہ بخلطہ

اہل نظر غور فرمائیں کہ وہابیہ کے عقائد کیا ہے؟ اور مطلب کے موقع پر انہیں چھپا کر اپنے آپ کو کیسا خالص سنی ظاہر کرتے ہیں۔ یہ چند مثالیں نمونہ کے طور پر پیش کی گئیں۔ اگر وہابیوں کی ایسی ایسی چالاکیاں جمع کی جائیں تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے بہر حال انصاف کو ان کی تقیہ بازی کا حال معلوم کرنے کیلئے اس قدر کافی ہے۔

(۲) امکان کذب: یعنی خدا تعالیٰ کے جھوٹ بول دینے کو (معاذ اللہ) جائز اور ممکن سمجھنا۔

عبارت: ”امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدما میں اختلاف ہوا ہے۔ کہ خطبہ وعید آیا جائز ہے یا نہیں؟“ (براہین قاطعہ مؤلفہ خلیل احمد امجدی ص ۲) اور رشید یہ احمد گنگوہی نے وقوع کذب باری کے قائل کو ضال اور فاسق اور کافر کہنے سے منع کیا اور وقوع کذب کے معنی درست ہونے کی تصریح کر دی۔ اس کا مہری فتویٰ اعلیٰ حضرت مجدد مائتہ حاضرہ قدس سرہ الاقدس کے یہاں موجود ہے اور اس کا فوٹو دفتر مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور میں موجود ہے۔

(۳) خدا تعالیٰ کو بھی وہابیہ کے نزدیک غیب کا علم نہیں۔ البتہ چاہئے دریافت کر سکتا ہے۔ عبارت: ”سو اس طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہے۔ جب چاہے کر لیجئے۔ یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے کسی دلی و نبی کو جن فرشتہ کو پیر شہید کو امام و امام زادہ کو بھوت و پری کو اللہ صاحب نے یہ طاقت نہیں بخشی۔“

(تقویۃ الایمان ص ۳۳ مطبوعہ مطبع الفتاویٰ دہلی)

(۴) زمان و مکان و جہت سے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ اور اس کی رویت کا بلا جہت و لوازمات اثبات (جو مسلمانوں کے اعتقادات میں سے ہے) سب من قبیل بدعات حقیقیہ ہیں۔

عبارت: ”تنزیہ اللہ تعالیٰ از زمان و مکان و جہت و ماہیت و ترکیب عقلی و بحث عینیت و زیادت صفات و تاویل تشابہات و اثبات رویت بلا جہت و محاذات و اثبات جوہر فرد و ابطال بیول و صورت و نفوس و محلول یا بالکس و کلام در مسئلہ تقدیر و کلام و قول بعد و بر عالم و امثال اس از مباحث فہم کلام و الہیات و فلاسفہ ہم از قبیل بدعات حقیقیہ است۔ اگر صاحب آئی اعتقادات مذکورہ را از جنس عقائد دینیہ کی شمار د۔“

(ایضاح الحق مصنفہ مولوی محمد اسماعیل صاحب دہلوی مطبوعہ فاروقی صفحہ ۳۵، ۳۶) اس پر تو وہابیہ دیوبندیہ نے بھی نادرستی میں مولوی محمد اسماعیل دہلوی صاحب کی خوب تفسیر و تفسیق و تجہیل و تھلیل کی ہے۔

(دیکھو دیوبندی مولویوں کا ایمان مطبوعہ مطبع اہلسنت و جماعت بریلوی، جو دفتر حزب الاحناف ہند اندرون دہلی دروازہ لاہور سے دستیاب ہو سکتا ہے)

(۵) انکار خاتمیت بمعنی آخریت۔ یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاتم الانبیاء ہونے کا انکار کرنا اور آئیہ کریمہ و لکین و سؤل اللہ و خاتم النبیین کے ایک نئے معنی اپنے دل سے تمام تقاسیر معتبرہ کے خلاف تراشا۔

عبارت: ”عوام کے خیال میں تو رسول صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابقین کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا

کہ تقدیم یا تاخیر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں وَلَسْکُنْ رَمْلًا نَالِیًّا وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ غَرَامًا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ (الخ۔ تحذیر الناس مطبوعہ بھائی ۱۳۱۹ھ صفحہ ۳ مصنفہ مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند)

دوسری عبارت: ”بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ (تحذیر الناس صفحہ ۱۴) اسی مضمون کی تیسری عبارت: ”بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہوتا تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی جو بز کیا جائے۔

(تحذیر الناس صفحہ ۱۸، مصنفہ محمد قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند)

(۶) حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مثل نظیر ممکن جاننا۔

عبارت: ”پس قول بامکان وجود و مثل اصلاً منہر بحدیب نصی از نصوص دیگر و سلب قرآن مجید بعد از انزال ممکن است۔“

(یکر دژی مصنفہ مولوی محمد اسماعیل صاحب دہلوی مطبوعہ فاروقی صفحہ ۱۴۴)

(۷) انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بڑا بھائی کہنا۔

عبارت: ”انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہے وہ بڑا بھائی ہے سوا اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے۔“ (تقویۃ الایمان صفحہ ۶۰)

”الطیفہ: مولوی محمد اسماعیل صاحب کا قول تو یہ ہے کہ بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے اور صفحہ ۷ میں اہلسنت کو مغالطہ دینے کیلئے سترھویں سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ جو اس کا قائل ہو کہ نبی کریم علیہ السلام کو ہم پر بس اتنی فضیلت ہے جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے تو اس کے متعلق ہمارا مذہب یہ ہے کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔“

اب کوئی ان صاحبوں سے دریافت کرے کہ اسماعیل آپ کے دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ دیکھئے کیا جواب دیتے ہیں؟

دوسری عبارت: ”پس اگر کسی نے بوجہ بنی آدم ہونے کے آپ کو بھائی کہا تو کیا خلاف نص کے کہہ دیا وہ خود نص کے موافق ہی کہتا ہے۔“ (براہین قاطعہ صفحہ ۳)

تیسری عبارت: ”اولیاء انبیاء امام امام زادے پیر و شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی۔“

(تقویۃ الایمان صفحہ ۶۰ مطبوعہ مطبع افتخار دہلی)

(۸) انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے عمل کو امت سے کم جاننا۔

عبارت: ”انبیاء امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں۔ باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ بھی جاتے ہیں۔“

(تحذیر الناس ص ۸)

(۹) حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو شیطان سے کم جاننا۔

عبارت: شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نس سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم

کو کون سی نص قطعی ہے۔ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔

(براین قاطعہ ص ۵۱)

دوسری عبارت: ”اور ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں ملک الموت کے برابر بھی ہو چہ جائیکہ زیادہ۔“

(براین قاطعہ صفحہ ۵۲)

(۱۰) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو بچوں اور پاگلوں اور چوپایوں کے علم سے تشبیہ دینا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

عبارت: ”پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا۔ اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ مراد اس سے بعض غیب ہے یا کل غیب؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر مہمی و بھون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کیلئے بھی حاصل ہے۔“

(حفظ الایمان مطبع مجتبائی مصنفہ اشرف علی تھانوی صفحہ ۸۰)

(۱۱) مدرسہ دیوبند کے تعلق سے فخر عالم علیہ السلام کو اردو بولنا آگیا۔ (معاذ اللہ)

عبارت: ”ایک صالح فخر عالم علیہ السلام کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آگیا۔ آپ تو عربی ہیں؟ فرمایا کہ جب سے چلائے دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آگئی۔ سبحان اللہ۔ اس سے رتبہ اس مدرسہ کا معلوم ہوا۔ (براین قاطعہ صفحہ ۲۶)

(۱۲) ”ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چار سے بھی ذلیل ہے۔“ بلفظ (تقویۃ الایمان صفحہ ۱۴)

ہم تو بڑا مخلوق انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی کو جانتے ہیں۔ اگر وہابیہ بھی انہیں بڑا مخلوق کہتے ہیں جب تو یہ انبیاء کی کھلی توہین ہے۔ اگر انہیں بڑا مخلوق نہیں کہتے تو کس کو بڑا مانتے ہیں؟ اس سے انبیاء دوسروں سے چھوٹے نہیں گئے یہ بھی توہین ہے۔

(۱۳) تقویۃ الایمان میں حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت ان الفاظ میں فخر کیا ہے

عبارت: ”میں بھی ایک دن مرکز مٹی میں ملنے والا ہوں۔“ (تقویۃ الایمان ص ۶۰)

(۱۴) نماز میں حضرت کی طرف خیال لے جانا اپنے گدھے اور نکل کے خیال میں ڈوب جانے سے کئی درجہ بدتر ہے۔ (معاذ اللہ)

عبارت: ”و صرف ہمت بسوئے شیخ و امثال آں از معظمین گو کہ جناب رسالت مآب باشند چندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورت گاؤں خود راست۔“

(صراط المستقیم صفحہ ۹۵)

(۱۵) اپنے پیروں کی نسبت وہابیہ کی تعلیمات۔ مولوی محمد اسماعیل صاحب دہلوی نے اپنے پیر کی نسبت لکھا ہے کہ ایک دن اللہ تعالیٰ نے ان کا دہنا ہاتھ خاص اپنے دست قدرت میں پکڑ کر امور قدسیہ سے بہت بلند اور نادر چیزیں ان کے سامنے پیش کیں اور فرمایا کہ تمہیں میں نے اتنا دیا ہے اور بہت کچھ دوں گا۔ (دیکھو صراط المستقیم مطبع ضیائی صفحہ ۱۷۵) مسلمانو! شفا شریف میں ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمیشگی۔ اُس تک صعود۔ اُس سے باتیں کرنے کا مدعی ہو وہ کافر ہے۔ (کذا لک) ای بکھر من ادعی

مجالسة الله تعالى والعروج اليه ومكالمة (ملخصا)

(۱۶) اپنے پیر یا استاد کو نبی یا رسول یا ان کا ثانی بنانا اور اس کے غلام کو کسی رسول کا ثانی کہنا:

زبان پر اہل اہوا کی ہے کیوں اعلیٰ ہل شاید

انھا عالم سے کوئی بانی اسلام کا ثانی

(مرثیہ رشید احمد گنگوہی مصنفہ محمود حسن دیوبندی صفحہ ۶)

قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں

عبید سود کا ان کے لقب ہے یوسفی ثانی

(مرثیہ رشید احمد گنگوہی مصنفہ محمود حسن دیوبندی صفحہ ۱۱)

(۱۷) اشرف علی تھانوی کے ایک مرید نے اپنے خواب اور بیداری کا واقعہ ان

لفظوں میں لکھا ہے۔ ”کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لَا إِلَهَ إِلَّا

اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ پڑھتا ہوں۔ لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور کا نام لینا

ہوں۔ اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی۔ کلمہ شریف کے

پڑھنے میں۔ اس کو صحیح پڑھنا چاہیے۔ اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں۔

دل پر توبہ ہے صحیح پڑھا جائے لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کے نام کے اشرف علی نکل جاتا ہے۔ حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح

درست نہیں لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے۔ دو تین بار جب یہی صورت

ہوئی تو حضور کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی چند شخص حضور کے پاس تھے لیکن اتنے

مجھ میری یہ حالت ہو گئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہو گئی۔ زمین پر گر

گیا اور نہایت زور کے ساتھ ایک چیخ ماری اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ اندر کوئی طاقت

میں نہیں رہی۔ اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہو گیا۔ لیکن بدستور بے حسی تھی اور اثر

الفاظی بدستور تھا لیکن حالت خواب اور بیداری میں حضور کا ہی خیال تھا لیکن حالت

بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو

دل سے دور کیا جائے۔ اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جائے۔ بایں خیال بندہ

خدا گیا اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تذکرہ میں رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی

سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَمَوْلَانَا اَشْرَفَ عَلَيِّیْ حَالًا لَّكَ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے

اختیار ہوں مجبور ہوں۔ زبان اپنے قابو میں نہیں۔ اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو

دوسرے روز بیداری میں رقت رہی۔ خوب رویا اور بہت سے وجوہات ہیں جو حضور

کے ساتھ باعث محبت ہیں کہاں تک عرض کروں۔

جواب: اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو بھونہ تعالیٰ

مست ہے۔ ۲۳ شوال ۱۳۲۵ھ (از رسالۃ الامداد بابت صفر ۱۳۳۶ھ صفحہ ۳۵)

اہل اسلام: اپنے قلوب سے فتویٰ لیں کہ آیا کسی کامل الایمان کی زبان سے سوتے

یا جگتے کسی حال میں کلمہ شریف میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک کی جگہ

کسی دوسرے کا نام نکل سکتا ہے یا ایسا وہم بھی ہو سکتا ہے چہ جائیکہ دوسرے کی محبت

اس قدر غالب ہو کہ بار بار کی کوششوں پر بھی زبان سے حضور کا نام نہ نکلے اور اشرف

علی کا نام خواب میں کیا بیداری میں لببنا کہہ کر لیتا جائے اور اس روز ایسا ہی رہے حال رہے اور حضرت کا نام لینے سے مجبور ہو جائے۔ اگر خدا نہ کرے کسی کی حالت ہوئی ہو تو یہ سخت قہر الہی اور شیطان کا زبردست تسلط تھا۔ اگر اسی حالت میں موت آ جاتی تو دنیا سے بے ایمان جاتا (العیاذ باللہ) یہ تو مرید کی حالت تھی، مگر یہ اس سے زیادہ غراب حالت میں ہے۔ مرید نے تو اس کو غلطی بھی خیال کیا اور اس کو مرید کرنے کی کوشش بھی کی لیکن وہ غلطی خوب جچی ہوئی اور قلب میں سرایت کی ہوئی تھی۔ اس لئے وہ مجبور رہا۔ پھر صاحب اس کو غلطی بھی نہیں قرار دیتے اور اس کے دفع و ازالہ کی ہدایت بھی نہیں فرماتے بلکہ اس پر مرید کو پختہ اور مستقل کرنے کیلئے اس حالت ہلاکت کی حالت محمودہ ہونا اس طرح مرید کی خاطر گزریں کرتے ہیں کہ اس میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو (یعنی اشرف علی) وہ قبیح سنت ہے۔ اس سے اور دوسرے مریدوں کو جرأت دلائی جاتی ہے کہ اشرف علی کے قبیح سنت ہونے کی تسلی اس طرح ہوتی ہے کہ کلہ شریف اور درود شریف میں اس کا نام لیا جائے اور اس کو نبی کہا جائے اب کون مرید ہے جو پیر کے قبیح سنت ہونے کی طرف سے تسلی حاصل کرنا نہیں چاہتا یہ تعلیم ہے کہ سارے مرید اس طرح کہا کریں۔ اسی لئے اس واقعہ اور خواب کو اس یہاں چھاپ کر شہر کیا تاکہ اور مرید اس راستہ پر آئیں۔

مسلمانو! آنکھیں کھولو، بیدار ہو، رہزنیوں کو پہچانو، اپنے ایمان کو پہچانو، وہاں دیوبند یہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تو توہین و تنقیص کے درپے ہیں اور اپنے آپ رسول بننا چاہتے ہیں۔ اب ان کی گمراہی اور بے دینی میں کیا کسر رہ گئی۔ صرف اتنا اور باقی ہے کہ کلہ شریف میں اللہ کے نام پاک کی جگہ خواب و بیداری میں اشرف علی کا نام

کہا جائے اور خواب میں کہہ دے کہ اس واقعہ میں تسلی تھی کہ تم جس طرف رجوع کرتے ہو، یعنی تعالیٰ تتبع سنت ہے۔ دلائل و اقوالہ الا باللہ العلی العظیم۔

(۱۵) سیدنا ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی جناب میں گستاخی کا اہل بیت نبوت و رسالت کی سخت تشفیج تو ہیں۔

عبارت۔ ایک ذاکر صالح کو کشف ہوا کہ احقر (اشرف علی تھانوی) کے گھر حضرت عائشہ نے دلی ہیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا میرا (اشرف علی) کا ذہن، معاشی طرف منتقل ہوا کہ کس عورت اس کے ہاتھ آئے گی (اس مناسبت سے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے نکاح کیا تو حضور کا سن شریف پچاس سے زیادہ تھا اور حضرت عائشہ بہت کم عمر تھیں۔ وہی قصہ یہاں ہے۔) (منقول از رسالہ الامداد صفر ۱۳۵۵ھ)

مسلمانوں! ہزار افسوس! بے شمار افسوس!! اس چودھویں صدی کے حکیم حضرت ام المؤمنین صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا پاس ادب اور عظمت و احترام اور اس کا مستقیم سنی ۱۶ میں یہ راستہ بھی بتا دیا ہے۔ عبارت۔ از جملہ آں شدت تعلق قلب است بر شد خور و احتیالانہ پاس ملاحظہ کیا میں فیض نارمان فیض حضرت علیؑ واسطہ ہدایت اوست بلکہ تعلق عشق و محبت و در چنانکہ کیے از اکابر ایں طریق فرمودہ کہ اگر حق بخل و عطاء و غیرہ صورت مرشد من ظنی فرمایہ براہین و ابواب و القات و کار نیست۔ یہاں تو پیر کے ساتھ وہ شدید تعلق تعلیم کیا جاتا ہے کہ بالاحتیال اس کے ساتھ رابطہ اور تعلق ہو اور اس کے واسطہ فیض و ہدایت ہونے کا بھی لحاظ نہ کیا جائے بلکہ یہاں تک نہایت پیچیدگی کا رخداد ہے کہ ہر کسی اور صورت ظاہر ہو تو اس کی طرف القات بھی نہ کیا جائے مگر یہ سب رتبے ہر ان کیلئے ہیں۔ جناب رسالت مآب کے ساتھ شدت تعلق درویشوں کا خیال آنے سے گدھے اور غل کے خیال میں ادب جانا اس امر کا مستقیم میں بہتر بتایا ہے۔ دلائل و اقوالہ الا باللہ

الذیل مولوی جاعل نے اسی صنفی جملہ ۲۲ ضمیمہ کو تقویۃ الایمان میں بجا دلی بتایا ہے۔ یہ قبیح کا ایک اور نمونہ ہے

بھی نہ رہا۔ بے غیرت سے بے غیرت آدمی بھی اپنی ماں کو خواب میں دیکھ کر یہ تعبیر کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا کہ اس کی ایسی ہی سن و سال کی مرغوبہ سے شادی ہو جائے گی۔ ماں کے آنے کو جو روٹنے سے کوئی جاہل بھی تعبیر نہ کرے گا۔ مولوی اشرف علی کی غیرت و حمیت اس درجہ پر پہنچ گئی۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے غبار پاکہ ناقہ پاک پر ہماری ماؤں کی جانیں قربان۔ اللہ شرم دے ایمان دے۔

(۱۹) تذکرۃ الرشید صدقہ شلیل احمد اعظمی میں حاجی امداد اللہ صاحب کے ایک خواب تھو پاپے۔ جس سے وہابیہ کی باطنی حالت نظر آتی ہے۔

عبارت: ایک دن اعلیٰ حضرت (حاجی امداد اللہ صاحب) نے خواب دیکھا کہ آپ کی بھانج آپ کے مہمانوں کا کھانا پکارتی ہیں کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کی بھانج سے فرمایا کہ اٹھو تو اس قابل نہیں کہ امداد اللہ کے مہمانوں کا کھانا پکائے۔ اس کے مہمان علماء ہیں۔ (مہکی دیوبندی) اس کے مہمانوں کا کھانا میں پکاؤں گا۔ (تذکرۃ الرشید جلد اول صفحہ ۴۶)

مسلمانو! دیکھا یہ ہے وہابیہ کے قلوب میں حضور سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت۔ پھر کو بڑھانے اور اپنے واجب التعلیم ثابت کرنے کیلئے کیا کیا خواب تراشے جاتے ہیں۔

(۲۰) چار مصلے جو مکہ معظمہ میں مقرر کئے ہیں۔ لاریب یہ امر زبوں ہے۔ آہ بلطف (سمیل الرشاد رشید احمد گنگوہی)

(۲۱) وہابیہ کے نزدیک دنیا میں کوئی مومن باقی نہیں رہا۔ سب بے ایمان اور کافر ہیں عبارت: پھر بیچے گا اللہ ایک باؤ اچھی۔ سو جان نکال لے گی جس کے دل میں رائی کے

دست بھر ایمان ہو گا سورہ جائیں گے وہی لوگ جن میں کچھ بھلائی نہیں سو پھر جائیں گے باپ دادوں کے دین پر (اسی بیان میں چند سطر کے بعد لکھتے ہیں) سو پھر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا۔ (تقویۃ الایمان صفحہ ۴۳)

(۲۲) تمام نذر و نیاز اور غنیمتیں کرنے والے اور انبیاء اولیاء کو اپنا شفعہ سمجھنے والے وہابیہ دیوبندیہ کے نزدیک ابو جہل کے برابر مشرک ہیں۔

عبارت: بپکارنا اور غنیمتیں ماننی اور نذر و نیاز کرنی اور ان کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھنا بھی ان کا (بت پرستوں کا) کفر و شرک تھا۔ سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو کہ اس کو اللہ کا بندہ اور مخلوق ہی سمجھے۔ سو ابو جہل اور مشرک میں برابر ہے۔ بلطف تقویۃ الایمان ص ۸

(۲۳) وہابیہ کا انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بے حواس کہنا اور یہ کہنا کہ بے حواسی کی وجہ سے احکام الہی تو ان کی سمجھ میں نہیں آتے اور خوف و دہشت کی وجہ سے دوبارہ دریافت نہیں کر سکتے۔ آپس میں کہتی کر کے امنا و صدقا کر لیتے ہیں تو قرآن پاک آپس کی باتیں رہیں کلام الہی ہونے کا تو انکار ہو گیا۔ یہ ہے وہابیہ کا ایمان۔

عبارت: اس کے دربار میں ان کا یہ حال ہے کہ جب وہ کچھ حکم دیتا ہے یہ سب رعب میں آ کر بے حواس ہو جاتے ہیں اور ادب و دہشت کے مارے دوسری بار اس بات کی تحقیق اس سے نہیں کر سکتے بلکہ ایک دوسرے سے پوچھتا ہے اور جب اس بات کی آپس میں تحقیق کر لیتے ہیں سوائے امنا و صدقا کے کچھ نہیں کہہ سکتے۔ (تقویۃ الایمان صفحہ ۲۰)

(۲۴) علمائے دیوبند کی ترجیح اور علمائے مکہ کی توہین۔

عبارت: علماء دیوبند کا حال جو کچھ ہے وہ سب روشن ہے اور کچھ دور نہیں۔ جس مسلمان منصف کا دل چاہے چشم خود دیکھ لے کہ ظاہر لباس و ہیئت موافق شرع کے

رکھتے ہیں اور نماز کو بجماعت بخوبی ادا کرتے ہیں۔ امر بالمعروف میں بشرط قدرت کو تابعی نہیں کرتے اور تحریروں میں رعایت غنی و فقیر کی نہیں۔ حق جواب دیتے ہیں اور ان کو کوئی متنبہ کسی خطا پر کرادے تو بشرط صحت کے قبول سے دریغ نہیں بسر و چشم مغترف ہوتے ہیں۔ یہ سب اوصاف واضح ہیں جس کا دل چاہے دیکھ لے۔ امتحان کر لے اور یہی قبولیت عند اللہ تعالیٰ کا نشان ہے اور علماء مکہ معظمہ کا حال جس نے عقل و علم کے ساتھ دیکھا وہ خوب جانتا ہے۔ جو نہیں گیا وہ ثقات کے بیان سے مثل مشاہدہ کے جانتا ہے اور اکثر وہاں کے علماء نہ کہ سب کیونکہ اکثر وہاں متقی بھی ہیں۔ اس حالت میں ہیں کہ لباس الن کا خلاف شرع اسباب آستین اور چوہہ کے دامن و قمیص میں کرتے ہیں۔ ریش اکثر ان کی قبضہ سے کم۔ نماز میں بے احتیاطی۔ امر بالمعروف کا باوصف قدرت کے نام و نشان نہیں۔ اکثر انگلی چھلے غیر مشروع ہاتھوں میں پٹنے ہوئے ہیں۔ قطع صفوف شائع ہے۔ فتویٰ نویسی میں کچھ دے کر جو چاہو لکھو الو۔ اگر ان کے عصیان سے کوئی مطلع کر دے تو مارنے کو موجود ہو جائیں اور خود شیخ العلماء نے جو معاملہ ہمارے شیخ الہند مولوی رحمت اللہ کے ساتھ کیا وہ کسی پر مخفی نہیں اور بغدادی رافضی نے کچھ روپیہ لے کر ابوطالب کو مومن لکھ دیا۔ خلاف روایت صحاح احادیث کے۔ آذابلغہ (برائین قاطعہ صفحہ ۱۹۰۱۸)

نوٹ: نمونہ کے طور پر وہابیہ کی چند خرافات لکھی گئیں تاکہ مسلمان ان سے پرہیز کریں اور اپنے دین و مذہب کو محفوظ رکھیں۔ ہر ایک حوالہ صحیح ہے۔ اگر کوئی حوالہ غلط ثابت کر دے تو فی غلطی سو روپیہ انعام۔

المشتہر ناظم مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَا حَبِیْبِ

ماہین سنی و شیعہ

مناظرہ محمد حسین الدین پور

سنی مناظر علامہ ابوالبرکات سید احمد شاہ علیہ الرحمۃ

شیعہ اشاعرہ میرزا احمد علی امرتسری

مرتبہ: مولانا سید ابوالاحمد فضل حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بہونہ سبحانہ و تعالیٰ

یہ مبارک رسالہ نافعہ عالمہ المسند و جماعت کو مسرور کرے۔
 کریم اللہ شیعہ اثنا عشریہ کو راہ ہدایت دکھانے والا
 جسمیں وہ مناظرہ جو حضرت رئیس المناظرین
 سند المدرسین حای سنین حاجی فتن علامہ سید ابوالبرکات
 سید احمد شاہ صاحب قبلہ ناظم مرکزی انجمن حزب
 الاحناف ہند لاہور اور سرآمد فرقہ شیعہ اثنا عشریہ
 مرزا احمد علی صاحب امرتسری کے مابین موضع
 معین الدین پور سیدان ضلع گجرات میں ہوا تھا وہ
 بحثہ درج کیا گیا ہے۔

مرتبہ

حضرت مولانا مولوی سید احمد فضل حسین شاہ صاحب
 فاضل دارالعلوم حزب الاحناف ہند لاہور

یکلی بارائے

باہتمام اراکین انجمن معین الدین تاجپورہ لاہور سے
 شائع کیا گیا تھا اب اس کی اشاعت کا ہتمام مکتبہ
 فیضان اولیاء نے فرمایا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

السلام علیک یا محمد

الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ
 و علی آلک و اصحابک یا حبیب اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

محمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم حضرت جتہ الاسلام قبلہ عالم ماحی بدعت حامی سنت جناب مولانا ابو محمد محمد دین علی شاہ صاحب فقیہ اعظم اور آپ کے صاحبزادگان حضرت مولانا مولوی حکیم حافظ قاری ابوالحسنات سید محمد احمد صاحب خطیب مسجد وزیر خاں اور استاذ العلماء فاضل نوجوان مناظر بے بدل حضرت مولانا علامہ ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب قبلہ ناظم مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور کی مقدس ہستیوں سے ایک عالم فیض یاب ہو رہا ہے فقیر کے حال پر بھی فضل الہی ہوا، ان پاک ہستیوں کی برکات سے عرصہ قلیل میں علوم دینیہ سے مالا مال ہوا، اذ الک فضل اللہ یونیسہ من ہشام۔

معین الدین پور کے شیعہ حضرات نے کچھ عرصہ سے فتنہ فساد برپا کر رکھا تھا۔ ان کو بار بار تلقین کی لیکن کچھ اثر نہ ہوا بلکہ خاکسار کی سخت مخالفت شروع کر دی قضاء الہی سے فقیر کی اہلیہ محترمہ ۵ ستمبر ۱۹۳۲ء کو بروز پیر رحلت فرما گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون مولیٰ تعالیٰ غریق رحمت کرے بوجہ چند مرحومہ کا جنازہ معین الدین پور لے جانا ہوا تجھیز و تکفین سے فراغت ہوئی تو ان حضرات نے پریشان کرنا شروع کیا صبر و شکر سے سب کچھ برداشت کیا۔

پھر ۶، ۱۰ اکتوبر ۱۹۳۲ء، بقریب چالیسواں مرحومہ گیا تو پہلے سے زیادہ مخالفت

برائے کو کمر بستہ پایا عشاء کے بعد فقیر کا وعظ ہوا سادات کرام نے ان کو بلا کر اختتام وعظ پر راہ راست پر آنے کی ہدایت کی، طویل گفتگو کے بعد مناظرہ کی ٹھہری، دس دن کے اندر تاریخ مناظرہ اور مناظر مقرر کرنے کے معاہدے لکھے گئے لاہور آ کر حضرت استاذ العلماء علامہ ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب سے عرض کی آپ نے خوشی سے تشریف لے چلے کا وعدہ فرمایا شیعوں نے معاہدہ تو لکھ دیا لیکن کوئی مجتہد شیعہ علماء احناف کے مقابلے میں آنے کو تیار نہ ہوا آخر مرزا احمد علی امرتسری کے پاس لاہور آئے، قرینہ سے معلوم ہوتا ہے اس نے بھی انکار کر دیا تاریخ مناظرہ ۲۳ اکتوبر ۱۹۳۲ء مقرر ہو چکی تھی لہذا احناف نے بار بار تقاضے کئے کہ شرائط وغیرہ کا جلد فیصلہ کر لو! دل میں دعا تو تھی صاف انکار کر دیا فساد کا خوف ہے لہذا مناظرہ مناسب نہیں جب احناف کرام خاموش ہو گئے تو مرزا صاحب سے آ کر عرض کی کہ حضرت قبلہ اگر حضور تشریف نہ لے چلے تو ہمیں منہ دکھانے کی جگہ نہ ملے گی۔ آپ چلیں تو سہی ہم ایسا اقیقہ کرتے ہیں کہ آپ ہی کی فتح ہوگی بے ہاتھ پاؤں مارے میدان میں ہو کر آ جانا ہم تاریخ مناظرہ تک شرائط کا کوئی فیصلہ ہی نہیں کریں گے نہ وہ اپنے مناظر کو وقت پر لائیں گے نہ مناظرہ ہوگا مفت میں میدان خالی پا کر خوب مزے اڑاتا بیچارہ احمد علی ان کے خل میں آ گیا اور معین الدین پور جادھماکا ادھر احناف کے ساتھ ۲۲ تاریخ دوپہر کے بعد شرائط وغیرہ کا فیصلہ کیا تو انہوں نے گھبرا کر فوراً شیر سادات جناب حسین شاہ صاحب کو مولانا کی خدمت میں روانہ کیا وہ رات آٹھ بجے لاہور پہنچے اور مولانا سے واقعات عرض کئے حضرت علی الغور اٹھے اور عزم رواں لگی فرمایا حتیٰ کہ ہر کاب ہو بخدا لے خدام جو منتظر اطلاع تھے وہ تک نہ چل سکے صرف خادم ہوا اور بس۔

ساڑھے نو بجے کی گاڑی سے راتوں رات چل کر راستہ سے مولانا نظام الدین صاحب ملتانی کو وزیر آباد سے ہمراہ لے کر صبح ۹ بجے سے پہلے مناظرہ گاہ میں جا تشریف فرما ہوئے اتنے میں حضرت مولانا حافظ پیر سید ولایت شاہ صاحب بھی ہجرات سے مع خدام تشریف لے آئے مولانا محمد شفیع بھی وزیر آباد سے وقت پر آ پہنچے یہاں آ کر معلوم ہوا کہ شیعہ صاحبان کل سے بغلیں بجا رہے ہیں اور حضرت مولانا کے متعلق طرح طرح کی غلط خبریں مشہور کر رکھی ہیں۔ لیکن جب انہوں نے حضرت مولانا کو مناظرہ گاہ میں جلوہ افروز دیکھا تو رنگ فاق ہو گئے چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ دور دور سے لوگ مناظرہ کی شہرت سن کر آئے ہوئے تھے ہزاروں کی تعداد میں جمع تھا۔ فقیر نے ان کے ذمہ داروں سے عرض کی وقت ہو چکا ہے اپنے مناظر کو لائیے۔ تو چائے کا بہانہ کیا اصرار کرنے پر مجبور احواس باختہ دوڑے ہوئے گئے اور جوں توں کر کے مرزا صاحب کو مناظرہ گاہ میں لے ہی آئے۔ حضرت مولانا نظام الدین صاحب قبلہ نے شرائط مجوزہ پڑھ کر سنائیں جو بعینہ درج ہیں۔

مناظرہ شیعہ اثنا عشریہ اور اہل السنۃ والجماعت مذہب حنفی

چونکہ موضوع معین الدین پور ضلع ہجرات میں شیعہ اثنا عشریہ و اہل السنۃ والجماعت حنفی کے درمیان اصحاب اربعہ یعنی حضرات ابوبکر، عمر، عثمان اور معاویہ ابن ابی سفیان کے ایمان کے متعلق ہمیشہ اختلاف رہتا ہے، اس لئے ہم فریقین برضا و رغبت اقرار کرتے ہیں کہ اس امر کے متعلق ایک مناظرہ قائم کیا جائے جو موضوع معین الدین پور میں ہوگا۔ اس کے شرائط حسب ذیل ہوں گے۔

موضوع مناظرہ مع شرائط

(۱) الف ایمان حضرات اربعہ یعنی ابوبکر، عمر، عثمان اور معاویہ ابن ابی سفیان حضرات اہل السنۃ والجماعت حنفی ثابت کریں گے کہ حضرات اربعہ ایماندار تھے۔ ب اہل شیعہ اثنا عشریہ ان کے دلائل کی تردید کر کے ثابت کریں گے کہ یہ حضرات ایماندار نہ تھے۔

(۲) الف اہل السنۃ والجماعت حنفی ثابت کریں گے کہ ان کا ایمان موجودہ قرآن شریف پر ہے وہ منزل من اللہ ہے اس میں کسی قسم کی تحریف نہیں ہوئی۔ ب اہل شیعہ اس کی تردید کریں گے اور ثابت کریں گے کہ اہل السنۃ والجماعت کا ایمان موجودہ قرآن شریف پر نہیں ہے اور وہ تحریف کے قائل ہیں۔

ب اسی طرح شیعہ اثنا عشریہ بھی ثابت کریں گے کہ ان کا ایمان موجودہ قرآن شریف پر ہے اہل السنۃ والجماعت اس کی تردید کریں گے اور ثابت کریں گے کہ شیعہ اثنا عشریہ کا ایمان موجودہ قرآن شریف پر نہیں ہے۔

شرائط

(۱) تاریخ ۲۳ ماہ اکتوبر ۱۹۳۲ء بروز اتوار ۹ بجے دن سے ایک بجے تک اور بعد نماز ظہر ۱۲ بجے دن سے ۵ بجے شام تک اور بصورت ضرورت ۸ بجے شام سے ۱۲ بجے رات تک مناظرہ جاری رہے گا جس میں فریقین مقام مناظرہ سے کسی امر کے لئے بھی انھیں کے مجاز نہ ہوں گے۔

(۲) ہر فریق ذمہ دار ہوگا کہ اپنے فریق کو پر امن رکھے اگر کوئی فریق نقض

امن کرے یا اس کے لئے کوشش کرے تو اس فرقہ کا بانی مناظرہ نمبرداروں و داراں معتبرہ یہ نقصان کے ذمہ دار ہوں گے جو اس امر کا اقرار لکھ دیں گے۔

(۳) ہر فریق کا ایک مناظرہ مکمل ہوگا اس کے سوائے میدان مناظرہ میں کسی اور کو کلام کرنے کے اجازت نہ ہوگی جس فریق کا مقرر کردہ مناظرہ تاریخ مقررہ پر منقطع مذکور میں میدان مناظرہ میں مناظرہ نہ کرے گا۔ اس فریق کی شکست متصور ہوگی اور اسے فریق غالب کا مذہب اختیار کرنا ہوگا۔

(۴) اہل السنۃ والجماعت حنفی کی طرف سے جناب مولانا مولوی ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب خلف الرشید حضرت مولانا ویدار علی شاہ صاحب مکمل ہوں گے۔

(۵) کوئی مناظرہ خارج از بحث و موضوع کلام کرنے کا مجاز نہ ہوگا جو ایسا کرے گا اس کی شکست متصور ہوگی

(۶) ہر مناظرہ اپنے دلائل قرآن شریف اور کتب مسلمہ فریق ثانی سے دے گا یعنی اہل السنۃ والجماعت حنفی شیعہ اثنا عشریہ کی کتب مسلمہ و معتبرہ سے استدلال کرے گا اگر کسی کتاب کے متعلق فریق مخالف یہ کہے کہ یہ کتاب پیش کردہ اس کے مذہب کی نہیں ہے تو نزاعی صورت میں کتاب پیش کنندہ یہ ثبوت دے گا کہ واقعی وہ کتاب اس کے مذہب کی مسلمہ ہے اگر کسی حدیث کی صحت و سقم پر نزاع ہوگی تو کتب الرجال وغیرہ سے استشہاد کیا جائے گا۔ جو فریق جس کتاب سے استدلال کرے گا اسے وہ کتاب میدان مناظرہ میں پیش کرنی ہوگی۔

(۷) ہر فریق اپنے مضامین خود برداشت کرے گا۔

(۸) اگر تاریخ مناظرہ سے قبل نقص امن کا احتمال ہوگا تو اس صورت میں زمین پولیس کی امداد حاصل کریں گے اور اس صورت میں حصہ مساوی، پولیس کے خرچ کے ذمہ دار ہوں گے۔

(۹) فیصلہ مناظرہ اور قیام امن کیلئے فریقین نے مل کر سید حسین شاہ صاحب سید ابوبکر و سید یوسف شاہ ولد سید اشرف شاہ مرحوم پتی دار سائین معین الدین پور منصف مقرر کر دئے ہیں۔ ہر دو منصف میدان مناظرہ میں بانیان مناظرہ نمبرداروں و معتبرین پتی داروں کی مدد سے امن قائم رکھیں گے کسی مناظرہ کو موضوع سے دور نہ جانے دیں گے ختم مناظرہ کے بعد میدان مناظرہ میں ہی فیصلہ منصفانہ سنا دیں گے اور فیصلہ کی ایک ایک نقل ہر فریق کو دیں گے۔

(۱۰) فیصلہ سن کر فریق مغلوب لازم ہوگا کہ فوراً فریق غالب کا مذہب اختیار کرے۔

(۱۱) ابتدائی تقریر کیلئے ہر ایک مناظرہ کو آدھ گھنٹہ وقت دیا جائے گا اس کے بعد چندہ پندرہ منٹ وقت ہر مناظرہ کو دیا جائے گا مناظرہ سے پیشتر مسجد میں کوئی وعظ نہ کا۔

(۱۲) بانیان مناظرہ سید جیون شاہ ولد محبوب شاہ مرحوم و سید حسین شاہ ولد سید محبوب شاہ حنفی سائین معین الدین پور ہیں

بانیان مناظرہ منصف صاحبان اور نمبرداران و یہودی پتی داروں نے اس عہد نامہ کے نیچے اپنے دستخط کر دئے جو حسب ذیل ہیں۔

حسین شاہ صاحب سید ابوبکر یوسف شاہ صاحب علی نمبردار

جیون شاہ صاحب	رسول شاہ ولد محبوب شاہ
قاسم شاہ ولد حسن شاہ	حسین شاہ پریڈنٹ بنک
جیون شاہ ولد محبوب شاہ	حسین شاہ ولد محبوب شاہ
صاحب قاسم شاہ صاحب	

مندرجہ بالا شرائط بخود سنانے کے بعد مولانا نظام الدین صاحب قبلہ سے ایک پراثر تقریر کی سامعین نہایت خوش ہوئے چونکہ بانیاں مناظرہ اور نمبرداروں سے آپس میں پہلے سے طے کر لیا تھا کہ اول بحث قرآن کریم ہوگا۔ اور فریقین کی کتب کی تعیین دونوں مناظر میدان مناظرہ ہی میں کریں گے۔

لہذا مولانا نظام الدین صاحب نے شیعہ مناظر سے کتب کی تعیین اور بحث قرآن کریم کو اول رکھنے کے متعلق ارشاد فرمایا لیکن اس نے کتابوں کی تعیین سے بھی انکار کر دیا اور قرآن کریم پر شروع میں بحث کرنے سے بھی لیت و لعل کی چند منٹ ہی گفتگو میں صرف ہوئے، اتنے میں سامعین میں سے مولوی ابراہیم دیوبندی کھڑا ہوا۔ مولوی ابراہیم: جناب صدور مجھے اگر پانچ منٹ کی اجازت دی جائے تو میں کچھ عرض کروں؟

صدر صاحب: اجازت ہے۔ فرمائیے!

مولوی ابراہیم: حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب قبلہ سے مخاطب ہو کر جناب مولانا صاحب بہتر یہ ہوگا کہ آپ موجودہ قرآن کریم کے متعلق اپنا عقیدہ بیان فرمادیں اور شیعہ مناظر اپنا عقیدہ بیان کرے!

مولانا بہت مناسب ہیں اپنا عقیدہ موجودہ قرآن کریم کے متعلق عرض کے

ہوں! (کھڑے ہو کر پبلک کو مخاطب کر کے)

حضرات موجودہ قرآن کریم کے متعلق نہ صرف میرا بلکہ تمام مسلمانان عالم کا عقیدہ ہے کہ موجودہ قرآن کریم بین الدفین ہمارے ہاتھوں میں ہے یہ وہی قرآن حکیم ہے جو سرور انبیاء حبیب کبریا محمد مصطفیٰ اخیر بھی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم پنازل ہوا، اس میں کسی قسم کی تحریف و تحریف و تبدیل نہیں ہوئی ہر قسم کے تصرف و امتداد ازلی سے پاک محفوظ ہے میرا اور جمع اہل السنۃ والجماعت کا یہی عقیدہ ہے اور جو اس قرآن کریم میں تحریف و تحریف و تبدیل کا معتقد ہو یا کسی تیشی کا قائل ہو وہ نہ صرف میرے نزدیک بلکہ کافہ اہل اسلام کے نزدیک کافر مرتد بے ایمان خارج از اسلام ہے۔

(یہ فرما کر مولانا بیٹھ گئے مجمع کی طرف سے جزاک اللہ کا نعرہ بلند ہوا مولوی ابراہیم شیعہ مناظر سے مرزا صاحب جس طرح مناظر اہل السنۃ نے اپنا عقیدہ قرآن کریم کے متعلق بیان کیا ہے آپ بھی اسی طرح اپنا عقیدہ قرآن کریم کے متعلق بیان کر دیجئے!)

مرزا احمد علی بڑے طعناً سے جھومتے ہوئے اٹھ کر اس طرح گویا ہوئے:
 واللہ العظیم ویرسلہ الکریم۔ میں اللہ واحد لا شریک کو گواہ کرتا ہوں اس کے رسول کو گواہ کرتا ہوں اس کے فرشتوں کو گواہ کرتا ہوں اور سارے مجمع کو گواہ کرتا ہوں کہ میرا اس قرآن کریم پر ایمان ہے اور یہ منزل من اللہ ہے جو اس کا انکار کرے وہ میرے نزدیک کافر ہے میرا عقیدہ ہے کہ اس میں کسی قسم کی تبدیلی بالکل تحریف سے محفوظ ہے اتنا کہہ کر بیٹھ گئے۔

مالوں کو بیٹھنے والوں سے بڑا کیا اور اللہ نے بھلائی کا وعدہ سب سے فرمایا اور اللہ نے
یہاد کر نیوالوں کو بیٹھنے والوں پر بڑے ثواب سے فضیلت دی ہے۔

حضرات! ان آیات کریمہ میں پروردگار عالم مجاہدین اور قاعدین کا ذکر فرمایا
ہے یعنی جو لوگ اعلاء کلمتہ اللہ کیلئے میدان جنگ میں جہاد کر رہے ہیں اور وہ لوگ جو بلا
ہذر گھروں میں بیٹھے ہیں وہ ثواب میں برابر نہیں لیکن مومن ہونے میں دونوں برابر
ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: **بِغَنِّ الْمُؤْمِنِينَ الْبَتَّ** مجاہدین کو قاعدین پر فضیلت ہے لیکن
پردہ کیلئے جنت کا وعدہ فرمایا ہے پس جب رب العزت مجاہدین اور قاعدین کو مومن
فرمائے اور جنت کا وعدہ دے اور ان کے بیٹھنے سے درگزر کرے تو مرزا جی آپ کو کیا
ممن ہے کہ زبان طعن دراز کریں اور ان کو مورد الزام بنائیں اگر حاکم اپنی مجرم رعایا کو
معاف کر دے اور اپنے ترحم خسروانہ سے رہا کرے تو پھر کسی کو کیا حق اعتراض ہے بلکہ
جو اعتراض کرے وہ دیوانہ ہے یا سرکش ہے و کلاً وعدہ اللہ الحسنی سے روز
روشن کی طرح واضح ہے کہ جملہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جنتی ہیں اور ملا حظہ ہوا
اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُخَرِّجُوكَ فِيمَا ضَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ
لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَزْبًا مِّمَّا قُضِيَتْ وَيَسْلُمُوا تَسْلِيمًا ﴿۱۴﴾

تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے
آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرماؤ اپنے دلوں میں اس
سے رکاوٹ نہ پائیں۔

عزیز مسلمانو! اس رد کائنات فخر موجودات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر

مولوی ابراہیم مولانا سے مخاطب ہو کر بسم اللہ شروع کیجئے!

تقریر اول حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب قبلہ **الْحَمْدُ لِلّٰهِ**
كَفَىٰ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ **حُصَّوْصًا عَلَىٰ حَبِيبِهِ سَيِّدِ الْوَرَىٰ**
خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ عَظِيمِ الرَّجَاءِ غِيَمِ السَّجُودِ وَالْعَطَاءِ مَاجِي الدُّنُوبِ وَالْخَطَا
شَفِيعِنَا إِلَى اللَّهِ يَوْمَ الْحِزَامِ الَّذِي كَانَ نَبِيًّا وَأَدَمَ بَيْنَ الْعَالَمِينَ وَالْمَدَىٰ بَيْنَنَا وَحَبِيبِنَا
وَشَفِيعِنَا وَكَفَيْلِنَا وَعَوْنِنَا وَمُعِينِنَا وَعِيَانِنَا وَعَوْنُنَا وَمُعِيتُنَا وَغِيَانُنَا وَشَفَاعَتُنَا
وَقُرَّةَ عَيْنِنَا سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ الْمُصْطَفَىٰ وَآلِهِ الْمُحِبِّينَ وَصَحْبِهِ هُدَاةَ
الْهُدَىٰ أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللَّهُ الْغَرِيْزُ الْحَكِيْمُ۔

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
لَا يَنْصُورِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرَ أُولَى الضَّرَرِ وَ الْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ
اللّٰهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ
عَلَى الْقَاعِدِينَ ذَرْبَةً وَ كَثَلًا وَعَدَّ اللَّهُ الْحَسَنَىٰ وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ
عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ذَرْبًا جَابِ مِنْهُ وَمَغْفِرَةً وَرَحْمَةً وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا
رَحِيمًا ﴿سورة نساء رکوع ۱۳﴾

عزیزان گرامی! قبل اس کے کہ میں ان آیات کریمہ کی تفسیر و تشریح کروں
لفظی ترجمہ عرض کرتا ہوں اللہ رب العزت جل مجدہ ارشاد فرماتا ہے:

برابر نہیں وہ مسلمان کہ بے قدر جہاد سے بیٹھ رہیں اور وہ کہ راہ خدا میں اپنے
مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں اللہ نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرنے

اس میں اپنا حاکم جانی والے خصوصیت سے یہی حضرات اصحاب اربعہ ہیں جنہوں نے اپنا مال و متاع حضور پر قربان کر دیا اپنی جانوں تک سے دریغ نہ کیا اسی وجہ سے قرآن کریم میں ان کے جنتی ہونے کی خوش خبریاں ہیں سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار سے مراد علیہ اعطا ہوئے رشتے ناطے ہوئے اسلام میں وہ خدمات سرانجام دیں جن کی مثال ملنا مشکل ہے قرآن کریم کے جمع کرنے کا فخر بھی انہی حضرات یعنی صدیق اکبر، عمر فاروق اور عثمان غنی رضوان اللہ علیہم کو حاصل ہوا تمام عالم اسلام کی گردنوں پر ان کے پیشوا احسان ہیں جن کا بدلہ قیامت تک امت ادا نہیں کر سکتی۔ لیکن کس قدر مقام خیرت ہے کہ ممنون احسان ہونا تو درکنار ان کو اپنا پیشوا اور مقتدا سمجھنا تو کیا مسلمان کہلا کر آج دشمنان دین ان گرامی قدر ہستیوں کو بے ایمان منافق غاصب ثابت کرنے کے لئے میدانوں میں خم پھینکا کر مقابلے اور مناظرے کو آتے ہیں۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں: کہ اگر تھوڑا بادل وہ بے ایمان تھے تو آج روئے زمین پر کوئی ایماندار نہیں، انہی حضرات کی بدولت آج ہم کو ایمان نصیب ہوا، انہی بزرگوں کا جمع کردہ قرآن کریم ہمارے پاس موجود ہے کیا فاضل مناظر کو معلوم نہیں کہ کلام کا معتبر ہونا مشکل دروای کے معتبر ہونے کی بنا پر ہے لیکن جب آپ کو ان کا ایمان دار ہونا ہی تسلیم نہیں تو پھر قرآن پاک آپ کے نزدیک کس طرح معتبر ہو سکتا ہے؟ مجھے تعجب ہے کہ آپ نے علی الایمان کیسے حلف اٹھایا؟ اللہ تعالیٰ اس کے رسول محترم ملائکہ مقربین اور تمام حاضرین جلسہ کو گواہ بنانا اور علی روسی الاشہاد یہ کہنا کہ میرا اس پر ایمان ہے منزل من اللہ ہے تحریف و تغیر سے پاک ہے محض تفسیر کی بنا پر ہے اور حاضرین کو سخت دھوکا دیا جا رہا ہے۔

حضرات! میں سمجھتا ہوں: کہ مرزا صاحب نے قرآن کریم کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے محض تفسیر کی بنا پر آپ لوگوں کو دھوکا دینے کی غرض سے کیا ہے ان کا یہ اقرار اسر مجھوتا اقرار ہے اور ان کی گواہی بالکل جھوٹی گواہی ہے اس کا ثبوت انہی کی کتاب کا انصاف سے لیجئے!

(کتاب الانصاف اٹھا کر اور مرزا صاحب سے مخاطب ہو کر)

مرزا صاحب فرمائیے! کیا آپ ہی کی کتاب ہے یا نہیں؟

(مرزا صاحب نے تسلیم کرتے ہوئے سر کو جنبش دی اور مولانا حاضرین کی

طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے: حضرات غور فرمائیے!

مرزا صاحب اپنی اس کتاب کے صفحہ ۱۳۵ میں لکھتے ہیں:

”حضرت عثمان کا قرآن کی نقلوں کو پھیلانا مسلم لیکن یہی تربیت قرآن ان کی غفلت از اسلام طشت از بام کرتی ہے اگر وہ حضرت علی کے جمع شدہ قرآن کی رائج کرتے تو ان پر کوئی الزام عائد نہ ہوتا۔ ہم نمونہ کے طور پر اس ترتیب کی چند غلطیوں کو ظاہر کرتے ہیں ان ہذا لیساجو ان موجودہ صرف و نحو کے لحاظ سے غلط ہے۔“

اور صفحہ ۱۳۶ پر بڑی جرأت سے لکھ دیا ہے کہ

”ایسا قرآن تو میں بھی بنا سکتا ہوں، وغیرہ وغیرہ من الخرافات۔“

کہئے حضرات! اب تو مرزا جی کی تفسیر شعاری اور دروغ گوئی انہی کی کتاب سے واضح ہو گئی۔ افسوس کا مقام ہے کہ بڑے بڑے فاضل علوم عربیہ کے ماہر دنیا بھر کے ادیب یکساں زمانہ تو کلام پاک کی فصاحت و بلاغت کو ملاحظہ کر کے اپنے آپ کو عاجز تسلیم کرتے ہوئے بے ساختہ پکاراٹھتے ہیں: انہ لیس من کلام البشر۔

مرزا جی کی جہت و لیری بھی آپ نے دیکھی کہ ”ایسا قرآن میں بھی ملتا ہوں“ یہ ہے مرزا صاحب کا قرآن کریم کے متعلق ایمان (مرزا صاحب سے مخاطب ہو کر)

کیوں مرزا صاحب! یہی وہ قرآن حکیم ہے جس پر آپ کا ایمان ہے اور جس کے متعلق آپ نے اتنی عریض و طویل قسمیں کھائیں تھیں؟ خدا اور رسول اور ملائکہ و تمام لوگوں کو گواہ کیا تھا کہ موجودہ قرآن کریم تحریف و تغیر، تبدیل و تحیف سے پاک ہے جو تحریف و تغیر کا معتقد ہو خارج الاسلام ہے۔ کہتے! آپ اپنی تحریر کے مطابق خارج از اسلام بے ایمان ہوئے یا نہیں؟

چھپر کا گنگائی گھر کے چرائے سے

کیا کہنا ہے آپ کی قسموں کا؟ ہم نے پہلے عرض کر دیا تھا کہ آپ کے مذہب نامہ مذہب میں تفسیر اصل ایمان ہے جو تفسیر مذکر ہے وہ بے ایمان بے دین ہے، اس لئے آپ کے اپنے مذہب کی تعلیم کی رو سے ہمارے تفسیر قسمیں کھائیں اور حاضرین کو دھوکا دیا۔

شرم! شرم! خدا ایمان دے! احیاء! کیوں مرزا جی! جس قرآن میں موجودہ صرف و نحو کی صدا با غلطیاں ہیں اس پر جناب کا ایمان ہے؟ افسوس صد ہزار افسوس!

حضرات آپ نے سن لیا، کہ مرزا جی کیا تحریر فرماتے ہیں؟ کیا مرزا جی اپنی تحریر کے مطابق تحریف قرآن کے قائل ہو کر اسلام سے خارج اور بے ایمان نہیں ہوئے (جمع کا شور) ضرور بے ایمان ہوئے۔ واقعی جھوٹی قسمیں کھا کر ہمیں دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ لعنت ہے ایسے مذہب پر جس میں جھوٹ بولنا ایمان کا جز ہو!

مولانا! ابھی کیا آپ نے سنا ہے؟ اور سنئے! ان کے مذہب کے پیشوا ثقہ

اسلام جن پر ان کے ایمان و اسلام کا مدار ہے وہ کیا فرماتے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے! اصول کافی مطبوعہ نو کشور صفحہ ۱۳۱۹ سطر ۲۱ (کتاب اٹھا کر)

انہ لم یجمع القرآن کله الا الائمة، عن جابر قال: سمعت ابا جعفر یقول: ما ادعی احد من الناس انہ یجمع القرآن کله کما انزل الا علیہ وما جمعه وحفظہ کما انزلہ اللہ الا علی والائمة من بعدہ۔

مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ

”تمام قرآن مجید آئمہ کے سوا کسی نے جمع نہیں کیا۔ جابر ابو جعفر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص تمام قرآن کریم کے جمع کرنے کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے اور قرآن کو سوائے علی اور آئمہ کے کسی نے نہ یاد کیا اور نہ جمع کیا، جس طرح اللہ تعالیٰ نے نازل کیا تھا۔“

جناب مرزا صاحب فرمائیے! جب قرآن کریم بجز مولیٰ علی اور ائمہ اطہار کے کسی نے جمع نہیں کیا۔ اور نہ کسی نے یاد کیا اور جو مدعی ہے وہ جھوٹا ہے تو پھر فرمائیے! موجودہ قرآن کس نے جمع کیا؟ اگر مولیٰ علی اور ائمہ اطہار نے تو پھر صرفی غلطیاں کرنے کے کیا معنی اور اس کا کیا ثبوت کہ ان حضرات نے جمع کیا ہے؟ اور اگر وہ قرآن آپ کی مستحضر روایات کی بنا پر مفقود ہے تو یہ قرآن خلفاء ثلاثہ کا جمع کردہ شدہ ہو اور اس پر جناب کا ایمان ہے کہ جو تحریف اور تغیر کا قائل ہو وہ بے ایمان تو آپ کچے بے ایمان ہوئے اگر موجودہ قرآن کو آپ مانتے ہیں تو بھی کچے کافر اس لئے کہ یہ قرآن آپ کے مذہب کی رو سے آپ کے ائمہ کا جمع کیا ہوا نہیں ہے اور کذابوں کا جمع کیا ہوا مجتہد نہیں۔ بہر صورت آپ کچے کافر ہوئے شعر

یوں نظر دڑے نہ برہمگی تان کر اپنے بیگانے ذرا پہچان کر

اور دیکھئے اسی اصول کالی کے صفحہ ۲۶۳ سطر ۲۰ پر لکھا ہے:

عن عبد الله بن سنان عن أبي عبد الله عليه السلام في قوله تعالى: ولقد عهدنا إلى آدم من قبل كلمات في محمد وعلي وفاطمة والحسين والحسين والآل من ذريتهم فتسبي هكذا والله انزلت على محمد صلى الله عليه وسلم.

یعنی حضرت عبداللہ بن سنان حضرت ابو عبد اللہ حسین بن علی رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں آیت کریمہ ولقد عهدنا الی آدم من قبل کلمات فی محمد وعلی وفاطمۃ والحسن والحسین والآلۃ من ذریعتہم کی بابت فرماتے ہیں قسم خدا کی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت اسی طرح نازل ہوئی تھی اور موجودہ قرآن میں صرف اتنی ہی ہے ولقد عهدنا الی آدم من قبل فتسبی۔ سبحان اللہ! جس قرآن میں اس قدر تغیر و تبدیل واقع ہو۔ سطر کی سطر اڑا بیچائے اس کا کیا اعتبار؟ مگر اسی قرآن پر آپ کا ایمان ہے سن لیا۔ آپ کے مقتداء کیا فرماتے ہیں کہ موجودہ قرآن میں زبردست تصرف واقع ہوا ہے اور آپ نے اپنی تقریر میں فرمایا تھا کہ جو تحریف کا معتقد ہو وہ کافر اور خارج از اسلام ہے، لہذا آپ کی زبان سے آپ کے پیشوا یعقوب کلینی بے ایمان اور ایسی کتاب محرف پر ایمان لا کر اپنے پیشواؤں کی تصریحات سے آپ بے ایمان۔

ایں ہمہ خاندان آفتاب است

لیجئے! اور حاضر ہے کافی کلینی فضل القرآن ملاحظہ ہو صفحہ ۶۷۱ میں ہے:

عن احمد بن محمد بن ابی نصر قال دفع الی ابو الحسن علیہ السلام مصحفاً وقال لا تنظر فیہ فتحته وقرأت فیہ لم یکن الذین کفروا لم جدت فیہا اسم سبعین رجلاً من قریش باسمائہم واسماء آبائہم قال حدث الی ابیہ لی بالمصحف.....

یعنی احمد بن محمد بن ابی نصر نے بیان کیا ہے کہ:

مجھے ایک قرآن حضرت امام رضا علیہ السلام نے دیا اور حکم دیا کہ اس سے نقل نہ کرنا۔ پس میں نے اسے کھولا اور سورۃ لم یکن الذین کفروا تلاوت کی اس سورت میں ستر قریشیوں کے نام مع ولایت پائے پس امام صاحب نے کہلا بھیجا کہ وہ قرآن مجھے واپس بھیج دو!

(کتاب کو واپس پرکھ کر)

عزیز الہ گرامی! ان کے بزرگوں کا عقیدہ بھی آپ کو معلوم ہو گیا اور فاضل مناظر مرزا صاحب کا بھی۔

خداوند قدوس تو فرماتا ہے:

لَنَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَنَافِظُونَ ﴿۱۰﴾

ہم نے ہی اس کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔

ان کے عقیدہ میں خدا بھی حفاظت نہ کر سکا۔ استغفر اللہ!

تعجب تو یہ ہے کہ مرزا جی نے کس برتے پر کہہ دیا کہ ہم اس قرآن کریم کو

مانتے ہیں ہمارا اس قرآن پر ایمان ہے جو تحریف کا قائل ہو وہ بے ایمان ہے مرزا

صاحب آپ کے حلیہ بیان اور آپ کی ان تمام عبارات میں تناقض ہے کس کو تسلیم

کیا جائے؟ اصول میں برہن ہو چکا ہے:

واذا نعارضنا نسا فظوا اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

پھر اس قرآن کریم سے آپ کو کوئی حق نہیں موجودہ قرآن پر تو بفضلہ تعالیٰ ہمارا ایمان ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان میں آپ کو کلام ہے اپنا اپنا ایمان بھی کھو بیٹھے براہ مہربانی ایمان کی تعریف بھی کر دیجئے تاکہ آپ کے ایمان کی حقیقت بھی معلوم ہو جائے۔ قرآن کریم اور احناف کرام کی کتابوں سے نعوذ باللہ صحابہ کبار کو بے ایمان ثابت کرنے کا ذمہ آپ نے لیا ہے لیکن دعویٰ سے کہتا ہوں اگر آپ ایڑی چوٹی کی طاقت صرف کریں اور تمام اکناف عالم سے اپنے حمایتی جمع کر لیں جب بھی آپ ثابت نہ کر سکیں گے۔ یہ قرآن کریم ہمارا ہے آپ کا قرآن تو ”امام غائب کے پاس سرمن رائے کے دابے میں غائب ہے۔“

مرزا جی! نماز کیسی کہاں کا روزہ؟

ابھی تو فکر قرآن میں ہو؟

اور سنئے! ان کے پیشواؤں نے یہاں تک لکھ مارا ہے کہ عہد فاروقی میں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے قرآن طلب کیا۔ تو کہا کہ اب تو مجھے بھی اس کے دیکھنے کی اجازت نہیں ان کے نزدیک تفسیر کی لعنت سے حضرت علی بھی نہ بچ سکے۔ پس جس مذہب کی بنا تفسیر (بلا ضرورت شدیدہ جھوٹ بولنا) ہو اور اسلام کے دس حصوں میں سے ایک حصہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ اور نو حصے تفسیر ہی تفسیر ہو، وہاں ایمان کا کیا کام؟ ہر چیز میں تفسیر ہی تفسیر ہے۔

الا لا ایمان لمن لا تفسیر له

یعنی جو تفسیر نہ کرے وہ بے ایمان ہے۔

خلاصۃ المرام یہ ہے کہ پروردگار عالم جل مجدہ ان آیات مبارکہ میں خلفاء راشدین انصار مہاجرین جملہ مجاہدین وقاعدین کو مژدہ جنت سناتا ہے اور فرماتا ہے:

كَلِمًا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنٰی

جملہ صحابہ کرام اس کے مصداق ہیں جن کو اللہ جل شانہ لفظ موثنین سے یاد فرماتا ہے اور اس سے پہلے من پیامیہ لایا گیا۔ یعنی قاعدین اور مجاہدین دونوں گروہ صحابہ ہیں آیات مبارکہ میں گھر بیٹھنے والوں کو بے ایمان نہیں کہا مومن ہی کا لفظ عطا ہوا ہے، فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ سے فضیلت اخروی یعنی جنت مراد ہے یہ ہے جنت کی ذکر فرمائی تعالیٰ کی عطا کردہ کلاماً وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنٰی میں کل افرادی ہے۔ ہر فرد کو شامل ہے۔

مرزا جی! آپ سچ بتائیے! خلفاء الراشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنا جان مال حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان نہ کیا؟ اپنے نور نظرت جگر عاقلہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حضرت صدیق نے حضور کی مدد میں نہیں دیا۔

حضرت حصہ کو حضرت عمر نے حضور کی خدمت میں پیش نہیں کیا۔

حضرت معاویہ نے اپنی ہمشیرہ کو پیش نہ کیا؟

کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو صاحبزادیاں حضرت عثمان کے نکاح میں نہ دیں؟ کیا یہ فضائل معمولی ہیں؟

پھر کیا وجہ ہے کہ ان سے بغض وعداوت ہے؟

اللہ شرم دے تو نیک ایمان دے!

حضرات میں بفضلہ تعالیٰ ایسی پیش کر سکتا ہوں جن میں حضرت رب العزت جل مجدہ ان کے مراتب علیا کو بیان فرماتا ہے۔ غوثیت قلبیت اور ولایت ان کے نقش قدم پر چلنے سے عطا ہوتی ہے۔ غیر مسلموں نے بھی ان کی اسلامی خدمات کا اعتراف و اقرار کیا ہے۔ غور کیجئے! کہ اظہارِ توان کے ایمان و اسلام کو ثابت کریں اور مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ وہ بے ایمان تھے۔ نعوذ باللہ!

سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ۲۳ سالہ شاندار تبلیغ کا نعوذ باللہ! یہ اثر ہوا کہ آپ کے بعد کئی کے چار پانچ تو مسلمان رہیں باقی نعوذ باللہ! تمام بے ایمان کافر۔ یہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی توہین اور تنقیصِ شان ہے ایسا عقیدہ دشمنِ دین اسلام کا ہو سکتا ہے ورنہ مومن کامل کی یہ شان نہیں ایمان تو دراصل اہل السنۃ والجماعت کا ہے کہ جملہ اصحابہ کرام کو درجہ بدرجہ اپنا پیشوا اور مقتدا مانتے ہیں۔ (وقت ختم)

مرتب مناظرہ

مولانا ابوالبرکات سید احمد صاحب کی اس ایمان افروز تقریر کا وہ اثر ہوا کہ چاروں طرف سے صدائے حمین و آفرین بلند ہوئی۔ جزاک اللہ! کے نعرے بلند ہوئے عجب ساتھ ساتھ پچارے شیعہ چپ چاپ بیٹھے تھے۔ چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں اب مرزا احمد علی صاحب مناظرہ شیعہ کھڑے ہوئے ان کا حلیہ اور شکل و صورت قابل ذکر ہے آپ چھوٹے قد کے دائرہی مشکل سے ایک انگل، عربی جب زیب بدن سر

بانیِ رومال اور اس کے اوپر بالوں کا رسہ جمائے، آنکھوں پر چشمہ پتھر لگائے، ایک کب جج دھج سے رونق افروز تھے۔ اگر بھروسہ کیا جائے تو بے جا نہ ہوگا بڑے ٹھسے سے تبدیل کردار یوں کی طرح جھومتے ہوئے کھڑے ہوئے اور تقریر شروع کی۔

شیعہ مناظر

رافضی بھائیو! آج شیعہ دینی کے جھگڑے میں یہاں آنا ہوا۔

مولانا سید احمد صاحب کی ملاقات سے بہت خوش ہوا،

سید صاحب یہ آپ کا گھر ہے این خانہ یا خانہ تست پہلی دفعہ ہے کہ آپ ہرے سامنے آئے ہیں۔ مولانا آپ نے موضوع کو نالینے کی غرض سے ادھر ادھر کی باتیں شروع کی ہیں اور مجھ پر بے جا حملے کئے ہیں دھوکا دہی کا الزام بھی مجھ پر آپ نے لگایا ہے لیکن خیال رہے۔ جزاء سببہ سببہ جس طرح مولانا اعلیٰ اپنے دشمنوں کو شربت پلاتے تھے میں بھی آپ کو شربت پلاؤں گا۔ آپ گھبراہٹیں نہیں ابھی خبر لیتا ہوں۔

شیعہ پارٹی باواز بلند جزاک اللہ مرزا صاحب فضل پہنچن!

صدر: خاموش! شور و غوغا نہ کرو نہ جلسہ سے باہر نکال دیئے جاؤ گے!

نمبرداران و پتی داران سب لوگ خاموش ہو کر بیٹیں۔ کوئی امر خلاف تہذیب

نہ ہونے پائے!

مرتب۔ اس پر مرزا صاحب بگڑ بیٹھے کہ میرا وقت ضائع ہو گیا میں دس منٹ زائد لوں گا ورنہ تقریر نہیں کروں گا۔ چنانچہ دس منٹ دئے گئے۔

رائسی سید صاحب جی اگر ہم نہ ہوتے تو قرآن نہ ہوتا ابو بکر عمر عثمان بھارت قرآن کو سمجھتے ہی نہ تھے آج پہلے پہل احمد علی کا مقابلہ ہوا ہے آپ کو پتہ چل جائے گا۔ سنے قرآن کا یہ بڑا معجزہ ہے کہ اللہ نے امت کے ہر فرد کے ہاتھ میں دیدیا اور فرمایا اِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهَا ہم نے قرآن کو ابو بکر عمر عثمان کے صحیح کرینگی وجہ سے نہیں مانا بلکہ جیسے آفتاب خود اپنی دلیل ہے ایسے ہی قرآن بھی خود اپنی دلیل ہے ہم نہ تو ان کو راوی مانے ہیں نہ جمع کرنے والے مرزا کاظم نے جھوٹے الزام لگائے ہیں۔ پہلی ہی ملاقات میں تلخی ابھی ٹھیک کر دیجئے ہوں۔ ع

الجھا ہے پاؤں یا رکازلف دراز میں لو آپ اپنے دام میں میاؤ آگیا میرے بھائیو ادیکھو! اتقان میں عائشہ سے روایت ہے: کہ قرآن بکری کھا گئی۔

مولانا صدر سے جناب صدر صاحب مناظرہ شیعہ کو شرانگہ کی پابندی کی تاکید کیجئے! تفسیر اتقان شافعیوں کی ہے۔ صدر مولانا سے آپ اپنے وقت پر اعتراض کریں اور تقریر میں دغل نہ دیں میں ان کو منع نہیں کروں گا۔ آپ سنتے جائیے!

مرتب مناظرہ

اعلیٰ نمبر وار سید جیون شاہ صاحب اور سید یوسف شاہ صاحب کی رضا مندی سے محبوب شاہ شیعہ کو صدر بنایا گیا تھا۔ اب چونکہ وہ اپنی ذیہنی انجام دینے سے قاصر رہا اور شیعہ مناظرہ کی حمایت بے جا کرنے لگا۔ تو تمام سامعین کے کہنے سے وہ صدارت

نے برطرف کیا گیا اور مولوی ابراہیم دیوبندی صدر مقرر ہوا اور محبوب شاہ صاحب نے اپنی دو گوش جلی سے باہر تشریف لے گئے۔

صدر مولوی ابراہیم۔ مرزا صاحب شروع کیجئے!

رائسی: قرآن پر ابو بکر، عمر، عثمان کا ایمان نہ تھا مگر قرآن تھے۔ لہذا وہ بے ایمان تھے۔ صحیح کا شور شرما شرم۔ ایسے ناپاک کلمات کہنے سے زبان کو روکا

رائسی: میں کھلے میدان میں سحابہ کو بے ایمان منافق کہنے سے نہیں ڈرتا۔ اگر میرا ایمان پر ایمان نہ ہوتا۔ تو میں ضرور اقرار کر لیتا۔ تقیہ کرینگی مجھے کوئی ضرورت نہیں آپ نے لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ پڑھ کر بال مٹول شروع کر دی ہے اس سے ان کا ایمان ثابت نہیں ہوتا۔

میں کہتا ہوں: کہ آپ کا ایمان قرآن پر نہیں۔

دیکھو! فتاویٰ قاضی خاں میں:

قرآن کو بول سے لکھنا جائز بتایا ہے۔ استغفر اللہ!

ہماری جامع عباسی وغیرہ میں لکھا ہے کہ قرآن کو بغیر طہارت چھونا جائز نہیں اصحابہ میں لکھا ہے کہ عثمان نے قرآن کو جلادیا۔

سید صاحب میں نے حنفیوں کی کتابوں سے ثابت کیا ہے کہ اصحاب کافر منافق بے ایمان تھے۔ آج آپ کی اچھی طرح خاطر داری کی جائیگی پان سپاری سہر ہے آپ کی کتاب حوادث روزگار بتا رہی ہے کہ یہ لوگ جنگ احد سے بھاگے معارج النہوۃ میں ہے: یک گروہ فرار گرفتن۔

معلوم ہوا مولانا علی کے سوا سب بھاگ کر بے ایمان منافق ہو گئے۔

بھاگنے والے کبھی مومن نہیں ہو سکتے۔

رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ وَرَضُوا عَنْہُ ان کے حق میں نہیں۔

بلکہ ان کے حق میں مَا وَآلَہُمْ جَہَنَّمُ وارد ہے۔

علی ہمارے ہیں۔

آپ تینوں کے بعد معاویہ اور یزید دونوں کو بھی خلافت کی زنجیر میں جکڑا کر

تقیہ کا ثبوت آپ کی بخاری میں ہے۔ جس کو آج بخاری چھ گیا ہے، ذرا تیار ہو کر آنا

رافضی کا وقت ختم..... مرتب مناظرہ

مرزا صاحب کی اس بیہودہ اور بے ٹکی تقریر سے حاضرین نہایت برام

ہوئے۔ کوئی دلیل وغیرہ پیش نہ کی محض بھانڈوں (پنڈوں) کی سی کوری باتیں سنا دیں

جو اہل علم کی شان کے سراسر خلاف ہے۔ اب مولانا ابوالبرکات صاحب کھڑے

ہوئے۔

حضرات گرامی فاضل مناظرہ مرزا صاحب کی تمام تقریر آپ نے سنی میرے

دلائل کا جواب انہوں نے کچھ نہ دیا کس زور سے دعویٰ کیا تھا۔ خدا، رسول، ملائکہ

حاضرین کو گواہ کر کے حلف اٹھایا تھا کہ میرا موجودہ قرآن پر ایمان ہے لیکن کوئی شہید

پیش نہیں کر سکے بلا دلیل صحابہ کرام کا فر بے ایمان کہتے چلتے ہیں:

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنْ قَاتَلَ لِيَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ

یعنی جو صدق دل سے کلمہ پڑھے اور کلمہ کے دونوں جز پر پورا یقین کرے وہ جنتی

لیکن مرزا صاحب محض جنگ سے فرار کو بے ایمانی کا سبب گردانتے ہیں۔

نہ پروردگار عالم ان بھاگنے والوں کی غنیمت و مغفرت کا اعلان کرتا ہے اور جنت کی

بشارت دیتا ہے مگر مرزا جی خدا کے اعلان و بشارت کو باور نہیں کرتے۔ اور کس طرح

اور کریں جب موجودہ قرآن حکیم آپ کی کتاب الانصاف کی مدد سے اور آپ کے

مذہب کی تصریحات کی بنا پر محرف و مبدل ہے۔ آپ فرماتے ہیں: لَا يَسْتَوِي

مَعْلَمُونَ الْبَيْعَ سَعَاہُ کرام کا ایمان ثابت نہیں ہوتا۔

مرزا صاحب! نور ایمان ہو تو صرف یہی ایک آیت ان کے ایمان ثابت

رہنے کیلئے کافی ہے۔

معارض المہودۃ کا حوالہ دیکر آپ نے حاضرین کو دھوکا دیا ہے بحث سے اس

کو کوئی علاقہ نہیں تفسیر اتقان کا پیش کرنا بھی فضول اور خلاف شرائط ہے کیونکہ یہ شوافع

کی ہے شرائط مجوزہ کو دیکھئے آپ نے تسلیم کیا ہے کہ شیعہ اثنا عشرہ کتب مسلمہ و معتبرہ

مذہب حنفی سے استدلال کرتے گا۔ پھر بار بار کتب شوافع کا حوالہ دینے سے آپ کا کیا

مطلب ہے؟ ان کے واسطے ایک علیحدہ مناظرہ قائم کیجئے پھر ان عبارات کا کافی شافی

جواب دیا جائے گا۔ فی الحال میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ اگر آپ میں کچھ بھی

چاہی ہے تو کتب حنفیہ معتبرہ سے اپنے دعویٰ کو ثابت کیجئے۔ قاضی خان کی عبارت اول

توضیح طلب علاوہ ازیں جو از شرط شفا کے ساتھ مشروط کر رہے ہیں یعنی اگر پیشاب

سے آیت کریمہ لکھنے سے شفا تحقق ہو جائے تو جائز اور سب جانتے ہیں کہ شفا یقینی نہیں

بلکہ ظنی ہے بلکہ محرمات میں بالیقین شفا نہیں۔

حدیث شریف میں ہے:

لَا شِفَاءَ فِي السَّحَرَاتِ

حرام چیزوں میں شفا نہیں

پس جب حرام چیزوں میں بموجب حدیث صحیح شفا نہیں تو امام قاضی خان شفا پہ جواز کو مطلق کرنا درست ہے اس میں ہرگز بول سے لکھنے کی اجازت نہیں بلکہ ممانعت ہے یعنی اگر شفا ہو تو ناجائز اور شفا نہ ہو تو ناجائز یہ عبارت قوۃ میں قضیہ شرطیہ کے ہے اور قضیہ شرطیہ میں حکم بین المقدم والماثل ہوتا ہے۔

مرزا ابی علی بحث ہے، آپ کے دماغ و عقل سے بالاتر مضمون ہے میرے خیال میں آپ تو کیا سمجھیں گے آپ کے بزرگ بھی اس نعت سے محروم ہیں۔ مسئلہ نازک اور دقیق ہے تاہم میں سمجھائیگی کوشش کرتا ہوں، سنئے! جس طرح نحوی شرط واجبہ ہوتے ہیں۔

مناظر مقدمہ دلی اپنی اصطلاح میں کہتے ہیں۔

قضیہ شرطیہ کے جزو اول کو مقدم اور جزو ثانی کو ثانی کہا جاتا ہے۔

اور صدق ثانی صدق مقدم پر موقوف ہوتا ہے جیسے ان كانت الشمس طالعة فالنهار موجود میں وجود نہار موقوف طلوع شمس پر ہے اب اگر کوئی شخص شب کے وقت یہی قضیہ بولے تو کیا دن موجود ہوگا؟ ہرگز نہیں اس لئے کہ طلوع شمس نہیں ہے۔

ایسے ہی قرآن حکیم میں ہے:

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا

یعنی اگر زمین آسمان میں بجز ایک اللہ قدوس کے کوئی دوسرا خدا ہوتا تو نظام عالم درہم برہم ہو جاتا۔

تو کیا اس میں نظام عالم درہم برہم بتایا گیا ہے؟ نہیں بلکہ غیر اللہ ہوتا تو ایسا ہوا اور غیر اللہ نہیں تو ایسا نہ ہوا۔ یونہی ارشاد ہوتا ہے:

إِنْ كَانَ لِلرُّحْنِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَابِدِينَ ﴿١٠﴾

اگر رخن کے ولد ہوتا تو سب سے پہلے پوجنے والا میں ہوتا۔

تو کیا اس میں معاذ اللہ پوجنے کا اعتراف ہے نہیں بلکہ جس طرح ولد ہونا محال اسی طرح اس کا پوجنا بھی محال پس اسی طرح قاضی خان کی عبارت کو سمجھئے اگر شفا ہو تو لکھنا جائز ہے اور شفا کا تحقق محال۔ لہذا لکھنا بھی ناجائز یہ ہے مطلب قاضی خان کا یہ ہے طریقہ استدلال کا۔ آپ کو علوم و فنون سے کیا علاقہ آپ تو اردو پھر دو کے مسائل کا مطالعہ کیجئے! حیرت ہے دفتر کے کلرکوں کو بھی مناظرہ کا شوق ہو گیا گھوڑے کے نعل لگائی جاتی تھی، سینڈ کی نے کہا میرے بھی ٹھوک دوا رہے

عجب تیری قدرت عجب تیرے کھیل

چھوہندہ بھی ڈالے چنبیلی کا تیل

اسی قابلیت پر قاضی خان پر اعتراض حکم قرآن میں غلطیاں نکالنے کا دعویٰ۔ آپ کا اور آپ کے بڑوں کا جب قرآن کریم پر ہی ایمان نہیں جو اصل دین اسلام ہے تو پھر قاضی خان وغیرہ کی کیا حقیقت؟

ملاحظہ ہو کافی کلینی صفحہ ۶۷ فضل القرآن:

عن هشام بن سالم عن ابي عبد الله عليه السلام قال: ان القرآن الذي جاد به جبرائيل الى محمد صلى الله عليه وسلم سبعة عشرة الف آية، يعني امام جعفر عليه السلام نے فرمایا: جبرائیل جو قرآن مجید حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے تھے اس میں ستر ہزار آیات تھیں۔ اور موجودہ قرآن میں تو صرف چھ ہزار اور کئی سو آیات ہیں۔ معلوم ہوا ان کے عقیدے میں دو تہائی قرآن ہی غائب ہے۔ پھر اصول کافی صفحہ ۲۶۳ پر یہ الفاظ ہیں:

عن ابي عبد الله عليه السلام قال: نزل جبرائيل عليه السلام محمد صلى الله عليه وسلم بهذه الآية هكذا قالها الذين اوتوا الكتاب آمنوا بما نزلنا في علي نورا مبينا۔

لیکن موجودہ قرآن میں یہ نام نہیں۔ اور دیکھئے اسی اصول کافی کے صفحہ ۲۶۲ میں ہے:

عن ابي بصير عن ابي عبد الله عليه السلام في قول الله عز وجل مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ مِنْ ذَلِيلٍ عَلِيٍّ وَالْآيَةُ مِنْ بَعْدِهِ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا هَكَذَا قَوْلُكَ

یعنی یہ اس طرح نازل ہوئی تھی مگر موجودہ قرآن میں فی ولایہ علی و الآیۃ من بعدہ ہرگز نہیں ہے۔

حضرات! کیا اتنی روایات مستبرہ سن لینے کے بعد اب بھی کسی کو شک و شبہ ہے کہ مرزا جی اور ان کے پیروا و متبعہ آخری تفسیر کے قائل نہیں ہیں؟ ضرور ہیں لہذا

اس کے حلیہ بیان کی رو سے یقیناً مرزا جی اور ان کے مقتدا بے ایمان کافر ٹھہرے گئے چھپر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

مرزا صاحب آپ اصحاب اربعہ کو کافر بے ایمان تو کہتے ہیں پہلے اپنے گھر کی ٹھنڈی ہوتی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ان کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں دیکھئے! ابوالفداء صفحہ ۱۰۴ میں ارشاد ہوتا ہے:

اترائی اکذب علی رسول الله صلى الله عليه وسلم والله لا نأمن من صلفه فلا آكون من كذب عليه فنظرت في امری فاذا طاعتی كنت بيعتی واذا المبشای فی عنقی لعیری۔

حضرت مولیٰ علی اپنے شیعوں سے فرماتے ہیں:

کیا یہ حیرانگاہ ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولوں قسم بخدا میں ہی ان لوگوں میں اول ہوں جنہوں نے آپ کی تصدیق کی پس میں ہی اول جھٹلانے والوں میں نہیں ہوں بلکہ میں نے اپنے معاملہ میں غور کیا تو میرا ان کی اطاعت کرنا ان کی بیعت کرنے پر سبقت لے گیا اور میری گردن میں ان کی اطاعت اور بیعت کا پتہ پڑا ہوا تھا۔ سبحان اللہ!

مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم ان کی اطاعت کا دم بھریں آپ کے دل میں اگر مولیٰ علی کے فرمان کی کچھ وقعت ہے تو فوراً توبہ کیجئے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی طاعی کا حلقہ ڈال کر مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے پیرو بنیئے اور جہنم کی آگ سے اپنے آپ کو بچائیے! اللہ توفیق ایمان دے! آمین! وقت ختم

مرتب مناظرہ

مولانا کے پر جوش بیان سے حاضرین کو ایسا لطف آیا کہ سبحان اللہ سبحان اللہ کی صدائیں چاروں طرف سے آنے لگیں۔ اب احمد علی مناظرہ شیعہ کی طرف متوجہ ہو کر گوش ہو کر سننے لگے وہ بے چارہ ایسا گھبراہٹا کہ حواس باختہ ہوئے اردو زبان چھوڑ کر پنجابی شروع کر دی اور پنجابی بھی اس شان کی کہ سامعین نہایت براہینت اور بیزار ہوئے چنانچہ ذیل میں مجتہد درج ہے:

رافضی اوسید و اتساں سنیا ایہ مولوی کی آ خداے۔ ایہدا خداے۔ چار جے ابوبکر، عمر، عثمان تے معاویہ کلمہ گو ساہن ایس واسطے وہ ایمان دار ساہن کیا تسانوں پتہ نہیں ایس طرح داکلمہ تے سٹھدا۔ یہ بھی پڑھدے نے کیا اوہ بھی مسلمان نے۔ ایس طرح داکلمہ پڑھکے بھادویں اللہ، محمد نوں نہ منے تے اوہ مولوی سید احمد دے نزدیک ایمانداراے۔

بھائیو! ایسے طرح دے مسلمان اوہ چار جے ابوبکر، عمر، عثمان معاویہ ساہن لیکن میں تسانوں دسناہاں کہ جس طرح سکھ تے آریہ بے ایمان کافر نے اوے طرح چار جے بھی کافر بے ایمان نے۔ کیوں بھائیو! ٹھیک ہے نہ۔ استغفر اللہ! استغفر اللہ! مرتب۔ ان کلمات خبیثہ کو سن کر ایمان والوں کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور حاضرین کو سخت طیش آیا، ضبط کی تاب نہ رہی، پولیس اور نمبرداروں کے سمجھانے سے خاموش ہو کر بیٹھنے اور ان سے کہہ دیا گیا کہ آج صبر و تحمل سے ان کے اقوال خبیثہ اور عقائد باطل سنئے تاکہ مذہب شیعہ کی حقیقت پر آپ کی پوری آگاہی ہو جائے۔

رافضی مولوی سید احمد جی ایس طرح صاف بیان کرنا چاہیداے۔

تسی کسے جگہ نوکری کرلو!

جمہرات دیاں روٹیاں پاڑنیاں چھوڑ دیو!

فیر سچ دی تبلیغ کرو!

اوسید دی بیوی فاطمہ دے پتر و!

ایہہ مولوی مینوں آ کھدا اے کہ مینوں شرم نہیں آؤندی!

کیوں بھائیو! کسے دی کھوٹی جہانکی اے جے مینوں شرم آؤے۔

شرم کیہو گی گل دی آؤے؟

سید صاحب جی! پہلاں اونہاں چنیاں دا ایمان تے ثابت کر!

کج خدا کولوں ڈرا

اوہ ہر جگہ حاضر ناظر اے۔ کی لو ہڑ پایا ہویا ای؟

ایہویں لوکاں نوں پیادھو کے دینا ایس۔

دیکھ! اصابتی کتاب اتنے بے بے کیڈی وڈی معتبر کتاب میں کڈی اے

فیر دیکھ اپنی کتاب اور ارق غم ایس دے وچ کی لو ہڑ چایا ہویا ای۔

مینوں آ خدا اے شرطیں تھیں باہر جانا ایس۔

شرطیں تھیں نے توں آپوں لیدھرو دھر پیانا آ ایس۔

مرتب اس بیہودہ سرائی اور وہابیات خرافات سے حاضرین تنگ آ کر کہنے لگے یہ کیا

بیہودہ اور بے ادب مناظرہ ہے بجز یا وہ گوئی کچھ جانتا ہی نہیں نہ کوئی علمی بات کہتا ہے

مرزا جی کو عذر ہاتھ آ گیا۔ تنگ کر کر ہی پڑا ٹ گئے۔

بہتر ا کہا گیا کہ حضرت اٹھ کر اپنا وقت پورا کیجئے!

لیکن مرزا جی اس سے کس نہ ہوئے بہت فتنیں کیں۔

آخر تیوری بدل کر کہنے لگے نئے سرے سے وقت لوں گا جب اٹھوں گا۔

وجہ کیا ہے؟ جب میری باری آتی ہے تو لوگ باتیں کرنے لگتے ہیں اور

میرے دلائل کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا۔

خاکسار نے دست بستہ عرض کی: حضور ناراض نہ ہوں آپ دلائل پیش کریں

تو لوگ سنیں بھی۔ جناب کی بیہودہ گوئی سے لوگ تنگ آ گئے ہیں لیکن چونکہ آپ کی رضا

مندى مستحب ہے لہذا آپ کو بجائے چندہ منٹ کے بیس منٹ زائد دے جاتے ہیں

خوب دل کی باتیں نکالئے! خدا کے فضل و کرم سے آپ سے کچھ نہ ہو گا۔ خیر مرزا

صاحب ہمت کر کے اٹھئے اور پھر اس طرح گویا ہوئے۔

راقضی۔ صاحبو! میں شرطیں نہیں باہر نہیں جاند، مسئلہ کتابیں تھیں مراد اہل السنۃ

دے چوں فرقیوں حنفی شافعی مالکی حنبلی دیاں کتاباں نے میں تفسیر اتقان و احوالہ دینی

کہ جانکر رضی اللہ عنہا نے روایت کیتی اے کہ قرآن بدلایا ہوا ہے۔

عثمان رضی اللہ عنہ راوی ایسہ عقیدہ سی ایسہ دیکھو بخاری دے وچ ہے۔

اتقان نوں وی فیرو دیکھو! عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کیتی اے۔

قاضی خان دی عبارت تہی دیکھ لئی اے۔

امو مولوی دیکھ ایس طرح سنا بن تیرے وڈے۔

ساڈا وڈا علی اے۔

جس دے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آکھیا:

اَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلَيْهَا بَنَانُهَا۔

معارج نے اور اسی غم تیری کتاب وچ جنگ تھیں بھاگنا ثابت کر دتا اے

ایسے واسطے اوہ کافر ہو گئے۔

توں کہنا ایس: اوہ مومن سنا بن،

اونہاں دا ایمان تے ثابت کرا

ارج احمد علی دا مقابلہ اے بن جاناں کھئے.....

وقت ختم

مولانا برادران اسلام اچھے تعجب ہے۔ مناظرہ کے لئے مرزا صاحب کیوں تشریف

ائے جب ان کو کلام کرنے کی تمیز نہیں اور آپ نے بھی دیکھ لیا آپ کی بدحواسی بھی

آپ نے ملاحظہ فرمائی ہے اردو بولتے بولتے پنجابی بولنے لگے۔ اور وہ بھی ایسی بے سکی

کہ خدا کی پناہ: بحث کیا تھا اور کیا کچھ ائم علم کہہ گئے، لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

مجھے آپ حضرات نے کس کے سامنے کھڑا کر دیا مفت میں میرا وقت بھی

ضائع ہوا اور آپ حضرات کو بھی تکلیف ہوئی جب بار بار تاکید کر دی گئی ہے کہ کوئی

بات شرائط مجوزہ کے خلاف نہ ہونے پائے تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ مرزا جی کیوں

خارج از بحث لایعنی گفتگو میں وقت نال رہے ہیں۔ جناب کے سامنے کافی کلینٹی کی

معد عبارت پیش کیں ان کی کتاب انصاف کی عبارت پڑھ کر ثابت کر دیا کہ نہ ان کا

ان کے بزرگوں کا ایمان موجودہ قرآن پر ہے مرزا صاحب نے ان کے متعلق کچھ نہیں فرمایا۔ ان کو لازم ہے یا تو صاف اقرار کریں ورنہ ان کتابوں کو حوالہ آگ کریں اب تفسیر صافی ملائسن فیض محمد ابن شریف رضی کو ہی ملاحظہ فرمائیں! وہ کہتا ہے:

اقول: المستفاد من مجموع هذا الاخبار وغيرها من الروايات من طريق اهل البيت عليهم السلام ان القرآن الذي بين اظهروا ليس بتمامه كما انزل على محمد صلى الله عليه وسلم وما هو موجود محرف وانه قد حذف عنه اشياء كثيرة من المواضع ومنها اسماء المتناقضين في مواضعها ومنها غير ذلك وانه ليس على الترتيب المرضي عند الله وعند رسوله۔ یعنی موجودہ قرآن دیا نہیں ہے جیسا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ بلکہ اس میں بہت جگہ سے کچھ مضامین حذف کر دیئے گئے اور بہت جگہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نام اڑا دیا گیا اور بہت جگہ سے منافقوں کے نام اڑا دئے گئے اور اس کے علاوہ بہت جگہ تحریف کی گئی ہے اور جس ترتیب پر اللہ رسول کی رضامندی۔ اس ترتیب پر بھی نہیں ہے۔

اور اسی طرح ابراہیم قس نے بھی اپنی تفسیر میں لکھا ہے، حضرات کرام الدین تو نہایت وضاحت سے روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ قرآن مجید پر شیعوں کا ایمان نہیں تئید کی بنا پر زبانی اقرار کرتے ہیں حلف اٹھا لیتے ہیں اور کتابوں میں ہر طرح کی تحریف و تبدیل کے قائل ہیں ثابت ہوا مرزا جی اور ان کے پیشوا بزرگ سب کے سب بکے ایمان کا فر خارج از اسلام ہیں۔

یہ عقیدہ اور دعویٰ اہل بیت کرام کی محبت کا۔

تف ہے ایسے دین پر قاضی خان کا پھر ذکر کیا ہے حالانکہ خوب تسلی کر دی گئی ہے قرآن کریم سے قصے شرطیے کی مثالیں دیکر سمجھا دیا ہے اب بھی اگر نہیں سمجھا تو ابھر میرے پاس تشریف لائیے پڑ حادوں کا اور اوراق غم کا بار بار حوالہ دیکر کہتے ہیں کہ یہ میری تصنیف شدہ ہے اگر یہ ثابت کریں کہ اوراق غم میری تصنیف ہے تو ابھی ہزار روپیہ انعام دیتا ہوں امت ہے تو آئیے ثابت کیجئے اعلا وہ ازیں جو عبارت آپ نے لکھی کی ہے وہ آپ کیلئے ہرگز مفید نہیں اس میں یہی تو ہے کہ ایک گروہ میدان جنگ سے بھاگ گیا اس کا جواب پہلی تقریر میں دے دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا اور سب کو جنت کا وعدہ فرمایا لیکن آپ وہی بے سُرّی الاپ رہے ہیں جس بات کا کسی مرتبہ جواب دے دیا گیا اس کی رٹ لگانے سے کیا فائدہ؟

ہاں اس کی تردید کیجئے اس پر نقض منع وارد کیجئے!

محض ادھر ادھر کی باتیں بنا کر اپنا وقت پورا کرنا آپ کی عین شکست ہے انتقان بخاری وغیرہ کے متعلق بار بار کہا جا چکا ہے کہ ان کا پیش کرنا شرائط خلاف ہے جب طے ہو چکا ہے کہ کتب احناف سے استدلال کیا جائے گا تو پھر کیوں شوافع کی کتابیں پیش کی جاتی ہیں۔

پھر توجہ دلاتا ہوں کہ میرے پیش کردہ دلائل یا تو منکوح کیجئے!

یا ان کی تردید کیجئے، اور بیہودہ و فحش کلامی سے اجتناب کیجئے!

وقت کا ضائع کرنا بڑا گناہ ہے۔

قاضی خان کی عبارت پر تو آپ نے بے سوچے اعتراض جو دیا اپنے گھر کی

تو خبر لیجئے! سنی

حضرات! ان کے عقیدے نحوذ باللہ خدا تعالیٰ کو بھی جہالت ہوتی ہے اور تمام انبیاء نے اس امر کا اقرار کیا ہے۔

دیکھئے اصول کافی کلینی صفحہ ۸۶ سطر ۱۲ میں ہے:

عن الرضا بقول: ما بعث الله نبيا قط الا بنحوريم الخمر وان يقاتل

لله بالبدن۔

ان کی فقہ شریف کے مسائل بھی ملاحظہ ہوں!

فروع کافی کلینی جلد اول صفحہ ۳۲ اور جلد دوم صفحہ ۱۰۳ میں لکھا ہے:

عن ابی عبد الله عليه السلام قال: سألتہ عن الدلک

قال: ناکح نفسه لا شیء علیہ

اور اسی قسم کی خرافات مذہب شیعہ کی بکثرت ہیں۔

لیکن حیال مانع ہے کہ ان کو بیان کیا جائے مرزا جی پھر نہ کہنا کہ ہم قرآن پاک کو مانتے ہیں اور ادب کرتے ہیں آپ نے قرآن پاک کو خوب مانا اچھا ادب کیا کہ اس میں صد ہا صریحی غلطیاں ہیں اور میں بھی ایسا بنا سکتا ہوں! یہ ہے آپ کا ادب اور یہ ہے آپ کی طہارت اور تہذیب۔

اب انشاء اللہ العزیز بعد نماز ظہر کچھ عرض کروں گا۔ وقت ختم

مرتب حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد صاحب قبلہ تو نماز کی تیاری کرنے لگے اور احناف کرام بھی وضو وغیرہ میں مشغول ہوئے ادھر مرزا صاحب بدستور کرسی پر بیٹھے

ہے کسی نے کہا آپ بھی نماز وغیرہ سے فارغ ہو لیں۔ ڈھائی بج چکے ہیں کہنے لگے دیکھا جائے گا لاہور چل کر پڑھ لیں گے جب حواریوں نے سمجھایا کہ حضور ہمارا کالا منہ ہوگا لوگ کہیں گے بے نماز ہے خیر سمجھا بجھا کر مرزا صاحب کو نماز کے بہانے سے کسی مکان میں لے گئے اور کھانا حاضر کر دیا کھانے وغیرہ سے فراغت پا کر دم لینے لگے۔ شیعہ کارکنوں نے مرزا صاحب سے گزارش کی کہ ہمارا تو آپ نے بیڑا غرق کر دیا ہے اب اس اب منہ دکھانے کو جگہ نہیں ملے گی۔ مناسب یہ ہے کہ اب مناظرہ نہ ہو شامت اعمال سے کسی نے کہہ دیا کہ اگر میدان مناظرہ میں نہ گئے تو اور غضب ہوگا لوگ کہیں گے میدان چھوڑ کر بھاگ گئے عجب مصیبت کا سامنا ہو چکی

نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن

آخر دم دلا سادے کر مرزا صاحب کو آباہہ کر ہی دیا اور وہ مناظرہ گاہ میں رونق افروز ہو گئے اتنے میں فریضہ ظہر ادا کرنے کے بعد مولانا صاحب مدظلہ کھانا وغیرہ تناول فرما چکے تھے لہذا اٹھ کر مناظرہ گاہ میں تشریف لائے تو اللہ اکبر کے نعرے بلند ہوئے، اور مناظرہ شروع ہوا اور اب پہلی تقریر مرزا احمد علی نے کی اس وقت کا صدر جلسہ با نقاق حوالہ دار صاحب پولیس مقرر ہوئے اور ابراہیم ویو بندی کو ہٹا دیا گیا۔

رافضی۔ او بھائی بیٹو! ساڈا موضوع تے چار جشیاں دا ایمان سی اوں نے چھڈ کے مولوی سید احمد صاحب قرآن دی طرف گئے اینویں وقت ضائع کردتا۔

میں لکھواری اوٹھاں نوں کا فرآ کھاں گا۔

ابیں مولوی نوں میں اچھی طرح ثابت کردتا پرایہ نہیں مندا۔

الطامیرے اے الحرام لاندے کہ میں قرآن دامن کر آں۔

میں اللہ تعالیٰ تفسیر و احوال دیکھ لیکن ایہہ آ خدا اے ایہہ شافعیوں دی اے۔

اور اوراق غم ایس دے بھائی دی کتاب اے۔ خود مولوی سید احمد نے چپے

تقریباً لکھی اے۔

کیوں بھائی سید احمد بن محمد بنی اے؟

کیا تھا اے کھروچ چار مذہب نے تیرا بھائی دی خفی نہیں؟

قرآن تے تیرا ایمان نہیں؟

پہلاں تسی بسم اللہ لوں آ کھدے او ایہہ قرآن دی آیت نہیں۔

جنگ احد و چوں اصحاب نس گئے ایس واسطے کافر ہوئے۔

مومنناں داکم نساں نہیں۔

علی تے عباس نے عمروں عالم آ کھیا۔

اوس تے جنت حرام ہے، ابو بکر نوں دی عاصب آ کھیا۔

پارہ ۲۲ کو ۱۸، وچ ہے

فَقَسَّسْتُ قُلُوبَهُمْ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ۔

یعنی اونہاں دے دل سخت ہو گئے اور بہتے اونہاں وچوں فاسق نے۔

وَ اللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ۔

ثابت ہو یا وہ فاسق منافق ساہن

فیہ اللہ ہند اے

مَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ۔

عمر نے ایس حکم و اختلاف کر کے اپنی رائے نال متعہ حرام کھاتے کافر ہو گیا۔

دیکھو بخاری نوں! اگر ایمان والے ہندے اللہ رسول دی محبت ہندی تے

ک وچوں نہ ہندے۔

وقت ختم

واللہ اعلم بالصواب حضرات گرامی! فاضل مناظر اب تک موضوع سے خروج کر رہے ہیں

اللہ تعالیٰ موضوع قرآن کریم تھا شیعہ اثنا عشریہ کی معتبرہ و مسلمہ کتابوں سے بفضلہ و واضح

طور پر ثابت کر دیا ہے کہ ان کا قرآن کریم پر ایمان نہیں مرزا جی بجائے جواب دینے

کے بحث سے اب تک دور رہے اور شرائط کی پابندی نہ کی کبھی جنگ احد کا ذکر کر کے

جائے گئے کو علامت نفاق و کفر بنایا۔

اور اوراق غم جو ایک تاریخی کتاب ہے اس کو قرآن و حدیث کے مقابلے میں

نہیں کیا کبھی متعہ کا ذکر شروع کر کے وقت بیکار کیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں خرافات ناپاک اور گندے الفاظ بول کر

اپنا نامہ اعمال سیاہ کیا۔ آپ پر مرزا جی کی حقیقت اسلام ظاہر ہو گئی ہے کوئی دلیل اب

اب پیش نہیں کر سکے جن کتابوں کا حوالہ دیا اور حناف کی نہیں شوافع کی ہیں ان کا پیش

کرنا شرائط مجوزہ کے خلاف اور اصول مناظرہ کے بالکل برعکس ہے وہ دعویٰ زور شور کا

یہاں گیا کہ کتب حنفیہ سے استدلال کروں گا۔

بفضلہ کتب حنفیہ سے ان کو بجز ناکامی کچھ حاصل نہ ہوگا۔

قرآن کریم کے متعلق کافی سے زیادہ دلائل کبرا میں پیش کر چکا ہوں ضمناً

صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم کا ذکر خیر بھی ہوا قرآن پاک کی آیات اور مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے کلام سے ان کا ایماندار اور حقیقی ہونا ثابت ہو گیا۔

لیکن اب مخصوص طور پر قرآن حکیم اور ان کی معتبرہ و مسلمہ کتابوں سے کرام رضوان اللہ علیہم کا ایمان کامل اور ان کے فضائل و مراتب کو ثابت کرتا ہوں۔ جن آجوں کو لے کر مرزا جی بر علم خود صحابہ کرام کو منافق کہتے ہیں بفضلہ تعالیٰ ان ہی ان کو مومن کامل ثابت کرتا ہوں مولیٰ تعالیٰ ان کو مومن کے معزز لقب سے نوازتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا مِنكُم يَوْمَ النَّفْيِ الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (پارہ ۳ آل عمران / رکوع ۷)

ترجمہ یہ ہے:

بے شک وہ جو تم میں سے پھر گئے جس دن دونوں فوجیں ملی تھیں انہیں شیطان ہی نے لغزش دی ان کے بعض اعمال کے باعث اور بیشک اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمایا بے شک اللہ بخشنے والا علم والا ہے۔

سبحان اللہ! حضرات آپ نے سن لیا۔ اللہ تعالیٰ رحیم و کریم نے ان کو معافی کر کے ڈگری عطا فرمادی۔ افسوس ہے مرزا جی کا خداوند کریم کے ساتھ مقابلہ بادشاہ اپنی رعیت کے قصور کو الطاف خسروی سے بخش دیتا ہے معاف کر دیتا ہے پھر ان کو کیا حق حاصل ہے کہ ان کو قصور وار ٹھہرائے مرزا جی کو کیا تکلیف ہوئی کہ اب بھی ان سے خواہ خواہ بغض رکھتے ہیں عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ خداوند کریم نے ان کو معاف کر دیا اور

پہلے اور ملاحظہ ہو!

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا لَمْ يُلَهِىَ لَهُمْ فَلَا تَلْوُحْ لَهُمُ الْعُسُوفُ عَلَيْهِمْ وَاتَّابَهُمْ فَتَحْنَا قُرْبَاهُمْ مَتَابِعَ كَثِيرَةٍ وَاعْزَوْنَهَا وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا (پارہ ۲۶ سورہ فتح / رکوع ۱۱)

بیشک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس بیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے تو اللہ نے جانتا جو کچھ ان کے دلوں میں ہے تو ان پر اطمینان اتارا اور انہیں عذر آنے والی فتح کا انعام دیا اور بہت سی غلطیوں جن کو لیں اور اللہ عزت و حکمت والا ہے۔

حضرات اس آیت مبارکہ میں رب العزت اپنی رضا مندی ان لوگوں سے ظاہر فرماتا ہے جنہوں نے مقام حدیبیہ میں درخت کے نیچے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔ مخالف بھی تسلیم کرتے ہیں کہ بیعت کرنے والوں میں حضرت عذیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ شریف میں تھے۔ لہذا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک کو عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیا اور دوسرے دست مبارک سے عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت لی۔ سبحان اللہ۔ کیا مرتبہ عالی ان کا ثابت ہوا مولیٰ تعالیٰ نے ان سے رضا مندی ظاہر کی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت قبول فرمائی۔ مرزا جی اب بھی ناراض ہیں اور سنیئے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَصَرُّوا أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿١١٠﴾

اور جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں لڑے اور جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی وہی سچے ایمان والے ہیں ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی سبحان اللہ۔ آفتاب نیم روز کی طرح صحابہ کرام مہاجرین و انصار اور مجاہدین کا جنتی ہونا ثابت ہو گیا ان کو کافر منافق کہنے والے کا ٹھکانا بلاشبہ جہنم ہے۔

خَبَرُ الْمُتَنَبِّئِ وَالْمُتَنَبِّئَةِ

صحابہ کرام کے آپس میں وہ تعلقات تھے کہ شاید وباہد۔ چنانچہ مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی صاحبزادی ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کیا۔ اگر بقول تمہارے وہ کافر منافق تھے تو کیا شیر خدا مولیٰ علی کی بیٹی شان ہو سکتی ہے کہ اپنی لڑکی کافر کے نکاح میں دیں۔ سخت شرم کی بات ہے یہ عقیدہ اور دعویٰ محبت اہل بیت۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر باہم شیر و شکر تھے۔ نکاح کا ثبوت انہی کی معتبر کتابوں سے دے سکتا ہوں لیکن افسوس تو یہ ہے کہ مرزاجی بحث سے گریز اور شرائط مجوزہ سے عدول کئے جاتے ہیں اور میرے دلائل و براہین سن کر کوئی تقصیر و منع وار نہیں کرتے۔ دلائل کی طرف سے محض سکوت ہے اور بقاعدہ السکوت فسی معروض البیان بیان گو یا تسلیم کرتے ہیں لیکن مرزاجی علی الاعلان کیوں نہیں کہتے کہ یہ دلائل صحیح ہیں اور جنگ ہمارے مذہب اثنا عشری کی معتبر و مستند کتابوں میں بھی لکھا ہے جو مولوی سید احمد سار ہے ہیں لیکن یہ خیال ہے کہ میں اگر اعلانیہ تسلیم کرتا ہوں تو اپنی جماعت میں شرمندہ و ذلیل ہوتا ہوں ساری جماعت کی ناک کھتی ہے لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ ساری جماعت آپ کی کمزوری اور ہت و ہری محسوس کر رہی ہے۔ وقت ختم

مرتب۔ سامعین کی طرف سے سبحان اللہ اور اللہ اکبر کی آوازیں بلند ہوئیں اور مولانا بندہ گئے۔

رافضی۔

نار بلبل شیدا تو سنا جس جس کر اب جگر تھام کے بیٹھو میری ہماری آئی

او مولوی! توں کہہ داجاناں ایں۔

میرا ایمان قرآن نے نہیں۔

ارج میں تینوں خوب رکڑاں گا۔

حاضرین: بیکواس مت کرو!

دریڈا بھی مرمت کر دی جائیگی۔

انسانیت سے گفتگو کرو!

ہم بہت ضبط کر رہے ہیں۔

صدر: مرزاجی! مظلوم ہوتا ہے۔ آپ کے ٹھکڑی ڈالنی پڑے گی۔

اس بیہودگی کو چھوڑ دیجئے! سمجھ لیا؟

رافضی: نہیں بھائیو! میںوں ایس نے بڑا طیش دتا اے

اہل بیت تے ایس نے بڑا بھاری حملہ کیتا اے۔

میں ایس نوں اچھی طرح سدھڑے راہ تے لیاواں گا۔

او مولوی! توں ثابت کر کدایہ جے جنگ وچوں نہیں نے۔

جہاں کتاباں و احوالہ میں دتا اے سب حقیقاں دیاں معتبر کتاباں نے اے
ابے نقد باقی اے، چوں مذہباں دے عقیدے بیان کراں گا۔

حیرا بھائی اور اقی غم وچ نکھدا اے جنگ احد وچوں ایہہ نس گئے۔
جنگ حنین وچوں بھی نئے۔

حضرت علی نہیں نئے۔

مَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ۔

دی وجہ نال عمر متہ نوں حرام کر کے ظالم ہویا

بخاری نوں دیکھ اج بخار ہو گیا، سوا صابہ نوں دیکھو!

عثمان نے مروان نوں میر نشی بنایا۔

جس دے باپ نوں حضور نے باہر کڈھ دتا سی۔

عثمان نے بلا کے او ہڑ بچایا۔

کافر ہویا کہ نہ۔

توں سید ہو کے سید احمد اخوا کے کہنا ایں علی نے اپنی لڑکی عمر نوں دتی استغفر اللہ!

کیڑی وڈی گستاخی، اوسیدو ویکھو! کیڑا ظلم ہویا اے۔

ہن تیں اپنی لڑکیاں دو جیاں تو خاں نوں دیا کرو!

اوسیدو کے ایہہ گلاں سندے او،

معلوم ہوند اے تیں سید ای نہیں۔

سید زادی و انکاح عمر ناں تو بہ کیڑا الزام تے افتراء اے

کسے جگہ نکاح دا ذکر نہیں اوہ تے ابو بکر دی لڑکی سی۔

علی نے ابو بکر دی بیوی اسماء نال نکاح کیتا سی۔

اسماء وچوں ابو بکر دی لڑکی ام کلثوم نال عمر نکاح کیتا سی۔

ذرا پڑھ کے آؤ مولوی جی دلوانیاں چھڑو! وقت ختم

والانا بردارن اسلام! آپ پر خوب واضح ہو گیا ہے کہ مرزا جی کا سودا بک چکا ہے

محض یہودہ گوئی سے وقت ضائع کر رہے ہیں موضوع کیا تھا اور اب متہ پر بحث

ارغ کر دی ہے میں موضوع سے خارج گفتگو کرنا معیوب سمجھتا ہوں۔ لیکن آپ پر

محنت متہ ظاہر کی غرض سے انہی کی معتبر کتابوں سے حرمت متہ ثابت کرتا ہوں۔

ان کا یہ کہنا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے سے حد حرام کیا

سر غلط ہے بلکہ حضرت رب العزت نے اس کو حرام کیا ملاحظہ ہوا

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١﴾ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ﴿٢﴾

وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ النَّغْوِ مُعْرِضُونَ ﴿٣﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ ﴿٤﴾

وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ﴿٥﴾ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ

بِهِمْ مُلَوِّمِينَ ﴿٦﴾ فَمَنْ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَٰسِقُونَ ﴿٧﴾

بیشک مراد کو بچنے ایمان والے جو اپنی نماز میں گڑ گڑاتے ہیں اور وہ جو کسی

عورت کی طرف التفات نہیں کرتے اور وہ کہ زکوٰۃ دینے کا کام کرتے ہیں اور وہ جو

بے شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیبیوں یا شرعی لونڈیوں پر جو ان کے ہاتھ

لی ملک ہیں کہ ان پر کوئی ملامت نہیں تو جو ان دو کے سوا کچھ اور چاہے وہی حد سے

بچنے والے ہیں۔

حضرات قرآن حکیم کا ارشاد ہے کہ اپنی منکوحہ اور اپنی محکومہ لونڈی کے ساتھ جو طریق مباشرت بھی اختیار کیا جائے وہ حرام ہے اور ظاہر ہے کہ متعہ کرنے کے لئے یہ شرط ہے کہ اپنی لونڈی ہو یا زوجہ ہو۔

اس سے تو خود اشفاق اور استماع حاصل ہے متعہ مردہ شیعہ تو خالص زنا ہے چنانچہ متعہ کی حقیقت مذہب شیعہ میں یہ ہے کہ اس میں گواہوں کی بھی ضرورت نہیں تو ریٹ بھی نہیں تعداد بھی معین نہیں بھٹی عورتوں سے چاہے کر سکا ہے اور جس طرح زنا میں خرچی مقرر اور وقت مقرر کیا جاتا ہے یوں ہی پیشہ ور عورتوں کی طرح اس میں بھی وقت وغیرہ مقرر کیا جاتا ہے اور جس طرح زنا کار عورتیں بازاروں میں پھرتی ہیں ان طرح سمو عورت کو پردہ کی ضرورت نہیں متعہ برائے نام ہے درحقیقت میں زنا ہے بازاری عورت کی خرچی دو چار روپیہ سے کم نہ ہوگی لیکن متعہ کے لئے ایک منگی ہو گئی ہوں کافی ہے۔ دیکھئے! فروغ کافی جلد ۲ صفحہ ۱۹۴۔

عن الاحول قال: قلت: لابی عبد اللہ علیہ السلام ادنی ما تزوا بہ المُنْعَةُ قال: کُتِبَ مِنْهُ اَبُو۔

حضرات شیعہ نے متعہ کے متعلق ایک عجیب صورت پیدا کی ہے ایک عورت سے ایک ہی رات میں دس میں آدی مل کر متعہ کریں اور یک بعد دیگرے سب اس سے ہم بستر ہوں اگر چہ اس عورت کا حیض بند ہو چکا ہو یعنی پورہ ہی ہو۔

چنانچہ قاضی اور اللہ شہسری اپنی کتاب مصائب النواصب میں لکھتا ہے:

واما ما ساء فلان فانسیہ الی اصحابنا من انهم جوزوا ان یتمتع الرجال المتعدون لیلا واحدة من امرءة سواء کانت من ذوات الاقراء ام لا

استاخان فی بعض قیودہ و ذلک لان الاصحاب قد عصبوا ذلک بالایسہ لا بغیر ما من ذوات الاقراء۔

یعنی جو ہمارے اصحاب کی طرف منسوب کیا جاتا ہے کہ وہ اس بات کو جائز رکھتے ہیں کہ بہت سے اشخاص ایک رات میں مل کر ایک عورت سے متعہ کریں وہ حیض والی ہو یا آئیرہو سواس میں خیانتا بعض قیود چھوڑ دی گئی ہیں کیونکہ ہمارے اصحاب نے اس کو اس عورت کے ساتھ شخص کر دیا ہے جس کو حیض نہ آتا ہو نہ یہ کہ جس سے چاہے متعہ کرے حیض آتا ہو یا نہ۔

حضرات اگلی بے حیائی کا فعل شیعہ حضرات چائز رکھتے ہیں اس سے بھی زیادہ بیہودہ روایت سنئے! جس میں امر اطہار کی بے حد جنگ و توہین کی ہے۔

فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۱۹۰ میں ہے:

حاء عبد اللہ بن عمر اللیثی الی ابی جعفر فقال: لہ ما نقول فی متعة النساء؟ فقال: احلها اللہ فی کتابہ و علی لسان نبیہ فہو حلال الی یوم القيامة فقال: یا ابا جعفر منک یقول هذا وقد حرمها عمر و نہی عنہ فقال: وان کان فعل فقال: اعبدک باللہ من ذلک ان تحل شیئا حرمہ عمر قال: فقال نہ فانت علی قول صاحبک وانا علی قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فہلسم الا عند فان الاول ما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وان الباطل ما قال صاحبک قال فاقبل عبد اللہ بن عمر فقال: ایسرت ان نساءک وبناتک و اخوانک و بنات عمک یقطعن قال فاعرض عنہ ابو جعفر علیہ السلام حین ذکر نساء و بنات عمہ۔

یعنی ابن عبیر لکھی نے امام باقر علیہ السلام سے متعلقہ دریافت کیا تو انہوں نے کہا خدا نے اس کو اپنی کتاب میں اور رسول کی زبان سے حلال کیا ہے پس قیامت تک حلال ہے۔

ابن عبیر نے کہا: آپ جیسا امام یہ بات کہے حالانکہ حضرت عمر نے اس کی حرمت کا فتویٰ دے دیا ہے آپ کو یہ زیادتیں کہ جس چیز کی حرمت حضرت عمر نے بیان کی ہو اسے آپ حلال کریں۔

امام باقر نے کہا: تو عمر کے قول پر وہ میں رسول اللہ کے قول پر کاربند ہوں۔ پہلی بات قول رسول ہے اور تیسرے صاحب عمر کا قول باطل ہے۔

ابن عبیر نے کہا: کیا آپ کو یہ بات پسند ہے کہ آپ کی عورتیں بڑکیاں پھونکھیاں یہ فعل کریں۔

امام باقر نے یہ بات سن کر اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اور کچھ جواب نہ دیا حضرات! کیا کوئی شخص ایک منٹ کے لئے بھی تسلیم کر سکتا ہے کہ ایسی گندی روایات آئمہ اطہار کی طرف منسوب کی جائیں؟

مرزا جی متعلقہ مسئلہ نہ پھیڑتے تو آپ کی تہذیب کا بھانڈا نہ پھوٹتا اس سے بیہودہ تر یا مزید اور روایتیں بیان کرتا لیکن مجھے حیا مانع ہوتی ہے، بہت سی پاکدامن عورتیں موجود ہیں ان کے سامنے ایسی بیہودہ روایات کا بیان کرنا مناسب نہیں۔

متعلقہ حرمت کے متعلق فرود کافی کی حدیث دیکھ لیجئے جلد ۲ صفحہ ۱۹۲ میں ہے:

عن المغضض قال: سمعت ابا عبد اللہ علیہ السلام يقول فی المتعة دعوها اما يستحي احدکم ان یری فی موضع العورة فیحصل ذلک

ابن صالحی اخوانہ واصحابہ

یعنی مفضل سے روایت ہے کہ میں نے امام صادق علیہ السلام سے سنا وہ کہتے تھے: متعلقہ چھوڑ دو کیا تم کو شرم نہیں آتی کہ کوئی شخص عورت کی شرمگاہ دیکھے اور اس کا ذکر اپنے بھائیوں اور احباب سے کرے۔

اسی صفحہ پر آگے چل کر لکھا ہے:

كتب ابو الحسن عليه السلام الى بعض مواليه لا تلحوا على المتعة انما عليكم اقامة السنة فلا تشغلوا بها عن فرشكم وجراركم ولا تكونون وبشرين ويدعين على الامر بذلك فبلعن لنا۔

یعنی حضرت ابوالحسن نے اپنے بعض خدام کو کہا: متعلقہ پر اصرار مت کرو صرف سنت پر عمل کرو اور اس میں مصروف مت ہو جاؤ جس سے تم اپنی منکوحہ عورتوں اور بیویوں سے ہٹ جاؤ اور وہ معطل رہیں اور پاکباز رہ کر ہماری دامنگیر ہوں اور اس سے ہم پر لعنت کریں۔

دونوں روایتوں سے ممانعت متعلقہ ثابت ہوگئی۔

مرزا صاحب خدا سے ڈرے اور توبہ کیجئے!

آپ نے اپنی تقریر میں ام کلثوم کی نسبت انکار کیا ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی نہیں ہیں یہ سراسر آپ کی لاعلمی یا دھوکہ دہی کی دلیل ہے جناب آپ کی معتبر و مشہد کتاب فروع کافی صفحہ ۳۱۱ میں ہے ملاحظہ ہو!

عن سليمان بن خالد قال: سألت ابا عبد الله عليه السلام عن امرأة توفي زوجها ابن تعتد في بيت زوجها او حيث شئت؟ قال: بل حيث

شأت ثم قال: ان عليا صلوات الله عليه لثأ مات عمر اني ام كلثوم فاعطا بيدها فانطلق بها الي بيته۔

یعنی ابن خالد نے امام جعفر علیہ السلام سے پوچھا کہ جس عورت کا خاوند رحلت کر جائے وہ عدت کہاں پوری کرے خاوند کے گھریا جہاں اس کی مرضی چاہے؟ امام صاحب نے جواب دیا کہ جب حضرت عمر انتقال فرما گئے تو حضرت علی علیہ السلام آ کر ام کلثوم کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے آئے۔

نیز فروغ کافی جلد ۲ صفحہ ۱۳۱ میں لکھا ہے:

عن زرارة عن ابي عبد الله عليه السلام في تزويج ام كلثوم فقال ذلك فرج غضبناه۔

زرارہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نکاح ام کلثوم کے بارے میں روایت کی ہے کہ امام نے فرمایا وہ ایک شرمگاہ تھی جو ہم سے چھین لی گئی۔ معاذ اللہ! قاضی نور اللہ شوستری جس کا مقبرہ آگرہ میں ہے جس زمانہ میں فقیر آگرہ میں منہی تھا اس وقت اس کی قبر دیکھی تھی ان کے ہاں اس کا مرتبہ شہید ثالث کا ہے مجالس المؤمنین میں لکھتا ہے:

اگر نبی دختر بہ عثمان داد علی دختر بہ عمر فرستاد

یعنی اگر جناب رسول اللہ خدا نے اپنی بیٹی عثمان کے حوالہ نکاح میں دی تو مولیٰ علی نے اپنی لڑکی حضرت عمر کے ہاں بھیجی۔

اس کتاب کے صفحہ ۸۲، ۸۸ میں ابوالحسن علی بن اسماعیل اشاعری سے مروی

پرسید جبراً آنحضرت (رضی اللہ عنہ) دختر خود را عمر داد، گفت بواسطہ آنکہ بہار شہادتین می نمود برباں و اقرار بہ فضل حضرت امیر میگرد۔

آپ کی ان روایات معتبرہ سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر کے نکاح میں ام کلثوم بیٹی حضرت علی بن ابی تمیم درندہ امام صادق ہرگز نہ کہتے کہ وہ ہم سے غصب کی گئیں اور حضرت علی ان کو اپنے گھر لے آئے علاوہ ازیں بہت سی روایات نکاح ام کلثوم کے متعلق ہیں لیکن اسی قدر سے قارعا مدعی ثابت ہو گیا اس کا انکار بلا دلیل، باطل۔ اگر یہ روایات بے بنیاد ہیں اور محض افتراء و بہتان باندھا ہے تو مرد میدان بنئے! اور ان کتابوں کو آگ میں جھونک دیجئے! اور خدا سے ڈر کر توبہ کیجئے!

اور نہ ہب حقہ اہلسنت و جماعت اختیار کیجئے!

اب چند روایات صحابہ کی شان میں ملاحظہ ہوں۔

فروع کافی جلد ۳ صفحہ ۱۵۰، ۱۵۱ میں ہے:

وحسب عثمان في عسكر المشركين وبابع رسول الله صلى الله عليه وآله المسلمين وضرب باحدى يديه على الاخرى بعثمان وقال المسلمون: طوبى لعثمان فد طاف بالبيت وسعى بين الصفا والمروة واجل، فقال رسول الله صلى الله عليه وآله: ما كان يفعل فلما جاء عثمان فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم: اطقت بالبيت فقال: ما كنت لاطوف بالبيت ورسول الله صلى الله عليه وآله وسلم لم يطف

یعنی عثمان غنی کافروں کے لشکر میں قید کر لئے گئے اور رسول مقبول صلی اللہ

علیہ وسلم نے مسلمانوں سے بیعت لی اور اپنے ایک دست مبارک کو دوسرے دست

مبارک پر رکھ کر حضرت عثمان کی طرف سے بیعت کی مسلمانوں نے کہا کہ عثمان کا کیا اچھا حال ہے کہ وہ کعبہ کا طواف بھی کریں گے اور صفا و مروہ کے درمیان سہی بھی اور احرام کھولیں گے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے گئے عثمان ایسا نہیں کریں گے۔ پھر جب عثمان آئے تو ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے کعبہ کا طواف کیا انہوں نے عرض کی میں ایسا نہیں ہوں کہ کعبہ کا طواف اس حالت میں کروں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طواف نہ کریں۔

حضرات اس روایت سے کیسا مرتبہ عالی حضرت عثمان کا ظاہر ہوتا ہے، ان کے ایمان و اخلاص پر ایسا کامل بھروسہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا کہ ان کی طرف سے غائبانہ بیعت خود اپنے دست اقدس پر لی بھروسہ بھی غیر معمولی نہ تھا بلکہ جب عرض کیا گیا کہ عثمان طواف کریں گے تو فرمایا عثمان ایسا نہیں کریں گے یہ ارشاد نبوی ان کے انتہائی اخلاص پر دلالت کرتا ہے اور ایسا ہی ان سے ظہور میں آیا۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما حقائق الحق میں ارشاد فرماتے ہیں:

ہما امانان عادلان کانا علی الحق ماتا علیہ فعلیہما رحمۃ اللہ

الی یوم القیامہ۔

یعنی یہ دونوں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما امام عادل تھے صاحب انصاف تھے حق پر تھے اور حق پر ہی ان کی موت ہوئی پس ان دونوں پر قیامت تک اللہ کی رحمت ہو! مرزا جی اگر فی الواقع آپ کو حضرت امام جعفر صادق سے عقیدت و محبت ہے اور ان کے ارشادات پر کامل یقین ہے تو آج سے حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو سب شتم دیے لعن طعن کرنے سے تائب ہوا!

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے مطابق ان کو مومن کامل امام عادل قائم علی الحق مستحق رحمت سمجھئے!

اور خدائے ذوالجلال سے ڈریئے!

اور اپنے ناپاک اور گندے مذہب سے توبہ کیجئے!

یا اس بات کا اعلان کیجئے کہ امام جعفر صادق نے جو کچھ لکھا ہے وہ غلط ہے!

شائد مرزا جی یہ جواب دیں کہ یہ تقیہ کی بنا پر لکھا ہے۔

تو اے مسلمانو! تمہیں غور کرو جس مذہب کی بنیاد تقیہ پر ہو اس کی ہر بات تقیہ پر منہول ہو ایسے مذہب کا کیا اعتبار بلکہ امر اطہار کی محبت و عقیدت سب تقیہ کی بنا پر ہے ورنہ حقیقت میں یہودہ خوارج کی طرح دشمن و بدخواہ ہیں۔

خداوند قدوس اپنے کلام پاک میں جن لوگوں کے فضائل کا ذکر فرمائے ان کے یہ دشمن ہیں۔ ملاحظہ ہوا ارشاد ہوتا ہے:

وَالْمُسَابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ

بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتِهَا

الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (پارہ ۱۱ سورۃ توبہ رکوع ۲)

یعنی سب میں اگلے پہلے مہاجر و انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی اور ان کے لئے تیار رکھے ہیں باغ جن کے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں یہی بڑی کامیابی ہے۔

حضرات بلا اختلاف شیعہ و سنی خلفائے ثلاثہ مہاجرین اولین سے ہیں آیت سے

بھی معلوم ہوا کہ ان حضرات کو کافر منافق کہنا قرآن کریم کو چھوڑنا ہے جو بالیقین کفر

ہے لہذا مہاجرین و انصار جن کے جنتی ہو سکی خبر پروردگار عالم اپنے کلام مقدس میں دے رہا ہے ان کو کافر منافق خائن کہتے والا یقیناً بے ایمان خارج از اسلام ہے کیا صاحبو! ج ہے یا نہیں (مجمع کا شور) پٹک! پٹک!

شیعہ مناظر صاحبو! مولوی سید احمد نے کوئی دلیل اصحاب دے ایمان دی نہیں دلی میں اٹھ دلیلاں دتیاں نے جہاں داکوئی جواب نہیں ملتا۔

اور اراق غم ایس دے بھائی دی کتاب اے۔ جنگ احد و چوں فنا اوہدے
و حق ہے۔ شیطان نے اونہاں نوں پھسلا دتا اسی اونہاں نوں کافر نہیں کہندے۔ منافق
آننے ہاں جنگ و چوں بھاگنا منافقان دی علامت اے۔ عمر نے صحیح نوں حرام کر کے
کیدالو ہڑا پھایا۔ ایہہ مولوی جتھہ نوں زنا کہند اے، کیا پہلوں رسول نے زناوی
اجازت دتی سی؟ فیرتے اصحاب زانی ہوئے نہ، خیرام کلثوم ابو بکر دی بیٹی سی علی دی نہیں
سی۔ توں معاویہ نوں بالکل چھڈ ہی گیا ایں۔ قیامت تک اونہاں نوں ایماندار ثابت
نہیں کر سکدا۔ عثمان دے پیر و خلی دجال دے پیر ہون گے۔

ترغی و چہ ہے مظلمہ روایت کردا اے:

ابوبکر نے خود منافق ہونے دا اقرار کیتا۔ موطا امام مالک و چہ ہے قیامت
و حج اللہ اپنے رسول نوں ادبھاں دے بارے فرمائے گا:

انك لا تدرى ما حدثوا بعدك۔ ثابت ہو یا لوہ منافق ہیں

(مرتب) مرزا صاحب ایسے حواس باختہ ہوئے کہ بار بار مرنے کی ایک ہی ٹانگی
بتا رہے ہیں نہ کوئی دلیل نہ کوئی بات کہی ہر دفعہ اٹھ کر وہی پہلے خرافات کا اعادہ کر

سے حضرات سامعین نہایت بد مزہ ہوئے اور تمام پران کی شکست فاش واضح

برادران گری سخت افسوس ہے کہ مرزا جی اپنی عادت نہیں چھوڑتے بار بار
یہ کیا کیا ہے کہ بحث سے عدول اور شرائط مجوزہ سے خروج نہ فرمائیے!

لیکن مرزا جی فقیر کے معروضات پر اصلاً متوجہ نہیں ہوئے لامحالہ مجھے کہنا
ہے کہ مرزا جی نے کبھی اہل علم سے مناظرہ نہیں کیا ہے بھلا یہ کہاں کا اصول ہے کہ
قرآنی پیش کردوں اور ان کا مقابلہ کیا جائے اور اراق غم یا ادھر ادھر کی روایات سے
کون مرزا جی کیا یہی انصاف ہے؟ قطعاً یہاں کے معارض نظیات ہو رہے بھی روایات
پیش کی جائیں، قطعی کا مقابلہ قطعی سے ہونا چاہیے!

میں نے جو آیات قطعی الدلائل پیش کی ہیں جن میں مجاہدین مہاجرین اور
شعبان اور تبعین سید الارار کے جنتی اور ایماندار ہونے پر خدائے قدوس گواہی دے رہا
ہے، ایسے ہی آپ کو بھی چاہئے تھا کہ ان صحابہ کرام کے خارج از اسلام ہونے پر قطعی
دلائل کوئی آیت پیش کرتے، آپ نے وہ آیات پیش کیں جن میں منافقین کا حال
ایسا گیا ہے، آپ اپنا دعویٰ ملاحظہ فرمائیے! کہ خلفائے ثلاثہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ
عہو عنہاں اور خائن عادر تھے لہذا آیات وہ پیش کیجئے جن میں ان کا نام بیان کیا گیا ہو
نہ لا قدری اس میں ایمان سے کہو خلفائے ثلاثہ اور حضرت معاویہ کا ذکر ہے اور جب
میں نے آپ نہیں دکھا سکیں گے کہ احد ثواب بعدك سے مراد یہی
ہوئی ہیں تو میں بھی کہہ سکتا ہوں کہ اس سے مراد آپ کا فرقہ حادثہ خالصہ و شیعہ

مرزا جی! آپ کو مسائل کی خبر نہیں جس چیز کی ممانعت من جانب اللہ و من جانب رسول نہ ہوئی ہو اس کا ارتکاب گناہ نہیں جب تک شراب یا خمر حرام نہیں جن لوگوں نے پی یا خمر کیا ان پر کوئی الزام شرعاً عقلاً عائد نہیں ہوتا۔

ہاں! بعد حکم امتناع جو شخص مرتکب ہو گا وہ مجرم و ملزم قرار دیا جائے گا، تاہم نافذ ہونے سے پہلے ہر عقل مند ذی ہوش جانتا ہے کہ اگر کوئی کام کیا جائے تو اس میں نہیں قانون کی خلاف ورزی جرم و گناہ ہے کیا آپ کو معلوم نہیں سیدنا آدم علیہ السلام کے عہد میں شیث علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے بہن بھائی کا نکاح جائز تھا، اس وقت آپ کے نزدیک بھی حرام ہے، کیا کوئی عقلمند اس پر اعتراض کر سکتا ہے کہ آپ کا سادل و دماغ والا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام و شارع علیہ الصلوٰۃ پر بھی مضرش ہو سکتا ہے۔ مرزا جی شرم باید کرد!

اور تم پر میرے آقا کی عنایت نہ سہی۔ بہن بچو کلمہ پڑھانے کا بھی احسان نہ آج لے ان کی پناہ آج حیا کر ان سے کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر ان کو اول اسلام میں شراب پی جاتی تھی بعد میں حرام ہو گئی چنانچہ نشے کی حالت میں نماز میں مولیٰ علی سورۃ کافروں کو الٹا سیدھا پڑھ گئے تو آیت کریمہ نازل ہوئی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَرَىٰ

پھر بعد کو حرام کر دی گئی یوں ہی خمر بھی شروع میں موقعہ جہاد میں جائز تھا بعد میں مطلقاً حرام کر دیا گیا جس کو واضح طور پر قرآن کریم اور اشاعری کی روایات سے ثابت کر چکا ہوں۔ اب میں اصل مدعی کی طرف رجوع کرتا ہوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کوئی کام اپنی برائے سے نہیں کیا اور نہ ہی ان کی یہ شان ہے۔

ہاں میں تو یہ وارو ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ

السُّكْرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ

تم بہتر ہو سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہو نہیں بھلائی کا حکم دیتے ہو

انکی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ (پارہ ۳ سورۃ آل عمران)

اگر معاذ اللہ بقول مرزا جی اصحاب اربعہ اور ان کے ساتھیوں کو کافر منافق مانا

جائے تو یہ آیت کریمہ غلط ثابت ہوتی ہے آیت مبارکہ میں حاضر کا صیغہ ہے حاضرین

میں اس کے مصداق ہیں مرزا جی حضرت علی اور ان کے تین چار ساتھیوں کو آیت کا

مصداق بنا کر کام نہیں چلے گا۔ وہ تو اپنے زمانہ خلافت میں بھی احکام دین کا اجرا نہ کر

سکتے بلکہ کہہ دیا کہ اگر ایسا کروں تو سارا لشکر مجھ سے جدا ہو جائے گا۔

ملاحظہ ہو روضہ کافی صفحہ ۲۹ لکھا ہے:

ولو حملت الناس على شركها وحولتها الى موضعها والى ما

كانت في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم لتفرق عني جندي

حضرات گرامی اصحاب اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مومن کامل ماننا اس

کو ضروری ہے کہ کوئی مسلمان ان کے ایمان کا انکار کرنے کے بعد قرآن کریم پر اپنا

ایمان ثابت نہیں کر سکتا بغیر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد ان حضرات

کی خلافت کا سلسلہ شروع ہوا۔ تمام صحابہ کرام نے ان سے یرضا و رغبت بیعت

لی۔ اور اپنا خلیفہ تسلیم کیا۔

احتجاج طریقی ان کی مستند کتاب ہے اس کے صفحہ ۳۸ میں لکھا ہے:

وما من الاثمۃ احد بايع مكرما غير علي واربعته۔

یعنی امت میں ایسا کوئی نہیں جس نے بغیر رضا و رغبت بیعت کی ہو۔
علی اور ہم چار شخصوں کے۔

چنانچہ خود مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ ایک خط میں بیعت کا اقرار کرتے ہیں
انہوں نے حضرت معاویہ کی طرف بھیجا بلکہ ساتھ ہی ان کی خلاف حق کو تسلیم بھی کر لیا
ہے۔

شیخ البلاغہ ج ۲ صفحہ ۸ میں ہے:

ومن كتاب له عليه السلام الى معاوية انه بايعني القوم الذين
بايعوا ابنا بكر وعمر وعثمان علي ما بايعوهم عليه فلم يكن للشاغرة
يختار ولا للغائب ان يرث وانما الشورى للمهاجرين والانصار فان اجتمع
علي رجل وسموه اماما كان ذلك لله رضي فان خرج عن امرهم خارج
بطعن او بدع قد روه الي ما خرج منه فان ابى فافتلوه علي اتباعه غير
المؤمنين وولاه الله ماتولي ولعمري يا معاوية لئن نظرت بعقلك دور
هواك لتجدني ابره الناس من دم عثمان ولتعلمن اني كنت في غزوة عنه
ان تتجني فتجن ما بذالك۔

یعنی فرمان امیر علیہ السلام کا معاویہ رضی اللہ عنہ کو بے شک مجھ سے ایسی قوم
نے بیعت کی ہے جس نے ابوبکر عمر عثمان رضی اللہ عنہم سے کی تھی اور اسی امر خلافت
بیعت کی ہے جس پر حضرات مذکورہ کی وقوع میں آئی اب کسی شخص حاضر و غائب
اختیار اور مجاز نہیں کہ وہ کوئی علیحدہ طریقہ اختیار کرے یا اس کی تردید کرے مشورہ

امت مہاجرین و انصار ہی کا حق ہے جس شخص کو انہوں نے باتفاق اپنا امام بنا لیا تو یہ
حکومت الہی ہے اگر کوئی خارج ہو کر طعن زنی کرے یا نئی راہ اختیار کرے تو مسلمانوں کو حق
مائل ہے کہ وہ اس کو واپس لائیں جہاں سے وہ نکلا ہے اگر وہ انکار کرے تو اس سے
جنگ کریں کیونکہ اس نے مسلمانوں کے خلاف راہ اختیار کی اور اللہ تعالیٰ اس کی پھیر
کے گا جس کی طرف وہ پھرا۔ اور اے معاویہ! مجھے اپنی جان کی قسم اگر تم عقل سے غور
دو گے تو مجھے ضرور خون عثمان سے بری پاؤ گے اور تم کو معلوم ہو جائے گا کہ میں اس
سے علیحدہ تھا۔

حضرات دیکھئے! مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کس تصریح کے ساتھ نام بنام اصحاب
کی خلاف حق کا اقرار کرتے ہیں ان کی خلافت کے منکر کو واجب القتل قرار دیتے
ہیں حضرت معاویہ سے قسمیں کھا کر خون عثمان سے اپنی برات ظاہر کرتے ہیں کیا اس
سے زیادہ صاف گواہی ان کے ایمان کی اور ہو سکتی ہے؟

لیکن بات یہ ہے کہ یہ فرقہ یہودہ ملاعنہ بے ہودہ کا بگاڑا ہوا ہے انہیں لاکھ
بھاپے کتنے ہی دلائل و براہین سنائیے! یہ اپنی دشمنی و عداوت سے باز نہیں آئیں
گے۔ آپ سن چکے ہیں حق تعالیٰ اصحاب کرام کو خیر الامۃ بتا رہا ہے گویا خدائے قدوس کو
بلا تے ہیں تو جس گروہ کو خیر الامۃ کے مقدس لقب سے فرما رہا ہے وہ تو شر الامۃ ہو یہ
یہ ہو سکتا ہے کیوں بھائیو! یہ خدا کی خبر معتبر جس میں کذب و دروغ کا شائبہ بھی نہیں
ہوتا ہے یا نہیں؟

(مجمع کا شور) پیٹک پیٹک میرے نزدیک جس مذہب و ملت کے افراد سے
دریافت کرو گے کہ تم میں سے افضل و اعلیٰ اور خدا رسیدہ اور ذوق مذہب چشیدہ کون

ہے تو وہ بلا ساختہ یہی کہے گا جو اپنے مقتدا و پیشوا کی تعلیم کا صحیح مرقعہ ہے عیسائی اور افضل بتائیں گے جو عیسیٰ علیہ السلام کے قبیح تھے موسوی اُن کو جو ان کے قبیح تھے۔

اگر مرزا صاحب سے پوچھا جائے تو یہ کہیں گے بدترین مخلوقات معاذ اللہ تھے جو معظی صلی اللہ علیہ وسلم کے شیخ نبوت کے پر وائے تھے جو آقا و عالم کے قدموں جان و مال قربانی کرتے تھے یعنی خلفاء راشدین و مجاہدین و انصار۔

کیوں صاحبو! نب مرزا جی کے نزدیک بجز چار پانچ اشخاص کے سب کے سب اسلام سے پھر گئے اور ایمان چھوڑ بیٹھے تو وہ بقول مرزا جی بدترین غلامی شرا امت ہوئے یا نہیں۔

(مجمع کا شور) لعنت ہے ایسے مذہب پر۔

حضرات! مرزا جی نے یہ بھی اپنی تقریر میں کہا ہے کہ وہ جال کے پیر و خفی ہیں گے جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے غلام ہیں۔

اس کا بطلان ان کی معتبر کتاب روضہ کافی صفحہ ۱۳۶ میں ملاحظہ فرمائیے!

عن محمد بن علی الحنفی قال سمعت ابا عبد اللہ يقول: اختلاف بنی العباس من المختوم والنداء من المختوم وخروج القائم من المختوم ثلث وکیف النداء؟ قال: بتادی مناد من السماء اول النهار الا ان علیا علیہ السلام وشیعته هم الفائزون قال: وبتادی مناد آخر النهار الا ان عثمان وشیعته هم الفائزون۔

یعنی امام صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ بنی عباس میں اختلاف حق ہے آسمان سے آواز کا آنا حق ہے امام مہدی کا آنا حق ہے راوی کہتا ہے میں نے کہا خدا کی کیفیت

ہے فرمایا۔ آسمان سے ایک منادی اول نہار میں پکارتا ہے کہ تحقیق علی اور اس کا مراد کو پہنچنے والے ہیں اور آخر دن میں پکارنے والا صدادیتا ہے کہ تحقیق عثمان کا مراد کو پہنچنے والے ہیں۔

سبحان اللہ! امام صادق نے ہر دو گروہ کو سختی بتایا ہے اور اس کا مصداق بفضلہ علیہ السلام احناف کرام ہیں۔ والحمد للہ علی ذلک۔

وقت ختم

الغرض مولوی سید احمد کہہ رہے۔

پہلاں شراب طلال ہی تے فیروز رسول بھی پیندے ہوں گے۔

پہلاں ماں بہن دے نال زنا بھی جائز ہوگا کیونکہ حد توں ایہہ نا آ خدائے

نہیں بلکہ شراب عمر پیندہ ای، پہلاں بڑا شرابی ایہہ آ خدائے۔

آدم دی شریعت وچ بہن بھائی دا نکاح جائزی کیڈا الو ہڑ چایا سو،

کدے بھی کسے شریعت وچ بہن بھائی دا نکاح جائز نہیں ہو یا۔

ایس مولوی دے مذہب وچہ جائز ہوئے گا!

نالے رسول بھی شراب پیندے ہوں گے۔

میں بارہ دلیلاں دیتاں نے چار جنیاں توں منافق بے ایمان ثابت کرتا ہے

معاویہ و ارج تک ایس نے ذکر نہیں کیا۔

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ جَاءَ جُنُودَ دَعَا مُعَلِّقَ نَمِيمٍ

بلکہ مومنوں دے متعلق ہے۔

عثمان لڑائیاں وچوں پس گیا۔

دیکھو بخاری تے اوراق غم، روضہ کافی دی روایت ایس طرح اسے
شیطان آواز دے گا کہ عثمان دے پیرو دجال دی پیروی کرن گے۔

شیعہ دے متعلق اَلْمُفَالِزُونَ آواز دے گی۔

بخاری نوں دیکھ افاطمہ بی بی ابوبکر تے ایسی ناراضگی ہوئی مردے وقت
کلام نہ کیستی او جس دینال فاطمہ ناراض ہوئے اس دینال خدا بھی ناراض فاطمہ
دفن بھی رات نوں کیئا کہ ایہہ لوگ جنازہ بھی نہ پڑھن جنازے دی اجازت نہ
دتی۔

مولانا حاضرین جلسہ آپ پر بخوبی ظاہر ہو چکا ہے کہ میرے بیان کردہ دلائل
دشواہد باہرہ عبارات ظاہرہ کا جواب مرزا جی کے پاس نہیں۔ ایران و توران تک
مجتہدوں کو جمع کر لیں تو وہ بھی اپنا ایمان قرآن حکیم پر ثابت نہیں کر سکتے اور نہ ہی
صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں کوئی عیب ثابت کر سکتے ہیں مرزا جی شروع
اب تک شرائط مجوزہ کی خلاف ورزی کرتے چلے جا رہے ہیں۔

کاش اس وقت صدر صاحب حکومت و سلطنت ہوتا تو مرزا جی کو ضرور تہذیب
مذہب پر مجبور کرتا اور فقیر نے بفضلہ تعالیٰ اب تک جس قدر دلائل پیش کئے ہیں قرآن
کریم کے علاوہ تمام تر کتب معتبرہ اثنا عشریہ سے حسب شرائط مجوزہ منظورہ
صاحب پیش کئے ہیں مرزا صاحب نے کسی ایک عبارت و آیت کے متعلق کوئی جرح
تہقید نہیں کی مرزا صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا ہے کہ حضرت بتول زہرہ فاطمہ

اکبری حضرت صدیق اکبر سے مرتے دم تک ناراضی رہیں مرزا جی کچھ عقل و دیانت
سے کام لیجئے! لیکن جب ایمان ہی نہیں تو عقل کہاں حضرات مرزا جی فرماتے ہیں کہ
حضرت فاطمہ زہرہ باغ فدک نہ دینے پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ناراض
تھیں۔ اس لئے معاذ اللہ حضرت صدیق خاکش بدین مومن..... تف ہے اس کی
ذہنیت پر۔ کیوں صاحبوا امت کیلئے تو ارشاد نبوی ہے کہ تین دن سے زیادہ ناراضگی
رکھنا مومن کا کام نہیں دنیوی معاملات میں اگر ناچاقی یا شکر رنجی ہو جائے تو فوراً
مصالحت کر لے ورنہ حدیث میں آیا ہے کہ شب براقہ اس کے اعمال معلق رہتے ہیں
اور اس کے گناہ معاف نہیں ہوتے اور بقول ان کے حضرت فاطمہ الزہرہ جگر گوشہ
رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم محض باغ نہ ملنے پر عمر بھر مرتے دم تک بات نہ کریں اور
بغض و عداوت لے کر دنیا سے جائیں۔ حاشا و کلا یہ شان فاطمہ زہرہ کی ہرگز نہیں
بجلا وہ ارشاد مصطفوی کے خلاف کر سکتی تھیں؟

حضرات اصل واقعہ یہ ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال
شریف کے بعد خاتون جنت فاطمہ زہرہ نے باغ فدک طلب کیا تو صدیق اکبر رضی
اللہ عنہ نے فرمان مصطفوی سنایا:

اَنَا مَعَشَرُ الْأَنْبِيَاءِ لَا نَرِثُ وَلَا نُورِثُ مَا تَرِثُ صَدَقَةٌ

یعنی ہم گروہ انبیاء ہیں نہ ہم کسی کے وارث ہیں اور نہ ہمارا کوئی وارث جو کچھ
ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔

فاطمہ الزہرہ نے اس فرمان نبوی کو سن کر سکوت فرمایا اور پھر اس بارہ میں کبھی
بھی حضرت صدیق سے کلام نہ کی حتیٰ کہ آپ دار دنیا سے حلت فرما گئیں۔

فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۱۳۰ میں ہے:

وَلَا تَتَكَلَّمْتَ بِغَيْبٍ فِي ذَٰلِكَ الْمَالِ۔

اور ایسا ہی بعض مشائخ سے ترمذی میں منقول ہے:

إِنْ مَنَعْنِي قَوْلُ فَاطِمَةَ لَا يَنْبَغِي نَكْحُهُ وَلَا أَكْلُهُ كَمَا أُنِيَ فِي ذَٰلِكَ

الْمَالِ۔

خاتون جنت کی یہ شان کیسے ہو سکتی ہے اور مال دنیا ان کی نظروں میں کیا وقعت رکھتا ہے یہ کام دنیا دار لالچیوں کا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ محبت کے پردہ میں اہل بیت کو دشنام دے رہے ہیں

بدنام کر رہے ہیں

ان کی توہین کر رہے ہیں

اور اگر بغرض غلط مان بھی لیا جائے کہ فاطمہ زہرہ صدیق اکبر سے ناراض

تھیں تو آپ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بارہا ناراض ہوئیں ایک دفعہ جب حضرت علی نے ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کا قصد کیا۔

دوسری بار جب ایک باندی سے بغل گیر ہوئے۔

تیسری مرتبہ خلافت کے بارہ میں

چوتھی مرتبہ جب حضرت علی نے حضرت فاطمہ کو مار کھاتے ہوئے حمل گرتے ہوئے دیکھا اور مدد نہ کی تو رسول مقبول کی بیٹی ایسی ناراض ہوئیں کہ مولیٰ علی کو جنین خانہ نشین بھگدڑا خائن سب کچھ کہا۔

مرزا جی فرمائیے کیا حضرت علی بھی معاذ اللہ تمہارے نزدیک ایسے ہی ہیں

جیسے تمہارے نزدیک صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں ان پر ایک آن کیلئے موت طاری ہوئی پھر مثل سابق حضور اقدس بحمدہ العصری قبر شریف میں زندہ ہیں۔ ترک تقسیم ہوتا ہے مردہ کا جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فی الحقیقت زندہ ہیں تو آپ کے مال کی تقسیم کیسے ممکن ہے کہ ازواج مطہرات امہات المؤمنین سے قیامت تک کسی کو نکاح کرنا حلال نہیں (جمع کا شور) جزاك الله جزاك الله! تمہارے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مردہ ہوں گے حضرت فاطمہ الزہرہ کا یہ ہرگز عقیدہ نہیں اب میں اصل بحث کی طرف آتا ہوں اور فضائل صحابہ میں آیات قرآنی پیش کرتا ہوں۔

ارشاد ہوتا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَأَقَاتِهِمْ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿٨٨﴾

اے غیب کی خبریں دینے والے نبی! جہاد فرماؤ کافروں اور منافقوں پر اور ان پر سختی فرماؤ اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔

حضرات گرامی اس آیت کریمہ میں رب العزت اپنے حبیب پاک سید لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرماتا ہے اے نبی محترم کافروں اور منافقوں سے جہاد کیجئے تو اگر بغرض غلط یا بقول کلرک صاحب بہادر حضرات خلفاء ثلاثہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم مومن..... کافروں منافق.....

تو کیا مرزا جی مہاراج کوئی آیت یا حدیث یا کسی تاریخ و سیر کی روایات سے یہ دکھا سکتے ہیں کہ ان مقدس ہستیوں کے خلاف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی

تیس (۲۳) سالہ نبوت میں کبھی بھی علم جہاد بلند کیا اہل بیت اطہار کی معیت میں ان کے خلاف فوج کشی کی موتوں کو ان کے ساتھ مقاتلہ کرنے کا حکم دیا؟

فَاتَوُوا مَرْهَاتِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۱۰﴾ فَاِنْ لَمْ تَفْعَلُوْا لَنْ تَفْعَلُوْا
فَاتَقْوُوا النَّارَ الَّتِي وُقِدَتْهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ﴿۱۱﴾

مرزا جی تمہیں اہل بیت کی قسم بہت جلد کوئی آیت یا حدیث خلفاء ثلاثہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کے نام دکھاؤ! اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ تم قیامت تک آیات احادیث تو کجا کوئی تاریخی شہادت بھی نہیں پیش کر سکتے لہذا میں خیر خواہانہ مشورہ دیتا ہوں کہ اس مذہب نامہ مذہب کو چھوڑ دیجئے اور صحیح راستہ اختیار کیجئے! قیامت قریب ہے اور اللہ حبیب ہے۔

دیکھئے! ان کا مولیٰ تعالیٰ اپنی کھام پاک میں ان سے کیا کیا وعدے فرماتا ہے اور شاہ ہوتا ہے:

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا (پارہ ۱۸ سورہ نور)

اللہ نے وعدہ دیا ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو دی اور ضرور ان کے لئے جہادے گا ان کا دین جو ان کے لئے پسند فرمایا ہے اور ضرور ان کے اگلے خوف کو امن سے بدل دے گا۔

حضرات خلفاء ثلاثہ اور امیر معاویہ اگر مومن نہ ہوتے جیسا کہ ان رافضیوں کا

اور مرزا جی کا گندہ عقیدہ ہے تو ان کو عرصہ دراز تک خلافت کے منصب جلیل پر کس نے مانز کیا؟

تمام ملک عرب میں کس کا دور دور تھا؟

قیصر و کسریٰ نام سے لرزہ براندہم تھے؟

کس کے رعب و داب حکومت ہے قیصر شاہی لرزتے تھے؟

وہی ناجن کو مرزا جی کا فرستاقی خائن غیر مومن کے لقب سے یاد کرتے ہیں مرزا جی خدا سے ڈرو! اگر یہ ایمان دار مومن مگر مسلم ساز نہ تھے تو ان آیات کا مصداق کون ہوا۔ فقط حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہو نہیں سکتے تمام بیٹے آیات کے جمع کے ہیں کم از کم افراد جمع تین ہیں اور تین ہی افراد امتنا زعمہ فیہ ہیں منکم کی ضمیر بھی جمع حاضری ہے۔ اب فرمائیے! حضور انور کی پاک زندگی میں جو حضرات مشرف بالایمان ہوئے ان میں سے کون سریر خلافت پر متمکن ہوا تمام عرب و عجم کس کے زیر نگین اور تحت تصرف رہا؟ کیوں نہیں کہتے کہ وہ مقدس ہستیاں یہی اصحاب ثلاثہ ہیں جن کو رافضی کوستے ہیں قسم قسم کی گالیاں دیتے ہیں۔

اعاذنا اللہ تعالیٰ عن هذه العقيدة القاسية الكاسدة

اور ملاحظہ ہوا ارشاد ہوتا ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ وَرُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ
لَهُمْ فِي دِينِهِمْ حَقٌّ مِّمَّا لَدُنَّ اللَّهِ وَرِضْوَانًا مِّمَّا هُمْ فِي وَجْهِهِمْ
مِنْ أَقْبَرِ السُّجُودِ (پارہ ۲۶ سورہ فتح رکوع ۱۴)

محمد اللہ کے رسول ہیں ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت اور آپس میں نرم

دل، تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے سجدہ میں گرتے اللہ کا فضل و رضا چاہتے ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے مسجدوں کے نشان سے۔

عزیز ان گرامی! ان آیتوں کا لفظی ترجمہ تو سن لیا اب اس کی تفسیر سنو اور ایمان تازہ کرو! اس آیت کریمہ میں رب العزت جل مجدہ اپنے محبوب تاج دار عرب و عجم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے اخلاق حمیدہ و عادات پسندیدہ و اوصاف جمیلہ کی خبر دیتا ہے وَالَّذِينَ مَعَهُ سے اگرچہ تمام صحابہ کرام مراد ہیں لیکن ایک تفسیر یہ ہے کہ معہ سے مراد حضرت صدیق ہیں کہ حضور کے ساتھ غار ثور میں وقت ہجرت رہے أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ سے مراد حضرت فاروق اعظم ہیں زُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ سے مراد حضرت عثمان ہیں قُرَاهُمْ رُكْعًا سَجْدًا الخ سے مراد حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ ہیں اس تفسیر کے لحاظ سے ترتیب خلافت بھی ثابت ہوتی ہے اور نہ سبھی خلفاء الراشدین اصحاب کرام کا مومن ہونا تو یقینی طور پر ثابت ہو گیا اب مرزا جی بتائیں کہ یہ اوصاف جن کے قرآن حکیم بیان کر رہا ہے وہ مومن ہیں؟

یقیناً یہی حضرات ہیں جن کو یہ نہیں مانتے۔

مرزا جی خدائے قدوس کی مانیں یا تمہاری؟ اس کا ارشاد ہے:

وَمَنْ أَضَلُّ مِنْ اللَّهِ قِيلَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَهُوَ الْغَنِيُّ

اللہ سے زیادہ کچھ بات کسی کی نہیں اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی سچا نہیں

لہذا جب پروردگار عالم جل مجدہ اصحاب کرام کو ان عظیم الشان صفتوں سے یاد فرما رہا ہے تو آپ یقیناً تکذیب قرآن کریم کرنے کی وجہ سے بے ایمان خارج از اسلام ہیں۔

رافضی میرے کسے سوال و جواب میں تک نہیں ملایا۔

میراں دلیلاں داکوئی جواب نہیں ملایا میرا کوئی سر نہیں پھریا ہوا۔

لیکن تمی ضد دے سکتے اور کسے دلیل توں نہیں مندے، مروان نوں عثمان لے سالہ بنا کر بلا لیتا اور میر غشی بنالیا۔

عمر نے حد حرام کر دتا جنگ حنین و چوں بھی نس گئے اور اقی غم نوں کھول کے پڑھو! میں ہا نیگورٹ وافیصلہ بنا دتا تحصیلدار وافیصلہ کچھ وقعت نہیں رکھدا۔

ابوبکر نال بی بی فاطمہ چھ مہینے غصے رہی یا ابوبکر مومن نہیں یا فاطمہ نہیں فیرا اگر رسول مردہ نہیں سی تے قبر وچ کیوں دفن کیپتے گئے بخاری وچ ہے تے کفن دفن ہوا ثابت ہو یا میراث ملنی سی کیونکہ رسول فوت ہو گئے ساہن۔

حفظہ نے روایت کیتی اے ابوبکر نے خود اقرار کیا کہ میں منافق ہاں۔ حنفی کتاباں وچ قرآن و ابول نال لکھنا جائز ہے، لیکن ایہ مولوی انکار کردا اے وغیرہ وغیرہ یہودہ خرافات۔

وقت ختم

مولانا: حضرات بھگوانہ تعالیٰ انقیر نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں قرآن

کریم اور اشاعرہ کی معتبر و مستند کتب سے اس قدر دلائل واضح پیش کئے اور آپ حضرات کو بخوبی معلوم ہو گیا ہو گا کہ اصحاب اربعہ کس درجہ کے کامل الایمان تھے ان کے باہمی تعلقات کا بھی آپ کو علم ہو چکا ہے برخلاف اس کے فاضل مناظر اب تک

اکبر نے کہا: اے حظلہ تمہیں کیا ہوا؟

عرض کیا: حظلہ منافق ہو گیا ہے۔ اے صدیق اکبر! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں اور حضور ہم کو دوزخ و جنت کی یاد دلاتے ہیں گویا ہم آنکھوں سے دیکھتے ہیں پھر جب واپس آتے ہیں تو پیوی بچوں اور کام کاج میں مشغول ہو جاتے ہیں اور بہت کچھ بھول جاتے ہیں۔

حضرت صدیق اکبر نے فرمایا: بخدا میرا بھی یہی حال ہے۔

چلو سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلیں! پس ہم دونوں دربار ہوئے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرما کر دریافت کیا۔

اے حظلہ کیا بات ہے؟

عرض کی حضور حظلہ منافق ہو گیا ہے ہم حضور کی خدمت میں ہوتے ہیں اور حضور ہمیں دوزخ و جنت اس طریقہ سے یاد دلاتے ہیں کہ گویا ہم آنکھوں سے دیکھتے ہیں جب ہم واپس لوٹتے ہیں بال بچوں اور کام کاج میں ایسے مشغول ہوتے ہیں بہت کچھ بھول جاتے ہیں۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تمہاری وہی حالت رہے جس حال میں میرے پاس سے جاتے ہو تو البتہ فرشتے تم سے مصافحہ کریں تمہاری جملہ باتوں میں اور تمہارے بستروں پر اور تمہارے رستوں میں لیکن اے حظلہ وقت وقت کی بات ہے۔

حضرات! اس حدیث پر طعن کر کے مرزا جی نے اپنی نادانی کا ثبوت دیا ہے اس واقعہ سے حضرت حظلہ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہما کا کمال ایمان اور خوف و شرم

یہ ثابت ہو رہی ہے وہ صرف اس بات پر کانپ رہے تھے۔ کہ گھروں میں آ کر اپنی وہ حالت نہیں رہتی جو حالتِ دربانوت میں ہوتی ہے۔

ان کی بڑی معتبر کتاب احتجاج طبری ملاحظہ ہو۔

لَسْتُ بِمُتَكِبِرٍ فَضَّلَ إِلَيَّ تَكْبِرُ وَلَسْتُ بِمُنْكَرٍ فَضَّلَ عَمْرٍاءَ وَلَكِنْ لَأَكْبَرُ أَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍاءَ۔

یعنی امام باقر علیہ السلام نے فرمایا:

میں صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے فضائل کا منکر نہیں بلکہ میں پہناتا ہوں کہ صدیق اکبر فاروق اعظم سے افضل ہیں۔

سبحان اللہ! یہی عقیدہ بفضلِ اہل سنت و جماعت کا ہے۔ شاید مرزا جی اس روایت کو بھی تفسیر پر محمول کر کے حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کی شان گھٹائیں۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی وہ مقدس ہستی ہیں کہ جن کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ

اگر میرے بعد سلسلہ نبوت ختم نہ ہو جاتا تو عمر بن الخطاب نبی ہوتے۔

اور فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ يَنْطَلِقُ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ

یعنی اللہ عزوجل عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر کلام کرتا ہے۔

وَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَقُولُ مِنْ ظِلِّ عُمَرَ

شیطان عمر کے سایہ سے بھاگتا ہے۔

چنانچہ آپ نے آج بھی اس بات کا مشاہدہ کیا ہے۔

دیگر ملاحظہ فرمائیے بحار الانوار جلد ۱۲ میں یوں روایت کرتا ہے: ملاحظہ ہوا

عَنِ النَّبَاقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
اللَّهُمَّ اعِزَّ الْإِسْلَامَ بِعَمْرَيْنِ الْخَطَّابِ أَوْ بِأَبِي جَهْلٍ بَيْنَ هِشَامٍ۔

یعنی امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے الہی اسلام کو عمر بن الخطاب یا ابو جہل بن ہشام کے اسلام لانے سے عزت بخش پس حضور سرور عالم کی یہ دعا مستجاب ہوئی اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اسلام سے مشرف ہوئے ان کی بدولت اسلام کو وہ غلبہ نصیب ہوا کہ کفار قریش کی کمر ہمت ٹوٹ گئی۔ اور جو صلے پست ہو گئے۔ ان کی خدمات اسلامی پر نظر ڈالنے سے شوکت اسلام کا پتہ چلتا ہے۔

کیا مرزا جی کے ناپاک حملوں سے ان کی شان عالی کم ہو جائے گی؟

ہرگز نہیں۔ مسلمانوں انکوں کے عفو کرنے سے چاند کی شان میں فرق نہیں آتا خدا کرے ان کو توبہ نصیب ہو اور ان کی غلامی اختیار کیں ورنہ قیامت کو انکے الحاکمین کے سامنے کھڑے ہو کر ان کو جواب دینا پڑے گا تو حقیقت عیاں ہوگی۔ آج لے ان کی پناہ آج حیا کر ان سے کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا وقت اجازت نہیں دیتا ورنہ جی چاہتا ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عبادت زندگی کا فوٹو آپ کے سامنے پیش کروں قسم بخدا وہ کارہائے نمایاں اور خدمات سرانجام دی ہیں کہ جن کے سننے سے قوت ایمان جوش مارتی ہے فقیر ان لباس میں اسلام کی وہ شان دکھائی کہ قصور و کسری نام نہ نہ کرتا ہے۔

عدل و انصاف کے دریا بہا دے۔

اپنے بیگانے سے یکساں سلوک کیا نہ

مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کیساتھ جو رابطہ و اتحاد ان کا تھا وہ ام کلثوم کے نکاح اور مولیٰ علی اور دیگر ائمہ اطہار کے ارشادات سے آپ پر واضح ہو گیا ہے۔ مزید ثبوت کی حاجت نہیں۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی دانا دی وافر حاصل ہوتا معمولی فضیلت نہیں بلکہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی دو عاجز ادویاں جس مقدس ہستی کے نکاح میں آئیں وہ سوائے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اور کوئی نہیں۔

شیر خدا علی کرم اللہ وجہہ کج البلاغہ جلد اول صفحہ ۳۷۳ پر اس طرح ارشاد فرماتے ہیں:

مَا عَرَفْتُ شَيْئًا تَجْهَلُهُ وَلَا أَفْهَمُكَ عَلَى شَيْءٍ وَلَا تَعْرِفُهُ إِنَّكَ مُتَعَلِّمٌ مِمَّا
أَعْلَمُ، مَا سَبَقَكَ إِلَى شَيْءٍ تَسْبُرُكَ عَنْهُ وَلَا خَلَوْا بِشَيْءٍ فَنَبِّلُكَ قَدْ رَأَيْتَ مَا
أَيْنَا وَسَمِعْتَ كَمَا سَمِعْنَا وَضَحَبْتَ رَسُولَ اللَّهِ كَمَا ضَحَبْنَاهُ وَمَا لَيْنِ أَيْنِ
فَكَاةٌ وَعَمْرُؤُ الْخَطَّابِ أَوْلَى بِمَعْلَى الْحَقِّ مِنْكَ وَأَنْتَ أَقْرَبُ إِلَى رَسُولِ
اللَّهِ وَبَشِيعَةِ رَجِيمٍ مِنْهُمَا وَقَدْ نِلْتَ مِنْ صِبْغِهِ مَا لَمْ يَنَالْ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا:

میں کوئی ایسی بات نہیں جانتا جسے آپ نہ جانتے ہوں اور نہ ہی آپ کو کوئی ایسی بات سنا تا ہوں جسے آپ نے نہ سنا ہو جیسے ہم کو صحبت رسول اللہ نصیب ہوئی ویسے

نہی آپ کو بھی حاصل ہے اور صدیق اکبر اور عمر فاروق آپ سے زیادہ حامل یکتا نہ تھے بلکہ ان دونوں سے زیادہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت قریبہ ہے اور آپ کو دوامادی و غیر خدا کا وہ فخر حاصل ہے جو ان دونوں کو نہیں ہے۔

حضرات کرام! غور کیجئے یہ کیسی زبردست شہادت ہے مولیٰ علی نے کس وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ علم معلومات میں حسب و نسب میں اور صحابیت میں عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ہم سے مساوات حاصل ہے۔

اب آپ لوگ ہی انصاف کریں! کہ مرزا جی کی بکواس کو نہیں یا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ارشاد بجا لادیں (مجمع کا شور)

لعنت ہے مرزا پر اور اس کے مذہب پر اس کا آپ اب تذکرہ ہی نہ کریں آج ہماری خوب تشفی ہوگئی ہے، جزاك الله جزاك الله آپ بیان فرماتے جائیں! حضرات! معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اعلیٰ مرتبہ کے صحابی ہیں جدی بھائی ہونے کے علاوہ جلیل القدر صحابہ میں سے ہیں۔

دو بار رسالت میں کاتب وحی کے عہدہ پر ممتاز رہے۔ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے۔ لشکر اسلامی کی سپہ سالاری کا منصب جلیل بھی آپ کو عطا ہوا۔

آپ کے فضائل میں بکثرت احادیث وارد ہیں جن کے بیان کی اس وقت گنجائش نہیں۔ آیات قرآن کریم سے ان کا مومن کامل اور حق تعالیٰ ہونا ثابت کر چکا ہوں حج البلاغہ کے صفحہ ۳۲۶ میں جو خط علی مرتضیٰ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے متعلق تحریر فرمایا سنا تا ہوں۔

وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كُتِبَتْ إِلَى أَهْلِ الْأَمْصَارِ بِقَتْنٍ بِهِ مَا يَسْتَعِينُ وَيُنَيِّقُ أَهْلَ صِفَيْنَ وَكَانَ أَمْرُنَا أَنَا التَّقِيَّةُ وَالْقَوْمُ مِنْ أَهْلِ السَّلَامِ وَأَمْرُنَا رِثَاؤُ أَحَدٍ وَدَعْوَتُنَا فِي الْإِسْلَامِ وَاحِدَةٌ وَلَا نَسْتَرْبِئُهُمْ فِي الْإِيمَانِ وَلَا نَسْتَرْبِئُهُمْ فِي الْأَمْرِ وَاحِدًا إِلَّا مَا اخْتَلَفْنَا فِيهِ مِنْ دِمِ عُثْمَانَ وَنَحْنُ لِرَدِّهِمْ وَلَا نَسْتَرْبِئُهُمْ فِي الْأَمْرِ وَاحِدًا إِلَّا مَا اخْتَلَفْنَا فِيهِ مِنْ دِمِ عُثْمَانَ وَنَحْنُ لِرَدِّهِمْ

حضرت علی اپنی تحریر میں جو انہوں نے جنگ صفین کے متعلق مختلف بلا دو ہزار میں بھیجی لکھتے ہیں:

ہمارے معاملہ کی ابتدا یوں ہے کہ ہمارے اور اہل شام کے درمیان جنگ ہوئی اور یہ ظاہر ہے کہ ہم دونوں فریق کا ایک خدا ایک رسول ہے ہمارا اور ان کا دعویٰ تمام بھی ایک ہے نہ ہم ان سے عقیدہ توحید و رسالت میں زیادہ ہیں نہ وہ ہم سے غالب زیادتی ہیں بات ایک ہی ہے اختلاف صرف خون عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق ہے حالانکہ ہم اس سے بری ہیں۔

سبحان اللہ! حضرت علی مرتضیٰ کی تحریر سے ثابت ہو گیا ہے کہ اسلامی عقائد میں وہ دونوں یکساں تھے۔ ہٹ دھرمی کا علاج نہیں ورنہ اہل انصاف کیلئے اس قدر آسان دوائی ہے۔

حضرات گرامی! خدا نے قدوس اپنی کتاب پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُ مِنْ سَاعَةِ الْمَسْجِدِ مِنْ بَعْدِ مَا كَذَبَتْ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ إِنَّهُ بِهِمْ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ ﴿٢٥﴾

بی شک اللہ کی رحمتیں متوجہ ہوئیں نبی پر اور ان مہاجرین اور انصار پر جنہوں

نے مشکل کی گھڑی میں ان کا ساتھ دیا اور اس کے قریب تھا کہ ان میں سے کچھ لوگ کے دل پھر جائیں پھر ان پر رحمت سے متوجہ ہوا جنگ وہ ان پر نہایت مہربان رحم ہے۔

حضرات سادات کرام اللہ روف رحیم نے جن مقدس ہستیوں پر سایہ رحمت کیا یہی حضرات اصحاب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہوں نے جنگی اور مشکل کے وقت حضور کا ساتھ دیا اور اپنے جان و مال فدا کئے۔

میں مولیٰ تعالیٰ سے دست بدعا ہوتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اور انہیں اہل اسلام کو اپنے نبی محترم حبیب اکرم ختم رسل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں مومن کامل بنادے دین اسلام پر قائم دائم رکھے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عظام بنادے اور اسی حال پر موت ہو آمین ثم آمین!

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

مرتب

دعا کا ختم ہوتا تھا کہ چاروں طرف سے مبارک مبارک اور نعرہ تکبیر و رسالت بلند ہوئے، احناف کرام جوش مسرت سے آپس میں بغل گیر ہوئے حضرت مولانا کی قدمبوسی کرنے کے لئے ایک پر ایک گرتا تھا۔

ہر شخص خوشی میں پھولانے لگتا تھا۔

آفتاب قریب بہ غروب تھا لہذا بہت جلد نماز عصر ادا کی۔

ادھر رافضی ٹولہ نہایت بے بسی اور بے چارگی کی حالت میں اپنے مناظر مرزا

احمد علی کو حلقہ میں لئے ہوئے تھے کہ جناب جیون شاہ صاحب اعلیٰ نمبر دار اور سید یوسف شاہ صاحب وغیرہ حضرات نے ان کو فرمایا:

اب یہاں سے رخ پھڑکھڑا کر ہو جاؤ اپنے دیونا

آج ہم کو تمہارے مذہب نامہ مذہب کا خوب اچھی طرح حال معلوم ہو گیا ہے فریاد جب لعن طعن سے خوب گت ان کی بنی تو ہستہ اور یا لے کر کتابیں سمیٹ کر چلتے بنے نوجوانوں نے تالیاں وغیرہ سے ان کی خدمت کی۔

حضرت مولانا رات کے بارہ بجے تک قیام پذیر رہے اور حضرات سادات کرام ان کے ارشادات عالیہ سے فیض یاب ہوتے رہے۔ سادات کرام نے بہت سہرا کیا کہ آپ تشریف رکھیں کم از کم دو چار دن ہمارے مہمان رہیں۔ لیکن مولانا نے عذرت چاہی کہ سالانہ جلسہ عنقریب ہے جس کی وجہ سے میں مجبور ہوں۔

آخر مولانا کو نہایت عزت و احترام سے خدا حافظ کہا اور مولانا داپس تشریف لائے۔ فقیر بھی ساتھ تھا اس مناظرہ کا یہ اثر ہوا کہ بفضلہ تعالیٰ رافضی کا بیڑا تباہ ہو گیا۔ اس کی تفصیل ہم انشاء اللہ ہم اپنے ماہوار رسالہ میں پیش کریں گے!

اہلسنت و جماعت کو خوشخبری

برادران اہلسنت! السلام علیکم۔ مناظرہ معین الدین پور میں شاندار فتح معین نصیب ہوئی کہ بعد سادات کرام معین الدین پور نے خاکسار سے درخواست کی کہ ایک ماہانہ رسالہ جاری کیا جائے اور اس میں روافض اور فرقہ مرزائیہ بلکہ تمام گمراہ اور دین اسلام میں رخنہ اندازی کرنے والوں کا پول نکال کر کیا جائے اور مذہب حق کی صحیح تبلیغ

گوشہ گوشہ میں پہنچائی جائے!

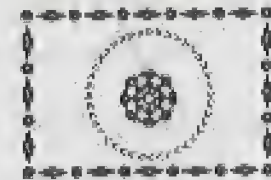
بھگدہ اللہ تعالیٰ! ان کی پیدرخواست اور ولی تمنا پوری ہوئی تو جو انسان سادات کرام معین الدین پور کی کوشش سے تاجپورہ لاہور میں انجمن معین الدین قائم ہوئی۔ اس کے زیر اہتمام ماہ انگریزی کی یکم تاریخ کو رسالہ بنام معین الدین زیر سرپرستی حضرت رئیس المناظرین سند الدین حای سنن ماحی فتن استاذی و مولائی علامہ ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب قبلہ دامت برکاتہم عالم مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور شائع ہوا کرے گا۔

لہذا سادات کرام معین الدین پور ہند بہ جمال پور سحرات دولت مگر خصوصاً اور دیگر حضرات اہلسنت عموماً اس رسالہ کی خریداری قبول فرماویں سالانہ چندہ حصول بزمہ خریدار ہوگا۔

ہر مسلمان خفی کا فرض ہے کہ وہ اس کی اشاعت میں سعی بلیغ فرمائے!

خادم اہلسنت ابوالاحمد فضل حسین شاہ سکر پوری انجمن معین الدین تاجپورہ لاہور
نوٹ۔ ملک معراج الدین صاحب و مستری مہر دین صاحب چوہدریان تاجپورہ جان و مال سے انجمن ہذا کے معاون و مددگار ہیں۔

اس اشتہار کی اشاعت محض اس کتاب کی تاریخ اور مناظرہ کی کامیابی پر بہترین دلیل کے طور پر ہے ورنہ اب اس کی ضرورت نہ تھی (ناشر)



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الصلوة والسلام عليك يا رسول الله يا حبيب

قال الله تعالى: قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِن كُمْ تُعْقِلُونَ

دُرُوسُ الْمُتَقَلِّدِينَ
عَلَى
رُءُوسِ الشَّيَاطِينِ

ضروری بات

تیرا کھائیں تیرے غلاموں سے الجھیں
چن مکر عجب کھانے غرانے والے
رہے گا یوں ہی ان کا چرچا رہے گا
پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

الحمد لله والمنة کہ یہ مکمل مناظرہ ہدایت اقبالہ نافع عجاہ باطل وال
باطل کو نیست و نابود کرنے والا مسکنی پدہوس المقلدین علی رہ وس الشیاطین
مصنف علامہ مولانا سید ابوالبرکات سید احمد صاحب مدظلہ العالی سنی خفی قادری رضوی
الوری صدر انجمن حزب الاحناف ہند (قبل از تقسیم) لاہور، جو غرہ شوال ۱۳۳۳ھ کو قلم
گو جز سنگ لاہور میں مولوی عبد المجید سودہری اور فاضل نوجوان حضرت مولانا مولوی
سید ابوالبرکات سید احمد صاحب مدظلہ العالی سنی خفی قادری رضوی الوری (صدر حزب
الاحناف ہند لاہور) کے بانی ہو جس میں لاہور کے ہزار ہا مسلمان اور ہر فرقہ کے
کثیر التعداد آدمی شریک تھے۔

اس مناظرہ کو عینہ نقل کیا گیا ہے تاکہ عوام الناس اہل سنت و جماعت فیض
یاب ہوں، اور اپنے مسلک پر پختگی اختیار کریں۔

نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

از اعلیٰ حضرت مولانا امام احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالیٰ

ان احمد پہ شدت کیجئے لحدوں کی کیا مردت کیجئے
ان کا چھیڑے ہر بات میں چھیڑنا شیطان کا عادت کیجئے
مل فارس زلزلے ہوں نجد میں ذکر آیات ولادت کیجئے
ہند میں جل جائیں بے دینوں کے دل یا رسول اللہ کی کثرت کیجئے
کیجئے چرچا انہیں کا صبح و شام جان کافر پر قیامت کیجئے
آپ درگاہ خدا میں ہیں وجیہ ہاں شفاعت بالوچاہت کیجئے
ہی تمہیں فرما چکا اپنا حبیب اب شفاعت بالمحبیت کیجئے
دن کب کا مل چکا اب تو حضور ہم غریبوں کی شفاعت کیجئے
لوگوں کا شک نکل جائے حضور جانب مد پھر اشارہ کیجئے
جس ٹھہرے جس میں تقسیم حبیب اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے
خاموہا محبوب کا حق تھا یہی عشق کے بدلے عداوت کیجئے
انہی حجرات الم نشرح سے پھر مومنوا اتمام حجت کیجئے
پہنچے اٹھتے حضور پاک سے التجاء و استعانت کیجئے
یا رسول اللہ دہائی آپ کی گوشال اہل بدعت کیجئے
لوٹ اعلیٰ آپ سے فریاد ہے زندہ پھر یہ پاک ملت کیجئے
خدا تجھ تک ہے سب کا منتہی اولیاء کو حکم نصرت کیجئے

میرے آقا حضرت اچھے میاں

ہو رضا اچھا وہ صورت کیجئے ا

شجرہ شریف پیران خاندان قادریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الہی بحرمت حضرت سرور دو عالم احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

الہی بحرمت حضرت امیر المؤمنین مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

الہی بحرمت امام حسن علی جدہ وعلیہ السلام

الہی بحرمت حضرت حسن ثانی رضی اللہ عنہ

الہی بحرمت حضرت سید عبد اللہ محض رضی اللہ عنہ

الہی بحرمت حضرت سید موسیٰ الجون رضی اللہ عنہ

الہی بحرمت حضرت سید داؤد مورث رضی اللہ عنہ

الہی بحرمت حضرت سید محی زابد رضی اللہ عنہ

الہی بحرمت حضرت سید موسیٰ جنگلی دوست رضی اللہ عنہ

الہی بحرمت حضرت سید ابوصالح رضی اللہ عنہ

الہی بحرمت غوث الاعظم محبوب سبحانی حضرت سید عبدالقادر رضی اللہ عنہ

الہی بحرمت عبدالرزاق رضی اللہ عنہ

الہی بحرمت سید شرف الدین عمال رضی اللہ عنہ

الہی بحرمت حضرت سید عبدالوہاب رضی اللہ عنہ

الہی بحرمت حضرت سید بہاء الدین رضی اللہ عنہ

الہی بحرمت حضرت سید عقیل رضی اللہ عنہ

الہی بحرمت حضرت سید شمس الدین صحرائی رضی اللہ عنہ

الہی بحرمت حضرت سید گدار حمان رضی اللہ عنہ

الہی بحرمت سید فضیل رضی اللہ عنہ

الہی بحرمت حضرت شاہ کمال کبیر رضی اللہ عنہ

الہی بحرمت حضرت شاہ سکندر رضی اللہ عنہ

الہی بحرمت حضرت امام ربانی محبوب صدیقی شیخ احمد مجدد الف ثانی رحمہ اللہ

الہی بحرمت حضرت ایشاں عروۃ الوثقی خواجہ محمد معصوم رضی اللہ عنہ

الہی بحرمت حجۃ اللہ محمد نقشبندی رضی اللہ عنہ

الہی بحرمت حضرت قبلہ عالم خواجہ محمد زبیر رضی اللہ عنہ

الہی بحرمت حضرت ضیاء اللہ نقشبندی رضی اللہ عنہ

الہی بحرمت حضرت شیخ الشارح محبوب خلاق امام الطریق شاہ محمد افاق رحمہ اللہ

الہی بحرمت حضرت قطب الاقطاب مجدد دہراں سیدنا مولانا فضل الرحمن رحمہ اللہ

الہی بحرمت قبلہ عالم محدث وقت استاذنا مولانا حضرت علامہ سید ابوجہ

محمد یدار علی شاہ مدظلہ العالی

الہی بحرمت ایں ہمہ پیران طریقہ خولیش خاکسار را از مقبولان خواجہ شکر داس

مناظرہ قلعہ گوجر سنگھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ وَعَلَّمَهُ الْیَمَانَ ۝ وَاَعْطَاهُ سَمْعًا
وَبَصَرًا وَّعِلْمًا فَرَاَنَ ۝ وَجَعَلَهُ مَظْهَرٌ بِسَفَاتِ الرَّحْمٰنِ ۝ وَلَمْ یَجْعَلْهُ
مَعْلُوْمًا بِفِتَاۃِ الْاَبْدَانِ ۝ وَالصَّلٰوۃَ وَالسَّلَامَ الْاَتَمَّانِ الْاَكْمَلَانِ ۝ عَلٰی
السُّوْبِیِّ الْبَصِیْرِ الْعَلِیِّمِ الْغَبِیْرِ الْمَلِکِ الْمُسْتَعَانِ ۝ اَلْمَوْلٰی الْکَرِیْمَ الرَّؤُ
وْفِ الرَّحْمٰی الْعَظِیْمِ الشَّانِ ۝ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ ۝ السَّائِغِ حُكْمَهُ فِی
عَوَالِمِ الْاِمْکَانَ ۝ وَعَلٰی اِلٰہِ وَصَحْبِهِ وَاٰلِہٖ السَّلَامِ ۝ اَلْاَبْدَانِ
اَلْحَیِّ الْمُنْعَمِ فِی الْقَبْرِ الْمُکْرَمِ بِفَضْلِ الْمَنَانِ ۝ وَعَلٰی سَائِرِ اَوْلِیَآءِ اُمَّتِہٖ
عُلَمَآءِ وَاَوْلِیِّہِ اَوْلٰی الْعِلْمِ وَالْعُرْفَانِ ۝ وَعَلٰیہِمَا مَعَهُمْ وَبِہِمَا وَلَهُمْ بِاَجَلِ
اَلْاِحْسَانِ ۝ وَجَمِیْعِ الْاِمْتِنَانِ ۝

ایک مدت سے اہل قلعہ گوجر سنگھ کو غیر مقلدین اور وہابیہ گروہ نے پریشان کر رکھا تھا اٹھتے بیٹھتے رات دن کی میں میں تو تو ہوتی رہتی تھی، آخر علماء دین قلعہ گوجر سنگھ نے فیصلہ کیا کہ جب ہر وقت مناظرہ مناظرہ کی صدا کہیں یہ بلند کرتے پھرتے ہیں تو اس قصہ کو طے ہی کیوں نہ کر لیا جائے، آخر ش گروہ مخالف کے نمائندوں سے کہہ دیا گیا کہ فضول بک بک اچھی نہیں، اپنے کسی مولوی کو بلا لاؤ۔ وہ اگر مجمع عام میں ہمارے عالم سے فیصلہ کر لے تا کہ حق و باطل کا اظہار عوام پر ہو جائے جب مناظرہ کی سنی تو گھبرائے آخر دیوبند کے مولوی عبدالحمید کو آمادہ کر لیا، چیلنج مناظرہ اہلسنت کو دے دیا۔ اہل سنت نے فوراً حضرت مولانا ابوالبرکات سے جا کر عرض کی، وہ بطیب خاطر مقام مناظرہ پر رونق افروز ہو گئے۔

عرفہ عوام میں مناظرہ کو بھی تماشا سمجھا جاتا ہے، جس کے کان میں ذرا جھٹک بھی پہنچ گئی وہ رواں دواں جلسہ گاہ میں موجود ہو گیا، یہی سبب تھا کہ بلا اعلان عاروں کا اجتماع ہو گیا اور وہ یہ باقاعدہ اسٹیج لگی ہوئی تھیں، ہمارے مولانا ایک طرف لی اسٹیج پر اور فریق مخالف کے مناظر دوسری اسٹیج پر تھے۔

قبل اس کے کہ حقیقت مناظرہ ناظرین کے پیش ہو یہ ظاہر کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ مناظرہ دو یوم میں ختم ہوا، آٹھ گھنٹہ مناظرہ رہا جب فریق مخالف لا جواب ہو کر غائب و خاسر چلا گیا تو ہم لوگوں نے حضرت مولانا سے عرض کی کہ یہ مناظرہ شائع ہو جائے لیکن مولانا نے فرمایا کہ اس مناظرہ سے حاضرین پر تو حق ظاہر ہو گیا لیکن ان کی کذب گوئی کا اور انتظار کر لو، وہ عنقریب مناظرہ شائع کر کے اپنی حق اور آپ کی شکست دکھائیں گے، پھر مفصل شائع کر دینا، ہم لوگوں کو سخت بے چینی سے اس مناظرہ کی اشاعت کا شوق تھا مگر مولانا کے حکم سے مجبوراً خاموش بیٹھے تھے کہ ایک جمعہ کے روز ہماری نظر سے ایک کتاب گذری جس کا نام ”حقیقت مناظرہ ما بین المحدث و مقلدین“ تھا، دیکھا تو مولانا کی پیشین گوئی کا ثبوت ملا، اور غیر مقلدین کی دین و دیانت صاف معلوم ہو گئی، کتاب کل شش ورق، اس کا انقسام اس طرح کہ پہلا صفحہ ٹائٹل سے سیاہ، دوسرا اور اخیر صفحہ اشتہار بازی سے پُر تیسرے اور چوتھے کا آدھا صفحہ تمہید کا ذب سے مملو اب بارہ صفحوں میں سے ساڑھے چار صفحوں میں بیکار حشو و زوائد مغلوبہ کی بھرمار تھی اور ساڑھے سات صفحہ میں مختصر مناظرہ جو سراسر کذب کا ٹھوس تھا موجود ملا۔

چند لا ورسٹ دزدے کہ بکف چراغ دارو

خدا کے بندے کو کم از کم چھپواتے وقت یہ تو سوچ لینا چاہئے تھا، کہ اس کذب کا بار کس پر پڑے گا آخر لاہور کے ہزار ہا مسلمان اسے دیکھ کر کیا کہیں گے

لیکن حکم پروری کذب گوئی کا بھلا ہو، تمام امور فراموش کر کے اپنے دل کی پوری
کرنے کو بیلی کا نام خوبن رکھ کر جو دل میں آیا لکھ ہی مارا۔

اس میں تو شک نہیں کہ گروہ وہابیہ کے پیشواؤں نے مناظرہ کے لئے اپنے
اُس میٹنگ میں جو مسجد چیدیا نوالی میں انتخاب مناظرہ کی غرض سے منعقد ہوئی تھی اس
روپڑی صاحب کو تجویز کیا جو مناظرہ غیر مقلد ہیں لیکن جب فاضل بو جوان داؤد علی
بیان مولانا ابوالبرکات کے مقابلہ میں جانے سے روپڑے تو پتھارے مولوی عبدالحق
کے سر پر بارگراں ڈالا۔ گویا روپڑی کے مقابلہ میں ان کو بڑا مناظرہ سمجھا۔ آخرت آئے
تو کیا کرتے، سوچا تو ضرور ہوگا کہ کسی بہانہ سے پیچھا چھڑالیں لیکن بہت سے جلسوں
پیش ایسے واقع ہوئے ہوں گے جنہوں نے مجبور کر کے میدان مناظرہ تک پہنچائیں
قصہ مختصر میدان مناظرہ میں شرائط مناظرہ طے کرنے کے لئے عبدالحق کی ہمت نہ
پڑی کھاتے بلکہ اور صاحب بھیجے گئے۔

آتے ہی کہتے ہیں السلام علیکم ناظرین کرام معاف فرمائیں محض السلام علیکم
ہی ہماری فتح پائی کی پہلی دلیل تھی، اس لئے کہ فور مجسم و رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
نے لفظ سلام مخصوص فرمایا ہے، مومنین کے لئے، اہل اسلام کے واسطے، اور یہ سلام
اُس جماعت کو کیا گیا جو ان کے دُعم باطل میں مشرک تھے، ظاہر ہے کہ یا رسول اللہ کہنا
شُرک اور مرتکب فعلی شُرک مشرک۔ اس سے ظاہر ہو گیا تھا کہ زبان سے اگرچہ
شُرک کہہ کر ہم لوگوں کو مشرک کافر بنا رہے ہیں لیکن ان کا ضمیر ان کے خلاف ہے اور
ترجمان ضمیر زبان ہے، یہی وجہ تھی کہ مجبوراً بے تحاشہ زبان سے مسلمانوں کے لئے
السلام علیکم نکل ہی گیا۔

لیکن چونکہ ہمارے نزدیک وہ بیچہ امانت ذاتِ اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم مسلمان نہیں، ہماری طرف سے انہیں جواب و علیکم السلام نہیں ملا، بلکہ ہمارے

مولوی صاحب نے جو جب حکم شرع فرمایا: "وَالسَّلَامُ عَلَیْ مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى" کیا
جناب مناظر ہیں؟

لاندہب: جی میں فرستادہ ہوں مناظر صاحب کا کہ شرائط مناظرہ طے
کروں۔

مولانا: کیا آپ کے مناظر صاحب میں شرائط طے کرنے کی قابلیت نہیں
ہے جو آپ سے استد او کرتے ہیں؟

لاندہب: اس کی بابت تو آپ جانیں اور وہ میں تو بحیثیت اپنی کے ہوں۔
مولانا: جب آپ بحیثیت اپنی ہیں تو مناظرہ کی منظور کردہ شرائط کیونکر مسلم
دیکھیں گی، جائیں انہیں خود لائیں!

لاندہب: اے حضرت! اپنی نہیں دیکھیں، میری منظور کردہ شرائط نہ
صرف منظور کریں گے بلکہ انہیں کی منظور کردہ سمجھی جائیں گی۔

مولانا: تو کیا آپ ان سے زیادہ قابل ہیں، دیکھیں کی مدد کی تب حاجت
ہوتی ہے جب مؤکل ناقابل ہو، پھر ناقابل سے مناظرہ کیسا، بہتر ہو کہ آپ سے
مناظرہ کیا جائے اور آپ کے مؤکل کی شکست یا نصرت مانی جائے۔

لاندہب: صاحب میں جس کام کے لئے آیا ہوں وہ کر لیجئے (اپنے مؤکل
عبدالحق کی طرف مخاطب ہو کر) مولوی صاحب کہہ دینا کہ ان کی منظور کردہ شرائط
مجھے منظور ہیں۔

عبدالحق مناظر: اس کی کیا حاجت ہے جب کہ سب کو معلوم ہے کہ یہ
میرے فرستادہ ہیں جو شرائط مناظرہ طے کرنے آئے ہیں۔

مولانا: سبحان اللہ! آپ کا یہ حجاب سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ خود ہی کیوں نہ
طے فرمائیں۔

مناظر: وقت ضائع نہ کیجئے شرائط طے کیجئے!

مولانا: کس سے کروں آپ سے یا ان سے؟

مناظر: ان سے ہی کیجئے جو ان کے آپ کے درمیان طے ہو جائے گا۔

مجھے منظور ہوگا۔

مولانا: (وکیل طے کنندہ شرائط سے) آپ کا نام؟

وکیل: اس کی کیا ضرورت ہے؟

مولانا: نام بتانے میں کیا نقصان ہے، اگر کسی معاملہ کے افشاء کا خوف ہے

تو خیر، ہم روئے دناظرہ میں وکیل لکھ کر آپ کو ظاہر کر دیں گے (جلسہ کافرمانی قہقہہ)

وکیل: شرمندہ سا ہو کر، میرا نام مولوی اسماعیل غزنوی ہے۔

مولانا: آپ کے دو نام ہیں مولوی بھی اسماعیل غزنوی بھی؟

وکیل: خیر اور گفتگو مناظر سے کرنا مجھے سے شرائط طے کر لو!

مولانا: متبسم ہو کر، ہاں سب سے اوّل ایسے ثالث کی ضرورت ہے

جو فریقین کے دلائل بخوبی سمجھ سکتا ہو، تاکہ حق و باطل کا انکشاف حاضرین پر مطلع

ہو جائے۔

وکیل: بیشک ضرورت ہے، آپ ہی انتخاب فرمائیں۔

مولانا: میرے منتخب کردہ کو شاید آپ پسند نہ کریں، بہتر ہے کہ آپ ہی

بتائیں۔

وکیل: نہیں، نہیں، آپ ہی بتائیں، میں غدر نہ دوں گا۔

مولانا: میری نظر میں اس وقت جناب مولوی محرم علی صاحب چشتی

ایڈووکیٹ ہائی کورٹ پنجاب سے بہتر دوسرا شخص نہیں کہ وہ فریقین کے عقائد و دلائل کی

سمجھ کے علاوہ وسیع معلومات رکھنے والے ہیں، علاوہ ازیں منصف بھی معاملہ فہم بھی،

حق شناس بھی۔

وکیل: گردن ہلا کر انکار۔

مولانا: زبان سے فرمائیں ایماء (اشارہ) جلسہ عام میں غیر معتبر ہوتا ہے

وکیل: جی نہیں، وہ نا منظور ہیں۔

مولانا: اس کا سبب۔

وکیل: سبب کچھ نہیں اور کوئی بتائیں۔

مولانا: میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا میرا انتخاب آپ کو منظور نہ ہوگا،

خیر اب آپ کہئے!

وکیل: ڈاکٹر اقبال صاحب کو منظور کیجئے۔

مولانا: یہ مناظرہ ہے یا مشاعرہ، ڈاکٹر اقبال صاحب شاعر ہیں، اس کے

لئے ایسے شخص کی ضرورت ہے جو مذہبی معلومات رکھنے والا غیر جانب دار ہو۔

وکیل: وہ بڑے عالم ہیں، ایم اے پی ایچ ڈی پیر سٹریٹ لاء ہیں۔

مولانا: مجھے معلوم ہے لیکن مذہبی دلائل اور دینی معلومات میں وہ میرے

خیال میں مولوی محرم علی چشتی صاحب پر ترجیح نہیں پاسکتے۔

وکیل: اچھا تو مولانا بول کلام آزاد کو منظور کیجئے!

مولانا: سبحان اللہ مناظرہ اب، اور ثالث کو کلکتہ سے منتخب کر کے بلایا جا رہا

ہے، قطع نظر اس کے وہ اسم یا مسمیٰ آزاد از مذہب ہیں، وہ اپنے ہفتہ وار الہلال میں

حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی نبوت و رسالت سے منکر ہو کر کہہ چکے ہیں کہ وہ کوئی

رسول نہ تھے، ایک مصلح و مجدد تھے، لہذا ایسے شخص کو، مسلمانوں کے تہذیب کے لئے حکم

بنانے کی اجازت معاف کیجئے آپ کا مذہب دینا ہوگا، ہمیں اجازت نہیں، اگر ایسے

شخص کے منصف بنانے کی شریعت میں اجازت ہوتی تو شردہا نند یا جازی کو ہی نہ

منتخب کرتے جو ایک پیغمبر اولوالعزم کی شان میں یوں لکھ رہا ہے۔

الہدلال ۲۳ ستمبر ۱۹۱۳ء بعنوان وقائق وحقائق مسیح نامہ صری کا تذکرہ بیکار ہے۔ وہ شریعت موسوی کا ایک مصلح تھا، پر خود کوئی صاحب شریعت نہ تھا، اُس کی شان ان محمد و مہین ملت قدیرہ اسلامیہ کی سی تھی جس کا حسب ارشاد صادق و مصدوق تاریخی اسلام میں ہمیشہ ظہور ہوتا رہا، وہ کوئی شریعت نہیں لایا، اُس کے پاس کوئی قانون نہ تھا، وہ خود ہی قانون عشرت موسویہ کا تاج تھا۔

وکیل: وہ بھی نہیں، یہ بھی نہیں، تو پھر آپ فرمادیں۔

مولانا: چشتی صاحب کو نہ معلوم آپ کس ذرے منظور نہیں کرتے حالانکہ ان کی لیاقت، قابلیت، علمیت سے آپ ہم دونوں واقف ہیں اچھا تیر سید محمد امین شاہ صاحب امدد الیٰ الیہ وکیٹ ہائی کورٹ پنجاب تو منظور ہیں۔

وکیل: جی نہیں، وہ بھی نا منظور۔

مولانا: اچھا مولوی فضل الدین صاحب پلیدر ہائی کورٹ تو منظور ہیں؟

وکیل: یہ بھی نا منظور۔

مولانا: اس کا سبب۔

وکیل: سبب کچھ نہیں۔

مولانا: مجمع کی طرف مخاطب ہو کر حضرات اتنا وقت فضول ضائع ہوا اور

نتیجہ کچھ نہ نکلا بقول شخصے۔

نتیجہ نہ نکلا پھرے سب سپاہی

یہاں آتے آتے وہاں جاتے جاتے

اب فرمائیے مناظرہ بغیر ثالث کس طرح ہو؟

چودھری عبد الکریم صاحب میونسپل کمشنر ساکن قلعہ گورنگھ نے فرمایا:

کیا مولانا اصغر علی صاحب روحی کو منظور کرنے میں بھی عذر ہے؟

مولانا: مجھے ان سے شرف نیاز تو حاصل نہیں لیکن ان کی علمیت قابلیت کا

منکر منکر بلیپ خاطر منظور کرتا ہوں، بشرطیکہ وکیل وہ توکل منظور کرتے ہوں۔

وکیل: جی نہیں، روحی صاحب بھی مجھے منظور نہیں۔

مولانا: چشمن ہو کر، تو صاف کیوں نہیں کہتے کہ مناظرہ ہی منظور نہیں

انضاعت وقت منظور تھا، (حاضرین مولانا سے)

حضرت جی ساری رات گزر جائے گی اور انہیں نہ منظور کرتا ہے نہ کریں

ان کا مقصد ہی یہ ہے کہ بلا مناظرہ کئے پچھا چھوٹ جائے تو ہم امن چین سے گھر آکر جو چاہیں لے کر اہل سنت کا فرار اپنا قرار لکھ ماریں۔

آپ اُن سے دعاوی مناظرہ سن کر شروع ہو جائیں، پبلک خود فیصلہ کریں

علم اور ثالث کی کچھ ضرورت نہیں۔

مولانا نے ہاتھ کے اشارہ سے جلسہ کو ساکت کر دیا، وکیل سے فرمایا:

مولانا! فرمائیں پبلک کا فیصلہ منظور ہے یا اس میں بھی قیل وقال نظر بر مال

ہے۔

وکیل: پبلک کا فیصلہ تو منظور ہے لیکن اسی جگہ نہیں اپنے گھر جا کر کر لے

یہاں خاموش رہے۔

مولانا: اشاعہ مناظرہ میں خاموش رہ کر اختتام پر اظہار خیال بھی نہ کرے تو

کھلے کیا ہوا؟

وکیل: آپ کی جماعت بڑی ہے لامحالہ وہ آپ کی موید ہوگی اس لئے عام

مجلس میں عوام کا فیصلہ نا منظور ہے۔

مولانا: متبسم ہو کر الحمد للہ! شرائط کے ساتھ مناظرہ کا بھی آپ نے

خوب فیصلہ کر دیا ہماری بڑی جماعت تو آپ کو بھی مسلم ہے، جب آپ امام جماعت کو بڑا جان رہے ہیں اور حدیث نبوی کو مان رہے ہیں تو پھر چھوٹی جماعت کی کیوں شامل ہیں؟

حضور سید یوم النور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں؟

اتَّبِعُوا السَّوَادَ الْأَعْيَنَ فَإِنَّهُ مَنْ شَدَّ شِدًّا فِي النَّارِ

بڑی جماعت کا اتباع کرو، جو اس سے جدا ہوا جہنم میں پھینک دیا گیا۔
وکیل: میں مناظر نہیں، یہ باتیں مناظر سے کرنا میری بات اگر منظور نہ ہو
بسم اللہ مناظرہ کر لیجئے ورنہ ہمیں جانے دیجئے!

مولانا: (حاضرین سے) حضرات جانے کی اجازت طلب ہو رہی ہے۔
اب آپ سے میری عرض ہے کہ خاموشی سے مناظرہ سنئے اور حق و باطل کا امتیاز کیجئے
ورنہ آپ وکیل و موکل تشریف لے جانے کی ٹھان رہے ہیں۔
عبدالحمید: جھنجھلا کر میرا نام کیوں لیا جا رہا ہے، میں نے کب جانے کا نام
لیا ہے، راست گوئی سے کام لیجئے دروغ بانی اچھی نہیں۔

مولانا: حضرات سن لیا مولوی اسماعیل غزنوی کو عبدالحمید صاحب وکیل
تسلیم کر چکے ہیں لیکن ابھی شرائط تو رکھی رہیں پہلے سے ہی حضرت پلٹ گئے
فرمانی توتیہ.....

ناظرین: حضرت جی گفتگو شروع کیجئے، وقت ضائع ہو رہا ہے، ہم خاموشی
لے مناظرہ نہیں گے اور آپ ہی فیصلہ کریں گے۔

رات کے دس بجے یہ معاملہ طے ہوا تو مولانا نے فرمایا کہ اپنے دعوے کو
کر مجھے عنایت کیجئے تاکہ سلسلہ جواب و سوال شروع ہو۔

چودھری صاحب نے غیر مقلدین کے لکھے ہوئے دعاوی مولانا کو دیے۔

بارے جلسہ کے صدر با اتفاق عامہ حاضرین چودھری عبدالکریم صاحب مقرر ہوئے
اور فریق مخالف کے صدر محمد اسماعیل بن عبدالواحد امام مسجد چچا نوالی۔

صدر صاحب نے دس دس منٹ ہر دو فریق کو گفتگو کے لئے دیے اور پہلی
شب کا اعتنائی وقت مناظرہ دو (۲) بجے رکھا۔

بعد ازاں چودھری صاحب نے اسٹیج پر کھڑے ہو کر بغرض تفہیم عوام ایک
تقریر فرمائی اور دعاوی فریق مخالف کے اس طرح سنائے۔

(۱) تہلیلہ شخصی بدعت ہے۔

(۲) یا رسول اللہ! کہنے کا قرآن وحدیث میں کوئی ثبوت نہیں۔

(۳) امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنی چاہئے۔

(۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ نہیں، وہ فوت ہو چکے ہیں (معاذ اللہ)

(۵) خدا کے سوا علم غیب کسی کو نہیں۔

(۶) علاقہ نجد وہ نہیں ہے جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی

کی ہے۔

وہ اور ہے جہاں محمد بن عبدالوہاب اور ابن سعود پیدا ہوئے یہ چھ دعاوی
مندرجہ بالا منجانب الحمدیث ثابت کئے جائیں گے اور ان کی تردید حنفیہ کی طرف سے
کی جائے گی، اور تردید قرآن وحدیث سے کی جائے گی، اہل حدیث یعنی غیر
مقلدین قرآن وحدیث کے مقابلہ میں فقہ کے دلائل کو تسلیم نہ کریں گے۔

دعویٰ غیر مقلدین قلعہ گوجر سنگھ

العبد

العبد

تحسیدار عبداللہ ولد میاں جیوا حافظ محمد حسین قلعہ گوجر سنگھ نوشی نمبر ۵

قلعہ گوجر سنگھ بقلم خود

پھر فرمایا: حضرات یہ وہ مسائل ہیں جن پر بحث ہوگی مہربانی فرما کر نہایت سکون و اطمینان سے سکوت کے ساتھ سنیں اثناء مناظرہ میں کسی قسم کی گڑبڑ نہ کی جائے ”نعرہ اللہ اکبر“ ناظرین کی طرف سے بلند ہوا، اور صدر صاحب کرسی صدارت پر تشریف فرما ہو گئے، اور مولانا کو کاروائی مناظرہ کی اجازت دی اور مولانا کھڑے ہوئے اور نعرہ رسالت ”یا رسول اللہ“ بلند ہوا مولانا نے کھڑے ہو کر مناظرہ فیہ مقلدین سے اس طرح گفتگو شروع فرمائی۔

مولانا: چونکہ پہلا مسئلہ متنازع فیہ تقلید شخصی ہے لہذا آپ اپنے دعویٰ کو مدلل وضاحت کے ساتھ بیان کریں!

لاذہب مناظر: (خطبہ پڑھ کر) بھائیو! ہمارا دعویٰ ہے کہ سوائے قرآن و حدیث کسی کی تقلید کرنا بدعت ہے، یعنی قرآن و حدیث کے علاوہ کسی کے قول کو بلا دلیل ماننا اس کے پیچھے لگ جانا ناجائز ہے خواہ کسی شخص کی ہی تقلید کرے ناجائز ہے، دیکھو قرآن شریف میں اللہ صاحب فرماتے ہیں:

اتَّخَذُوا أَحِبَّاءَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ وَالْعِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَمَا أُمُورُوا إِلَّا لِعِبَادَتِهِ السَّاعِدُونَ وَالسَّاعِدَاتُ لَآ إِلَهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ○

ترجمہ: ٹھہرایا انہوں نے اپنے عالموں اور رویشوں کو مالک اپنا اللہ کے سوا اور مریم کے بیٹے مسیح کو حالانکہ ان کو تو یہی حکم ہوا ہے کہ ایک مالک کی بندگی کریں، اللہ کے سوا کوئی مالک نہیں، نہ والا ہے ان کے شریک بنانے سے۔

حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں کہتے ہیں کہ حضرت عدی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ سے سنا کہ اس آیت کو پڑھ کر فرماتے تھے کہ اس میں یہ مراد نہیں ہے کہ وہ لوگ اپنے عالموں اور صوفیوں کی پوجا کرتے تھے بلکہ جس چیز کو ان کے عالم اور

عالم شلال کر دیتے اس کو وہ حلال سمجھ لیتے اور جس کو وہ حرام کر دیتے حرام سمجھ لیتے جس طرح اس زمانہ کے خفی شافعی مالکی حنبلی کہ قرآن و حدیث کے مقابلہ میں ان دونوں کی تقلید کرتے ہیں، سو یہ بدعت ہے، اور حدیث میں ہے:

كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ ○

اور اس قسم کی آیتیں حدیثیں بہت ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تقلید کسی کرنی یا سوائے خدا اور رسول کے کسی کی پیروی کرنی بدعت و ناجائز ہے۔

مولانا: (حاضرین کو مخاطب کر کے) حضرات آپ نے سن لیا مولانا کا دعویٰ ہے کہ قرآن اور حدیث کے سوا کسی کی تقلید کرنا بدعت ہے، اور بلا دلیل قرآن و حدیث کسی کے پیچھے لگ جانا ناجائز ہے، خواہ وہ کسی مرتبہ کا ہو، تو مولانا کی ساری بات پر کا خلاصہ یہ ہوا کہ جس قدر مقلدین آئمہ اربعہ ہیں عام ازیں کہ وہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبیح اور مقلد ہوں یا امام شافعی کے یا مالک و احمد طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پیرو وہ سب مرتکب بدعت ہو کر بدعتی ہوئے اس لئے کہ مقلدین آئمہ اربعہ اپنے امام کی تحقیق پر عامل اور کاربند ہیں تو مولانا کے نزدیک کروڑوں مسلمان جو تقلید آئمہ کر رہے ہیں بدعتی ہوئے اور جو بدعتی ہے وہ فاسق ہوتا ہے اور فاسق کا قول و فعل قابل اعتبار نہیں، بنا بریں غوث قطب آئمہ حدیث وغیرہ عقیدہ مولانا میں فاسق ہیں، دوسری صورت میں لعنت کے مستحق اور ان کی خیرات عبادت و ریاضت، ان کا صدقہ بیکار، حضور اکرم نور مجسم رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ أَخَذَتْ حَدَّثَنَا أَوْ أَوْامِي مُحَدِّثًا فَعَلِمْنَاهُ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَكُوتُ وَالْأَسْجُوتُ ○

یعنی جس نے بدعت کو جاری کیا یا بدعتی کو ٹھکانہ دیا تو اس پر خدا کی لعنت

اور تمام فرشتوں کی اور سب انسانوں کی، اللہ نہ اس کے فرض کو قبول کرے نہ ان کے صدقہ کو۔

غرضیکہ مولانا کے نزدیک مقلدین ائمہ اربعہ بدعتی ملعون ہیں تو ان کے فرائض قبول نہ صدقات مقبول، نیز ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

كُلُّ بَدْعٍ ضَلَالَةٌ كُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ ○

ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں۔

تو جب مولانا کے نزدیک تقلید شخصی بدعت و گمراہی ہے تو گویا تقلید کرنے والے جملہ مسلمان جہنمی ہیں انا اللہ تعالیٰ، چنانچہ مولانا نے اپنے دعوے کو دلیل میں حدیث مذکور کو پیش کیا ہے، لہذا قائل ازیں کہ میں آیہ مملوۃ مولانا کے متعلق جس کو مولانا نے اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کیا تھا عرض کروں، میں مولانا سے درخواست کرتا ہوں کہ

(۱) اول تقلید شخصی کی جامع مانع تعریف بیان کریں۔

(۲) یہ بھی فرمائیں کہ تقلید مطلق اور مطلق تقلید اور تقلید شخصی میں کیا فرق ہے؟

(۳) آپ قرآن وحدیث سمجھنے میں کس مفسر اور محدث کے متبع اور مقلد ہیں؟

(۴) بدعت کی کتنی قسمیں ہیں؟

(۵) تقلید شخصی جس کو آپ نے بدعت فرمایا ہے ان اقسام سے کوئی قسم ہے؟

لامذہب مناظر: بھائیوں! مجھے افسوس ہے کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہو گیا

ہوں، میں نے مقلدین کو بدعتی کہا ہے نہ گمراہ اور نہ میں نے ان کے ناری ہونے کی بابت کوئی جملہ زبان سے نکالا، یہ سب مقرر صاحب کے اپنے الفاظ ہیں، ہماری بات کا جواب تو دیتے نہیں ادھر ادھر کی لالچنی باتیں کر کے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں اور مناظرہ سے گریز کرنا چاہتے ہیں، ہمارا دعویٰ ہے کہ (تقلید شخصی بدعت ہے) اور

تقلید شخصی کی تعریف شاہ ولی اللہ دہلوی والے نے یہ لکھی ہے کہ (بلا دلیل کسی شخص معین کی بات مان لینے کو تقلید شخصی کہتے ہیں) اور ہم بھی اسی تعریف کو مانتے ہیں، مقرر صاحب ہماری بات کا جواب دیں، بحث سے نہ بھاگیں، ہم کہتے ہیں کہ بلا دلیل قرآن وحدیث کسی کے پیچھے لگ جانے کو تقلید کہتے ہیں اور یہ ناجائز و بدعت ہے) مقرر قرآن شریف میں صاف فرمایا ہے:

يَتَّخِذُوا احِبَّاءَهُمْ وَرُحَبَاءَهُمْ اَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَالْمَسِيحَ ابْنِ مَرْيَمَ وَمَا امْرُؤًا اِلَّا لِهَيْبَتِهَا اِلٰهًا وَّاحِدًا ط لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَہٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○

جس کی تصریح تفسیر ابن کثیر سے بیان کر چکا ہوں، دوسری جگہ اللہ صاحب فرماتے ہیں:

اَمْرٌ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْتِ بِهِ اللّٰهُ ○

یعنی کیا ان کے واسطے خدا کے شریک ہیں کہ انہوں نے راہ ڈالی ہے ان کے واسطے دین کی جس کا حکم اللہ صاحب نے نہیں دیا۔

مسلمانوں اس سے تو تقلید کا ناجائز ہونا دودھ کی طرح ظاہر ہو گیا، لہذا اس کی تردید کریں فضول لال یعنی گفتگو بیکار ہے۔

مولانا: (جلسہ کی طرف مخاطب ہو کر) حضرات فقیر نے جو کچھ کہا تھا وہ آپ کو یاد ہو گا میں مولانا کی طرح اس کو دھرا کر وقت خراب کرنا نہیں چاہتا، مولانا کا جواب اب آپ نے سن لیا میں نے پانچ سوال تقلید کی بابت کئے لیکن افسوس، جواب آپ کا بھی نہیں اور موقع جواب پر کھڑے بھی ہوئے، تو وہی کجلی کہانی کچھ الفاظ گھٹنا لگا کر پھر سنا دی۔

دل میں فیصلہ کر لیں کہ بقول مولانا مناظرہ سے میں گریز کرتا ہوں یا کون

مگر چونکہ مجھے آپ کی تفہیم مقصود ہے لہذا میں پھر مولانا سے درخواست ہوں کہ میری تقریر کو گوش و ہوش میں اور قرآن وحدیث سے منقول جواب دیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ تقلید شخصی بدعت و ناجائز ہے اور تقلید شخصی کی یہ تقریر کرتے ہیں کہ بلا دلیل کسی شخص معین کے قول کو مان لینا تو معلوم ہونا چاہئے کہ قرآن اور عدم جواز صرف ہم لوگوں کے لئے ہے یا مولانا کے لئے بھی یہی حکم ہے اس کے اول سے اب تک دونوں تقریروں میں مولانا خود تقلید شخصی کا قلابہ پہنے ہوئے آتے ہیں جس چادر خلافت سے بزم خود ہمیں نکالنے تشریف لائے تھے اسی بزم خود مگرے ہوئے ہیں۔

مولانا پہلی اور دوسری تقریر میں حافظ ابن کثیر کی تقلید سے آیہ کریمہ کی تفسیر کر چکے ہیں اور تقلید کی تعریف حضرت مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی علیہ رحمۃ اللہ کی تقلید سے بیان کی ان دونوں صاحبوں کے قول کو بلا قرآن وحدیث مولانا نے مان کر دلیل میں پیش کر دیا شاید اس کو مولانا اپنے لئے تقلید نہ سمجھتے ہوں مگر آپ خود سمجھ لیں کہ تقلید نہیں تو کیا ہے، اگر تقلید نہیں تو جتنا میں کہ کس حدیث میں اور کس آیہ کلام اللہ میں حافظ ابن کثیر اور شاہ ولی اللہ دہلوی علیہ الرحمۃ کے قول کو مان لینے کا حکم فرمایا ہے؟ وہ بھی بلا دلیل، جلد از جلد فرمائیں کہ فلاں حدیث اور فلاں آیہ قرآنی بتا رہی ہے کہ شاہ صاحب محدث دہلوی اور ابن کثیر جو جتنا میں وہ تم بلا دلیل تسلیم کر لینا۔

اور غیر مقلد پر محض تقلید کرنے سے ایسے سوالات کے لئے میدان ایسا وسیع ملتا ہے کہ قیامت تک سوالات کا سلسلہ ختم نہ ہوگا، چنانچہ جب مولانا بفرض محال اس کی دلیل میں کوئی آیت یا حدیث بیان کریں گے تو اس کی بابت بھی میرا وہی سوال ہوگا جو پہلے ہو چکا ہے تو ایسی صورت میں تسلسل لازم آئے گا، پھر کر کہیں گے کہ اس حدیث کا حدیث ہونا اس سے ثابت، اور اس حدیث کا حدیث ہونا اس سے ثابت تو دور لازم آئے گا، بہر کیف مولانا کو ہر حدیث کے بابت یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے کان میں خود فرمائی ہے اگرچہ اس کا نام تقلید نہ رکھیں، کچھ اور رکھ لیں تو محض نزاع لفظی باقی رہ جائے گا، مجھے امید ہے کہ مولانا اپنے ضمیر سے مشورہ کر کے انصاف سے اقرار تقلید فرمائیں گے اس لئے کہ یہ اظہر من الشمس بین من الامس ہو چکا ہے کہ بغیر قلاۃ تقلید ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں مل سکتی خدا کرے کہ مولانا کے جواب دیتے وقت انصاف مدد کرے۔

لاذہب: (بڑے جوش سے کھڑے ہو کر) صاحبو! ہم کب کہتے ہیں کہ

تقلید ناجائز ہے۔

لائے اس بات کو التجاء کر کے کفر ٹوٹا خدا کر کے

ہم تو تقلید شخصی کو بدعت دنا جائز بتاتے ہیں جیسے خفی کہ سوائے ابو حنیفہ کے اور کسی امام کی تقلید نہیں کرتے، سب اماموں کی اگر تقلید کی جائے تو ہم کب برا کہتے ہیں (مولانا کی طرف مخاطب ہو کر) جناب مقرر صاحب آپ ہماری بات کا جواب دیجئے ہم دور و تسلسل کو نہیں جانتے، ہم کہتے ہیں کہ تقلید شخصی بدعت ہے اور ہم بخاری و مسلم کی تقلید نہیں کرتے بلکہ اس کی روایت کو نقل کرتے ہیں قرآن وحدیث کو بخیر سمجھتے ہیں۔

مَنْ أَخَذَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ

تقلید شخصی آپ لوگوں نے چوں کہ دین میں داخل کر رکھی ہے بدیں سبب ہم اسے مردود و بدعت کہتے ہیں آپ ہمارے دلائل کا جواب دیں، دور از کار باتیں نہ بنائیں۔

مولانا: حضرات میں سخت تعجب میں ہوں یا تو میں اپنے مانی الضمیر کا اظہار کرنے اور مولانا کے دلائل سمجھنے سے قاصر ہوں یا مولانا میرے سوالات سمجھنے سے معذور ہیں، میں حیران ہوں کہ مولانا کو اپنے سوالات کیسے سمجھاؤں اور کس طرح ان کو جواب کی طرف متوجہ کروں اگر میں بھی حسب عادت مولانا ہر مرتبہ اپنے ہڈانے الفاظ کا اعادہ کرتا رہوں تو بجز اضعاف وقت کچھ فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ لہذا میں پھر مولانا سے گزارش کرتا ہوں کہ خیر اگرچہ آپ میرے سوالات کا جواب دینے سے پہلو جی کرتے ہیں لیکن مجھے حاضرین کی تفہیم مقصود ہے لہذا اصاف طور پر پھر عرض کرتا ہوں، حضرات ذرا بخور سنئے! میں کس کس بات کا مولانا سے مطالبہ کروں، آپ کو معلوم ہے شروع سے اب تک مولانا نے میرے سوالات کا کیا جواب دیا؟

حاضرین کی طرف سے) ”کچھ نہیں“ علاوہ ازیں مولانا کو اپنے دعوے کے الفاظ کا خیال نہیں، نیز یاد نہیں کہ اوّل میں نے کیا کہا تھا اور اب کیا کہہ گیا، اوّل تو فرمایا تھا کہ تقلید شخصی ناجائز و بدعت ہے اور دلیل عدم جواز پر آیتیں پیش کیں جس کے لفظی معنیوں کو عدم جواز تقلید سے اصلاً تعلق نہیں، لفظی سننے تو صرف آیت کے اس قدر تھے کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے عالموں درویشوں اور سیدنا مسیح علیہ الصلاۃ والسلام کو رب بنی پروردگار بتالیا حالانکہ ان کو بجز ایک وحدہ لا شریک کے کسی کی پرستش کا حکم نہیں کیا گیا، آپ ہی اپنے دلوں میں انصاف کر لیں کہ دعویٰ تو تقلید کے عدم جواز اور بدعت ہونے کا کیا اور دلیل میں غیر اللہ کی عبادت پر ممانعت کی آیت پیش کی، پھر آیت کو اپنے موافق بنانے کے لئے ابن کثیر کی تفسیر بروایت حضرت عدی بیان کی، جس کا روایت ہونا حافظ ابن کثیر کے قول کو مان لینے پر موقوف ہے۔

لہذا مولانا خود بلا دلیل قرآن وحدیث قول ابن کثیر کو مان کر مرتکب فعل بدعت ہو کر مقلد ہو گئے، کیونکہ مولانا ابن کثیر کی بات بلا دلیل قرآن وحدیث مان لینا کس آیت یا حدیث سے ثابت ہے کیا آپ نے اس روایت کو بلا دلیل قرآن وحدیث حافظ ابن کثیر کے کہنے سے نہیں مانا، اب علاوہ گذشتہ مطالبات کے یہ سوالات آپ پر اور عائد ہوتے ہیں۔

(۱) عدم جواز سے آپ کی کیا مراد ہے، کیونکہ ناجائز کا اطلاق شرک، کفر، حرام، مکروہ، بدعت، اسامت پر ہوتا ہے۔

(۲) پس تقلید شخصی ان میں سے کس قسم میں داخل ہے؟ اگر شرک ہے تو آپ اپنے منہ مشرک بنتے ہیں، اگر کفر ہے تو کافر، حرام ہے تو مرتکب حرام ہو کر فاسق، اگر مکروہ یا اسامت کے درجہ میں ہے تو مرتکب فعل مکروہ۔

(۳) جناب والا یہ کیا دیانت ہے کہ ہمیں تو اماموں کی تقلید سے چھڑایا جاتا

ہے اور خود بدولت مقلدین کی تقلید کرتے پھرتے ہیں، شاید مقلدین کی تقلید کا ثمر قرآن میں ہوگا، اگر ہے تو براہ کرم فرمادیجئے ورنہ علائقہ نہ کسی چپکے سے ہی کہہ دے کہ یہ محض خشن پردی تھی، ورنہ تقلید امر نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے۔

دیکھئے قرآن پاک میں حضرت عزت جل مجدہ ارشاد فرماتا ہے:

فَاسْتَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ○

اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر سے دریافت کر لو

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جن امور کا ہمیں قرآن پاک و حدیث سیدہ اولاد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں صراحۃً کوئی ثبوت نہیں ملتا ان میں ہم اہل ذکر سے دریافت کر لیں اور ان کے اقوال کو بلا چون و چرا تسلیم کر لیں، جیسے مولانا نے اکثر کثیر کی روایت کو بلا چون و چرا، ابن کثیر کی تقلید کر کے تسلیم..... اے تو یہ نہیں نہیں نقل کر دیا، دوسرے حق سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً مِّنَ رَبِّكَ ○

ترجمہ: جو ہمارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عطا فرمائیں اُس کو لے لو، جس چیز سے منع فرمائیں باز رہو۔

حَدِّثُوا اور انتھو اور دنوں صیفہ امر ہیں جو بقواعد اصول و وجوب پر دلالت کرتے ہیں، اس آیت کریمہ میں اس امر کی کچھ تخصیص نہیں کہ خوب چھان بین کر قرآن سے دلیل طلب کر کے حضور کا قول و فعل قبول کرو۔ بلکہ مطلق ارشاد فرمایا کہ کچھ دیں بلا پس و پیش لے لو اور جس سے منع فرمائیں بلا چون و چرا باز رہو، کہیں مولانا اس آیت سے وجوب تقلید شخصی پر کافی روشنی پڑتی ہے یا نہیں اگر ایک سے قائل نہیں ہوئی تو اور کچھ جناب باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ ○

اللہ کی اطاعت کرو اُس کے رسول کی اطاعت کرو اور اولوالامر کی پیروی کرو جو تم میں سے ہوں۔

اس آیت کریمہ میں تین حکم ہیں:

(۱) اطاعت الہی: دوم (غلامی رسالت پناہی، سوگم): پیروئے امراء اسلام، علماء عظام، مجتہدین کرام، اب میں مولانا سے دریافت کرتا ہوں، کہ خدا کی اطاعت کا طریقہ ہمیں کس نے بتایا؟ کس کے فرمانے سے ہم اطاعت الہی کرنے لگے؟ لا محالہ کہیں حکم کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ پھر یہ سوال پیدا ہوگا کہ حضور کو ہم سے پردہ فرمائے تیرہ سو چالیس (اب چودہ سو چالیس) سال ہو چکے اور یہ ظاہر ہے کہ ہماری عمر اتنی نہیں کہ ہم نے زمانہ باکرامت رحمت جسم صلی اللہ علیہ وسلم پایا ہو تو حضور کی اطاعت ہم نے کس کی تقلید سے کی، طریقہ اطاعت الہی اولاً واصلتاً صحابہ کرام نے حضور سے سیکھا۔ حضور کے قول و فعل کو بلا دلیل تقلید شخصی کر کے صحابہ نے مانا، تابعین نے صحابہ کی تقلید کر کے بلا دلیل وہ طریقہ تعلیم پایا، یوں ہی ہر طبقہ اور زمانہ میں خلف اپنے سلف کی تقلید کرتے چلے آئے اسی کا نام تقلید شخصی ہے، اس کا ثبوت یہ ہے کہ جس چیز کو حضور سید یوم النور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ خدا کا حکم ہے، صحابہ نے بلا کسی اعتراض کے مان لیا، تابعین نے صحابہ سے اسی طرح گوش قبول سے سن کر منقول کر لیا، ملی ہذا القیاس ان کا قول ان کے خلف پوچھی مانتے رہے حتیٰ کہ ہم تک یوں ہی سلسلہ چلا آ رہا ہے اور اس کے بغیر کسی فرد و بشر کو چارہ نہیں، ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ تقلید تو کریں لیکن حسب قول مولانا اس کا نام کچھ اور رکھیں۔

(۴) میں دریافت کرتا ہوں کہ آپ بخاری و مسلم کی احادیث اکثر پیش کرتے ہیں، کیا یہ احادیث بلا واسطہ بغیر تقلید شخصی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ تک پہنچ چکی ہیں، ظاہر ہے کہ آپ تک تو کیا آپ کے باپ کے باپ کے ادا تک بھی

پہنچنا محال و در محال ہے بلکہ ان احادیث کا حدیث ہونا ہی آپ تقلید بخاری اور مسلم تسلیم کر رہے ہیں۔

اور اس تقلید کی تعلیم تو خود حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی چنانچہ جب صحابہ نے دریافت کیا کہ حضور آپ کے بعد ہم کس کی اقتداء کریں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

إِقْتَدُوا مِن بَعْدِي أَهْلَ بَيْتٍ وَعَمْرَأَوْ كَمَا قَالَ۔

نیز فرمایا:

أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ لَمَّا أَقْتَدَيْتُمْ أَهْلَ بَيْتِي

اور فرمایا:

لَا تَجْعَلُوا مَتًى عَلَى الضَّلَالَةِ فَإِنَّمَا رَأَيْتُمْ اخْتِلَافًا فَعَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الْأَعْظَمِ فَإِنَّهُ مِنْ شَدِّ شِدِّ لِي النَّارِ

اور ارشاد ہوا:

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ عَضُوا عَلَى آثَارِهِمُ النَّوَاجِدِ

فرمائیں یہ کس طرح معلوم ہوا کہ یہ حضور کی سنت ہے اور یہ امر حضور کے خلاف؟ جب تک کہ تقلید کا قلاوہ نہ پھنس، اور ان کی پیروی نہ کریں جنہوں نے اپنی عمر قرآن و حدیث کی خدمت میں وقف کر دی تھی۔

مولانا کوری حدیث اور آیت پڑھ دینا اور بات ہے اور اس کی سند حضور تک پہنچانا امر آخر ہے، ہم تو جب آپ کو غیر مقلد جانیں کہ بغیر کسی امام و محدث کے بتائے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث اخذ کریں، اب ہمت ہے تو جواب دیجئے ورنہ آج سے تقلید شخصی کو بدعت کہنے سے توبہ کیجئے!

اور سنئے جو تعریف تقلید کی آپ نے بیان فرمائی ہے اُس کے لحاظ سے

آپ پیدا ہونے کے وقت سے اس وقت تک برابر ہر آن، ہر لحظہ ہر دقیقہ تقلید شخصی میں گرفتار ہیں، چنانچہ کو یاد ہوگا جب کہ آپ نجاست میں سنا ہوا ہاتھ منہ کی طرف بجاتے تھے اور والدین کی تقلید سے اس کو بخش اور بُری چیز جاننے لگے تھے، اس وقت دلیل قرآن و حدیث کا مطالبہ کیوں نہ کیا، پھر جب کہ آپ کے والدین نے آپ کو کتب میں استاد کے آگے زانوئے ادب طے کرانے بٹھایا تھا، اُس وقت استاد کی اس تعلیم پر کہ لمبا خط الف ہے دلیل قرآن و حدیث نہ مانگی، مارے ڈر کے چپ چاپ الف ہونا، اُس خط کا ایسا مانا کہ آج تک کان نہیں پھڑپھڑاتے، جانے دیجئے آج ہی کوئی دلیل قرآن و حدیث سے پیش کر دیجئے کہ لمبے خط کو اللہ نے الف فرمایا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، پھر ب، پ، ت، ث، کی دلیلیں اسی طرح قرآن و حدیث سے لائیں، قطع نظر اس کے عربی کا ترجمہ اردو میں جو کیا گیا اور اسے آپ نے مان لیا تو بصورت عدم جواز تقلید اس پر دلیل لائیں ورنہ یہ تقلید نہیں تو کیا ہے؟ اب خدا را سوچ سمجھ کر میرے گزشتہ مطالبات کا نیز اُس تقریر کا مفصل مدلل جواب دیجئے یا تسلیم کیجئے!

لاندہ ب: بھائیو! مولوی صاحب لوٹ پھیر کر ادھر ادھر کی باتیں کر دیتے ہیں، ہماری آیت اور حدیث کا جواب نہیں دیتے، تو کیوں نہیں کہہ دیتے کہ ہمارے پاس جواب نہیں، یا تقلید شخصی کو ثابت کریں جو ہمارا دعویٰ ہے۔

ہم کب کہتے ہیں کہ تقلید ناجائز ہے، ہم تو یہ کہتے ہیں کہ ایک کی تقلید ضروری اور دوسری سمجھ لینا بے انصافی ہے، ہم کہتے ہیں کہ سب کی تقلید کرو، ایک امام معین کی تقلید جس کو تقلید شخصی کہتے ہیں بدعت ہے، چنانچہ اس کا بدعت ہونا قرآن سے ثابت ہے اللہ صاحب فرماتے ہیں:

اتَّخَذُوا أَحْبَابَهُمُ وَرُحَمَاءَهُمْ رُبَاً قُلْ إِنَّ رُبَابَهُمْ وَرُبَابُهُمْ أَلْسِنَةٌ حَمِيصَةٌ

مُسْلِمًا وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا ۚ لَآ إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ سُبْحَٰنَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ○

(آگے وہی حافظ ابن کثیر کی تفسیر بیان فرما کر خاموش ہو گئے)

مولانا: حضرات مبارک ہو مولانا نے تقلید کو مان لیا لیکن فرماتے ہیں سب کی تقلید کرو، ایک کی تقلید کرنا بدعت۔

زبان پر نام لینے سے زبان وہ کاٹ دیتے ہیں

غضب ہوتا اگر اظہار الفت ان سے ہم کرتے ہیں

عجب تماشا ہے، ایک سے زنا کرنا حرام سب سے اگر زنا کرو جائز ہے ایک کی بیوی حرام سب کی چوری جائز، ایک جھوٹ حرام، ہمیشہ جھوٹ بولنا جائز، ایک وقت کی نماز چھوڑنا حرام سب وقت کی نماز چھوڑنا جائز، جیسے مولانا نے کہا ایک کی تقلید نا جائز و بدعت سب کی تقلید کرو تو جائز ہے، حضرات خدارا انصاف، ایک کی تقلید نے تو یہ نوبت پہنچائی کہ مولانا کے دُغم میں بدعتی ٹھہرے اور جب سب کی تقلید کرنے لگیں گے تو نہ معلوم کیا ہو جائیں گے، ایسے مذہب کو ہمارا تو سلام ہے (آواز قہقہہ سا معین کی طرف سے) لیکن ایک بات سمجھ میں آئی آخر مولانا جاہل تو ہیں نہیں، ایک علمی بات کہہ گئے ہیں، شاید مولانا کا یہ مقصد ہے کہ مطلق تقلید جائز ہے اور تقلید شخصی بدعت کیوں مولانا یہی مقصد ہے نا؟

لانڈہب: (گردن ہلا کر) جی ہاں!

مولانا: جب صورت یہ ہے تو اب علمی بحث کے لحاظ سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مطلق ضمن تنقید میں ہی ہو کر پایا جاتا ہے، یا بلا تنقید بھی مطلق کا تحقق ہو سکتا ہے۔

لانڈہب: (جواب کچھ نہیں) (بعد قدرے سکوت کے)

مولانا: جواب کے لئے سکوت ہے، خیر حضرات آپ اچھی طرح سمجھ چکے

ہیں گے، کہ یہ سکوت بتا رہا ہے کہ مولانا اعلیٰ اقرار کرنا پسند نہیں فرماتے، عموم کے دائرہ میں اپنی بات رکھنے کو سب کی تقلید جائز، ایک کی تقلید حرام فرما چکے ہیں۔

مگر آپ لوگوں کے سمجھانے کے لئے مناسب سمجھتا ہوں کہ چند آیتیں اور احکام جن سے تقلید شخصی کا کافی ثبوت ملتا ہے، اگرچہ اب ضرورت تو نہیں ہے، سنئے (اس کی طرف سے جزاک اللہ، جزاک اللہ کا شور)

مولانا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَأَتَّبِعْ سَمِيلَ مَنْ أَكَابَ إِلَيَّ ○ (لقمان/۱۵)

یعنی پیروی کر اس کی جو میری طرف رجوع کرتے ہیں۔

اس آیت میں اُن لوگوں کی اتباع اور تقلید کا حکم کیا جا رہا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رجوع لانے والے بندے ہیں، اگرچہ شان نزول اس کا خاص ہے، خلافت صحابہ کرام یا خلفاء عظام میں لیکن حکم عام ہے، لہذا ہم سب آیت کریمہ کے دائرہ میں ہیں۔

اس سے واضح روشن لائحہ طور پر فرمایا کہ سب کو فتاہت یعنی حق اجتہاد حاصل کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ تم میں سے جو زیور فتاہت سے آراستہ ہو جائے، اس کی پیروی تم پر لازم ہے، کما قال تعالیٰ:

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَآفَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ○ (التوبة/۱۲۲)

یعنی تمام مسلمان تو باہر جانے سے رہے، تو پھر ہر گروہ میں سے تھوڑے سی کیوں نہیں سفر کرتے کہ دین میں سمجھ یعنی قوت اجتہاد حاصل کریں اور واپس آ کر ان کو قوم کو ڈرائیں تاکہ وہ خدا کی نافرمانی سے بچیں۔

اس آیت نے صاف ظاہر کر دیا کہ ہر قوم میں چند لوگ ایسے ہونے چاہئیں جو اپنی قوت اجتہاد سے مسائل کا استخراج کریں تاکہ جو لوگ قوت اجتہاد نہیں رکھتے وہ مسائل کی تعلیم ان کی تقلید سے حاصل کر کے خدا کی نافرمانیوں سے بچیں۔

چنانچہ انہیں مجتہدین میں سے ہمارے امام امام ابو حنیفہ نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جن کی ہم سب پیروی کر رہے ہیں، اب دوسری ایک اور آیت ہے سن لیں جو ان مجتہدین کی تقلید چھوڑنے والوں کے لئے فرمائی گئی:

۱ وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا (النساء/۱۱۵)

یعنی جو لوگ وہ دف ورجیم نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت کریں بعد اظہار ہدایت کے، اور پیروی و تقلید کریں، مومنوں کے راستہ کے سوا دوسرے راستہ کی تو پھیر دیں گے ہم ان کو اُس طرف جس طرف وہ پھرے تھے اور پھینکا دیں گے جہنم میں جو برا ٹھکانا ہے۔

مولانا: اگر ہمت ہے تو جواب دیں، ورنہ اعلانیہ تسلیم نہیں تو سکوت مغرض بیان میں آ کر جناب کے اعتراف کی دلیل بن جائے گا۔

لائدہب: میرے سوالات کے جواب تو آپ نے دیئے ہی نہیں، اپنی اپنی کہے گئے خیر جو آپ سمجھیں وہی سہی، لیکن ابھی تو پانچ دعوے ہمارے اور ہیں جائے گا کہاں ابھی پیچھا چھوٹنا مشکل ہے۔

مولانا: سامعین سے

چدلا اور است و رد کے کف چراغ دارد

لا جواب ہو چکے میرے سوالات کا مطالبہ تمامہ میں نے مولانا کی آبرورکھنے کو معاف کیا، اُس پر طرہ یہ جواب آپ نے سنا۔

حاضرین کی طرف سے:

حضرت جی ہم نے فیصلہ کر لیا ہے یہ نہ مانے نہ سہی، لیکن کم از کم اس بہانہ سے ہماری معلومات تو وسیع ہو رہی ہیں۔ ذرا یا رسول اللہ پر بحث شروع ہو۔

مولانا: تقلید مطلق تو مولانا کی زبان سے تسلیم ہو چکی تقلید شخصی میں اعلانیہ اقرار کرنے سے تامل ہے لیکن اظہار حق تو ہو ہی چکا، اب میں آپ لوگوں کی خاطر ہے اپنے مطالبات قطعی طور سے معاف کر کے مولانا کو اظہار دعویٰ کی اجازت دیتا ہوں، ہاں مولانا فرمائیے!

لائدہب: آپ اپنے جی میں خوش ہو لیجئے، لیکن میں نے کچھ نہیں مانا ہے۔ مولانا: خوب یاد آیا، آپ مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ محدث دہلوی کو تو مانتے ہیں۔

لائدہب: نہ مانتے تو ان کے قول کو پیش کیسے کرتے۔

مولانا: اگر وہ تقلید کو بالخصوص اہل اللہ کے لئے واجب لکھتے ہوں اور تقلید بھی مطلق نہیں بلکہ امام معین کی اور امام معین کی بھی چاروں میں سے نہیں، بلکہ صرف امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی تو پھر۔

لائدہب: ہا تو اَبْرَہَانَکُمْ اِنْ کُنتُمْ صَادِقِیْنَ لایئے۔

مولانا: آپ کی کتابوں کی پوٹ میں رسالہ ”انصاف“ ہے۔

لائدہب: ہے پھر آپ کو کیا۔

مولانا: لائیں اُسے! میں دکھاتا ہوں۔

لائدہب: آپ کا دعویٰ ہے، ثبوت آپ پر لازم ہے۔

مولانا: دیتا ہوں! کتاب لاؤ!

لائدہب: کتاب میں کیوں دوں؟

مولانا: میں آپ کی طرح کتابوں کی پوث باندھ کر تو لایا نہیں ہوں، قطع نظر اس کے آپ کی کتاب میں سے آپ کی تردید اور اپنا دعویٰ پیش کر دوں، تو یہ بطریقہ اولیٰ و افضل ہوگا، ممکن ہے آپ میری کتاب کو کہہ دیں کہ تمہیں نے چھپوائی ہوگی، جب آپ کی ہی کتاب ہوگی، تو آپ کو جائے دم ذرا سن رہے ہیں، لائیں رسالہ انصاف شاہ صاحب کا، میں اس میں دکھاتا ہوں۔

لائدہب: میں تو سن دوں گا۔

مولانا: چونکہ یقین ہے کہ مری کتاب میرے ہی اوپر حملہ آور ہوگی کیسے ویدوں خیر کل بات کہہ دیجئے، انشاء اللہ ہم شب بخیر کل دکھا دیں گے، مگر مولانا جبکہ تقلید شخصی زعم سامی میں ہر طرح ناجائز ہے، تو آپ حدیث پر عمل کیسے کر سکتے ہیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول تو شاید آپ مانیں گے، وہ آپ لوگوں کو تقلید شخصی کا حکم دیتے اور محض حدیث پر عمل کرنے کی مخالفت کرتے ہیں۔

لائدہب: کورے دعوے کے ہم قائل نہیں، دکھائیں۔

مولانا: بہت اچھا، لیکن! یہ قسطلانی ہے، اور یہ الاشیاء والنظار علامہ زین العابدینؑ - اللہ تعالیٰ علیہ نقل فرماتے ہیں، اور رباعیات بخاری زمانہ میں مشہور ہے:

ذكر النيرازي في المناقب عن الامام البخاري رحمه

الله لرجل لا يصير محدثاً كاملاً الا ان يكتب اربعاً مع اربع كاريح

مع اربع في اربع عند اربع باربع على اربع عن اربع لاربع وهذه

الرباعيات لانتم الاباربع مع اربع فاذا تمت له كلما هانت عليه اربع

وايتلى باربع فاذا صير اكرمه الله تعالى في الدنيا باربع واصابه في

الآخرة باربع اما الاولى فاخبار رسول صلى الله عليه وسلم وشرائعه

واخبار الصحابة ومقادييرهم والتابعين واحوالهم وسائر العلماء و

واربعهم مع اربع اسماء رجالهم وكناهم وامكنتهم وازمنهم كاريح

الحديد مع الخطب والدعاء مع الترمذ والتسمية مع السورة و

التفسير مع الصلوة مع اربع المستندات والحرر والموافقات و

المقطوعات في اربع في صغره في اوراكة في شياہ في كهولته عند

اربع عند شغله عند فراغه عند غناہ باربع بالحيال بالجهار بالبرازي

بالبلدان على اربع على الحجارة على الاخفاف على الجلود على

الاكتاف الى الوقت الذي يمكن نقلها الى الاوراق عن اربع عن من

هو فوقه ودونه ومثله وعن كتابه ايہ اذا علم انه خطه لاربع لوجه الله

عالي ورضاه والجلو والعمل به ان وافق كتاب الله تعالى ونشرها بين

ماليہا ولاحيہا ذكره بعد موته ثم لانتم له هذه الاشياء الاباربع من

كسب العبد وهو معرفة الكتابة واللغة ولاصرف والنحو مع اربع من

عطاه الله تعالى الصحة والقدرة والحرص والحفظ فاذا تمت له هذه

الاشياء هانت عليه اربع الامل والولد والحال والوطن وايتلى باربع

بشمانة الاعداء وملامة الاصدقاء وطعن الجهال وحسد العلماء فاذا

صير اكرمه الله تعالى في الدنيا باربع بهز القناعة وهيبة النفس وئدة العلم

وحيات الابد واصابه في الآخرة باربع بالشفاعه لمن اراد من اخوانه

ويغفل العرش حيث لا ظل الاظله والشرب من الكوثر وجوار النبيين

في اعلى عارفين فان لم يعطى احتمال هذه المشاق فعليه بالفقه الذي

يمكن تعلمه وهو في بيته قارسا كن لا يحتاج الى بعد اسفار ووطى ديار

وركوب بحار وهو مع ذلك ثمره الحديث وليس ثواب الفقيه وعزه

اقل من ثواب المحدث وعزه انتهى ۔

ترجمہ یعنی بزازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب مناقب میں امام بخاری رحمہ اللہ سے نقل فرماتے ہیں کہ کوئی آدمی محدث کامل نہیں بنتا جب تک چار باتوں کو ساتھ چار باتوں کے ایسا لازم نہ لکھ رکھے جیسے چار باتیں چار باتوں کو لازم ہیں۔
(نمبر ۱) احادیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مع ان امور کے جن کو آپ نے جائز اور ناجائز فرمایا۔

نمبر ۲ احوال صحابہ کرام کو مع مقدار ان اصحاب کے اور تمام اقوال تابعین کو مع حالات ان تابعین کے اور تمام علماء مجتہدین سلف کی خبروں کو مع ان کی تاریخ کے اور ان چاروں باتوں کے ساتھ ان چاروں باتوں کو لازم نہ سمجھ لے کہ جن جن کے ذریعے سے جس قدر بھی وہ ہوں وہ خبریں اور ان کے حالات اور تاریخی معاملات اس تک پہنچیں ان سب کے نام مع ان کی کشتوں کے اور مکاتوں کے مع یادداشت زمانہ بیان اخبار اور حالات اپنے سنے کے ان لوگوں سے حفظ کرے اور یاد رکھے اور ان چاروں باتوں کو ان چاروں باتوں کے ساتھ ایسا لازم سمجھ لے جیسے خطبوں کے ساتھ حمد و ثناء لازم ہے اور خط و کتابت کے ساتھ دعا لازم ہے یا دعا کے ساتھ آہستگی لازم ہے، اور سورتوں کلام اللہ کے ساتھ بسم اللہ لازم ہے اور نمازوں کے ساتھ تکبیریں لازم ہیں اور ان پہلی باتوں کے ساتھ یہ چار امر بھی ضروری سمجھے کہ ان اخبار رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اخبار صحابہ میں کون کون سی خبریں یعنی حدیثیں مستند ہیں کس قدر مرسل ہیں کتنی موقوف ہیں کون سی مقلوع ہیں اور ان امور مذکور کے ساتھ یہ چار امر بھی یاد کرے اور یاد رکھے کہ جس اسناد سے یہ حدیث پہنچی ہے اس نے یہ حدیث اپنے استاد سے کس عمر میں سنی تھی اور اس سے کس عمر میں بیان کی اور اس استاد کے استاد نے کس عمر میں علی ہذا القیاس لڑکپن کے زمانے میں کہ جو کم اعتبار کا وقت ہے یا بالغ ہونے کے زمانے میں جو اعتبار کا زمانہ ہے جوانی کی حالت میں جو کمال یا داشت

کا زمانہ ہے یا بڑھاپے کے زمانے میں کہ کھو و نسیان کا وقت ہے اور پھر یہ چار باتیں بھی ضرور یاد رکھے کہ وقت بیان کے استاد کسی دوسرے کام میں مشغول تھا اور اس کی طبیعت دوسری طرف متوجہ تھی یا فارغ البال تھا اس کے زمانہ بیان کرنے حدیث میں احتیاجی اور غربت کی حالت تھی یا غنا یا بے احتیاجی تھی، اور وہ استاد اور اس استاد کے استاد کہاں کے رہنے والے تھے، پہاڑوں کے یا دریاؤں کے، یعنی اہل کشی اور جہاز سے جنگل اور گاؤں کے یا شہروں کے، علی ہذا القیاس اور یہ بھی یاد رکھے کہ جب تک میرے استاد نے یا میں نے یا استاد کے استاد نے نقل نہ کر لی تھی اس وقت تک پتھر پر لکھ کر یاد رکھی تھی یا پتھر پر یا کھال پر یا بکری کی شانہ کی ہڈیوں پر اور یہ بھی یاد رکھے کہ یہ حدیث اپنے سے ادنیٰ درجے کے آدمی سے یا اعتبار عمر وغیرہ کے پہنچی ہے یا بلند درجہ یا اپنے ہم مثل سے یا اپنے باپ کے ہاتھ کی لکھی ملی تھی مگر اس کا اعتبار جب ہے جب اپنے باپ کا خط بھی پہچانتا ہو، اور یہ مختص چار بیعتوں سے اپنے اوپر اٹھائے اللہ کی خوشنودگی کے واسطے عمل کرنے کی غرض سے، طالب علموں کو سکھانے کو اور اپنا ذکر خیر باقی رکھنے کی امید پر، مگر یہ سب امور جب کام آسکتے ہیں جب چار باتیں خود حاصل کرے اور چار باتیں منجانب اللہ میسر ہوں، علم کتابت، علم لغت، علم صرف، علم نحو، اور منجانب اللہ صحت اور تندرستی، قوت تحصیل علم، حرص تحصیل علم، قوت حافظہ، اسنے امور کے بعد اب اس کو بیوی بچوں، مال، وطن کی طرف رجوع کرنا اگرچہ آسان ہوگا مگر ضرور چار بلاؤں میں مبتلا ہوگا، بوجہ مشغول رہنے کے علم و عمل میں اور کم ہونے اسباب دنیا کے اور متوجہ ہونے اہل دین کا اس کی طرف غصہ کریں گے، دوست ملامت کریں گے، جاہل اس کو نشانہ طعن و تشنیع کا بنائیں گے، اہل علم اس کے ساتھ حسد کریں گے مگر جب یہ سب مشتتیں سہار لے گا اب یہ شخص جماعت محدثین میں داخل ہو کر ضرور چار باتوں کے ساتھ آخرت میں مستاز ہوگا۔ دنیا میں

ہیبت الہی اور قناعت اور لذت علم اور زندگی دائمی کے ساتھ اور آخرت میں اہل شفاعت کے ساتھ جن کے واسطے اپنے بھائیوں میں سے شفاعت کا ارادہ کرے۔

دوم: سایہ عرش کے ساتھ جس وقت کسی کا سایہ نہ ہو۔

سوم: ساتھ پانی پلائے جانے کے خوف کوڑ سے۔

چہارم: ساتھ پڑوس پیغمبروں کے اعلیٰ علیین میں۔

امام بخاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اگر طالب علم یہ ساری مشقتیں نہ اٹھ سکے تو اس کو لازم ہے کہ سفر دور دراز اور ان سب محنتوں سے بچ کر اپنے گھر میں آرام سے بیٹھ کر علم فقہ حاصل کرے جو کہ ثمرہ اور پھل حدیث کا ہے حالانکہ ثواب اور عزت فقہ کی ثواب اور عزت محدث سے کچھ کم نہیں ہے۔

سن لیجئے آپ کے مسئلہ امام کا ارشاد کہ فقہ مرتبہ اور ثواب میں محدث سے کچھ کم نہیں اور اگر آپ شاہ صاحب کی انصاف پیش کریں تو یہ بھی دکھا دوں کہ ہندوستان میں سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقلید واجب اور امام کی تقلید سے خارج ہونا حرام ہے ورنہ یا زندہ صحبت باقی، پھر دوسری صحبت میں انشاء اللہ تعالیٰ شاہ صاحب کا ارشاد پیش کش کروں گا۔

انتہاء: حقیقت مناظرہ شش ورتی کے دین و دیانت ملاحظہ ہو، صفحہ ۴۴ پر لکھا ہے

متفرق بحث

”زال بعد یکے بعد دیگرے طرفین کے مناظر اٹھتے تھے اور بار بار جماعت بریلویہ کی طرف سے وہی باتیں کہی جاتی تھیں جو قلمبند ہو چکی ہیں اور جس کا جواب قرآن و حدیث کی رو سے مناظر اہل حدیث دے چکے تھے، آخر میں مناظر بریلویہ نے جناب شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب انصاف کا حوالہ دیا کہ اس

میں تقلید شخصی پر روشنی پڑتی ہے، جب مناظر اہل حدیث نے کتاب دیکھنے کا مطالبہ کیا ”تو وہ پیش نہ کر سکے“ اس کے بعد چونکہ رات زیادہ گزر گئی تھی مجلس درخواست ہوئی۔

حقیقت وہ نہیں جو جناب پر ظاہر ہوئی ہمارے مولانا تمام کتابیں باندھ کر نہیں لے گئے تھے لاندہب مولوی پوٹ باندھ کر پہنچا تھا اس سے کتاب انصاف طلب کی اس نے اس ڈر سے نہ دی کہ اس میں تقلید شخصی کا ثبوت موجود تھا، اور رباعیات امام بخاری پر سوائے سکوت اور وہی سابقہ گفتگو لالچن کے کوئی جواب نہ تھا، آخر بوجہ وقت پورا ہو جانے کے دوسرے روز پر مناظرہ موقوف رکھا گیا، صدر صاحب نے فرمایا کہ مسئلہ تقلید پر کافی سے زیادہ روشنی پڑ چکی ہے، باقی دعاوی کا جواب کل ہوگا، انشاء اللہ تعالیٰ! مجلس درخواست ہوئی۔

چونکہ اس وقت کتاب موجود نہ ہونے کی وجہ سے اور لاندہب کے مناظر کے پاس وہ کتاب ہوتے ہوئے نہ دینے کے سبب سے عبارت نہ دکھائی گئی مگر جبکہ ہم اپنے دعویٰ میں سچے ہیں پھر کیا وجہ کہ دعویٰ ثابت نہ کر سکیں ملاحظہ ہو۔

رسالہ انصاف جس میں مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (بغرض افادہ عوام نقل کیا جاتا ہے)

بعینہ عبارت عربی کا ترجمہ یہ ہے:

”تقلید امام معین کبھی واجب ہوتی ہے اور کبھی واجب نہیں ہوتی مثلاً جب جاہل آدمی ہندوستان کے ممالک اور ماوراء النہر کے شہروں میں ہوں اور کوئی عالم شافعی ماہکی جنبی وہاں نہ ہو اور نہ ان مذہبوں کی کتاب ہو تو اس پر واجب ہے کہ تقلید امام ابو حنیفہ کی کرے اور اس پر حرام ہے کہ مذہب امام ابو حنیفہ سے باہر نکلے کیونکہ ان

صورتوں میں شریعت کا چمدا گردن سے نکال کر مکمل بیکار رہ جائے گا۔

بعیہ عبارت عربی

وجوب تقلید الامام بعینہ فانہ قد یکون واجبا وقد لا یکون واجبا
فاذا کان الانسان جاهلا فی بلاد الهند وبلاد ماوراء النہر وایس هنالك عالم
شافعی ولا مالکی ولا حنبلی ولا کتاب من کتب هذه المذاهب وجب
علیه ان یقلد لمذهب ابی حنیفہ ویحرم علیہ ان یشترج من مذهب لای
حینئذ نخلع من عنقه ربقة الشریعة ویبقی سدی مہملا۔

نوٹ: عبارت منقولہ بالا میں غیر منصف سخن پروردگار مذہب حضرات کو عوام کو
بہکانے کے لئے یہ بہانہ مل سکتا ہے کہ یہ حکم جاہلوں کے واسطے ہے ہم تو عالم ہیں، اس
کے جواب میں علامہ عبدالوہاب شہرانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میزان شعرانی میں
حضرت امام شیخ الاسلام ذکریا انصاری قدس سرہ الباری سے نقل فرماتے ہیں کہ بچاؤ تم
اپنے آپ کو انکار کرنے اور خطا نکالنے سے کسی مجتہد میں مگر بعد احاطہ کر لینے کے کل
دلیلوں پر، اور بعد جان لینے ان تمام عربی لغات کے جن کو شریعت حاوی ہو اور بعد
جان لینے تمام معانی اور طرق استاد کے اور یہ بات تم کو کہاں میسر ہے۔

ایاکم ان تبادروا الی الانکار علی قول مجتہد اور تخلفیۃ الایمان
احاطتکم بذلتہ الشرعیۃ کلہا ومعرفتکم بجمیع لغات العرب النبی
احتوت علیہا الشرعیۃ، ومعرفتکم بمعانیہا وطرقاتہا وانی لکم یدلک ☆
جس کا خلاصہ یہ ہوتا ہے کہ محض عربی دان ہو جانا، اردو فارسی سمجھ لینا تمہیں
اس امر کی اجازت نہیں دیتا کہ تم مجتہدین کے مقابلہ میں آکر اپنی ذیادہ اہانت کی مسجد
علیحدہ بناؤ کیونکہ وہ معلومات جو مجتہدین کو حاصل تھیں میسر نہیں ہو سکتیں وائیکل تو اس

کے علاوہ اور بہت کچھ ہیں جن کی تفصیلی بحث حضرت استاد العلماء مولانا مولوی حاجی
سید ابوالمحمد محمد دیدار علی شاہ صاحب قبلہ کی کتاب ”ہدایۃ الطریق“ میں دیکھئے، جواب
غیاث طوائف ہم نقل نہیں کرتے دوسرے روز کے مناظرہ کی روداد لکھنا مقصود ہے اور
حقیقت روداد مناظرہ کی چنداں ضرورت نہ تھی لیکن عوام میں غلط فہمی پھیلانے کے
لئے چونکہ فریق مخالف نے حقیقت مناظرہ نام رکھ کر فرضی بحث کو شائع کر دیا، تو بدیں
غیاث کہ ہمارے سیدھے سادھے سنی بھائی کہیں معتبر نائی کی دی ہوئی شہادت پر یقین
نہ کر لیں لازمی ہوا کہ سچا واقعہ من و عن نذرناظرین کر دیا جائے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حسب موقع معتبر نائی کی حکایت بھی نقل کر دی
جائے جو کہ خالی از دہلی نہیں ہوگی۔

حکایت

ایک سادہ لوح کے پاس اس کے وطن سے نائی آیا، اُس نے نہایت بے
چینی سے گھر کی خیریت دریافت کی نائی نے جواب میں خیریت نام کا اظہار کر کے
طمین کیا اور غرارت سے کہا کہ مگر آپ کی بیوی بیوہ ہوگئی ہے سادہ لوح صاحب من
کر رونے لگے، لوگوں نے رونے کا سبب پوچھا تو رونے سے فرصت نہ تھی بعد اصرار
تمام کہا کہ بھائی سوخت جائگاہ واقعہ ہے میری بیوی بیوہ ہوگئی، لوگوں نے کہا میاں عقل
سے کام لو، تم زندہ ہو پھر بیوی کا بیوہ ہونا کیسا، تو رو کر کہتے ہیں، یہ تو سب کچھ ہے بھائی
بکر گھر سے آیا ہے معتبر نائی۔

لہذا ہمارے مولانا موجود ہیں اگر ہمت ہو تو پھر دوبارہ اپنے کسی معتبر کے
ذریعے تحریری مناظرہ کر سکتے ہیں، تاکہ سچ اور جھوٹ کا پتہ لگ جائے۔

آج دوسرا روز ہے

لاہور میں کل کے مناظرہ نے تہلکہ مچا رکھا تھا مگر گھر میں تذکرہ تھا یہی سبب تھا کہ آج کل سے بہت زیادہ تعداد حاضرین کی ہوگئی، مناظرہ غیر مقلدین حسب سابق وہی کتابوں کی پوٹ لے کر آ موجود ہوا، اور ہمارے موزن، بھی ضروری ضروری بعض بعض کتابیں ہمراہ لے کر تشریف لے آئے۔ اول حسب سابق صدر صاحب نے فرمایا کہ تقلید کی بابت گفتگو کی یوں ضرورت نہیں ہے کہ ثالث حاضرین جلسہ تھے، قریب قریب تمام حاضرین جلسہ سمجھ چکے ہیں کہ مسئلہ تقلید پر کافی دوانی دلائل پیش ہو چکے ہیں نہ ماننے والے کے لئے ہزار نہیں دس ہزار بھی دلیلیں ناکافی ہیں۔ لہذا آج ندائے یار رسول اللہ پر بحث ہوگی۔

چنانچہ نیم تسلیم تو مناظرہ غیر مقلدین نے بھی اپنی حقیقت مناظرہ میں کیا نکلتا ہے، صفحہ ۳۴ و ۱۶ دوسری شب جناب مولانا مولوی عبدالحجید صاحب سوہدری نے اپنا دعویٰ پیش کیا کہ نداء یار رسول اللہ یعنی حاضر و ناظر جان کر یار رسول اللہ کہہ کر پکارنا ناجائز ہے۔ جس طرح بعض اسلامی فرقے مثلاً فرقہ بریلویہ الصلاۃ والسلام علیک یار رسول اللہ کے ورد میں لفظ یا سے غیر اللہ کو خطاب کرتے ہیں، یہ درست نہیں۔

ناظرین کرام!

انصاف سے فرمائیں جبکہ پہلی بحث طے نہیں ہوئی تھی اور جماعت غیر مقلدین کا مناظرہ غائب تھا تو بحث اول کو چھوڑ کر کیوں آگے بھاگا، عموماً قاعدہ ہے کہ جب تک ایک بحث پوری نہ ہو جائے دوسرے سوال کی بوجھ نہیں آنے دی جاتی، جو صاف ثابت کر رہا ہے کہ اگرچہ اعلائیہ نہیں مگر دل میں تقلید شخص کے دلائل کا سک

مناظرہ غیر مقلدین کے دل پر جم چکا تھا، یہی باعث تھا کہ ہمارے محترم صدر صاحب کے کہتے ہی دوسری بحث جان چھڑانے کو شروع کر دی گئی اور فوراً عدم جواز نداء یار رسول اللہ کا دعویٰ پیش کر دیا اب اس میں بھی دروغ بانی ملاحظہ ہو۔

مولانا: کہتے مولانا بحث تقلید سے سیری ہوگئی یا اور، وہ کتاب موجود ہے شاہ ولی اللہ صاحب کی عبارت دیکھ لیجئے۔

لائدہب: اب جانے دیجئے، ندائے یار رسول اللہ کے دعوے کی تردید کیجئے! مولانا: یوں نہیں، اول آپ اپنے دعویٰ کو بدلائل بیان کیجئے!

لائدہب: بھائیو! ہمارے نزدیک سوائے خدا کے کسی کو پکارنا جائز ہے اور یار رسول اللہ، یا نبوت یا محسن الدین کہنا جائز نہیں، قرآن شریف میں ہے:

إِنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا

اللہ صاحب فرماتے ہیں لوگو مسجدیں اللہ کے لئے ہیں اس کے سوا کسی کو مت پکارو پس آج کل جو مسجدوں میں یار رسول اللہ اور الصلاۃ والسلام علیک یار رسول اللہ پکار کر کہتے ہیں یہ ناجائز ہے اور صریح قرآن کے خلاف ہے۔

فَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَن لَّا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنِ دُعَائِهِمْ غَفِلُونَ

اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایسے لوگوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اسے جواب نہ دیں اور ان کی دعاؤں سے غافل ہوں۔

ان آیتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا کے سوا کسی کو پکارنا نہیں چاہئے۔

حدیث میں ہے:

وَإِذَا اسْتَعْنَيْتُمْ بِاللَّهِ وَإِذَا دَعَوْتُمْ فَادْعُوا اللَّهَ

جب توجہ دمانگے تو اللہ سے مانگ اور جب توجہ پکارے تو اللہ کو پکار، پس یہی

ہمارا دعویٰ ہے۔

مولانا: (حاضرین سے) حضرات مولانا فرماتے ہیں کہ سوائے خدا کے کسی کو پکارنا جائز نہیں، یہ دعویٰ ہے مولوی صاحب کا، اس کے اطلاق کو مد نظر رکھئے، اس میں مولانا نے کوئی قید نہیں لگائی ہے بلکہ عدم جوازِ نداء کا دعویٰ مطلق فرمایا ہے، صاف لفظ بتا رہے ہیں کہ یہ دعویٰ مطلق ہے کہتے ہیں ”خدا کے سوا کسی کو پکارنا نہیں چاہئے“ لیکن یہ میری پیشین گوئی یاد رکھئے اب عنقریب مولوی صاحب قید بڑھائیں گے اب میں مولانا سے درخواست کرتا ہوں کہ اپنے دعویٰ کی فہرست کو پڑھ کر ذرا سنا لیں ممکن ہے تحریری دعویٰ میں تقریری سے کچھ فرق ہو گیا ہو۔

لانڈہب: میرا وقت نہیں ہے میں کس طرح پڑھ کر سنا سکتا ہوں۔

مولانا: میں اپنا وقت آپ کو دیتا ہوں پھر کیا عذر ہے میں ایسا کرنا ہوں کہ آپ کے تحریر کردہ دعاوی آپ کے ہی زبان سے ایک مرتبہ سن لوں۔

لانڈہب: کیا آپ کے پاس ہمارے دعاوی کی نقل نہیں ہے آپ کو خود پڑھ لینا چاہئے میرے پڑھ کر سنانے کی کیا ضرورت ہے؟

مولانا: میں جناب کی ہی زبان سے سننا چاہتا ہوں۔

لانڈہب: مولوی صاحب افسوس ہے آپ کو میرے دعوے تک یاد نہیں پھر مناظرہ کیا خاک کریں گے؟

مولانا: معلوم ہوتا ہے، آپ سمجھ چکے ہیں کہ آپ کا تقریری دعویٰ تحریری دعوے کے خلاف ہے یہی سبب ہے کہ آپ ذرا سی بات میں اتنی رڈوڈ کر کے میرا وقت خراب کر رہے ہیں اچھا تشریف رکھئے تکلیف نہ کیجئے، میں نے آپ کے مافی الضمیر کو پالیا۔

برادرانِ ملت! مولانا کا تحریری دعویٰ تو یہ تھا کہ یا رسول اللہ کہنے کا قرآن

حدیث میں ثبوت نہیں لہذا ناجائز ہے، اور تقریری میں کہتے ہیں کہ سوائے خدا کے کسی کو پکارنا جائز نہیں اب میں آپ کو بتاتا ہوں اتنا تین فرق ہے کہ ہر کہہ مدہ سمجھ سکتا ہے، پہلا دعویٰ تو سالیہ جزئیہ کا حکم رکھتا ہے، اور تقریری دعویٰ سالیہ کلیہ کے حکم میں ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ سوائے خدا کے غیر اللہ کو پکارنا ناجائز ہے اگر تحریری دعویٰ کو مد نظر رکھا جائے تو میں عرض کروں گا کہ عدم ثبوت مستلزم عدم جواز نہیں ہوتا، اگر یا رسول اللہ کا ثبوت بموجب دعویٰ تحریری قرآن وحدیث سے آپ کو نہیں ملتا تو عدم جواز کا دعویٰ کیونکر صحیح ہو گیا؟

اگر یہ قاعدہ صحیح ہے کہ جس چیز کا قرآن وحدیث سے ثبوت نہ ملے وہ ناجائز ہے تو خود مولانا فرقِ اقدس سے لیکر ناخن پائیک ناجائز مجسم ہیں کیونکہ یہ صیغہ کذائی مولانا کے دستار کا قرآن وحدیث سے ثبوت اور نہ کوٹ کا اسی طرح گھڑی کی اصلیت نہ اس کے چین کی اور سلوار کا قرآن وحدیث میں ثبوت نہ ان کتابوں کی پوٹ کا، ٹیبل وکری کا وجود قرآن وحدیث میں نہ بجلی کے پچکھے اور عینک کا غرضیکہ دنیا کی ہزار ہا چیزیں ہیں جن کا ثبوت مولانا قیامت تک قرآن وحدیث سے نہیں دے سکتے۔

اگر مولانا کا غصہ یا بے کلی اعتدال پر رہے تو میں ایک بات دریافت کرتا ہوں، کہ جناب کے باپ دادا نیز خود بدولت کے انعقاد نکاح کا ثبوت قرآن وحدیث میں کس جگہ ہے؟

اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو بموجب دعویٰ تحریری نہ صرف جناب بلکہ تمام خاندان سرے سے ناجائز اور نکاح وغیرہ سب بے ثبوت پائے جاتے ہیں، خیر یہ تو مولانا کے لئے جوابات تھے، مگر چونکہ مجھے عوام کی تفہیم منظور ہے لہذا مسئلہ صاف کر دینا ضروری سمجھتا ہوں مولانا اپنی جن پروری سے مانیں یا نہ مانیں، مسئلہ تقلید شخص کی طرح لوٹ پھیر کر نام بدل کر چاہے تسلیم کریں، سنئے مولانا کو تو نداء یا رسول اللہ کا

ثبوت قرآن وحدیث میں ایک جگہ بھی نہ ملا، لیکن میں آپ کو بتاتا ہوں کہ اس کا ثبوت تو ایک جگہ نہیں سینکڑوں جگہ موجود ہے۔ کہیں یا ایہا النبی کہیں یا ایہا الرسول، کسی جگہ یا ایہا المرسل کہیں یا ایہا المحدث، اور نہ صرف حضور کو خدا کا دیگر پیغمبران الوہم کو بھی کہیں یا ایہی عیسیٰ عذرا، یا عیسیٰ، یا موسیٰ یا داؤد اور نہ صرف انبیاء کہ ام لوہی نداء ہے بلکہ عام مویشین کو یا ایہا الذین آمنوا اور نہ صرف مویشین کو نداء فرماتا ہے، جملہ مخلوق کو یا ایہی اسرائیل، یا ایہی آدم، یا ایہی الکافرون اور نہ صرف خود نداء فرماتا ہے۔ بلکہ اپنے رسول کو حکم دیتا ہے کہ تم فرماؤ: قل یا ایہا الناس، قل یا عبادی الذین اسرفوا، تو ثابت ہوا کہ یا رسول اللہ ہمارا ذاتی ایجاد نہیں ہے بلکہ اس کا نسخ کرنا کسی وجہ خاص سے اختراع وہابیہ ہے، صاحب قرآن خود اپنے بندوں کو جا بجا نداء دے رہا ہے لیکن سخن پروری کا براہو کہ نظر سے نظر آنا بھی بند کر دیتا ہے، اسی طرح احادیث میں بھی صحابہ کرام حضور سرور پیمانشور صلی اللہ علیہ وسلم سے یا رسول اللہ کے ساتھ خطاب کرتے رہے ہیں، جو حدیث کی خدمت کرنے والے ہیں ان پر یہ امر مخفی نہیں کہ صحابہ حضور سے یا نبی اللہ یا رسول اللہ کہہ کر سلام و سوال کیا کرتے تھے، پھر تعجب ہے کہ مولانا نے یہ بے لگئی کہاں سے ہانک دی کہ یا رسول اللہ کا ثبوت قرآن وحدیث میں نہیں۔

حضرات آپ پر ثابت ہو گیا ہوگا کہ حضرت عزت جلال عنفۃ قرآن پاک میں کیسے کیسے پیارے الفاظ سے اپنے رسول کو مخاطب فرماتا ہے لیکن اب میری پیش گوئی کو مد نظر رکھتے ہوئے مولانا کا جواب بھی سن لیجئے (حاضرین کی طرف سے شور) زندہ باش جزاک اللہ (ماشاء اللہ)۔

لائدہب: (مجمہوت سا ہو کر) بھائیو! ہم کب کہتے ہیں کہ یا رسول اللہ کا ثبوت قرآن سے نہیں ہے، ہم ان آیات سے بے خبر نہیں ہیں جو مولوی صاحب

نے پڑھ سنا کیں، ہمیں بھی معلوم ہے ہم بھی جانتے ہیں، ہمارا تو دعویٰ یہ ہے کہ سوائے خدا کے کسی کو یا رسول اللہ کہنا جائز نہیں، کیونکہ وہ ہمارا مالک اور افسر ہے اسے اختیار ہے جس کو چاہے اپنے بندوں میں سے خطاب کرے ہم اس کے بندے اور مخلوق میں سے کیا حق ہے کہ ہم رسول کو پکاریں اللہ صاحب ہی پکار سکتے ہیں اور کسی کو پکارنے کی اجازت نہیں، یہی ہمارا دعویٰ ہے علاوہ ازیں رسول کی شان ہم سے بہت بڑی ہے ہمیں یہ حق نہیں کہ ہم رسول کو پکاریں کیونکہ وہ سارے مسلمانوں کے سردار ہیں۔

مولانا: حضرات مبارک ہو مولانا نے نفس یا رسول اللہ تو مان لیا، اور صاف فرما دیا کہ پکارنے میں تو جرم نہیں مگر خدا پکار سکتا ہے، کیونکہ وہ حاکم ہے جس کا خلاصہ ہوتا ہے کہ محکوم حاکم کو اگر پکارے تو بے ادبی ہے تو بخیاں ادب مولانا نداء یا رسول اللہ کو ناجائز بتا رہے ہیں مگر فی نفسہ نداء یا رسول اللہ کو جائز تسلیم کر چکے، لیکن اس نداء کا حق خدا کو ہے ہمیں علم نہ تھا، یعنی خدا کو بھی اس کے بندے نہیں پکار سکتے، یا اللہ یا کریم یا رحیم، یا عزیز، یہ سب ناجائز ہے، اس لئے کہ خدا حکم الحاکمین ہے، ہم اس کے ایک ادنیٰ محکوم بندے پھر ہمیں کیا حق کہ ہم ادنیٰ ہو کر خدا کو پکاریں، یہ بھول مولانا ہر امر گستاخی و بے ادبی ہے (شور جلسہ، حاضرین کا جزاک اللہ کہنا) مگر یہ عقیدہ مولانا کا ہی ہوگا، مولانا کے بڑوں کے نزدیک تو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ بڑے بھائی کے برابر ہے اور تعظیم بھی بڑے بھائی کی سی کرنا لگھی ہے تو جس طرح بڑے بھائی کو خطاب کر سکتے ہیں، رسول کو بھی مخاطب بتا سکتے ہیں۔

مدلی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

ہمیں تو اب آیات واحادیث سے جواب دینے کی بھی حاجت نہ رہی مولانا

نے خود ہی فیصلہ کر دیا، مسئلہ محمد تعالیٰ بالکل حل ہو گیا۔

اب مناظر صاحب سے ایک درخواست ہے کہ اب تک جناب نے متعدد

پہلو بدلے ایک بحث پر قائم نہ رہے اول سے آخر تک مخارج و مخالف تقریر و تحریر میں پیدا ہوتا رہا لیکن میں نے بالکل التفات اور اعلیٰ توجہ نہ کی، اول تو جناب یہی ارادہ رہے تھے کہ یا رسول اللہ! کہنا قرآن وحدیث سے ثابت نہیں جس پر میں پیشین گوئی بھی کر چکا تھا کہ عنقریب قیودات برہیں گے، چنانچہ وہ صادق آئی کہ آپ نے یا رسول اللہ کو تسلیم کر کے قید لا یعنی لگائی اور فرمایا کہ خدا کی طرف سے رسول کو یا رسول اللہ کہنا جائز ہے کیونکہ حاکم محکوم کو پکار سکتا ہے مگر ہم کو جبکہ ہم محکوم ہیں کیسے جائز ہو سکتا ہے تو اب فرمائیے کس بات کو صحیح تسلیم کیا جائے پہلی کو یا پچھلی کو۔

لامدہب: (غضبناک ہو کر حصہ کے بائیل کو فل اسلم بنا کر) افسوس میں کس کے سامنے کھڑا ہو گیا، حضرات ہمارا دعویٰ ہے کہ یا رسول اللہ کو حاضر و ناظر سمجھ کر کہنا ناجائز ہے علاوہ بریں جب رسول اللہ فوت ہو چکے (معاذ اللہ) اور سون مٹی ان پر ڈال دی گئی (استغفر اللہ) تو اب پکارنے کی کیا حاجت اور اس ندا سے کیا فائدہ اگر کوئی سنتے تو اس کو پکارا بھی جائے اللہ صاحب فرماتے ہیں:

إِنَّكَ لَا تَسْمَعُ الْمَوْتَى وَلَا تَسْمَعُ الْقُبُورَ فَادْعُ أَهْلَ مَدِينَةٍ ۝

تو جب وہ نہ سنتے ہیں اور نہ حاضر ناظر تو پکارنے سے کیا فائدہ؟

نوٹ: اس دریدہ دہن لاندہب کی ان مویشی گانہوں سے جلسہ میں ایسی برہمی پھیل گئی کہ یہ مولانا کا اثر تھا کہ جی ہی میں بل کھا کر رہ گئے، ورنہ لاندہب صاحب کے مناظر نے تو اپنی حسب عادت بد امنی پھیلانے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا تھا خیر، مولانا خواہ کھڑے ہو گئے اور فرمایا:

مولانا: حضرات گستاخانہ جملے نہ صرف زبان سے ادا ہوئے ہیں بلکہ ان کی تحریروں میں تو اس سے زائد ہیں، مگر اللہ معاملہ نہ بگاڑیے اور حسب وعدہ خاموشی سے سنتے! اللہ کریم اذاعہ و فاء، آپ لوگوں پر ظاہر ہو چکا کہ مولانا نے یا رسول اللہ کہنے

کو بڑی فراخ دلی سے قبول فرمایا اب قید پر قید ہو جب میری پیشین گوئی کے اور بڑھا رہے ہیں کہ حضور کو فوت ہونے کے بعد نہ پکارا جائے، سون مٹی ڈالی، پھر پکارنے سے کیا فائدہ؟ تو معلوم ہوا کہ پکارنا جائز مگر بے فائدہ ضرور رہا، دعویٰ تو عام اور مطلق تھا مگر اب حاضر و ناظر ہونے کی قید اور بڑھادی گئی ہے۔

مگر اب میں کیسے اطمینان کروں کہ مولانا کا دعویٰ پورا ہو چکا ممکن ہے کہ آئندہ اور کچھ قیود لگیں، دعویٰ لکھنے کے وقت سے اب تک پانچ چھ قیود بڑھ چکی ہیں جس کا مطلب ظاہر ہے کہ جواب جبکہ مسکت دلائل سے ملتا تو ایک قید اور بڑھادی اس کا جواب سر توڑ ہو گیا تو ایک قید اور دہی، اور سبب الٹا سر چڑھا اور سبب اس سے بھی منہ کی کھائی تو اور ایک بڑھادی۔

مجھے حیرت ہے کہ مولانا کو مناظر کس نے بنا دیا، اس سے بہتر تھا کہ روپڑی صاحب ہی ہوتے کہ وہ کچھ سمجھ تولیتے، اگرچہ نتیجہ یہی نکلتا جو نکل رہا ہے خیر..... کیوں مولانا نداء یا رسول اللہ کی بحث تو ختم کیونکہ اسے آپ نے تسلیم کر لیا، اب میں حضور کا حاضر و ناظر ہونا ثابت کروں اور بتاؤں کہ ہم جملہ مسلمان حضور کو حاضر و ناظر کیا اور کس طرح جانتے ہیں اور حق تعالیٰ کے ساتھ کیا عقیدہ رکھتے ہیں، اگرچہ یہ بحث سے بالکل علیحدہ بات ہے کہ حضور سنتے دیکھتے ہیں یا نہیں لیکن ہم بتاتے ہیں دیکھتے بھی ہیں اور سنتے بھی اور نہ صرف سنتے ہیں بلکہ پہچانتے بھی ہیں دوسری بات بحث سے خارج کہ حضور زندہ ہیں یا بقول آپ کی یادہ گوئے کے کہ فوت ہو گئے سون مٹی ان پر ڈالی گئی اور زندہ کیسے زندہ ہیں محض روح سے یا جسد فصری اگرچہ یہ تمام مسائل ایک مستقل وقت چاہتے ہیں اگر آپ اجازت دیں تو میں ہر مسئلہ کو مختصر دلائل سے عرض کروں۔

نیز علم غیب کا مسئلہ بھی آج ہی طے کر دیا جائے خواہ صبح ہو جائے آپ کو نہ

جانا ملے گا نہ آپ جانے کی اجازت ملے سکیں گے، تاہم نیکہ تمام مسائل پر کافی روشنی پڑ جائے، لیکن دو گنہ ارش میں وہ گوش ہوش سن لیجئے!

اول یہ کہ آپ اپنے موضوع اور بحث سے راہ فرار نہ اختیار کیا کریں، قائل ہو جانا منصف کے لئے باعث ذلت نہیں ہوتا۔

دوسرے: ذرا ہمارے پیشواؤں کی شان میں جو کچھ آپ کہیں وہ مہذب الفاظ میں ادا کریں کہ خوف فساد ہو جاتا ہے، اپنے دل کے حسد کو زبان سے ترجمانی کر کے نہ ظاہر کریں، کہ ان کے شیداؤں کے دلوں پر زخم سا لگ جاتا ہے اور ایسی صورتوں میں وہ گستاخی کا جواب اور طرح دیا کرتے ہیں، فرمائیے! عرض کروں ذرا کھڑے ہو کر کہہ دیجئے۔

لائقہ ب: حضرات مجھے افسوس ہے کہ مولوی صاحب وہی لایقینی باتیں بنا کر آپ صاحبوں کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں اور میری دلیل کے مقابلہ میں ایک آیت ایک قول بھی مفسر کا جواز یا رسول اللہ میں پیش نہ کر سکے، ہم تو آیات و احادیث سے اپنے دعوے پیش کرتے ہیں، اور مولوی صاحب لسانی سے غالب آ جاتے ہیں، یا تو مولانا مہربانی کر کے جواز یا رسول اللہ کے دلائل بیان کریں یا ہمیں جانے دیں فضول مسلمان کو مخالف میں کیوں ڈال رہے ہیں؟

(حاضرین کی طرف سے ایک فرمائشی قہقہہ)

مولانا: (متنبہ ہو کر) مولوی صاحب یہ تو آپ کا دل جانتا ہوگا، جو اس وقت آپ کے قلب مبارک پر گز رہی ہے، تنہائی ہوتی تو آپ اب تک بگڑ بگڑ کر ب کے چل دئے ہوتے، مگر یہاں تو نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن کا مضمون ہے اور آپ کو بھی کیا کہتے ہیں، بجز ان القوباتوں کے جو آپ کے سینہ میں پر ہیں جو کچھ آپ کے معاونین نے بدلائل کا میٹیریل آپ کے لئے بجم پہنچایا تھا وہ کبھی کا شتم ہو گیا، اب تو

اچھا سچ کتاب باقی ہے، لیکن یاد رکھئے ہمارے سنی حنفی بھائی آپ کی ایسی دریدہ و فنی موٹکانی سے برہم نہیں ہو سکتے یہ باتیں آپ کو آپ کے متعلقین کو ہی مبارک رہیں، آپ نے اول سے اب تک کیسے کیسے سخت حملے، تلامذہ الفاظ، دل آزار باتوں سے عوام میں بد امنی پھیلانی چاہی مگر مولانا میری طرف سے ایک جملہ ایسا نہ ہوگا جو آپ کی شان کے خلاف ہو، خیر آپ سے تو مخاطب فضول سی معلوم ہوتی ہے، اس لئے آپ کے قصہ کا بوائیلر بہت تیز ہو چکا ہے اور قصہ میں ہوش و حواس عقل و خرد سے رخصت ہو جاتے ہیں، ذرا دم لے لیجئے اب میں اپنے بھائیوں کو بتا دوں کہ عداہ یا رسول اللہ کا ثبوت کیا ہے، اگر چہ آپ کے لئے پہلے ہی جواب کافی و وائی شانی ثانی آیا۔

حضرات: اول تفاسیر سے عداہ یا رسول اللہ کے دلائل عرض ہیں سنیئے! یہ تفسیر بیضادی شریف ہے، یہ وہ تفسیر ہے جس کو نہ صرف ہم اہل سنت مستند و معتبر مانتے ہیں بلکہ حضرات غیر مقلدین و وہابیہ گنگوہیہ و نجدیہ سب تسلیم کرتے ہیں ہر مدرسہ میں اس کا کورس نصاب تعلیم میں داخل ہے، اس میں ماتحت درج ذیل آیت کریمہ کے ہے:

لَا تَجْعَلُوا دَعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدَعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا

لاتقیسوا دعاءہ ابناکم علی دعاء بعضکم بعضا فی جواز الاعراض والمساہلۃ فی الاجابۃ والرجوع بغیر اذن، فان المبادرة الی اجابۃ واجبۃ والمراجعة بغیر اذنه محرمۃ وقیل لا تجعوا لداءہ وتسمیۃ کلداء بعضکم بعضا باسمہ ورفع الصوت بہ والنداء وراء الحجرۃ ولکن سلفیہ الاعظم مثل یانہی اللہ ویا رسول اللہ مع التوقیر والتواضع وخفض الصوت۔ اولاً تجعوا لدعاءہ ربہ کدعاء صغیر کم کبیر کم یجیبہ مرۃ

ویردہ اخیری فان دعاه مستجابہ (تفسیر بضاوی مع حاشیہ اشعری)
 ذادہ جلد ۶ صفحہ ۲۵۹/۲۶۰ دار الکتب بیروت لبنان

جس کا خلاصہ یہ ہوا کہ ابتداء میں چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کرام و عوام نام مبارک یا کنیت شریف کے ساتھ مخاطب کیا کرتے تھے مثل یا محمد یا ابوالقاسم وغیرہ کے، یہ بات حضرت باری تعالیٰ کو ناپسند ہوئی اور غیرت الہی جوش میں آئی حکم ہوا، خبردار ہمارے محبوب کو اس طرح نہ پکارو! جیسے آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

اب قدرتا یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب یا محمد یا ابوالقاسم کہنے کی ممانعت ہوگئی، جس کو علماء نے حرام لکھا ہے تو پھر کس طرح حضور کو نداء کریں تو اس کا جواب اول تو قرآن پاک ہی عملی جامہ پہن کر دے رہا ہے، کہ تمام انبیاء کرام کو نام لے کر مخاطب کیا، مگر محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہیں یا محمد نہ فرمایا، سارے قرآن پاک میں ایک جگہ بھی یا محمد نہ ملے گا اگر ملے گا تو یا ایہا المرسل، اے چہرہ مٹا کر چلنے والے محبوب، یا ایہا المدثر، اے چادر پوش حبیب، لیکن، اے پیارے سردار، طے اے ماہ کامل، اے ماہ دو ہفتہ، اے چودھویں رات کے چاند، یا ایہا النبی، اے غیب بتانے والے پیارے وغیرہ القاب عالیہ اور الفاظ جدید سے خطاب ملے گا چنانچہ ثابت ہو گیا کہ ویسے نداء حرام و ممنوع ہے اور ایسے جائز۔

چنانچہ جب بیضاوی نے خود فصلہ فرمایا:

”ولکن بلقبہ المعظم مثل یا نبی اللہ و یا رسول اللہ مع التوقیر والتواضع۔“

مگر معظم القاب مثل یا نبی اللہ یا رسول اللہ کیساتھ نداء وہ اس میں بھی عظمت شان عالیہ ملحوظ رکھنا اور تعظیم نام پاک مقصود ہے۔

اب ترجمہ بھی سن لیجئے یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو تم کو پکارتے ہیں اس کو آپس میں قیاس مت کرو کیونکہ اگر حضور تمہیں پکاریں اور اعراض فرمائیں یا بغیر اجازت واپس تشریف لے جائیں، تو حضور کو جائز ہے لیکن تمہیں حضور کا جواب دینا واجب ہے، اور اجازت تمہیں تو حرام۔

وقبل لا تجعلوا نداءہ وتسمیۃ کتداء بعضکم بعضاً باسمہ برفع الصوت بہ والنداء ورہ الحجرۃ ولكن بلقبہ المعظم مثل یا نبی اللہ یا رسول اللہ مع التوقیر والتواضع خفض الصوت۔

یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نام لے کر نہ پکارو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو بلند آواز سے اور حجرہ کے پیچھے سے لیکن پکارو لقب معظم کے ساتھ جیسے یا رسول اللہ یا نبی اللہ تواضع و توقیر کے ساتھ دینی آواز سے۔

لیجئے ایہ جلالین شریف ہے علامہ جلال الملت والدین جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بان تقولوا یا محمد بل قولوا یا نبی اللہ و یا رسول اللہ فی لین وتواضع وخفض الصوت

یعنی یا محمد نام لے کر نداء نہ دو بلکہ یا رسول اللہ یا نبی اللہ نرمی اور تواضع کے لہجہ میں پست آواز سے کہا کرو۔

یہ تفسیر خازن ہے اس میں اسی آیت کے ماتحت فرماتے ہیں:

لا تدعوا باسمہ کما تدعوا بعضکم بعضاً یا محمد یا عبد اللہ و لكن فخموه وعظموه وشرفوه وقولوا نبی اللہ یا رسول اللہ فی لین وتواضع۔

یعنی سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نام لے کر نہ پکارو جس طرح آپس

میں ایک دوسرے کو یا محمد یا عبد اللہ کہہ کر پکارتے ہو بلکہ ان کی تعظیم و تکریم کرو اور یوں کہو یا نبی اللہ یا رسول اللہ زری اور تواضع کے لہجے میں۔
یہ تفسیر معالم التنزیل ہے: اس میں فرماتے ہیں:

قال مجاهد وقتادة لا تدعوا باسمه كما يدعو بعضكم بعضا
يا محمد يا عبد الله ولكن فحواه وشرفه فقولوا يا نبی الله یا رسول الله
فی لین وتواضع۔

یہ تفسیری جیسی ہے علامہ حسین واعظ کا شفی فرماتے ہیں:

نہ اکرون مثا اور خواندن مرار رسول را باید کہ چوں مناجات یک دیگر باشد
کہ بجز دنام خوانند بلکہ باید از روئے تعظیم باشد چنانچہ یا رسول اللہ یا نبی اللہ چہ حضرت
جل جلالہ انبیاء را بتداء علامت خطاب کردہ و حبیب خود را بتدائے کرامت خطاب
کردہ می فرماید۔

یا آدم است باید را انبیاء خطاب

یا ایہا النبی خطاب محمد است

صادے حاشیہ جلالین شریف میں ہے:

لا تجعلوا دعاء الرسول بينكم اي نداء بمعنى لا تنادوه باسمه
فتقولوا يا محمد ولا بكية فقولوا يا ابا القاسم ال فاحوه وخطبوه بالتعظيم و
التكريم والتوقير بان تقولوا يا رسول الله يا نبی الله يا امام المرسلين يا
رسول رب العالمين يا خاتم النبيين وغيره ذلك واستفيد من الآية انه لا
يجوز نداء النبي بغير ما لا يفيد التعظيم لا في حياته ولا بعد وفاته فهذا
يعلم ان من استخف بحضابه صلى الله عليه وسلم فهو كافر ملعون في
الدنيا والاخرة۔

ترجمہ یعنی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر نہ پکارو جیسے یا محمد،
کنیت سے جیسے یا ابا القاسم بلکہ حضور کو تعظیم و توقیر و تکریم کے ساتھ پکارو مثل یا رسول
اللہ یا نبی اللہ یا امام المرسلین یا رسول رب العالمین یا خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان
آیات سے یہ مستفاد ہوا کہ نداء حیات میں ہو یا بعد وفات اس لئے کہ جو اختلاف
و ابہت ذات اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کرے وہ کافر ہے دین و دنیا میں ملعون ہے اتنی
اور لیجئے! امام جلال الدین سیوطی اپنی تفسیر اکیل فی استنباط التنزیل میں
ارقام فرماتے ہیں:

لا تجعلوا دعاء الرسول بينكم كدعاء بعضكم بعضا فيه تحريم
لندائه صلى الله عليه وآله وسلم باسمه بل يقال يا رسول الله يا نبی الله و
الظاهر استمرار ذلك بعد وفاته الى الآن بلفظه۔
یہ تفسیرات احمد یہ میں ہے:

لا تجعلوا نداءه كنداء بعضكم بعضا باسمه لا يرفع الصوت مثل
يا احمد يا محمد ولكن بلقبه المعظم مثل يا نبی الله ویا رسول الله۔
یعنی حضور کو ایسے نہ پکارو جیسے آپس میں نام لے کر پکارتے ہو بلکہ مثل یا نبی
اللہ یا رسول اللہ تعظیم القاب کے ساتھ پکارو۔

یہ تفسیر و مشور میں ہے:

عن ابن عباس قال كانوا يقولون يا محمد يا ابا القاسم فنهاهم الله
عن ذلك اعطاه الله صلى الله عليه وسلم فقولوا يا رسول الله يا نبی الله
یعنی سلطان المفسرین سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آیت
کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد یا ابا القاسم کہہ کر
پکارتے تھے تو حضرت جلت عظمت نے اپنے حبیب کی عظمت و توقیر بڑھانے کو منع

فرمادیا اور حکم دیا کہ نام لے کر ہرگز نہ پکارو بلکہ یا نبی اللہ یا رسول اللہ کہا کرو۔

امام عبد الغنی یعنی اور ابو نعیم رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنی اپنی تفاسیر میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تخریج فرماتے ہیں:

لا تصبحوا به من بعيد يا ابا القاسم ولكن كما قال الله في
الاجواب: ان الذين يفتنون اصواتهم عند رسول الله-

یعنی ہمارے محبوب کو دور سے یا ابا القاسم کہہ کر نہ پکارو بلکہ ایسے پکارو جیسے
اللہ تعالیٰ نے سورۃ حجرات میں فرمایا۔

تفسیر علامہ ابو سعید میں ہے:

لا تجعلوا نداءه كنذاء بعضكم بعضاً باسمه ورفع الصوت والنداء
من وراء الحجرات ولكن بلفظه المعظم مثل يا رسول الله يا نبی الله مع
غاية التوقير والتفخيم والتواضع مع خفض الصوت فلا يناسب المقام
یعنی سرکار کو اسی طرح نہ پکارو جس طرح آپس میں پکارتے ہو بلکہ نہایت
تقظیم و توقیر و تحکیم کے ساتھ تواضع و ارادت سے یا رسول اللہ یا نبی اللہ کہہ کر آواز دو۔

تفسیر کبیر میں ہے، علامہ فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

لاتعدادوا كما يتنادى بعض بعضاً باسم محمد يا ابا القاسم ولكن قولوا
يا رسول الله يا نبی الله عن سعد بن جبیر۔

یعنی حضور کو ایسے نداء نہ دو جیسے آپس میں ایک دوسرے کو نام لے کر پکارتے
ہو یا محمد یا ابا القاسم کہہ کر بلکہ یا رسول اللہ یا نبی اللہ کے ساتھ مخاطب کرو یہ قول حضرت
سعد بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔

تفسیر ابن جریر میں ہے:

امرهم ان يدعوا يا رسول الله في لين وتواضع ولا يقولوا باسمه

یا محمد الخ۔

اللہ نے حکم کیا ہے کہ ہمارے محبوب کو یا رسول اللہ کہہ کر نہایت تواضع اور نرم
لہجہ میں پکارو اور یا محمد یا محمد نہ کہو اس میں بے ادبی ہے۔

تفسیر غیثا پوری میں ہے:

عن سعد بن جبیر لا تعدادوا باسمه ولا تقولوا يا محمد لكن يا نبی

الله يا رسول الله مع التوقير والتعظيم والصوت المخفض

یعنی سعد بن جبیر فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کی تفسیر یہ ہے کہ نہ پکارو
ہمارے حبیب کو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو آواز دیتے ہو بلکہ یا نبی اللہ یا
رسول اللہ تقظیم و توقیر کے ساتھ نہایت پست آواز سے پکارا کرو اچھی۔

علاوہ ازیں بہت سی تفاسیر ہیں کہاں تک بیان کروں اسی طرح سینکڑوں
احادیث موجود ہیں لیکن میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں اور مولانا سے درخواست کرتا ہوں
کہ اپنے غصہ کے پوائنڈ کو ذرا ٹھنڈا رکھ کر میری طرح مفصل جوابات دیں اگر ہمت
ہے تو ورنہ حاضرین کے لطف کو کج گنج بمانی سے برائے کرم ضائع نہ فرمائیں۔

مولانا دیکھا آپ نے معلومات اس کو کہتے ہیں اور کورانہ تقلید نادانگی کے
سنے سنائے دلائل تو وہی حقیقت رکھتے ہیں جو عوام پر ظاہر ہو چکے، اب میں انتظار
جواب میں بیٹھا ہوں مہربانی فرما کر مہذب لب و لہجہ میں جواب عنایت کریں۔

لانڈہب: صاحب! مولوی صاحب وعظ کہہ کر لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے
کے سوا خاک نہیں جانتے اس طرح ہر جگہ ان کی فتح ہماری شکست ہوئی ہوگی، ہم ڈکے
کی چوٹ پر کہتے ہیں کہ یا رسول اللہ کہنا جائز ہے جس طرح بعض اسلامی فراتے مثل
فرقہ بریلویہ کے السلام علیک یا رسول اللہ کے درو میں لفظ یا کے ساتھ غیر اللہ کو خطاب
کرتے ہیں یہ درست نہیں صرف ذات باری تعالیٰ کے ساتھ یا کا استعمال جائز ہے

اس کے سوا جس کو پکارا جاتا ہے چونکہ ہماری نظروں سے غائب ہے اس لئے یقیناً ہماری ندا نہیں سن سکتا پس یا کے ساتھ خطاب کرنا جائز نہ ہے، اللہ صاحب فرماتا ہے:

لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُ بِشَيْءٍ إِلَّا كِبَاسٌ مِمَّا يَدْعُونَهُمْ لَهُمْ قُلُوبُ غَائِبَةٌ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ لِيُخْرِجَهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۚ فَهُمْ يَكْفُرُونَ (الرعد/۱۴)

اور وہ لوگ جو اللہ کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں وہ کسی طرح بھی انہیں جواب نہیں دیتے ہاں اس پکارنے والے کی مثال اس کی سی ہوگی جو پانی کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہتا ہے کہ آ تا کہ وہ اس کے منہ تک پہنچ جائے حالانکہ وہ کبھی اس کے منہ تک نہ آئے گا، ایسے ہی کافر غیر اللہ کو پکارتے ہیں اور کافروں کی پکار بالکل رایگانہ جاتی ہے۔

دوم) وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا (سورہ جن/۱۸)
اے لوگوں! مساجد صرف اللہ کے ذکر کیلئے ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو نہ پکارو!

اللہ صاحب تو فرمائیں کسی دوسرے کو مسجد میں نہ پکارو۔ اور آپ لوگ اگر بریلوی فرقہ والے حنفیوں کی مسجد مشہور کر کے ان مسجدوں میں یا غوث دھکیں یا رسول اللہ یا محمد وغیرہ نہ صرف پکارتے ہیں بلکہ ان مسجدوں میں اس قسم کے طفرے بھی لگتے ہیں۔

اس سے بڑھ کر اور کون گمراہ ہے جو اللہ کو چھوڑ کر ایسے لوگوں کو پکارتا ہے جو

قیامت تک اسے جواب نہیں دیں اور ان کی دعاؤں سے غافل ہوں۔
مولوی صاحب کو چاہئے کہ اس طرح جواب دیں، یوں لمبی چوڑی تقریر سے کیا فائدہ ہوتا ہے؟

مولانا: حضرات میں نے جو کچھ اپنی تقریر میں عرض کیا تھا آپ کو یاد ہوگا اب مولانا صاحب کی تردید بھی آپ سن چکے ہیں، انصاف سے فرمائیں کہ میری ایک دلیل بھی مولانا غلط ثابت کر سکے مجھے حیرت ہے، سوال از آسمان جواب از رہبسمان میرا مقابل اس طرح پریشان دہرا سمجھ کیوں ہے، کہ دعوے کچھ کرتا ہے دلائل کسی امر کے پیش کرتا ہے میرے مناظر کو چاہئے کہ پہلے اپنے حواس درست کر لے اور سوچ سمجھ کر جواب دے، دعویٰ تو یہ کہ یا رسول اللہ کہنا جائز اور آنتیں وہ جن کو نداء یا رسول اللہ سے اصلاً کوئی تعلق نہیں اس بدحواسی کا کیا علاج قبل ازیں کہ ہم آیات کی طرف توجہ کریں مولانا کی تقریر کا خلاصہ سمجھا دینا مناسب معلوم دیتا ہے (جلسہ کا شور، ضرور ضرور) مولانا کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ غیر اللہ کو پکارنا جائز ہے اس لئے کہ وہ ہماری نظر سے غائب ہیں اس لئے یقیناً وہ ہماری بات نہیں سنتے لہذا یا کے ساتھ خطاب کرنا جائز نہیں، کیوں مولانا یہی خلاصہ ہے یا کچھ اور۔

لائدہب: جی ہاں آپ کہے جائیں!

مولانا: تو اس خلاصہ سے یہ کلیہ برآمد ہوا کہ جو ہماری نظر کے سامنے ہے وہ سنتا ہے اور جو غائب ہے وہ یقیناً نہیں سنتا، تو اب میں مولانا سے دریافت کرتا ہوں کہ میاں میر شاہدہ وغیرہ اگر ٹیلیفون میں بات کی جائے تو اس کلیہ کے لحاظ سے وہ حلماً یقیناً نہیں پہنچنا چاہئے مگر مشاہدہ اس کے خلاف ہے ہم دیکھتے ہیں کہ سینکڑوں کوں کی آواز بذریعہ ٹیلیفون ہم سن لیتے اور سنا دیتے ہیں اور اس کے ذریعہ بڑے بڑے اہم کام پورے ہوتے ہیں علاوہ بریں خدا ہمیں نظر نہیں آتا لہذا خدا ابھی برعم سامی

یقیناً نہیں سن سکتا (معاذ اللہ) لہذا آپ کو جائز نہیں کہ خدائے قدوس کو ملاحظہ یا ساتھ ندا دیں، مگر مولانا کو نظر آتا ہے تو بتائیں، ہمارے عقیدہ میں تو ان ظاہر آنکھوں سے اُس کا نظر نہ آتا ہی اُس کے کمال صمدیت کی دلیل ہے نظر وہ آئے جو ہم رکھتا ہو اور جسم وہ رکھے جو مخلوق ہو، اور خدا کا مخلوق ہونا عقلاً نقل محال۔

پھر فرشتے جو کرنا کاتبین ہیں وہ بھی نہیں سنتے بزم مولانا یونہی جو چاہے لیتے ہوں گے اس لئے کہ وہ کسی کو آج تک ان آنکھوں سے نظر نہ آئے نہ آئیں گے تو ان ایرادت نے مولانا کا کلیہ باطل کر دیا اور یوں ہی ہے تو مولانا جواب دیں کہ تو آپ کی تقریر دلپذیر از سر تا پا دل گیر کا جواب تھا، اب میں آپ کی تلاوت کن آیات کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت مولانا آپ نے جو آیات تلاوت فرمائیں یہ بلا شک و شبہ آیات قرآنی تھیں مگر جناب نے اپنے دعویٰ کی دلیل ان کو کیسے بنایا یہ آیات تورات پرستوں کی پرستش پر نازل ہوئیں لایئے مولانا فضل الدین جلالین شریف یہ دیکھئے یہ جلالین شریف ہے آپ کی آیت متلوہ کے ماتحت لکھتے ہیں کہ دعویٰ الحق والدین یہ دعویٰ بالہام والہام عبد و من دونہ ای غیرہ وہم الا۔

تو خلاصہ یہ ہوا کہ جو لوگ خدا کے سوا بتوں کی پوجا اور پرستش کرتے ہیں انہیں کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔

یہ عموماً کے معنی آپ نے کئے پکارنے کے اور صاحب جلالین بعد واکرے ہیں یعنی پوجنے کے من دونہ کے ماتحت ہے غیرہ وہم الا صنم فرما رہے ہیں یعنی خدا کے پرستش اور وہ بتوں کی پوجا ہے مولانا اس طرح دھوکہ بازی سے کام چننا مشکل ہے آخر آپ کے مقابل آپ سے کم نہیں تو زیادہ معلومات والا آپ کا خصم ہے وہ ہم پر یہ دھوکہ کیونکر چلے دے گا یہ تو خیال کر لینا تھا یا یوں کہتے کہ آپ کے نزدیک

ان انبیاء کرام برابر ہیں، دوسری آیت آپ نے پڑھی وہ بھی بتوں کی مذمت میں ہے ہاں نچر ای تفسیر جلالین میں ملاحظہ ہو۔

ومن اضل ای لا احد اضل ممن یذبح بعد و من دون اللہ ای ہرے من لا یستجیب لہ الی یوم القیامۃ و ہم الا صنم لا یحییون عابد یہم من شئ ۱۰ یسألونہ اید اوہم عن دعائہم عبادتہم غافلون لانہم ساد لا یعقلون و اذا حشر الناس کا نوار ای لا یسلہم لعابدہم اعداء و کا و عبادۃ عابد یہم کفرین جاہلین

کون گمراہ تر ہے یعنی نہیں زیادہ گمراہ اس شخص سے جو پرستش کرے غیر خدا کے یہ عموماً کے معنی صاحب جلالین بعد واکرہ رہے ہیں الی آخرت وہم عن دعائہم اسے عبادتہم یعنی وہ بت ان کی عبادت سے بے خبر ہیں، فرماتے ہیں، لانہم ساد اس لئے کہ وہ پتھر ہیں، سبحان اللہ دعویٰ کوہ کا دلیل گنگوہ کی آیت عبادتہم الا صنم کی مذمت کر رہی ہے لیکن اس جرات و جسارت کے قربان کہ دھوٹے دھوپ دن و ہاڑے آنکھوں میں خاک ڈالنے کی ٹھانی سخن پروری تیرا بھلا ہو، ہاں ایک دلیل اور رہے گی۔

تیسری یہ تھی ان المساجد اللہ فلا تدعوا مع اللہ احد (الحج/۱۸)

یہی صاحب جلالین فرماتے ہیں:

ان المساجد مواضع الصلوۃ للہ فلا تدعوا فیہا مع اللہ احد

شرکوا کما کانت الیہود والنصار و اذا دخلوا کنائسہم و بیعہم اشرکوا یعنی مساجد نماز پڑھنے کی جگہ اللہ کے واسطے ہیں سوا اللہ کے کسی کی پرستش نہ کی جائے جیسے یہود و نصاریٰ کہ اپنے گرجا وغیرہ میں چاکر شرک کرتے ہیں، اور بھی تفسیر اور مفسرین کر رہے ہیں۔

آپ کی تین دلیلیں تھیں جس سے آپ خود جی میں ذلیل ہو چکے ہوں گے

مولانا خوف خدا کیجئے ذرا علم کی شرم بھی مرکوز خاطر رکھئے، تو یہ تو یہ یہ کیا دینی بددیانت ہے، کہ بلا دلیل ذلیل ہونے کو ادھر ادھر سے لا کر من مانگی تحویپ رہے ہو، یا ذرا صاف لفظوں میں کہہ دیجئے کہ ہمارے نزدیک اولیاء و انبیاء (معاذ اللہ) سب بت ہیں، اور ہم سب کو جہاد سمجھتے ہیں مثل بتوں کے۔ حضرات یہ وہی آیات ہیں جن سے یہ لوگ عوام کو دھوکے میں ڈال دیتے ہیں اس لئے کہ اس قسم کی آیات میں جہاں کہیں بھی ذکر ہے یہ عوام دعا کے لفظ کے ساتھ ہے اس لئے کہ بمعنی صرف پکارنے کے لگا کر نا واقف کو پھانس لیتے ہیں مرنے کا خوف ایمان کا خیال ہو تو یہ جہاد تہذیب ہو، اور اس میں شک نہیں کہ غیر خدا کی پرستش مثل بت پرستوں کے کرنا شرک ہے لیکن جو اولیاء و انبیاء کو منظر عروج الہی سمجھ کر پکارتے ہیں ان سے استمداد و استغاثہ کرنے والے مسلمان کیونکر زبردستی مشرک بنادیتے جائیں، یہ ہمارا کام نہیں کہ انہیں خاصے مسلمانوں کو مشرک بنادیں۔ علاوہ ازیں دعا کے الفاظ تو قرآن کریم میں کہیں دعا کہیں یہ عوام کہیں تدعوا کہیں تدعوا وغیرہ کے ساتھ استعمال ہوئے ہیں اس کے چہ معنی وارد ہیں:

اول بمعنی عبادت چنانچہ سورہ قصص رکوع ۹ میں ارشاد ہے:

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ ۚ وَلَا تَقْدُ مِنْ دُونِ اللَّهِ

(سورہ یونس/۱۰۶)

دوم بمعنی استغاثت چنانچہ سورہ بقرہ رکوع ۳ میں ارشاد ہے:

وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ (بقرہ/۲۳)

سوم بمعنی سوال سورہ مؤمن رکوع ۶ میں ہے:

ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ (مؤمن/۶۰)

چہارم بمعنی قول و کلام سورہ یونس رکوع ۱ میں ہے:

دَعُوا لَهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَتَوَجَّهْهُمْ فِيهَا سَلَامًا (سورہ یونس/۱۰)

پنجم بمعنی دعا سورہ بنی اسرائیل رکوع ۸ میں ہے:

يَوْمَ نَدْعُو كُلَّ أُنَاسٍ بِإِيمَانِهِمْ (بنی اسرائیل/۷۱)

ششم بمعنی تسمیہ یعنی نام لے کر پکارنا سورہ فرقان میں ہے:

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ (نور/۶۳)

اب اگر مولانا ہر جگہ ان آیات میں پکارنے کے معنی کرتے ہیں اور اقسام

کا لحاظ نہیں کرتے تو براہ کرم ان آیات کا بھی ذرا ترجمہ فرمائیں!

يَقُولُ مَا لِيَ اَدْعُوكُمْ إِلَى النَّجَاةِ وَتَدْعُونَنِي إِلَى الْفَارِ

(سورہ مؤمن/آیت ۴۱)

اور سورہ نوح رکوع ۳/آیت ۶۰ میں ہے:

رَبِّ اِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَهْثًا وَ لَهَارًا ۚ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَائِي اِلَّا فَرَارًا ۝

سورہ یونس رکوع ۳ میں ہے:

وَاللَّهُ يَدْعُوا إِلَىٰ ذَاكَ السَّلَامَ ۖ (سورہ یونس/۲۵)

ادْعُوهُمْ لِآيَاتِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ ۖ (سورہ احزاب/۵)

فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ۖ سَدَّ الزَّيْبَاتِ ۖ (سورہ علق/۱۸، ۱۷)

وَمَا دَعَاءُ الْكَافِرِينَ اِلَّا فِي ضَلَالٍ (سورہ رعد/۱۳)

فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ ۖ (سورہ کہف رکوع ۷/۵۲)

وَ اِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدَىٰ فَلَنْ يَهْتَدُوا اِذَا اِهْبَأُوا ۖ (کہف/۵۷)

سورہ کہف ملاحظہ! مولانا تو کیا ترجمہ کریں گے لیکن میں آپ کو بتا رہا ہوں

ایات متذکرہ بالا میں ہی دعا کے مختلف معنی موجود ہیں۔

حضرت مولانا ذرا کتابوں کا مطالعہ کیا کیجئے یوں میدان میں آ کودنا باعث

ذلت ہو جاتا ہے۔

جلالین، مدارک، شریف وغیرہ معتبر کتب تفسیر میں یہ عموماً کے معنی عہد اور عاقبہ کے معنی عبادت لکھے ہیں جیسا کہ میں ثابت کر چکا۔

مولانا خنن پوری تاجکے آخر مرثیہ دربار الہی اور حضور رسالت پناہی میں پیش ہوتا ہے، خوف خدا شرم نبی علیہ الخیر والثناء کر کے انصاف پر آئیں اور یہی فرمائیں کہ دعا کے معنی پکارنا کہاں تک صحیح ہیں اگر خدا نہ خواستہ یہ صحیح ہو جائے تو دنیا بھر کے عامۃ المسلمین بلا استثناء وہابیہ وغیرہ مقلدین سب مشرک قرار پاتے ہیں اس لئے کہ غیر اللہ کو عباد کسی نہ کسی صورت میں ہر کس و نا کس دیتا ہے۔

خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کے معنی عبادت فرمائے کیا آپ نے یہ حدیث نہیں سنی؟ اَلدُّعَاءُ مَعُ الْعِبَادَةِ۔

اب میں بغرض تفہیم عوام اور خیال تفہیم جناب سائی تمام مفسرین کرام کے ارشاد و کلام سنادیئے اُن آیات کے صحیح معنی بتادئے جو جناب نے اہل سنت کے سر تھوپتی تھیں جن سے آپ نے عدم جواز کا استدلال کیا تھا، تمام مفسرین عظام جب لکھ رہے ہیں کہ بت پرست اپنے بتوں کو معبود سمجھ کر پکارتے ان کی عبادت کرتے تھے تب ان آیات سے اس فعل فحش کی مذمت فرمائی گئی۔

لہذا ہم بھی کہتے ہیں کہ جو غیر خدا اجل و علا تبارک و تعالیٰ کو معبود سمجھ کر پکارے اس کی ذات واحد کے سوا کسی کی پرستش کرے وہ حتماً یقیناً مشرک ہے لیکن انبیاء اولیاء کو منظر عین الہی سمجھ کر پکارتے ہیں اور معبود ہرگز نہیں جانتے انہیں مشرک بنانے میں کتنے رکعت کا ثواب ملتا ہے؟ جو ضد کی جاتی ہے۔

لائدہب: مولوی صاحب یہ جو کچھ بھی تفسیر آپ نے پیش کی ہیں ہم کو معلوم ہیں، ہم بھی ان سے بے خبر نہیں ہیں، لیکن یہ سب متعلق حیات ہیں زندگی میں

جائز تھی اور رسول اللہ جبکہ فوت ہو چکے اب ان کے مرنے کے بعد عباد کسی کو جائز نہیں، جیسا کہ اللہ صاحب فرماتے ہیں:

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُو مِنْ دُونِ اللَّهِ مِمَّنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنِ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ (احقاف/۵)

اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا جو سوائے خدا کے کسی کو پکارے جو قیامت تک جواب نہ دے سکے اور وہ اس کے پکارنے سے بے خبر ہیں۔

ہم تو صاف صاف اپنے دعوے کو بدلائل بیان کر چکے ہیں لیکن آپ اسے ابلحٰن میں ڈال کر عوام میں غلط فہمی بڑھاتے ہیں۔

مولانا: جناب والا! اول تو آیات کریمہ میں عموم و اطلاق ہے اور یہ اصولی قاعدہ ہے کہ مطلق کو اپنے اطلاق پر چھوڑا جائے جب تک اس کے ہم مرتبہ نص تفسیر نہ کرے، چنانچہ مقلدین نے بھی حسب قاعدہ تفسیر میں عموم و اطلاق رکھا پھر آپ کو کیا حق ہے کہ بلا دلیل قید حیات و ممات لگا کر مطلق کو مقید بہ حیات کرتے ہیں۔

لیکن خیر جانے دیجئے! یہ حاشیہ صاوی ہے۔ آپ کو یاد نہیں رہا میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں، خیر پھر سن لیجئے، جو تحت آیت کریمہ لا تجعلوا دعاء الرسول کے فرماتے ہیں:

وَخَاطَبُوهُ بِالْعِظِيمِ وَالْكَرِيمِ وَالتَّوْقِيرِ يَا نَقُولُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ يَا نَبِيَّ اللَّهِ يَا إِمَامَ الْمُرْسَلِينَ (الی) وَاْمْتَقِمْ مِنَ الْآيَةِ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ نَدَاءُ النَّبِيِّ بِغَيْرِ مَا يَفِيدُ الْعِظِيمَ لَا فِي حَيَاتِهِ وَلَا بَعْدَ وَفَاتِهِ، فَيَهَذَا يَعْلَمُ أَنَّ مَنْ أَسْتَحْفَ بِجَنَابِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ كَافِرٌ أَوْ كَافِرَةٌ آخِرَةٌ۔

یعنی ان آیات سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ بجز ان صیغوں کے جس میں تعظیم و تکریم ہے کسی اور صیغہ کے ساتھ پکارنا حرام ہے عام ازیں کہ یہ نداء حیات میں ہو یا

بعد وفات اس لئے کہ استغفار و پانہت ذات اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کرنے والا کافر ہے۔

یہ شرح شفا قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ ہے، اس میں حضرت مولانا علامہ یگانہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ماتحت آیہ کریمہ لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ كَإِرْثَاءِ فَرَمَاتے ہیں:

(لَا تَتَّبِعُوا دُعَاءَ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ) اے باسمہ الذی سمعہ ابواہ (وَلَكِنْ عَظُمُوهُ) اے باطننا (وَوَقَرُوهُ) اے ظاہر (وَوَدُّواْ) وہ باشر ف مایحب (اے مایعجبہ (ان بنادی بہ) اے من وصف رسالته اونبوتہ بان تقولوا (یا رسول اللہ یا نبی اللہ) اے وامثالہما فی نحو یا حبیب اللہ یا خلیل اللہ وھذا فی حیاته وکذا بعد وفاته فی جمیع مخاطباتہ۔

اور اسی میں ماتحت آیہ کریمہ فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلٰی أَنْفُسِكُمْ تحریر فرماتے ہیں:

قال اے ابن دینار وھومن کبار التابعین المتکبین وفقھاہم ان لم یکن فی البیت احد فقل السلام علی النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اے لان روحہ علیہ السلام حاضر فی بیوت اہل الاسلام۔

عبارت اول کا خلاصہ تو یہ ہوا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو ایسے مداندہ و جیسے آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو بلکہ یا رسول اللہ یا نبی اللہ یا حبیب اللہ یا خلیل اللہ وغیرہ القاب تعظیم و تکریم کے ساتھ پکارو اور یہ حکم جیسا زندگی میں ہے اسی طرح بعد وفات کے۔

اور عبارت دوم کا خلاصہ یہ ہے کہ ابن دینار رضی اللہ عنہ جو کل مکہ والوں کے مسئلہ بڑے زبردست تابعی عالم ہیں فرماتے ہیں کہ اگر تم ایسے گھر میں جاؤ جہاں

کوئی نہ ہو تو کہو السلام علی النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اس لئے کہ روح مطہر سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم ہر مسلمان کے گھر جلوہ گر رہتی ہے۔

کہئے مولانا اب بھی کچھ تسلیم کرنے میں عار باقی ہے جانے دیجئے آپ کے ہی امام حافظ ابن القیم الجوزیہ کتاب الروح میں لکھتے ہیں:

ابن عبد البر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا:
مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُرُّ عَلَى قَبْرِ أَخِيهِ كَانَ يَعْرِفُهُ فِي الدُّنْيَا فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ
إِلَّا رَدَّ اللَّهُ عَلَيْهِ رُوحَهُ حَتَّى يَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ ○

کوئی مسلمان نہیں کہ گزرے اپنے اس بھائی کی قبر پر جس کو وہ دنیا میں جانتا تھا اور سلام کرے مگر اللہ اس کی روح اس کی طرف لوٹاتا ہے یہاں تک کہ وہ سلام کا جواب دے۔

لکھتے ہیں کہ حضور نے فرمایا:

إِنَّ الْمَيِّتَ يَسْمَعُ قُرْءَانَ عَالٍ (الباشین) لہ اذا تفرقوا عنہ ○

میت جانے والوں کے جوتوں کی آواز سنتی ہے جبکہ وہ لوٹتے ہیں۔
آگے فرماتے ہیں:

وقد شرع النبی صلی اللہ علیہ وسلم لامتہ اذا سلموا علی اہل القبور ان تسلموا علیہم بسلام من یخاطبونه فیقول السلام علیکم دار قوم مومنین وھذا خطاب لمن یسمع ویعقل، ولو لا ذلک لکان هذا الخطاب بمنزلة خطاب الغدوم، والجماد والسلف مجمعون علی ہذا وقد تواترت الآثار منہم بان الامیت یعرف زیارت الحی لہ ویستبشر بہ ۛ

مختصر یہ کہ فرماتے ہیں السلام علیکم دار قوم مومنین کا خطاب اس کے لئے ہے جو متنا ہے اور سمجھتا ہو، اور اگر وہ نہیں سنتا تو فرماتے ہیں پھر یہ خطاب معدوم کو ہو جائے

کا جہادی کے لئے۔

مولانا اب توراہ اس پر آئے انکار اصرار کو بالائے طاق فرمائیے آپ کے ہی امام فرما رہے ہیں کہ حضور تو حضور عام مسلمان سنتے اور سمجھتے ہیں یہی مضمون تفسیر کبیر، تفسیر رد منشور، تفسیر ابن عاص، تفسیر ابن جریر، تفسیر خازن، تفسیر معالم التنزیل، تفسیر احمدی، تفسیر نیشاپوری، تفسیر حسینی، تفسیر معانی وغیرہ میں مفصل موجود ہے اور ایک روایت ابن قیم کی علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

وقال ابن القيم الاحادیث والآثار تدل علی ان الزائر منی جاء علیہ به المزور سمع كلامه وانس به ورده سلامه علیہ وهذا عام فی حق الشهداء وغيرهم۔

ابن قیم نے لکھا کہ احادیث اور آیات اس امر پر دال ہیں کہ زائر جب جاتا ہے صاحب مزار کے پاس تو اسے معلوم ہوتا ہے اور وہ اس کا کلام سنتا ہے موانست اختیار کرتا ہے، سلام کا جواب دیتا ہے اور یہ عام ہے حق شہداء اور غیر شہداء میں۔

اور انبیاء کرام کے متعلق خاص حدیث موجود ہے (مولانا ذرا مشکوٰۃ دیکھئے) یہ خطاب مولوی فضل الدین صاحب سے تھا جو کتابیں ہمراہ لے کر تشریف لائے تھے (ملاحظہ ہوا)

إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ فَمَنْ يَسِي اللَّهُ حَتَّى يَرْزُقَ ۝

اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام فرمادیا ہے کہ وہ اجساد انبیاء کو کھائے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں رزق دے جاتے ہیں۔

شقاء السقام میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ

یہ ایک انبیاء کرام زندہ ہیں اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔

اور عمل نماز کا تعلق جوارح سے، اور جوارح بغیر جسم تحقق نہیں ہو سکتی ہیں۔

اور سب جانے دیجئے آپ کے پیشوا اور امام حافظ ابن قیم متقی الاخبار میں

لکھتے ہیں بتائیے مولانا (یعنی مولانا فضل الدین صاحب)

یہ کچھ متقی الاخبار ہے:

عن اوس ابن اوس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من

افضل اياكم يوم الجمعة فيه خلق آدم وفيه قبض وفيه النفخة وفيه الصعقة

فاكثروا علي من الصلاة فيه قال صلواتكم معروضة علي قالوا يا رسول الله

وكيف تعرض عليك صلواتنا وقد ارميت يعني وقد فقال ان الله

عز وجل حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء رواه الخمسة الا

الترمذي ۝

اور لکھئے شوکانی جو آپ کے مشہور پیشوا ہیں شرح متقی الاخبار میں لکھتے ہیں:

قوله وقد ارميت بهجمة مفتوحة دراء مكسورة وميم ساكنة

بعدهاء المخالط المفتوحة (یہ تو وارمت) کا حلیہ بتا رہا ہے آگے کہتے ہیں:

والاحادیث فيها شرعية لئلا تكثر من الصلوة على النبي يوم

الجمعة وتعرض عليه وانه في قبره وقد اخرج ابن ماجه باسناد جيد انه

صلى الله عليه وسلم قال ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد

الانبياء وفي رواية للطبرانی ليس من عبد يصلي على الا يلفتني صلوة قلنا

وبعد وفاتك قال وبعد وفاتي ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد

الانبياء۔

آگے چل کر لکھتے ہیں:

وقد ذهب جماعة من المحققين إلى أن رسول الله صلى الله عليه وسلم حي بعد وفاته وأنه يسير بطاعات المقرين وأن الأنبياء لا يملون مع أن مطلق الادراك كالعلم والسمع ثابتة لساكن الموتى۔

مختصر یہ کہ ابن تیمیہ اور شوکانی بھی ان احادیث کے قائل ہیں کہ انبیاء کرام کا جسم زمین پر حرام ہے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہ انبیاء کرام بعد وفات بھی زندہ ہیں اور وہ اعمال امت سے خوش ہوتے ہیں، اور نہ صرف انبیاء بلکہ اور اک میں مثل علم اور سماعت وغیرہ کے تمام اموات مساوی ہیں یعنی سب سنی اور جاتی ہیں۔

مولانا اب تو مانو گے یا عزیز برادران تسکین کے لئے شوکانی کی روح متکاؤں اور شوکانی تو زور دیکر لکھتے ہیں کہ محققین کی جماعت اس پر غالب ہے۔

حضرات اب تو آپ بھی سمجھ گئے ہوں گے کہ نہ صرف حضور پر نور سید ہم البھور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ محمد عصری ہیں بلکہ عام خلائق کو اللہ نے یہ مرتبہ عنایت فرمایا ہے کہ وہ زائر کو جانتے اور اس کے قول کو پہچانتے ہیں۔

جلسہ: کا شور جزاک اللہ!

آہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حاضر و ناظر ہونا اس کے متعلق قبل اس کے کہ میں دلائل نظریہ پیش کر دوں، پہلے دلائل عقلی سے فیصلہ کیجئے کیوں مولانا ساری دنیا میں ایک آفتاب ایک ماہتاب ہے اور زمین سے آسمان تک پانچ سویرس کی راہ، آفتاب فلک چہارم پر اور ماہتاب فلک اول پر فرمائیے یہ ایک آن ایک لحظہ میں ہر ایک ملک ہر ایک گھر ہر ایک شہر میں حاضر و ناظر ہے یا نہیں، شرق سے غرب تک جنوب سے شمال تک ایک ایک آفتاب ایک ماہتاب کو تمام عالم دیکھتا ہے اور تمام عالم میں حاضر رہتا ہے یا نہ اسی کی روشنی سے تمام خلق خدا فائدہ اٹھاتی ہے یا نہیں باوجودیکہ وہ ایک زرہ ہے نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا۔

اور نور اقدس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوقات کی علت ہے اور تمام مخلوقات اس کی معلول حضور باعث ایجاد عالم سبب تخلیق آدم ہیں آپ کے نور کرامت ظہور سے تمام اشیاء عالم پیدا ہوئیں حدیث میں ہے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

حضور سے عرض کی کہ تمام مخلوق سے پہلے حق سبحانہ و تعالیٰ نے کس چیز کو پیدا فرمایا، ارشاد ہوا:

يا جابر ان الله خلق نور نبينا محمد صلى الله عليه وسلم قبل الاشياء ○

اے جابر تمام اشیاء سے قبل تیرے نبی کے نور کو اللہ نے پیدا فرمایا۔
تو جب آفتاب ایک زرہ ہے نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور پھر تمام عالم میں حاضر و ناظر ہو تو حضور کے حاضر ناظر ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے۔
ہاں اتنا فرق ہے کہ حضرت عزت عظمت تبارک و تعالیٰ کے پیدا کرنے سے ذات اقدس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئی اسی طرح اس کے بنانے سے حاضر و ناظر ہوئے بالذات حاضر و ناظر ذات الہی اور بالعطا ذات رسالت پناہی اور اس فرق کو تمام اہل جہاں خوب سمجھتے ہیں بالذات ذات اقدس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی مسلمان حاضر و ناظر نہیں جانتا۔

جلسہ کا شور بیشک بیشک

ایک کمال بھی ذات اقدس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں بالذات جانتے کو ہر مسلمان کفر جانتا ہے، لیکن مسلمان کو مشرک کافر زبردستی بنانے کا تو ذکر ہی کیا خدا توفیق انصاف عطا فرمائے۔

علاوہ بریں یوں سمجھئے کہ جب حق تعالیٰ ہر وقت ہر آن ہر لمحہ ہر ذرہ
حاضر و ناظر بالذات ہے تو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کہ مظہر صفات الہی
ہیں، کیونکر بالظاہر حاضر و ناظر نہ ہوں گے دوسرے الفاظ میں یوں سمجھئے کہ بالذات چاند
میں نور نہیں جو کچھ ہے وہ سورج کا عطیہ ہے تو جس طرح آفتاب کے مقابل جب قر
آتا ہے تو روشن و منور ہو جاتا ہے، اسی طرح آفتاب الوہیت کے مقابل ماہتاب
رسالت آ کر مستفیر ہو گیا خود بالذات کچھ نہ تھا، بالفاظ دیگر یوں سمجھ لیجئے کہ جب آئینہ
کو آفتاب کے مقابل کریں تو وہ عکس آفتاب سے آفتاب کے جلوے ظاہر کرنے لگا
ہے، اسی طرح آئینہ رسالت جب آفتاب الوہیت کے مقابل آیا تو جلوۃ الوہیت
کے چمکارے مارنے لگا، پھر یو ساطت قرینوت تمام عالم الوار آفتاب الوہیت سے
مستفیر ہو گیا، یہی سبب ہے کہ فرمایا:

واللہ هو المعطی وانا القاسم ○

اللہ عطا فرماتا ہے ہم دیتے ہیں۔

یعنی آفتاب احدیت ماہتاب رسالت کے اندر جلوہ ڈال کر عالم کو مستفیر کرتا
ہے۔

تعب اور سخت تعب ہے کہ آفتاب تو عالم میں روشن و جلوہ افروز ہوا اور قریح
انوار احمد مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کے نور کا آفتاب پر تو اور ایک ذرہ ہے عالم میں
جلوہ افروز ہو کر حاضر و ناظر نہ ہوں حق یہ ہے کہ کور چشم تیرہ قلب کو عظمت ذات
رسالت نظر ہی نہیں آتی، لیکن ان کو نظر نہ آنے سے وجود آفتاب معدوم نہیں ہو سکتا،
گرد نہ بیند بروز شہرہ چشم چشمہ آفتاب را چہ گناہ

اُس آفتاب رسالت کا اس میں کیا قصور ان خفاش چشموں کی آنکھوں کا
قصور ہے، یہ جو منکر ہیں اپنے دل کی آنکھ کا علاج کرائیں ان کے انکار سے حضرت

مطفی علیہ الخیرۃ والثناء کا حاضر و ناظر ہونا غلط نہیں ہو سکتا، سچے حضور پر نور صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہیں:

أَنَا مِنْ نُورِ اللَّهِ وَالْخَلْقُ كُلُّهُمْ مِنْ نُورِي ○

میں اللہ کے نور سے ہوں اور تمام مخلوق میرے نور سے ہے۔

اور قرآن پاک سے بھی اس ذات منور کا نور مجسم ہونا ثابت ہے:

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ ○

اللہ کی طرف سے تمہارے پاس نور مجسم اور کتاب روشن آگئی۔

مسلمانو! جب حضور کا مجسم ہونا قرآن سے ثابت ہے تو فرمائیں نور کو کون
بیز حجب ہو سکتی ہے، خیر عقلی دلائل کا ہی اس قدر ہجوم ہے کہ نقل کی طرف جانے کی
سہلت ہی نہیں دیتیں، لیکن منصف کو ایک مقول بات کافی ہوتی ہے اور ہٹ دھرمی کو
مر جع سمجھاؤ، تو وہی سرغے کی ایک ناگہ رنجی ہے، لہذا اسی پر اکتفا کر کے دلائل عقلیہ
ڈیش کرتا ہوں، قرآن شریف میں ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ○

اس آیت کریمہ میں مولیٰ تعالیٰ اپنے پیارے محبوب دانائے کل غیوب

ناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب فرماتا ہے، اور ارشاد فرماتا ہے کہ بیشک
اے نبی، بھیجا ہم نے تم کو شاہد یعنی گواہی دینے والا تمام ام اور تمام انبیاء علیہ الصلاۃ و
السلام پر۔

تفسیر خازن میں ماتحت آیت کریمہ فرماتے ہیں:

شاهدا للرسول بالتبليغ وقيل شاهدا على الخلق كلهم يوم القيمة

اور ملاحظہ ہو تفسیر معالم الشریعہ میں ہے:

ای شاهدا للرسول بالتبليغ ومبشرا لمن آمن بالجنة ونذيرا لمن

کذب بآیاتنا من الکفار۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَلِيلٍ

تفسیر معالم التنزیل میں ماتحت آیہ کریمہ مذکور ہے:

وما هو یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم علی الغیب (ای الوحی و خبر السماء وما اطلع علیہ مما کان غایباً عنه من الانبیاء والقصص بضمیر قرہ اهل مكة والبصرة والكسائي بالنظاء ای بمتهم، یقال وفراء الآخرون بالضاد ای یبخل یقول انه یاتیه علم الغیب فلا یبخل به علیکم بل یعلمکم ویخبرکم به ولا یکتبه کما ینکتھم الکاهن ماعنده حتی یأخذ علیہ حلوانا۔

اور ایسا ہی خازن میں ہے:

یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم غیب دان ہیں اور تمہیں علم غیب بتانے میں بخل نہیں کرتے بلکہ سکھاتے اور خبر دیتے ہیں وہ نہیں چھپاتے جیسے کابین حلوے کے لالچ میں چھپاتے ہیں۔

اور آیہ کریمہ فکشف لنا جننا من کل امة بشہید وجننا بک علی هؤلاء شہید کے ماتحت تفسیر مظہری میں ہے:

وجنناک یا محمد علی هؤلاء یعنی امتک امة الدعوة شہید، یشہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی جمیع الامۃ من راہ ومن لم یرہ۔ یعنی گواہی دینگے نبی صلی اللہ علیہ وسلم روز قیامت ہر اس شخص کی جس نے آپ کو دیکھا اور جس نے نہ دیکھا۔

پھر ایک حدیث حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرمائی:

..... قَالَ لَهِسَ مِنْ يَوْمٍ إِلَّا وَتَعَرَّضَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَّتُهُ غَدَوَةً وَعَشِيَةً فَمَعَرَّوهُمْ بِسِمَائِهِمْ وَأَعْمَالِهِمْ فَلِذَلِكَ يَشْهَدُ عَلَيْهِمْ

کوئی دن ایسا نہیں مگر پیش آپ کی امت کو صبح شام آپ پر پیش کیا جاتا ہے اور آپ ان کو ان کی تشافی اور ان کے اعمال سے پہچانتے ہیں اسی وجہ سے حضور ان پر گواہ ہوں گے۔

اور مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں ماتحت آیت کریمہ ویكون الرسول علیکم شہیداً تحریر فرماتے ہیں:

یعنی باشند رسول شما ہر شماہ گواہ زیرا کہ او مطلع است بہ نور نبوت ہر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کلام و تہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست و حجابی کہ ہذاں از طرقی محبوب مانده است کلام است پس او مے شناسد گناہان شمارا و درجات ایمان شمارا و اعمال نیک و بد شمارا و اخلاص و نفاق شمارا لهذا شہادت او در دنیا بحکم شرع در حق امت مقبول و واجب العمل است۔

اور ظاہر ہے کہ شہادت کے لئے مشاہدہ لازمی ہے ورنہ شاہد کی شہادت غیر معتبر اور شرعاً ناجائز۔ تمام فقہاء نے اس کی تصریح فرمائی کہ جو شخص بلا دیکھے کسی کی گواہی دے تو اس کی گواہی عند الشرع مردود و ناقبول ہے اور علامہ محقق شیخ مدقق مولانا شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب جامع البرکات میں تحریر فرماتے ہیں: (مولانا افضل الدین صاحب سے لائے جناب)

ہاں صاحب یہ جامع البرکات ہے ملاحظہ و لکھتے ہیں:

وے صلی اللہ علیہ وسلم براحوال و اعمال امتاں مطلع است و بر مقربان و

خاصان خود مود و مفیض است، و حاضر و ناظر۔

کچھ سمجھے مولانا یا اب بھی مرغی کی ایک ہی ٹانگ ہے، اور لیجے طہری کی حدیث ملاحظہ ہو لکھتے ہیں: جب آیت کریمہ اِنَّا ارْسَلْنَاكَ شَاهِدًا نَّازِلًا ہوئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب باری میں عرض کیا کہ اے رب تو نے میرے واسطے یہ مشروع فرمایا کہ بغیر دیکھے کسی کی شہادت نہ دوں پھر میں کیسے گواہی بروز قیامت دے سکوں گا؟

فَاَوْحَىٰ اللّٰهُ تَعَالٰی اِلَیْہِ اِیْہَا الْہِندِ نَحْنُ نَسْرُی بِكَ الْہِندَا مَلٰئِکَۃُ

الاعلیٰ ○

جناب عزت جل مجدہ نے وحی فرمادی کہ اے سرور عالم ہم آپ کو اپنی طرف بلائیں گے تاکہ تمام ملکوت اعلیٰ کا مشاہدہ کرو۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ بخاری شریف میں ہے کہ شب معراج عرش عظیم سے میرے حلق میں ایک قطرہ پڑا

فَعَلِمْتُ بِہَا مَا کَانَ وَمَا یَکُونُ ○

پس یہ سب اس کے جان لیا میں نے جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہوگا۔

ان دلائل سے ثابت ہو گیا کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رب العزت نے ملکوت السموات والارض کا شاہد بنا دیا، علم اولین و آخرین عطا فرمایا، رب العزت نے ازل سے ابد تک جو کچھ ہوا جو کچھ ہوگا جو کچھ ہو رہا ہے، سب ظاہر کر دیا کوئی ذرہ زمین میں ایسا نہیں جس کے حضور ناظر نہ ہوں ہمارے تمہارے سب کے اقوال و افعال اور موجودہ گفتگو سب ان پر ظاہر و عیاں ہے۔

اور طبرانی میں مسند صحیح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ قَدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَکَا اَنْظُرُ اِلَیْہِ اَوْ اِلَی مَا هُوَ کَاثِرٌ فِیْہَا اِلَی یَوْمِ الْقِیَمَةِ کَا تَمَا اَنْظُرُ اِلَی کُفِّیْ ہٰذَا ○

پھر اللہ عزوجل نے میرے سامنے دنیا و مافیہا اٹھائی اور میں اس کی طرف اور اس میں قیامت تک جو ہونے والا ہے ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی۔

دوسری حدیث میں ہے جس کو ترمذی وغیرہ اکابر محدثین حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

رَأٰیئْتُمْ عَزَّوَجَلَّ وَضَعَ کَفَّہُ یَمِیْنُ کُفِّیْ فَوَجَدْتُ ہَدًی اَنَا مِلَّہُ یَمِیْنُ

کُفِّیْ فَتَجَلَّی لَیْ کُلُّ شَیْءٍ وَاعْرِفْتُمْ ○

اور بخاری شریف میں بجائے عرفت کے فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہے یعنی میں نے رب عزوجل کو دیکھا کہ اس نے اپنا ہر قدرت میرے

دونوں شانوں کے درمیان میں رکھا پس میں نے اُس کے پوروں کی برودت اپنے سینے کے درمیان محسوس فرمائی پھر مجھ پر ہر شے روشن ہوئی اور میں نے پہچان

لیں یا جو کچھ زمین و آسمان میں ہے سب جان لیا۔

پھر بخاری شریف میں ہے، حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قَالَ فِیْہَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا فَاخْبَرْنَا عَنْ یَدِی الْغُلَقِ

حَتّٰی دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَہُمْ وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَہُمْ ○

ہم میں ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر ابتداء خلق سے بیان فرمانا شروع کیا یہاں تک کہ جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں داخل کر دئے گئے۔

مسلم شریف میں عمر بن الخطاب انصاری رضی اللہ عنہ سے ہے:

اَیْکَ دِنِ رَّسُوْلِ اَقْدَسَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ نَہَ نَمَازَ فَجَرِ کَ بَعْدَ سَ طُلُوْعِ

آفتاب تک خطبہ فرمایا اور میان کی نمازوں کیلئے وقفہ فرمایا:

فَاُخْبِرَ نَاكِبًا هُوَ كَاتِبٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

خبر دی ہم کو ہر اس بات جو قیامت تک ہونے والی ہے۔

یہاں تک حدیثیں دکھائی ہیں اب قرآن سے بیان ہوتا ہے:

وَعَلَّمَكَ الْلَّيْلُ كُلَّهَا وَمَا تَكُنَّ تَدْرِي وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا

یعنی احکام و امور الدین..... من علم الغیب ما لم تکن..... شرع

امور دین سے تم کو سکھادیا اور فرمایا علم غیب سے جس غیب کو آپ نہ جانتے تھے، اور

فرمایا سکھادیا ہم نے اے حبیب تم کو ہم نے خفیہ امور پر مطلع کیا خطرات قلوب عالم

اور احوال منافقین اور ان کی مکاریوں پر جن کو تم نہیں جانتے تھے ان پر مطلع کیا۔

مَا كُنَّا اللَّهُ لِنُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِنْ رُسُلِهِ مَنْ

يَشَاءُ صاحب تفسیر خازن فرماتے ہیں:

قال السدي قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم عُرِضَتْ عَلَى

أُمِّي فِي صُورَهَا فِي الْبَيْتِ كَمَا عُرِضَتْ عَلَى آدَمَ وَعِلْمْتُ مَنْ يَطْمُنُ بِهِ

مَنْ يَكْفُرُ بِهِ فَمَكَرَ فَالِكِ الْمُنَافِقِينَ فَقَالُوا اسْتَهِزَّاهُ زَعَمَ مُحَمَّدٌ أَنَّهُ يَعْلَمُ مَنْ

يَطْمُنُ بِهِ وَمَنْ يَكْفُرُ بِهِمْ لَمْ يَخْلُقْ بِهِمْ وَنَحْنُ مَعَهُ وَمَا يَهْدِنَا فَيَكْفُرُ ذَلِكَ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عَلَى الْوَيْبَرِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَأَتَى

عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ أَقْوَامٍ طَعَنُوا فِي عَلِيٍّ لَا كُفَا لَوْ نِي عَنْ شَيْءٍ فَمَا

بِمَنْكُمْ وَبِمَنْ السَّاعَةِ إِلَّا نِيَاكُمْ بِهِ فَقَامَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حَذَافَةَ السَّهْمِيُّ فَقَالَ

مَنْ أَنَّى يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ حَذَافَةَ فَقَامَ عُمَرُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ رَضِينَا بِاللَّهِ رَبًّا

وَبِالْإِسْلَامِ وَبِمَاؤُ بِالْقُرْآنِ وَإِمَامًا وَبِكَ نَبِيًّا وَاعْفُ عَنَّا عَفَا اللَّهُ عَنْكَ فَقَالَ

النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَلْ أَنتُمْ مُنْتَهَوْنَ فَهَلْ أَنتُمْ مُنْتَهَوْنَ ثُمَّ لَزَل

مِنْ الْوَيْبَرِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ هَذِهِ الْآيَةَ

جس کا مختصر ترجمہ یہ ہے کہ حضور نے فرمایا مجھ پر میری امت اپنی اپنی

صورت پر ایسے حالت میں پیش کی گئی کہ ابھی وہ مٹی میں تھی جیسے کہ آدم علیہ الصلوٰۃ و

السلام پر پیش ہوئی تھی، اور میں جانتا ہوں جو مجھ پر ایمان لائے گا، اور جو کفر کرے گا،

جب یہ خبر منافقین کو پہنچی وہ استہزاء کرنے لگے تو حضور نے وعظ فرمایا اور کہا کہ قوم کے

لوگوں کا کیا حال ہے کہ وہ میرے علم میں طعن کرتے ہیں نہ پوچھو گے تم مجھ سے

قیامت تک کے حالات مگر میں بیان کروں گا۔ چنانچہ عبد اللہ بن حذافہ بھی کھڑا ہوا

اور اس نے عرض کیا: حضور میرا باپ کون تھا؟

فرمایا: حذافہ تھا۔

یہ سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا: حضور ہم معافی

چاہتے ہیں اور اسلام پر راضی ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ فرمایا اب تو باز رہو گے اب تو باز رہو

گے، یعنی ایسی یادہ گوئی سے اب تو عہد کرتے ہو پھر آپ منبر سے اتر آئے اس وقت

پیأت کریمہ نازل ہوئی:

وَمَا كُنَّا اللَّهُ لِنُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِنْ رُسُلِهِ مَنْ

يَشَاءُ

یعنی اللہ کی شان یہ نہیں ہے کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دے ہاں

اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے۔

ان آیات و احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ عز و جل نے اپنے حبیب

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ماکان و ما یکون عطا فرمایا ملکوت السموات و الارض کا شاہد بنایا

جس کا انکار نہ کرے گا مگر گمراہ۔

دیکھا آپ نے علامہ علماء الدین صاحب تفسیر خازن نے کتنی صاف اور روشن حدیث دلیل میں ذیلیوں کو دلیل کرنے کے لئے پیش کی فرماتے ہیں اس میں منافقین نے استہزاء کیا اور کہا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم اب تو یہ دعوے کرتے ہیں کہ ہم ان کا بھی علم ہے جو مجھ پر ایمان لائیں گے اور ان کا بھی جو کفر کریں گے، اور وہ اس تک پیدا بھی نہیں ہوئے۔

الحمد للہ کہ میں اپنا فرض ادا کر چکا مولانا ان دلائل کا جواب دیں یا مناظرے سے فرار، لیکن میرے پاس مجھہ تعالیٰ اس سے زیادہ دلائل ہیں چونکہ مجلس مولانا میں زیادہ پوٹ کتابوں کی نہیں لایا ہوں اس وجہ سے موجودہ کتابوں سے جو دلائل مل سکتے وہ مصنف کے لئے کم نہیں اور نہ دیکھنے والے کو خدا کبھے ہاں مولانا انصاف سے جواب دیجئے اب میں جواب سننے کے لئے بیٹھتا ہوں۔ (نعرہ حاضرین جبار کی طرف سے، اللہ اکبر، جزاک اللہ۔)

لائدہب: صاحبو آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ ہم نے کس خوش اسلوبی سے مولانا پر دلائل کے ساتھ اپنے دعوے کو ثابت کیا لیکن انہوں نے مولانا سوائے دعوائے کفر کے کچھ نہیں جانتے، ہم پھر ڈنگے کی چوٹ پر کہتے ہیں کہ ہم نے یا رسول اللہ کو ناجائز نہیں کہا مگر مولوی صاحب نے جس طرح دلائل پیش کر کے آپ کو یہ سمجھایا اور اصل حق کو چھپایا، بیضاوی کو ہم بھی دیکھے ہوئے ہیں مجھے تعجب ہے کہ میرے مد مقابل کیوں اس عمامہ کو مرنے کے بعد بھی جائز قرار دے رہے ہیں، زندگی میں جائز تھا اب وہ فوت ہو چکے ہیں اب جائز نہیں۔ صاحبو! آپ لوگ جو یہ درود پڑھتے ہیں صلی اللہ علیک یا رسول اللہ وسلم علیک یا حبیب اللہ اس کا ثبوت نہ صحابہ سے بلکہ حدیث سے ہے درود ثابت ہے وہ ہم اہل حدیث پڑھتے ہیں:

اللہم صلی علی محمد وعلی آل محمد

یا نماز والا درود جو آپ کے ارشاد کے مطابق ہے اور

الصَّلَاةُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ

کا درود یزید کے تبیین نے ایجاد کیا تھا کیونکہ ان کو آل کے ساتھ بغض تھا، لائدہبوں کا مولوی اتنا کہنے پایا تھا کہ اس دل آزار جملے نے تمام حاضرین کو برہم کر دیا اور جناب حاجی شمس الدین صاحب توڑے والے سے نہ رہا گیا تو غضبناک آواز میں لٹکارے کہ امدردک خاموش بک بک مت کر کچھ ہمت ہے تو جواب دے، گالی دینے سے تیرا بچھا نہیں چھٹ سکتا، قریب تھا کہ جلسہ میں فساد ہو جائے، لیکن صدر صاحب نے کھڑے ہو کر تمام اہل جلسہ کی برہمی کو روکا اور فرمایا کہ حضرات اللہ صبر کیجئے میں اس کا ذمہ دار ہوں فساد اچھا نہیں ان موقعوں کو سوائے اس کے کچھ نہیں آتا حق و باطل کا امتیاز ہو گیا، پھر سپرنٹنڈنٹ صاحب نے کھڑے ہو کر لائدہب مولوی سے کہا کہ مولوی صاحب جب آپ کو بات کرنے کی تیز نہیں ہے تو آپ مناظرہ کی جرات کر کے کیوں آگئے آپ نے مسلمانوں کی سخت دل آزاری کی ہے آپ کو اپنے جملے واپس لینے چاہئیں۔

لائدہب: صاحبو میں نے اپنی دانست میں کوئی گستاخانہ جملہ نہیں کہا اگر آپ کو ناگوار گزرا ہو تو معاف کیجئے!

سپرٹنڈنٹ صاحب: تم بھی عجیب آدمی ہو علاوہ گالی دیتے ہو اور پھر کہتے ہو میں نے کوئی گستاخی نہیں کی یا تو آپ اپنے جملے واپس لیں ورنہ میں قانونی عمل درآ کر کرتا ہوں لائدہب مولوی کے ہوش اڑ گئے اور فوراً ہڈ آواز بلند کہنے لگا۔

صاحبو! میں اپنے جملے واپس لیتا ہوں اور آپ صاحبوں سے معافی چاہتا ہوں، حق تو یہ ہے کہ مولانا کے سکون بخش اشارے سے اور صدر صاحب کی تقریر نے جلسے کے فساد کو روکنے میں جادو کا سا اثر کیا ورنہ فریق مخالف کی جمیعت منع مناظرہ کے

یری طرح لوٹنے، الخضر مولانا نے کھڑے ہو کر آخر میں فرمایا:

حضرات: مولوی عبد المجید صاحب نے تو اس درود کو یزید یہ ہی فرمایا جس سے آپ کو یہ جوش ہوا لیکن ان کے بڑے تو اس سے بھی بڑھ کر نہ صرف ہمیں آپ کو سب دشتم کر چکے ہیں، بلکہ ذات اقدس محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہانت کر چکے ہیں، لیکن میں مناسب نہیں سمجھتا کہ اس کے ظاہر کرنے میں خود فساد ہے مولوی صاحب کو اختیار ہے مجھے چاہے جتنی گالیاں دیں لیں، میں گالیاں سننے کو تیار ہوں چڑا ہوا آدمی تو سنا ہے کہ پتھر مارا کرتا ہے، اس کی پرواہ نہیں مگر میرے دلائل کا جواب دینا یا لا جواب ہونا تسلیم کریں اور الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ بہ فرض مائل اگر یزید یوں کا ایجاد کر دے تو اس کا ثبوت دیجئے۔

آپ کے پیشوا مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ محدث دہلوی اپنے رسالہ الاعتقاد فی سلاسل اولیاء اللہ میں اور افتخیر کے پڑھنے کے واسطے یوں ارقام فرماتے ہیں:

فریضہ نماز بامداد گذار دو چون سلام دہد بہ آواز اور اوضیحہ خواند شمول شود کہ از برکات انعام ہزار و چہار صدر ولی کامل شدہ است۔

حضرات اور افتخیر کے پڑھنے سے مولانا دہلوی فرماتے ہیں کہ چودہ سو ولی کامل ہو گئے، یہ اور افتخیر ہے اس میں منقول ہے:

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا خلیل اللہ الخ۔

تو حضرات خود سمجھ لیں کہ جن کو یہ پیشوا مانتے ہیں وہ بھی اس درود شریف کی برکت درود سے چودہ سو ولی بن جانا تحریر فرماتے ہیں، خدا ہدایت دے اور تو فیض ادب

عنایت فرمائے، اور مولانا شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب مآۃ مسائل کے چوبیسویں سوال کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ اگر درود و سلام پہنچانے کے لئے یا رسول اللہ کہہ کر نداء دے تو جائز ہے۔

مولانا فضل الرحمن صاحب ذرماً مآۃ مسائل تو دیجئے!

لیجئے ایہ مآۃ مسائل ہے، لکھتے ہیں:

اگر کسی یا رسول اللہ ہنگوید برائے رسانیدن درود و سلام

جائز است۔

اس جواب کی اگرچہ چنداں ضرورت نہ تھی لیکن اس وجہ سے مناسب سمجھا کہ مبادا گھر پہنچ کر مولانا یوں نہ کہہ دیں کہ ہمارے آخری سوال کا جواب تو دیا ہی نہیں، اب مولانا کیا کہنے گا۔

لو آپ اپنے جال میں صیاد آ گیا

اب تو ذرا سوچ کر مولانا کچھ کہیں گے شاہ محمد اسحاق صاحب ہی اگر یزید درود کے پانے والے ہیں تو اللہ رحم کرے! آپ سچ کر کہاں جائیں گے؟

لانڈہب: مولوی صاحب آپ شاہ صاحب کے تو مقلد نہیں ہیں پھر ان کی تقلید سے آپ کیسے کہتے ہیں؟

مولانا: یہ تو جواب میرے دلائل کا نہیں، آپ کہہ دیجئے کہ ہم شاہ صاحب کو نہیں مانتے تاکہ میں آپ کے پیشواؤں کی تحریر سے ثابت کروں کہ آپ سچ کہتے ہیں

لانڈہب: حضرت آپ نے دیکھ لیا ہوگا کہ ہمارے سوالات کا جواب کیا دیا اور ہم نے اپنے دعوے کے ثبوت میں کیسے واضح دلائل بیان کئے اب چونکہ رات

بہت گزر گئی ہے، لہذا مناظرہ ختم کیجئے! السلام علیکم ○ جلسہ کا شور لعنة اللہ علی

الکافین ○

منہ پر جھوٹ بولنا تیرا ہی کام ہے، جانتا کہاں ہے؟ جواب دے یا لا جواب ہوتا تسلیم کر، صدر صاحب نے عوام میں جب کھل بل پائی تو کھڑے ہوئے اور تقریر شروع کی، ادھر صدر صاحب نے تقریر شروع کی ادھر مناظر اور لائڈ ہیوں نے کتابوں کی پوت کھسکائی خیر یہ ہوتی کہ کسی نے اس سے تعارض نہ کیا، ورنہ خوف قضا تھا۔

تقریر صدر

آخر الامر صدر صاحب نے فرمایا:

حضرات میں آپ کو مبارک باد دیتا ہوں کہ بظلیل سرور کائنات نذر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم مخالف کو شکست اور سخت شکست فاش ہوئی حتیٰ کہ حیات انسانی نے اسے یہاں میری افتخاری تقریر تک جسے اور ٹھہرنے کی بھی اجازت نہ دی۔ اہل جلسہ نے نظر اٹھا کر سٹیج کی طرف دیکھا تو مولیٰ عبد الحمید بھی غائب غلہ تھے۔

شور ہوا یہ کب گیا کدھر گیا؟

صدر صاحب نے فرمایا کہ آپ میری تقریر سننے میں مشغول ہو جائیے وہ اپنے کام میں، میں نے دیکھا کہ اول تو ایک دو صاحب کے ذریعے شروع تقریر پر انہوں نے کتابوں کی پوت چلتی کی تھی اسی اثناء میں مجمع میں سے یہ جاوہ جا ہو گئے۔ خیر جانے دیجئے، اب میں چند رائیں پیش کرتا ہوں سب سے اول تو یہ کہ لاہور میں یہ پہلا مناظرہ ہے جس میں اس طرح حق و باطل کا روشن انکشاف ہوا، کیا وجہ ہے کہ ہم اپنی فتح پر ایک جلسہ نہ کریں جلسہ کی طرف سے شور۔

ضرور کرنا چاہئے!

میری رائے ہے کہ جلسہ میں حضرات غیر مقلدین کا تہجہ ہوا اور باہر سے بھی عالم بلائے جائیں جلسہ کا شور ضرور، ایک صاحب نے اس رائے سے اتفاق کرتے ہوئے کہا کہ اس جلسہ کے لئے مولانا محمد یار صاحب سلمہ بہاولپوری اور جناب مولانا صاحب کے بڑے بھائی سید ابوالحسنات محمد احمد صاحب الوری کا انتخاب مناسب ہے جلسہ کا شور بہت مبارک رائے ہے، چنانچہ خاتمہ بخیر ہوا اور حرمین طہمتین کا قدم ابن سعود نامعلوم سے پاک ہونے کی دعا کر کے بخیر و خوبی جلسہ ختم ہوا۔

اللہ اکبر کے نعروں کے ساتھ

مولانا سید احمد صاحب کا جلوس ان کے دولت کدہ پر پہنچا۔ والحمد للہ رب

العالمین

اطلاع ضروری!

حضرات حقیقت مناظرہ یہ تھی جس کو ساڑھے تین ورق میں جھوٹوں کے سچے امام نے چھاپا اور اخیر میں لکھ کر کہ جناب مولانا مولوی سید احمد صاحب نے مناظرہ کے اثناء میں اپنی اخیر تقریر میں کہہ دیا تھا کہ چونکہ میری طبیعت ناساز ہے اور پبلک بھی بوجہ مشغولیت مناظرہ تھکی ہوئی ہے اس لئے میں آج ہی مناظرہ کو ختم کرتا ہوں الی آخر لکھ کر آگے چل کر چودھری عبد الکریم صاحب منبر علاقہ دسب انسپکٹر علاقہ جو صدر جلسہ تھی ان پر الزام رکھ کر لکھا کہ اہل حدیث کی طرف سے، اصرار ہوا کہ ابھی باقی مسائل پر مناظرہ نہیں ہوا، مگر صدر چودھری عبد الکریم صاحب منبر علاقہ دسب انسپکٹر علاقہ نے کہا کہ آئندہ مناظرہ نہیں ہوگا، تمام شد کر کے اہل سنت و الجماعت کے نام سے چھ سات تصدیقی دستخط کروائے حالانکہ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ مصدقین

میں سے سوائے ایک شخص کے کوئی اہل سنت والجماعت نہیں کوئی شیعہ کوئی مرزائی
پھر شیعہ صاحبان سے جو دریافت کیا تو انہوں نے کہا فکست علائہ لاندہ ہوں کو ہوئی
ہم کو دھوکہ دے کر ہم سے دستخط لئے چنانچہ ان کا تحریری ثبوت نظر ناظرین ہے۔

مگر

قطع نظر امور بالا کے لاندہ ہوں کا ایک نیا عقیدہ اور معلوم ہو گیا کہ ان کے
زعم میں مرزائی، چکڑالوی، شیعہ وغیرہ سب اہلسنت والجماعت ہیں شیعہ حقیقی اہل
سنت والجماعت اس جماعت کو بھی دل میں ضرور سمجھتے ہوں گے جنہیں جماعت
بریلویہ لکھا ہے۔

جی تو یہ چاہتا ہے کہ بقیہ دعائے غیر مقلدین کے جواب بھی اسی مناظرہ
میں بغرض انہام عوام نذر کر دے چائیں لیکن اصلی مناظرہ نے ہی پورا حجم اختیار کر لیا
لہذا انشاء اللہ العزیز بظہیل سرور انام کسی دوسرے موقع پر مفصل بحث پوری تحقیق کے
ساتھ پیش کی جائے گی، اب ان عمائدین قلعہ گوجر سنگ کی تصدیق پیش ناظرین ہے،
جو اس مناظرہ میں ازل سے آخر تک شریک رہے اور ان کے سامنے مناظرہ فریق
مخالف کا وہ حشر ہوا جو جناب کو مطالعہ کتاب سے ظاہر ہوا ہوگا۔

تصدیق اہل قلعہ گوجر سنگ شہر لاہور

مندرجہ مناظرہ جو مابین مقلدین وغیر مقلدین قلعہ گوجر سنگ میں ہوا تھا ہم
تصدیق کرتے ہیں کہ اصل مناظرہ یہی ہے اور غیر مقلدین نے جو شش ورتی حقیقت
مناظرہ چھاپ کر عوام کو دھوکہ دیا ہے کہ ”وہ ہے“ وہ سراسر طومار کذب کا پہاڑ ہے، اللہ
راست کوئی کی توفیق دے۔

دستخط مصدقین

ملک محمد الدین	بابو جان محمد
ملک بدر الدین خیر وار سابقہ رئیس اعظم	بابو چراغ دین
حاجی بدر الدین عطار	چودھری مولابخش سوداگر چرم
سید محمد علی شاہ امام مسجد	سید روف احمد امام مسجد
بابو عبد الرحیم سکے دار	چودھری عبدالکریم میو پیل کشنر
منشی رحیم بخش بیڈ کا ٹیپیل	مولوی نظام الدین
سید مظفر حسین نیچر اسکول گوانڈی	مولوی نور محمد نقشب لویس

شکریہ از جانب مسلمان قلعہ گوجر سنگ

ہم حضرت مولانا مولوی سید ابوالبرکات سید احمد صاحب کے تیرے دل سے
مشکور ہیں کہ انہوں نے ہماری ناچیز استدعاء کو منظور فرما کر غیر مقلدین کو فکست دی
اور ہم نہ بد ہیں کو وادی ضلالت سے نکال کر صراط مستقیم پر قائم فرمایا دعا کرتے ہیں کہ
خدا مولانا محمود کو معدان کے پدر بزرگوار حضرت استاذ العلماء مولانا مولوی حاجی
سید ابو محمد محمد دیدار علی شاہ صاحب مد اللہ تعالیٰ ظلمہ الحالی ہمارے سروں پر تادیر قائم
رکھے اور ان کے فیوضات و برکات سے ہم جملہ مسلمانوں کو مستفید فرمائے، آمین ثم
آمین بحرمہ النبی الامین علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیم والحمد للہ
رب العلمین۔

خاوان قوم

حاجی بدر الدین عطار مولوی نظام الدین محمد ابراہیم

از قلعہ گوجر سنگ

دفتر مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور

میں جملہ مذاہب باطلہ و ہابیہ نجدیہ دیوبندیہ غیر مقلدین وغیرہ کی تردید میں علماء اہل سنت والجماعت کثرہم اللہ تعالیٰ کی تصانیف و تالیفات کا ذخیرہ موجود ہے جن صاحبان کو اپنے مذہب کی حفاظت اور اغیار کی چالوں اور دھوکہ فریبوں سے دین داریوں کو بچانا ہو وہ مولانا ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب الوری سے پتہ ذیل پر خط و کتابت کریں اور قیمتہ سائل پذیر یہودی پی طلب فرمائیں۔

مسجد وزیر خان لاہور

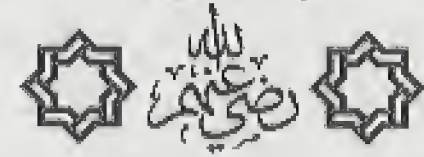
شجرہ شریف خاندان نقشبندیہ

خداوند عی سرور ما محمد مصطفیٰ و غیر ما
 عی حضرت صدیق اکبر وفا پروردہ ضمن قیبر
 عی بحر علم و کان احسان چراغ عقل اصحاب سلمان
 عی قاسم الوار صدیق حقیقت محرم اسرار صدیق
 عی وارث صدیق و حیدر خطابش صادق و نامت جعفر
 عی بازید آن غوث نظام ز الوارش منور روم تا شام
 عی یو الحسن آں قلب عالم سخی مرتضیٰ شیخ کرم
 عی بطلی میر طریقت بہار فقر و عرفان و حقیقت
 عی شیخ ابو یعقوب یوسف جمال افزائے ازباب تصوف
 عی خواجہ کو عارف آمد کلید حنج حکمت کان معنی
 عی خواجہ محمود نامی دمرگشت کنزا واقف آمد
 عی کافہ الوار عرفاں ولایت مصیٰ والا مقامی
 عی خواجہ بابا محمد علی رامیتی خواجہ عزیزاں
 عی کہ نام او امیر است مشیت پایہ ارشاد مست
 عی خواجہ حق آشیانی کمل عارف و کامل فقیر است
 عی قلب ارشاد زمانہ بہاد الدین طریقت پیشوائی
 عی آں کہ یعقوب است نامش علاؤ الدین حقیقت آشیانہ
 عی ناصر الدین خواجہ ارار فروغ دیدہ عرفاں مقامش
 عید اللہ نور چشم اغیار

حق آن که زاهد نام دارد شراب معرفت در جام دارد
 حق شاه معنی خواجه درویش حق پیوسته و آراسته از خویش
 حق خواجه کو حق نشان بود بعالم یادگار خواجگان بود
 حق خواجه عبد الباقی ما نگاه حق نمایش نور آسا
 حق حضرت شیخ محمد حق مصطفی عالی مقام
 حق خواجه محمد الدین معصوم که شهرت یافته از هند تا روم
 حق نقشبندان حجه الله ابو القاسم علیه رفته الله
 حق آبروی قهر و ارشاد زهر آن قبله اقطاب و افراد
 حق مشرق صبح ولایت ضیاء الله بجز با هدایت
 حق خواجه ما شاه آفاق بقدر اندر علم در معرفت طاق
 حق فضل رحمان قبله جان که نامش می فزاید نور ایمان
 حق پیر و مرشد شاه دیدار که آمد وارث سلطان ابرار
 حق جمله پیران طریقت مکن ما را بحق وصلت
 پاداد خود او را شاد گردان گرفتار خود آزاد گردان
 شهود خویش کن مارا کرامت بحال ما لکن چشم عنایت

الحی حق همه اولیاء

نگهدار مارا از رنج و بلا



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ

فضائلِ مُصطفیٰ ﷺ

(وعظ)

فضائلِ مصطفیٰ ﷺ

الحمد لله نحمده و نستعينه ونستغفره ونؤمن بهه
ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات
اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادي له
ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له ونشهد ان
سيدنا وسندنا ونبينا وكريمنا ورحيمنا ورنوفنا وما وانا
وملجائنا محمداً عبده ورسوله بالهدى و دين الحق ارسله
والصلوة والسلام على سيد الوري محمد المصطفى وعلى
آله المجتبي واصحابه البررة التقى اما بعد فاغوذ بالله من
الشیطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم.

لقد جاءكم رسول من انفسكم عزيز عليه ما عنتم
حريص عليكم بالمؤمنين رؤوف الرحيم فان تولو فقل حسبي
الله لا اله الا هو عليه توكلت وهو رب العرش العظيم.

خداوند کریم جل و علا تبارک و تعالیٰ ان آیات کریمہ میں حضور پر نور
سید عالم نور مجسم محمد رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کی خبر فرحت اثر
سنانا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے ”لقد“ یعنی البتہ تحقیق یعنی اس میں کوئی
شک نہیں ”جاءکم“ یعنی وہ رسولِ معظم و محترم تم میں تشریف لائے۔

اللہ اکبر

لا اله الا الله محمد رسول الله

الصلوة والسلام عليك يا رسول الله
وعلى آله واصحابك يا حبيب الله

یہاں یہ نہیں فرمایا کہ پیدا ہوئے بلکہ فرمایا تشریف لائے یعنی حضور
 پر تو ﷺ کسی مقام پر تشریف فرما ہیں اور ان کی تشریف آوری اور
 آمد آمد کی خبر فرحت اثر تمام پیغمبروں نے دی اور ہر پیغمبر کا امتی ان
 کی تشریف آوری کا منتظر تھا لیکن اس انتظار میں وہ لوگ دنیا سے
 رخصت ہو گئے۔ یہ کرم اسی اُمتِ مَرحومہ پر فرمایا کہ ان کی تشریف
 آوری کی خبر عام پیغمبروں از آدم علیہ السلام تا عیسیٰ علیہ السلام نے دی
 کہ وہ رسولِ معظم و مقیم جو رسولوں کے رسول نبیوں کے نبی عرشیوں
 اور فرشتوں کے رسول ہیں تشریف لا رہے ہیں چنانچہ اس امت
 مَرحومہ کو فرمایا "لقد جاءکم" کہ وہ تم میں تشریف لے آئے اور
 فرمایا "من انفسکم" یعنی تمہاری ہی جانوں میں سے یعنی وہ کوئی
 جن اور ملائکہ میں سے نہیں۔ ہم نے اس رسولِ معظم کو اسی لباس میں
 بھیجا تا کہ تم ان کے حرکات و سکنات افعال و اقوال اور ان کی تمام
 باتوں سے نفع حاصل کرو۔ تم ان کو دیکھو ان سے باتیں کرو اور فائدہ
 اٹھاؤ۔ اگر وہ اپنی اصل شکل میں آئے تو تمہیں کیا نفع ہوتا۔ ویسے تو
 ملائکہ اور کرنا کا تین بھی تمہارے ساتھ ہیں جن کی صفت "یعلمون
 ما تفعلون" ہے۔ لیکن تم کو ان سے کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ سرورِ
 انبیاء حبیبِ کبریا ﷺ بھی اپنی اصلی حالت اور اصلی صورت میں

تشریف لاتے تو تمہیں نفع نہ ہوتا۔ ربُّ العزت نے بڑا کرم کیا کہ
 اپنے محبوبِ رسولِ معظم سرورِ آدم و بنی آدم ﷺ کو اس لباس میں
 مبعوث فرمایا یعنی "من انفسکم" یعنی تمہاری ہی جانوں میں سے
 تا کہ تم ان سے نفع حاصل کرو۔ تم کو ان کا قرب حاصل ہوگا تو تم ان
 کی باتیں بھی سُنو گے۔ اور تم ان کی طرف نظر بھی اٹھا کر دیکھو گے اور
 سب کچھ تم کو نفع ہوگا ان کا چلنا پھرنا اٹھنا بیٹھنا یہ سب کچھ تمہارے
 لئے موعظہ ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے "قد جاءکم موعظۃ من
 ربکم" یعنی تمہارے رب کی طرف سے موعظہ مجسمہ تشریف لائے کہ
 جن کا دیکھنا جن کے پاس بیٹھنا جن کے ساتھ چلنا وہ بھی تمہارے
 لئے نصیحت ہے۔ ہمارے افعال اور اقوال میں تو تنقید ہوتی ہے۔
 دیکھتے ہیں کہ ہمارا فعل شریعت کے مطابق بھی ہے کہ نہیں لیکن وہاں
 اس کی ضرورت نہیں کتابِ ناطق وہ خود ہیں۔ ان کا فعل ان کا قول
 حجت ہے قیامت تک کے لئے لہذا اس بات کی تکلیف ہی نہیں کہ تم
 جانچو کہ ان کا فعل شریعت کے مطابق ہے یا نہیں۔ بلکہ ان پر تنقید
 کرنا الّا بے ایمان ہو جاتا ہے۔ حضور کے اقوال ہمارے لئے حجت
 ہیں جب تک کہ تخصیص نہ ہو بعض افعال ایسے ہیں جو حضور کے ساتھ
 خاص ہیں جیسے کثرتِ ازدواج وغیرہ۔ عام طور پر حضور نے نماز پڑھ

کر بتلایا کہ کس طرح قیام و رکوع کرتے ہیں۔ روزہ رکھ کر بتلایا حج کر کے بتلایا کہ حج کے کیا مناسک ہیں۔ فرائض سنن و اجبات ہم کو کر کے بتلایا۔ ان کا ہر فعل ہمارے لئے حجت ہے خواہ اس کی حکمت ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ مثلاً جب حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام پانی کی تلاش میں صفا سے مروہ تک اور مروہ سے صفا تک جو دوڑ لگائیں ان کے سامنے ایک مقصد تھا یعنی پانی کا حاصل کرنا لیکن حج کے دوران ہم جو دوڑ لگاتے ہیں ہمارے سامنے کیا مقصد ہے؟ صرف ایک مقصد ہے کہ اللہ کی برگزیدہ بندی حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے پانی کی تلاش میں جو دوڑ لگائی اس کی نقل کریں۔ کیونکہ اللہ کے محبوب بندوں کے افعال اور اعمال جو انہوں نے خود کسی غرض سے کئے ہوں پسندیدہ ہیں۔ یہ نہیں دیکھنا چاہیے کہ اس فعل میں ان کی غرض کیا ہے۔ بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ یہ ان کا فعل ہے یا نہیں۔ انہوں نے پتھر مارا تو شیطان کو دیکھ کر مارا تھا ہم کیا دیکھ رہے ہیں سوائے اس کے کہ ایک پتھر کھڑا ہوا ہے۔ کوئی کہے کہ یہ فعل لغو ہے تو وہ گنہگار ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ نے جب ری حمار کیا تھا تو ہمارے اوپر واجب ہو گیا۔ حجرہ اولیٰ ہو و سطلی ہو یا عقی۔ چونکہ حضور ﷺ نے فرمایا یہاں ننگر مارو۔ کیونکہ حضرت

ابراہیم اسماعیل اور ہاجرہ علیہا السلام نے مارے تھے۔ اس لئے قیامت تک یہ فعل اُمت پر واجب ہو گیا۔ اگر کسی نے تصور کیا کہ یہ فعل بے کار ہے تو اس کا ایمان خطرے میں ہے۔ سرکار کے کسی فعل کی تنقیص کرے یا حقارت سے دیکھے تو ایمان جاتا رہتا ہے۔ حضور نے جو کچھ بھی کیا وہ یا تو ہم پر فرض ہو گیا یا واجب یا سنت۔ فرض بھی تو حضور کا طریقہ ہے۔ سنت بھی ہمارے لئے واجب ہے۔ فرض ہو یا سنت واجب ہو یا نفل سب حضور ہی کی سنت ہے۔ فرمایا ”علیکم بسنتی“ میری سنت کو لازم پکڑو۔ یہ نہ سمجھو کہ یہ تو سنت ہے۔ سنت تو ہے مگر کس کی؟ یہ تو حضور کا کرم ہے کہ آپ نے اپنے فعل کو فرض نہیں کیا۔ سنت کا درجہ رکھا تاکہ کسی وجہ سے ضرورتاً رہ جائے تو اس کی قصا نہیں۔ سنت کو حقارت کی نظر سے دیکھنا کفر ہے۔ حضور ﷺ کے تمام افعال و ادائیں اللہ کو محبوب ہیں۔ ہمارے لئے کچھ فرض ہیں کچھ سنتیں کچھ مستحب اور بعض میں رخصت دی گئی ہے کہ کرو تو ثواب ہے نہ کرو تو ثواب نہیں۔ مثلاً نوافل۔ اللہ تعالیٰ نے سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر دی اور فرمایا ”لقد جاءکم“ یعنی یقیناً تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول جو رسولوں کے رسول وہ رسول جس کی تشریف آوری کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام

نے کعبہ کی تعمیر کے بعد جناب باری میں عرض کیا جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے: ”وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ“ کہ جب ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام بیت اللہ کی تعمیر کر چکے تو عرض کیا کہ اے ہمارے رب اے ہم سے قبول فرما لے جیسا کہ تو سنتا اور جانتا ہے۔ دیکھو کتنا اخلاص ہے کہ نہ وہاں کوئی پروپیگنڈہ ہے نہ کوئی دیکھنے والا ہے نہ کوئی اخبار ہے۔ صرف باپ بیٹے بنا رہے ہیں۔ اس لئے مسجد کی تعمیر میں خلوص ہونا چاہیے صرف اللہ کی رضا کے لئے کرے۔ جب باپ بیٹا لُحْ وَدَقْ میدانِ جنگل بیابان میں خانہ کعبہ کی تعمیر کر چکے تو فرمایا کہ اے اللہ اس کو قبول فرما لے تو ہی سنتا اور جانتا ہے خالص تیری ذات گرامی کے لئے کیا ہے۔ الہی ہم نے گھر تو بنالیا لیکن گھر بے چراغ ہے۔ اس میں اس چراغ کی ضرورت ہے جو سراج منیر ہے فرمایا ”رَبَّنَا وَبَعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا“ اے ہمارے رب اس رسول کو بھیج جس کی تائشیں اور انوار و برکات گھر گھر پہنچ جائیں اور عالم و عالمیان کو روشن و منور کر دے۔ بھیج اس رسول مطلق و مطلق اور وہ رسول معظم کو جن کی رسالت محدود نہیں بلکہ وہ شریقوں کے بھی رسول غریبوں کے بھی رسول ہیں۔ جس طرح خانہ کعبہ دنیا میں ایک ہی عمارت ہے لہذا

ایسے یکتا کے لئے ایسی ہی یکتائی ہو۔ وہ رسول معظم تشریف لے آئے جو وہ نہ ہوتے تو نہ آسمان ہوتا نہ زمین نہ عرش نہ کرسی نہ لوح نہ قلم نہ جنت نہ دوزخ۔ رب العزت فرماتا ہے حدیث قدسی ہے کہ ”لَوْلَا كُنَّا لَمَا بَخَلَّيْنَاكَ الْجَنَّةَ“ اگر آپ کو پیدا نہ کرتا تو جنت بھی پیدا نہ کرتا۔

ہے انہیں کے دم قدم سے بارخِ عالم میں بہار
وہ نہ تھے عالم نہ تھا گروہ نہ ہوں عالم نہ ہو
جب تک جسم میں روح ہوتی ہے جسم زندہ رہتا ہے۔ اگر روح نہ ہو تو سارا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے
حضور پر نور ﷺ سارے عالم کی روح ہیں۔ حضور کی بہاریں کون سی ہیں۔ حضور کی بہاریں اولیاء اللہ علماء صلحاء جیسے غوث اعظم قطب العالم اور خواجہ غریب نواز بابا صاحب اور تاج الاولیاء داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہم۔ معاذ اللہ حضور نہ ہوں خدا خواستہ مر کر مٹی میں مل گئے۔ جیسے مخالف کہتے ہیں تو سارا عالم درہم برہم ہو جائے جب تک حضور بقعہ عدم سے عرفات و جود میں تشریف نہیں لائے۔ مقام

کست کنزاً مخفياً میں تھے۔ اللہ تعالیٰ حدیثِ قدسی میں فرماتا ہے کہ میں ایک چُھپا ہوا خزانہ تھا کوئی تھا ہی نہیں جانے گا کون۔ عالمِ صفات نے تقاضا کیا کہ آپ خالق ہیں تو مخلوق بھی ہو۔ رازق ہیں تو مَرزوق بھی ہو۔ مالک ہیں تو مملوک بھی ہو۔ تمام صفتوں نے تقاضا کیا کہ آپ خالق و رازق سبھی کچھ ہیں لیکن اس کے مظاہر نہیں تو فرمایا فخلقنا المخلوق یعنی خلق کو پیدا کیا۔ عالم وجود میں جس کو سب سے پہلے پیدا کیا وہ نورِ پاکِ مصطفیٰ ہے۔ ثانیاً بالعرض سب سے پہلے اللہ نے اپنے نور سے نورِ پاکِ مصطفیٰ کو پیدا کیا۔ اس کا نور تو نورِ حقیقی ہے۔ جس کی تجزی بھی نہیں تقسیم بھی نہیں۔ لیکن جیسے پر تو پڑتا ہے۔ مثلاً ایک شمع سے دوسری شمع روشن کی اور دوسری سے تیسری یہاں تک کہ لاکھوں شمعیں روشن کیں تو پہلی میں سے کیا گھٹا۔ رب تبارک و تعالیٰ جو موجود حقیقی ہے اس نے اپنے وجودِ حقیقی کے پر تو سے محمد مصطفیٰ ﷺ کو موجود کیا۔ یعنی عالمِ ایجاد میں سب سے پہلے موجود محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ وہ تو موجودِ حقیقی ہے اور یہ مخلوقِ موجود۔ یعنی موجودات کی ایک ابتدا بھی ہے۔ کائناتِ محصور ہے و گمناہی ہے اس کی ابتدا بھی ہے انتہا بھی۔ حضور ﷺ نے خود فرمایا ”أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورِي“ سب سے پہلے اللہ نے میرا نور کرامتِ ظہور پیدا فرمایا جو پر تو ہے نور

الہی کا۔ اس نور کا پر تو جس کی تجزی ہے نہ تقسیم اور نہ دوئی۔ وہی اول ہے وہی آخر ہے۔

گمانِ امکاں کے جھوٹے ٹکڑے تم اولِ آخر کے پھیر میں ہو
مُحِیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے
شیخِ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوت میں فرماتے ہیں کہ ”ہو الاول والاخر والظاهر والباطن وهو بكل شئی علیم“ جس طرح اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اسی طرح حضور ﷺ کی نعت بھی ہے۔ ”ہو الاول“ یعنی اللہ اول ہے۔ یہ اول ایک دو تین کا اول نہیں بلکہ جو اکائی دہائی سے پاک اور منزہ ہے۔ وہ اول کہ ”لا شئی قبلہ ولا بعده“ وہ اولِ حقیقی ہے جو تمام مخلوقات کا خالق و مالک ہے۔ یہ جو ہم اول کہتے ہیں یہ ہمارے الفاظ ہیں ہم حادث ہیں اور ہمارے منہ سے جو لفظ نکلے گا حادث ہوگا۔ اسی لئے علماء فرماتے ہیں کہ جو ہم کہتے ہیں اللہ یہ لفظ حادث اور اس کا مصداق قدیم ہے۔ جیسی مشین ہوگی ویسے ہی پرزے ڈھل ڈھل کر نکلیں گے وہ بھی حادث ہوں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے۔ ہم حادث ہیں ہمارا لکھنا پڑھنا سنا سب حادث ہے۔ لیکن جو لکھا گیا پڑھا گیا اور سنا گیا وہ قدیم ہے۔ رب العزت فرماتا ہے

”ھولاً خر“ یعنی وہی آخر ہے۔ یہاں تک کہ ساری کائنات فنا ہو جائے گی اور وہ باقی رہ جائے گا۔ فناسب پر طاری ہوگی۔ یہاں تک کہ عزرائیل جو سب کی رُوح قبض کرتے ہیں اُن سے یہ فرمایا جائے گا کہ اب کون باقی رہ گیا ہے۔ کہیں گے کہ الہی تو اور میں۔ حکم ہوگا ”مت“ یعنی تو بھی مر جا۔ حضرت عزرائیل کو موت آ جائے گی۔ پھر رب العزت فرمائے گا۔ ”لنن الملک الیوم“ یعنی آج ملک کس کا ہے۔ جو دعویٰ کرتے تھے کہ پاکستان ہمارا ہے۔ ہندوستان ایران ہمارا ہے۔ کوئی ہو تو جواب دے۔ خود ہی فرمائے گا۔ ”لله الواحد القہار“ یعنی اللہ واحد و قہار کے لئے۔ پھر اسی تجلیات سے مخلوقات کو پیدا فرمائے گا۔ اور فرماتا ہے ”الظاہر والباطن“ وہ ظاہر ہے تو ایسا ظاہر کہ

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار

ہر ورق دفتریت معرفت کردگار

عارفانہ نظر سے دیکھو تو درخت کا ہر پتہ معرفت کردگار کا دفتر

ہے۔

ہر گیا ہے کہ از زمین روید

وعدہ لا شریک لہ گوید

جو سبزہ اگاتا ہے وہ توحید کا سبق دیتا ہے۔ انسان زمین میں دانے بچھاتا ہے۔ اور پانی ڈالتا ہے گویا جو اپنے پاس تھا۔ وہ زمین میں ڈال کر گلا دیتا اور سزا دیتا ہے۔ پھر وہ حسی و قیوم کی قدرت سے اس دانے سے جو بالکل بوسیدہ ہو گیا تھا سُرگل گیا تھا کرہ پھوٹتا ہے اور سبق توحید پڑھتا ہوا نکلتا ہے کہ اے غافل تو نے اپنی دانست میں مجھے سزا گلا دیا تھا۔ لیکن اس حسی و قیوم نے پھر مجھے پیدا کر دیا۔ پھر وحدت کثرت کی طرف آتا ہے۔ پہلے ایک سنبہ پھر ہر سنبہ سے سات سو دانے ”فی کل سنبلة مائة حبة“ یہ اس کی شان ہے کہ ظاہر ہے تو اتنا ظاہر کہ ذرہ ذرہ سے عیاں ہے۔

بے حجابی یہ کہ ہر ذرے سے جلوہ آشکار

اس پہ گھونگھٹ یہ کہ صورت آج تک نادیدہ ہے

رب تعالیٰ شکل و صورت سے پاک ہے۔ گھونگھٹ سے مراد

حجاب ہے۔ رب تعالیٰ کا حجاب نور ہے۔

ہے شدت وضوح سے آنکھوں سے غشی

بے پردگی حجاب ہے اُس بے حجاب کی

یعنی اس کی بے حجابی جو ہے وہی اُس کا حجاب ہے

رب تعالیٰ فرماتا ہے ”لقد جاءکم“ یعنی آیا تمہارے پاس وہ

رسول مطلق جن کی رسالت محدود نہیں بلکہ جو تمام اقوام عالم کے لئے تمام کائنات تمام وحوش و طیور تمام چرندوں پرندوں کے لئے ذرہ ذرہ کے لئے رسول ہیں۔ وہ صرف رسول بشر ہی نہیں بلکہ جنات کے اور ملائکہ کے بھی رسول ہیں۔ حضور ﷺ نے ہر ایک کو ان کے مناسب احکام سے آگاہ فرمایا۔ حضور ان کے لئے نذیر اور بشیر ہیں۔ یہاں آنا کون پسند کرتا تھا جب عالم ارواح میں اشتباہ پیش کئے گئے۔ اور فرمان ہوا کہ ہر روح اپنی شبیہ میں داخل ہو۔ انبیاء علیہم السلام جن کا مقام بلند و بالا ہے اس عالم شبیہ میں آنا کیسے پسند کرتے۔ حضور نے ترغیب دی کہ جاؤ تاکہ تمہارے کمالات کا اظہار ہو۔ تم کو تبلیغ و اشاعت کا ثواب ملے۔ اور تمہارے مراتب بڑھیں۔ اگر فرشتوں کی طرح رہو گے تو ترقی نہ کر سکو گے کیونکہ فرشتے ترقی نہیں کرتے۔ حضور کی ترغیب پر انبیاء علیہم السلام نے اس عالم شبیہ میں آنا گوارا کیا۔ حضور پر نور ﷺ نے فرمایا کہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ہوں اور میں حضرت آدمؑ کے خواب کی تعبیر ہوں۔ کعبہ معظمہ قلب ہے یعنی کہ مرکز عالم ہے۔ قاعدہ ہے کہ مرکز سے جتنے خطوط جاتے ہیں مساوی ہوتے ہیں۔ مرکز میں حضور کو اس لئے بھیجا کہ حضور کی تعلیم ساری کائنات میں یکساں پہنچے۔ حضور نے خود فرمایا

ہے کہ کوئی چیز ایسی نہیں جو مجھے رسول نہیں جانتی۔ ما من شئ الا يعلم انی رسول اللہ الامر دت الجن والانس او کمال قال "یعنی سوائے سرکش جن و انس کے کوئی شے ایسی نہیں جو نہ جانتی ہو کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں (جو کلمہ پڑھ کر حضور ﷺ کو کوستے ہیں۔ آپ کے علم کو جانوروں سے تشبیہ دیتے ہیں اور آپ کے علم کو شیطان کے علم سے کم بتاتے ہیں وہ انہیں کیا جانیں)۔

کرے مصطفیٰ کی اہانتیں کھلے بندوں اس پہ یہ جراتیں کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی ارے ہاں نہیں ارے ہاں نہیں جو حضور کی توہین کر رہا ہے اور کلمہ پڑھ رہا ہے سمجھو کہ یہ کلمہ اس کو دھوکہ دے رہا ہے۔ کلمہ اُس کا معتبر ہے کہ کلمہ پڑھنے کے بعد کلمے والے کو جانے اور یہ سمجھے

سرتا بہ قدم ہے تن سلطان زمن پھول
لب پھول دامن پھول ذقن پھول بدن پھول
غرض حضور بے عیب ہیں جہاں عیب کی گنجائش ہی نہیں۔ یہ لوگ ان میں عیب نکالتے ہیں کہتے ہیں کہ حضور کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ رب فرماتا ہے کہ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا تو میں نے خود چاہا کہ پہچانا جاؤں "فاحببت ان اعرف" میں نے چاہا کوئی مجھے

کہے یا کریم یا اللہ یا رزاق تو جب میں نے خود پسند کیا کہ اظہار ہو تو
فخلقت المخلوق یعنی میں نے خلق کو پیدا کیا۔ یعنی نور پاک مصلیٰ
سب سے پہلے عدم سے وجود میں آیا۔ اس نور کو متصف کیا نبوت
سے جو جامع جمیع کمالات ہے۔ اسی لئے ترمذی میں ایک حدیث ہے
کہ حضور سے عرض کیا گیا کہ نبوت آپ کو کب عطا ہوئی "متی"
وجبت لك النبوة "آپ چالیس سال مکہ معظمہ میں تشریف فرما
رہے لیکن کسی نے نہیں جانا کہ آپ نبی و رسول ہیں۔ فرمایا جتنے انبیاء
ہیں وہ پیدائشی نبی ہوتے ہیں۔ البتہ اظہار اس وقت ہوتا ہے جب حکم
ہوتا ہے کسی نے مہد پرورش میں اعلان کیا "قال انی عبد اللہ" اور
کسی نے کسی زمانے میں۔ حضور کا دائرہ تبلیغ بڑا وسیع تھا۔ اس لئے
حضور چالیس سال تک جائزہ لیتے رہے کہ کس میں کیا خای ہے۔
کون حجر و شجر کا پجاری ہے۔ کون سود خور ہے شرابی ہے پھر سارے
نقائص کا جائزہ لیا اور کوہ صفا پر کھڑے ہو کر فرمایا "یا ایہا الناس انی
رسول اللہ الیکم جمیعاً" الناس میں علماء فرماتے ہیں کہ آدم علیہ
السلام بھی شامل ہیں۔ فرمایا اے لوگو! میں تم سب کی طرف بھیجا گیا
ہوں۔ میں سب کے لئے مبعوث ہوں، مبعوث ہوں میں ہی ابراہیم علیہ
السلام کی دعا کا نتیجہ ہوں۔ آدم سے عیسیٰ تک ایک لاکھ چوبیس ہزار

انبیاء نفس نبوت میں مساوی ہیں۔ "لا لفرق بین احد من رسلہ"
کہ ایمان لانے میں ہم ان میں کوئی فرق نہیں کرتے۔ جو رسول ہیں
ان میں سے کچھ سارے عالم کے لئے کوئی قریہ کے لئے بھیجا گیا۔
اور بعض کو بعض پر فضیلت دی "تلك الرسل فضلنا بعضهم علی
بعض" کسی کو کلیم اللہ کا لقب عنایت کیا "منہم من کلمہ اللہ"
جیسے موسیٰ علیہ السلام سے اور کسی کو درجوں بلندی عطا کی۔ "ورفع
بعضہم درجات" جیسے حضور ﷺ کو کہ آپ کی رفعت و بلندی کو
کون جانے۔ بعضہم سے مراد ہز گنبد کے بادشاہ ہیں جو بعد از خدا
بزرگ توئی قصہ مختصر کے مصداق ہیں۔ اُلوہیت اور لوازم اُلوہیت کے
سواء جتنے کمالات ہیں حضور ﷺ اُس کے جامع ہیں۔ علامہ بوصری
فرماتے ہیں "فانصب الی ذاته ما شئت من شرف" یعنی جو بھی
کمال تیرے تصور میں کمال ہو اُسے حضور کی طرف منسوب کر۔ کھلی
اجازت دے رہے ہیں۔ ما شئت یعنی ہر وہ کمال جو تیرا ایمان بتائے
ان کی طرف منسوب کر۔ کمال وہی ہے جو حضور کے ہاں سے نکل کر
آئے۔ حضور کو کسی سے شرف حاصل نہیں سوائے رب تعالیٰ کے۔ تمام
عالم و عالمان کو حضور سے شرف حاصل ہے۔ بلکہ نبوت و رسالت
حضور سے مشرف ہوئی۔

منزه عن شریک فی محاسبہ
فجوہر الحسن فیہ غیر منقسم

حضور کو جو کمالات حاصل ہیں اس میں کوئی شریک نہیں۔ جو ہر فرد ہیں۔ ان کی کوئی مثال نہیں، کوئی نظیر نہیں۔

پھر بے زمانے میں چار جانب نگار یکساں تمہیں کو دیکھا
حسین دیکھے جمیل دیکھے پر ایک تم سا تمہیں کو دیکھا
جبریل علیہ السلام نے تمام انبیاء و ملائکہ کو دیکھا

آقا تھا گردیدہ ام
مہر بتاں در زیدہ ام
بسیار خواباں دیدہ ام
لیکن تو چیزے دیگری

حضور ابوالارواح ہیں۔ آدم علیہ السلام تو چہرے مہرے کے باپ ہیں۔ بشر کہتے چہرے مہرے کو۔ ظاہر نقشہ آدم علیہ السلام سے چلا ہے۔ لیکن تمام عالم و عالمیان کی روح کون ہے۔ روح الارواح یعنی حضور ﷺ ہیں۔ یہ روح الارواح اور وہ ابوالجساد ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا میری روح کو سب سے پہلے پیدا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”انی خالق بشر من طین فاذا سویتہ ونفقت فیہ من روحی“

ففعولہ ساجدین“ بشر تو اب پیدا ہو رہا ہے۔ حضور تو بشر سے بھی پہلے کے ہیں۔ بشر تو حضور کے سامنے بن رہا ہے۔ جیسے خضر پہلے بناتے ہیں۔ پھر گھر میں آتے ہیں۔ پھر فرشتوں سے کہا جب میں ٹھیک بنا لوں تو تم سب اس کو سجدہ کرنا۔ اور اس خاص روح کی تعظیم بجا لانا۔ ملائکہ کے جو شایان شان سجدہ تھا وہ کیا تھا۔ شیطان بھی فرشتوں سے ملا جلا تھا اس لئے سب کو حکم ہوا۔ اگرچہ ہم جنس نہیں اور جنات میں سے تھا لیکن فرشتوں کی صفت اس میں تھی۔ ”فسجدوا للملئکۃ کلہم اجمعون“ تمام ملائکہ نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے جو شقی آزلی مُردود لم یزلی تھا۔ اس نے سجدہ نہیں کیا۔ سجدہ عبادت تو ہر دین میں حرام رہا لیکن سجدہ تعظیسی بھی جائز نہ تھا۔ یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں بھی برادرانِ یوسف نے بھی سجدہ کیا۔ ”عزولہ سجداً“ وہ خواب کی تعبیر تھا۔ ”ہذا تاویل الرویا“ حضور نے فرمایا اگر غیر خدا کے لئے سجدہ جائز ہوتا تو عورت کو حکم ہوتا کہ شوہر کو سجدہ کرنے۔ سجدہ عبادت تو شرک ہے اور سجدہ تعظیسی بھی حرام ہے لیکن بے خودی میں سجدہ دریا طواف جو کیا اچھا کیا پھر تجھ کو کیا ایک شخص بے خود ہے آپے سے باہر ہے اور داتا صاحب کے در

سے لپٹ جائے اور بوسہ دیکر طواف کرے تو تمہیں کیا۔ تمہیں ہوش ہے کہ نہیں۔ اگر ہے تو مت کرو۔ تم تو پیکرِ خود داری بنے ہوئے ہو تو جب قصدِ اکبر کرو گے تو تمہیں حکم سنایا جائے گا۔ جو بے خود ہوں بے خودی میں سجدہ کریں تو انہیں کچھ نہ کہا جائے گا۔ اگر ہوش میں رہ کر ضابطہ شریعت کے خلاف کوئی حرکت کرو گے تو منع کیا جائے گا۔ یہ دیکھا جائے گا کہ بے خود ہو یا باخود۔ اگر باخود ہوئے تو تازیانے لگیں گے۔ اور بے خود صاحبِ حال ہے۔

نے زتا رو نے زچوب و نے زپوست

او کجا ی آید ز آواز دوست

ارشاد ہوتا ہے ”عزیز علیہ ما عنتم“ یہ وہ رسول ہیں جس رسول پر شاق گردتا ہے تمہارا تکلیف و مشقت میں پڑنا۔

ما اودعی نبی ”گمنا اودیت

حضور ﷺ روحِ عالم ہیں اور جسم کے اعضا کو تکلیف ہوتی ہے تو روح کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔ اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا۔ جتنی ایذا مجھے دی گئی ہے کسی نبی کو نہیں دی گئی۔

ایک جان بے خطا پر دو جہاں کا بار ہے

کوئی کہے کہ ذکر یا علیہ السلام پر آرا چلایا گیا ایوبؑ کو تکلیف پہنچی

باوجود اس کے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ کسی نبی کو اتنی اذیت نہیں دی گئی جتنی کہ مجھ کو۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ قیامت تک حضور کی اُمت ہے شریعت ہے۔ جتنے گناہ ہم کرتے ہیں تو حضور کو اس کی اذیت ہوتی ہے۔ اگر بیٹا پکڑا گیا تو باپ کو اذیت ہوتی ہے۔ تو نماز ہم چھوڑتے ہیں روزہ ہم چھوڑتے ہیں زکوٰۃ ہم نہیں دیتے تو سزا ہم کو ہوگی لیکن حضور کو بھی اذیت ہوگی کہ اُن کا ہو کر زکوٰۃ نہیں دیتا حج کو نہیں جاتا۔ باپ دیکھے کہ بیٹا نقشِ قدم پر نہیں چلتا تو اُسے رنج ہوتا ہے۔ حضور ابوالا روح ہیں یعنی تمام عالم و عالمیان کی رُوح۔ اور رُوح کو اذیت ہوتی ہے۔ اگر پاؤں میں کانٹا چبھ جائے تو نیند نہیں آتی۔ حضور نے فرمایا میں تمہارے لئے روزانہ ستر بار استغفار کرتا ہوں۔ عرفاء فرماتے ہیں کہ استغفار اس طرح ہے کہ عارف کی تین حالتیں ہیں۔ عروج، قُوف اور نزول۔ عروج کے بعد قُوف ہوتا ہے یعنی ذرا ٹھہرتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ یہ مُنتہائے کمال ہے۔ پھر آگے ترقی ہوتی ہے تو فرماتے ہیں استغفر اللہ میں نے اس کو کمال سمجھا تھا پھر ترقی ہوتی ہے روزانہ ترقی ہوتی ہے اور درجوں ترقی ہوتی ہے۔ اور حضور ﷺ کا نزول تام ہے۔ ”ورفع بعضهم درجات“ عرفاء فرماتے ہیں کہ حضور ہر آن عرفان کے ستر ہزار دریا طے فرماتے

ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ”ولا الآخرة خیر لک من الاولیٰ“
کسی نے کہا اس سے مراد قبل ہجرت اور بعد ہجرت ہے۔ کسی نے قبل
بعثت اور بعد بعثت کہا۔ نہیں بلکہ وہ کیفیت جو حضور کی اس وقت ہے
اگلی آن میں ستر ہزار دریائے عرفان طے کر چکے ہوں گے۔ پھر
فرماتے ہیں ”حریص علیکم“ تم پر حریص ہیں۔ کسی کو حرص ہے۔
مال کی اور کسی کو عہدہ کی۔ یہ وہ محبوب ہیں جن کو حرص ہے تمہاری ترقی
مراستب کی یعنی تم فرش نشین ہو عرش نشین بن جاؤ۔

فرشتہ فر دستخی در طیر او

اگر ملک معنی بود سیر او

کہ فرشتے بھی نیچے رہ جائیں۔ اور حضور کی یہ تمنا ہے کہ ایک
ایک امتی کو جنت کا مالک بنادیں۔

عام ہیں ان کے تو الطاف شہیدی سب پر

تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

رب فرماتا ہے ”ان الدین یوذون رسول اللہ لعنہم اللہ فی
الدنیا والآخرۃ“ خیر دار کبھی ایسا کام نہ کرنا جس سے حضور کو اذیت
ہو۔ جو لوگ حضور کو اذیت دیتے ہیں وہ اللہ کی رحمت سے دور ہیں۔
دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ ہر ذرہ کا رب حق تعالیٰ ہے تو ہر ذرہ

کے لئے حضور رحمت ہیں۔

”وما ارسلک الا رحمة للعالمین“

رحمت پہلے ہوتی ہے۔

چوں نہ گرید ابر کئے خند و چین

تاناہ گرید طفل کئے جوشد لبین

جب تک بچہ نہ روئے ماں کی رحمت جوش میں نہیں آتی۔ اسی
طرح حضور ﷺ رحمت ہیں اور تقاضائے رحمت ربوبیت کا اظہار
ہے۔ ”لولاک لما اظہرت الربوبیۃ“ کہ اے حبیب تم نہ ہوئے
تو میں اپنی ربوبیت کا اظہار نہ کرتا۔

مقصود ذات تست دگر جملگی طفیل

مقصود نور تست دگر جملگی غلام

اے حبیب ہمارا مقصود تو تمہارا پیدا کرنا تھا۔ باقی سب طفلی

ہیں۔ اور تم نور ذات پر تو قدرت سے پیدا ہوئے ہو۔ اور دوسرے نور

صفات سے پیدا ہوئے۔

یک چراغ است دریں خانہ کہ پر تو آں

ہر کجا می گری انجن ساخته اند

حضور کی رونق افروزی بڑی رحمت ہے کہ ”لقد من اللہ علی

المومنین“ فرمایا یعنی ہم نے تم پر احسان کیا تو اے مومنو! کافر لائق خطاب نہیں۔ اے مومنو ہم نے تم پر احسان رکھا کیونکہ تم ان کی تعلیم سے منتفع ہوتے ہو۔ نماز پڑھتے ہو روزہ رکھتے ہو حج پر جاتے ہو زکوٰۃ دیتے ہو۔ یوں تو حضور ﷺ کی تشریف آوری سارے عالم کے لئے باعثِ امتنان ہے۔ بارش تو سب پر ہوتی ہے لیکن باغبان اور کاشتکار پر زیادہ احسان ہے تو حضور رحمۃ اللعالمین ہیں لیکن احسان تم پر زیادہ ہے۔ وہ احسان کیا ہے۔ ”اذ بعث فیہم رسولا“ یہاں بھی ”رسولا“ فرمایا یعنی ہر جگہ وہی رسولِ معظم مراد ہے۔

فرش پہ تازہ چھیر چھاڑ عرش پہ تازہ دھوم دھام
کان چدر لگائے تیری ہی داستان ہے
قرآن پاک میں جو ثبت یدہا کی سورۃ ہے وہ بھی حضور ﷺ کی شان ظاہر کرتی ہے کیونکہ دوست کے کمالات کبھی دشمن کا ذکر کر کے بیان کئے جاتے ہیں۔ ابو جہل اور ابولہب کا ذکر بھی حضور کی شان کے لئے ہے۔ فرمایا ”ثبت یدا“ دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے خبیث کے کیونکہ ایک گالی دی تھی حضور کو حالانکہ چچا تھا۔ لیکن یہاں چچا جھجکے کا ذکر نہیں۔ یہ تو محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اور اس نے ذرا توہین کی تو اس کے دونوں بازو ٹوٹ گئے قوتِ علمی بھی گئی قوتِ عملی بھی برباد

ہوئی۔ دنیا بھی برباد آخرت بھی برباد۔ اس کے ساتھ اس کی بیوی اُمّ جمیل جو خبیث چچی کہلاتی تھی اور کانٹے بچھاتی تھی حضور کے راستے میں ”فی نجدھا جبل من مسند“ پھر فرمایا ”بالمومنین روف الرحیم“ مومنوں پر بہت مہربان اور رحم دل۔ ”فان تولو“ اے محبوب یہ اگر اب بھی میرے احسانات کو نہ مانیں تو تمہارا کیا بگڑتا ہے۔ کوئی مانے یا نہ مانے تمہاری نبوت تمہاری رسالت اور محبوبیت میں کیا فرق آئے گا۔ آپ کو محبوب ہونا ان پر تو موقوف نہیں کہ وہ مانیں تو آپ محبوب ہوں۔ آپ تو مانے ہوئے چنے ہوئے مصطفیٰ ہو مجتبیٰ ہو پہلے ہم نے چن لیا۔ تو آپ فرما دیجئے ”حسبی اللہ“ میرا رب مجھے کافی ہے ہر بات کے لئے میری تعریف کے لئے بھی۔ ”لا الہ الا هو“ اس کے سوا کوئی مستحقِ عبادت نہیں۔ ”علیہ توکلت“ میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں تم پر تھوڑا ہی کرتا ہوں۔ ”وہو رب العرش العظیم“ اس رب پر بھروسہ کرتا ہوں جو عرشِ عظیم کا مالک ہے۔

— تمت بالخیر —

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حضرت فقیہ اعظم دہلی کے استاد مکرم

مفتی اعظم سید ابوالبرکات

اپنے مکاتیب کے آئینے میں

صاحبزادہ محمد حبیب اللہ ٹوری

ادارہ کی ایک اہم پیشکش

صَلَوَاتُ أَهْلِ السُّنَّةِ فِي أَحَادِيثِ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
المعروف

امام الانبياء کی نماز

جس میں نماز پنجگانہ قرآن وحدیث کی روشنی میں، طہارت، صغریٰ و کبریٰ، وضو، غسل، تنہم، اوقات نماز، اذان و اقامت، تکبیر تحریمہ تا سلام، بعدہ پلنداواز سے ذکر و درود کا جواز، نماز قصر، شرعی مسافت، بیس رکعت تراویح و عیدین کا طریقہ، نماز جنازہ وغیرہ تمام مسائل ضروریہ کا بیان، بحوالہ قرآن وحدیث سے با دلائل نقل کیا گیا ہے۔

تصنیف لطیف:

مولانا ابوسعید محمد سرور قادری گوندلوی

(ایم۔ اے اسلامیات، فاضل تعلیم الداس پاکستان)

باہتمام: شیخ محمد سرور اویسی

ناشر:

اویسی بک سنال جامع مسجد رمضانہ پٹی پٹیلز کالونی گوجرانوالہ

Mob: 0333-8173630

انتساب

مکتوب نگار --- اور --- مکتوب الیہ

یعنی ---

میدانِ مفسرین، سند الحدیث، امام اہل سنت، حضرت
علامہ ابو البرکات شیخ احمد شاہ صاحب قادری

اور ---

حجۃ الاسلام، علامہ زمان، محدثِ دوراں، فقیہ اعظم پاکستان
حضرت علامہ ابو الخیر مفتی محمد نور اللہ نعیمی قادری

قدس سرہما کے حضور

جن کے الوار و برکات سے ہزاروں بچے علم و معرفت کے پھلنے پھولنے

شباباں چہ عجب گر بنوازند گدارا

محتاجِ کرم

محمد محبت اللہ نوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

السلام علیک یا محمد

الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ
وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ

تقدیم

پیر زادہ اقبال احمد فاروقی

انسانی زندگی میں باہمی رابطے کا قدیم ترین ذریعہ خط و کلمات رہا ہے۔ انسانی زندگی کے آغاز سے دوریوں کو قریب تر کرنے کے لئے خط و کلمات نے بڑا اہم کردار ادا کیا ہے اور اس کی اہمیت کسی زمانہ، کسی دور یا کسی قوم میں کم نہیں ہوئی۔ ہمیں قرآن کریم کے بیان کردہ قدیم دور میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا ملکہ سبا کو خط لکھنا اور اس میں پیغام رسانی اور دعوت ایمانی کی جو مثال ملتی ہے وہ خط و کلمات کی اہمیت اور افادیت پر بڑی عمدہ مثال ہے۔ جہاں زبان و بیان کی حدود ختم ہو جاتی ہیں وہاں خط و کلمات کا آغاز ہوتا ہے اور خط و کلمات ہی انسان کے کھوئے ہوئے رابطوں کو بحال کرتی ہے۔۔۔۔۔

تاریخ کے مختلف ادوار میں خط و کلمات کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں جہاں جنگ و جدال، صلح و آشتی، محبت و عداوت، نصیحت اور دوسرے ہزاروں معاملات کے سلجھانے میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔۔۔۔۔

اسلام کے آفتاب قدس کی ضیاء باریوں کا آغاز ہوا تو سرکارِ دو عالم ﷺ نے

بادشاہان وقت اور سربراہان ممالک کو اسلامی دعوت کے لئے جو خطوط لکھے وہ اسلامی تاریخ کا ایک اہم باب ہے۔ حضور سید الانبیاء ﷺ کے فرامین مکتوبات کی شکل میں ہی مختلف اقوام عالم کو ارسال کیے گئے اور ان مکتوبات کے اثرات تاریخ عالم پر مرتب ہوئے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی اس تربیت کی روشنی میں امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انسانوں کو ہی نہیں دریائے نیل کو جو خط لکھا وہ مکتوبات کی تاریخ میں ایک منفرد اور اہم مثال ہے۔۔۔۔۔

ہم اقوام عالم اور دوسرے مذاہب سے ہٹ کر اسلامی تاریخ کے ان خطوط اور مکاتیب پر نظر ڈالتے ہیں تو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں نے انسانی اصلاح و فلاح کے لئے جنگ و قتال اور شمشیر و سناں سے اتنا کام نہیں لیا جتنا مکتوبات اور خطوط سے لیا ہے۔۔۔۔۔

اسلام کے نامور اہل علم و فضل نے خط و کلمات کے ذریعہ چاروں گانہ عالم میں دینی اور اخلاقی روشنیوں کو پھیلایا اور اگر ہم اپنے دینی ادب پر نگاہ ڈالیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے علماء و مشائخ نے مکتوبات کا ایک بے شمار ذخیرہ چھوڑا ہے جس سے وہ انسانی معاشرہ کی ترتیب میں کام کرتے رہے ہیں۔۔۔۔۔

برصغیر پاک و ہند میں حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے مکتوبات سے اکبری الخداد کی تاریکیوں کو روشنیوں میں تبدیل کر دیا۔ آپ کے مکتوبات کے تین ضخیم دفتر آج بھی اصلاح احوال است کی تاریخ میں ایک مرقع دکھائی دیتے ہیں۔ آپ نے اپنے مکتوبات سے امرائے سلطنت اور اعیانِ مملکت ہی کی سوچ کا رخ نہیں بدلا بلکہ وقت کے علماء و مشائخ کے علمی اور روحانی مسائل کو بھی حل کیا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی کے اس انداز تبلیغ کو

سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ نے اپنایا اور ہم دیکھتے ہیں کہ مکتوبات معصومیہ، مکتوبات شامیہ، مکتوبات شاہ ولی اللہ اور مکتوبات شاہ غلام علی قدس سرہم علم و روحانیت کے قبائلی کر اصلاح احوال میں اہم کردار ادا کرتے رہے ہیں اور اس طریق کار کو صدیاں گزرنے کے باوجود اہل علم و فضل کے ہاں رائج ہے۔

علمائے کرام اور مشائخ عظام ذاتی مکتوبات میں بھی اپنے شاگردوں اور مریدوں کی علمی اور روحانی تربیت کرتے ہیں۔ ایسی ہزاروں مثالیں موجود ہیں، جہاں اساتذہ اور مشائخ نے اپنے روحانی اور علمی شاگردوں اور مریدوں کو اپنے خطوط سے روحانی اور علمی مشکلات حل کرنے کے ساتھ ساتھ دنیاوی معاملات میں بھی رہنمائی فرمائی ہے۔

لاہور میں مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف ایک اہم دینی ادارہ ہے، جہاں سے سینکڑوں نہیں ہزاروں علماء کرام دینی تربیت پا کر فارغ ہوئے اور ملک کے مختلف مذاہب اور مساجد میں دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ دارالعلوم حزب الاحناف لاہور کی بنیاد حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ الوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ۱۹۲۶ء میں رکھی اور ایک عرصہ تک دینی تعلیم کو فروغ دینے میں مصروف رہے۔ ان کے نامور فرزند علامہ سید ابوالبرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس دارالعلوم کو ملک کی ایک بلند پایہ درس گاہ بنا دیا اور ایسی علمی بساط چھائی، جہاں سے ہزاروں علماء دولت علم و فضل سے مالا مال ہو کر نکلے۔ انہیں ایام میں حضرت علامہ مفتی محمد نور اللہ صاحب قدس سرہ العزیز ایک عرصہ تک اسی خرمن علم و فضل سے اپنا دامن طلب بھرتے رہے ہیں۔

فقیر اعظم علامہ ابو الخیر محمد نور اللہ قدس سرہ العزیز، حضرت مولانا دیدار علی شاہ الوری کے نامور شاگرد تھے، استاذ گرامی کی وفات کے بعد آپ نے علامہ ابوالبرکات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہمیشہ علمی رابطہ قائم رکھا اور حقیقت یہ ہے کہ اس نامور شاگرد نے اس خرمن علم و فضل سے اپنا دامن بھر لیا علوم دینیہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ نے بھرپور میں ایک دارالعلوم جامعہ حنفیہ فریدیہ کی بنیاد رکھی اور اسے ترقی دے کر ہام عروج تک پہنچا دیا، آپ کے شاگردوں کا ایک وسیع حلقہ دینی خدمات کی خواہش کے لئے میدان عمل میں

-----۱۵۸-----

فقیر اعظم حضرت مولانا محمد نور اللہ نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ذاتی ملاقاتوں کے ساتھ ساتھ خط و کتابت کے ذریعہ علمی اور روحانی رہنمائی حاصل کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ آپ لاہور آتے تو اپنی مادر علمی کی زیارت کرتے، حضرت علامہ ابوالبرکات کی مجالس میں وقت گزارتے، آپ سے علمی اور تنظیمی معاملات میں ہدایات حاصل کرتے اور اپنے دارالعلوم کی سالانہ تقسیم اشیاء کی تقاریب میں اپنے استاذ محترم علامہ ابوالبرکات کو بعد اعزاز و اکرام دعوت دیتے۔

حضرت علامہ ابوالبرکات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے اس نامور شاگرد کو ہمیشہ قدر اور شفقت کی نگاہ سے دیکھا، آپ کی علمی اور اعتقادی خدمات کو سراہا، آپ کی شبانہ روز محنت کو ہدیہ تحسین پیش کیا، پھر اپنے مکتوبات میں کئی معاملات اور مسائل کو حل کرنے میں بھرپور حصہ لیا۔

حضرت فقیر اعظم مولانا محمد نور اللہ نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چاشنین اور

فرزند رشید صاحبزادہ مفتی محمد محبت اللہ نوری مدظلہ العالی نے اپنے والد مکرم کی وفات کے بعد جب دارالعلوم حنفیہ فریدیہ پیر پور کے انتظامی اور علمی امور کو سنبھالا تو ریکارڈ سے حضرت علامہ سید ابوالبرکات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بعض خطوط کو پایا۔ جناب صاحبزادہ محمد محبت اللہ نوری صاحب نے اپنے والد مکرم کے نام ان کے استاذ مکرم کے بعض خطوط کو مرتب کر کے شائع کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ صاحبزادہ محمد محبت اللہ نوری صاحب معلم مدرس اور ناظم دارالعلوم ہونے کے ساتھ ساتھ ماہنامہ ”نور الحیوب“ کے چیف ایڈیٹر ہیں، انہیں مکتوبات کی اہمیت کا احساس ہے، وہ استاذ و شاگرد کی خط و کتابت کی افادیت کی قدر و قیمت جانتے ہیں۔ اندریں حالات انہوں نے چند خطوط کو شائع کر کے اپنے قارئین کے لئے ایک دریچہ کھول دیا ہے کہ وہ اس دریچے سے جتنا کہ استاذ مکرم کے ذاتی خطوط میں علم و فضل کی تربیت کے لئے وہ نقطے پا سکیں گے جو نہایت قیمتی ہیں۔ میں نے ان مکتوبات کو ایک نظر دیکھا ہے، بعض مقامات پر ایسے ایسے لطیف نکات سامنے آئے کہ لطف آگیا۔۔۔۔۔

صاحبزادہ محمد محبت اللہ نوری صاحب کی یہ کوشش نہایت ہی قابل قدر ہے کہ انہوں نے ان خطوط کو شائع کر کے نہ صرف استاذ اور شاگرد کے باہمی روابط کو زندہ کیا بلکہ کئی مقامات پر ہماری راہنمائی بھی کی۔۔۔۔۔

اللہ تعالیٰ صاحبزادہ محمد محبت اللہ نوری صاحب کے اس ذوق سلیم اور میری اس مختصر سی کوشش کو قبول فرمائے۔۔۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

”خط نصف ملاقات“ کا مقولہ زبان زد عام ہے، مگر اس کی حقانیت و صداقت کا اس وقت اور یقین بڑھ جاتا ہے جب کسی بزرگ، کسی عزیز یا کسی پیارے کا خط پڑھنے کو ملے۔۔۔۔۔

والد گرامی حضرت فقیہ اعظم مولانا الحاج ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب نعیمی قدس سرہ العزیز (۱۰ / جون ۱۹۱۳ء۔۔۔۔۔ ۱۵ / اپریل ۱۹۸۳ء) جب حج و زیارت کے لئے سفر مقدس پر روانہ ہوتے تو سرزمین حجاز سے ان کے عطوفت ناموں کا جس شدت سے انتظار رہتا اور پھر جب کوئی گرامی نامہ جلوہ افروز ہوتا تو اہل خانہ کے علاوہ علماء دارالعلوم میں کس قدر مسرت کی ایک لہر دوڑ جاتی، اس کیفیت کو الفاظ و معانی میں بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔۔۔۔۔ سیدی و اہل کے معارف و حقائق سے بھرپور پیار بھرے ہر ایک کرامت نامے کا لفظ لفظ باعث تسکین قلبی بنتا۔۔۔۔۔

علوم سے مزین تحریریں بھی زندہ ہوتی ہیں، جس طرح اہل اللہ کے حضور حاضری سے سکون میسر آتا ہے، اسی طرح ان کی تحریروں سے بھی حلاوت ایمانی اور

ذوق قلبی نصیب ہوتا ہے۔۔۔۔۔ جب بھی دل بہت اداس ہوتا ہے تو احقر اپنی قیمتی متاع۔۔۔۔۔ مکاتیب اکبر۔۔۔۔۔ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ مکاتیب کی دنیائے محبت و عقیدت میں گم ہو کر ایک نئی چاشنی اور نئی عداوت ملتی ہے۔ ایک روز اسی گراں بہا "غزلانے" کو دیکھ رہا تھا کہ سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے نام ان کے انتہائی مکرم استاذ امام اہل سنت مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ سید ابوالبرکات سید احمد شاہ قادری قدس سرہ العزیز کے خطوط کا ایک ہنڈل ملا جسے احقر نے فقیہ اعظم کی حیات ظاہری ہی میں محفوظ کر لیا تھا آج جب ان خطوط کی زیارت کی انہیں کھول کر پڑھا اور قائل ہو گیا تو خیال گزرا کہ اس حوالے سے قارئین کو بھی عن سے مستفید کر دیا جائے۔۔۔۔۔

حضرت سید ابوالبرکات قادری علیہ الرحمہ قبلہ کے خطوط جہاں علم و عرفان کا سرچ بجائے گراں مایہ اور معارف و معانی کا سدا بہار گلدستہ ہیں وہیں ان کے حضرت فقیہ اعظم سے تعلق خاطر پر بھی شاید عادل ہیں۔۔۔۔۔ مکشیں مکاتیب کی سیر سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سید صاحب قبلہ اور حضرت فقیہ اعظم کے تعلق پر تعارفی گفتگو کری جائے۔۔۔۔۔

حضرت سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کو یوں تو کئی اساتذہ سے تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملا تاہم ان میں سے تین کے اسماء گرامی سر فہرست ہیں:

۱۔ استاذ المہفل و المہجول حضرت علامہ شیخ محمد صاحب محدث بہاول نگر

(۱۳۰۳ھ / ۱۸۸۶ء۔۔۔۔۔ ۱۳۸۹ھ / ۱۹۶۹ء)

۲۔ امام اہل سنت شیخ الحدیث و التفسیر حضرت سید ابوالمحمد محمد دیدار علی

شاہ صاحب محدث الوری

(۱۴۷۳ھ / ۱۸۵۶ء۔۔۔۔۔ ۱۳۵۳ھ / ۱۹۳۵ء)

۳۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت سید ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب

(۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۶ء۔۔۔۔۔ ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء)

درس نظامی کی زیادہ تر کتب آپ نے حضرت محدث بہاول نگر سے پڑھیں انہیں علوم حدیث میں پڑھائی حاصل تھا اور فنِ تدریس میں ایسی مہارت تھی کہ ان سے کسی بھی فن کی ایک کتاب کا درس لینے والے کو یہ ملکہ حاصل ہو جاتا تھا کہ اس فن کی دوسری کتب خود بخود حل ہو جاتیں اور گریہیں نکلتی چلی جاتیں۔۔۔۔۔ حضرت فقیہ اعظم نے ان کی خدمت میں تین سال تک حاضر رہ کر استفادہ کیا پھر ان کے زیور پر علوم اسلامیہ کی تکمیل کے لئے دیگر مدارس کا رخ کیا تاہم حضرت محدث بہاول نگر کے وصال تک آپ نے ان سے رابطہ رکھا اور علمی استفادہ کرتے رہے۔۔۔۔۔ جو علیحدہ مستقل مضمون کا تقاضی ہے۔

علوم اسلامیہ کی تکمیل آپ نے اعلیٰ حضرت فاضل بدایونی کے خلیفہ اور حضرت علامہ فضل الرحمن شیخ مراد آبادی کے شاگرد رشید امام اہل سنت حضرت محدث الوری سے کی۔۔۔۔۔ چنانچہ آپ دورۂ حدیث شریف پڑھنے والے علاحدہ سے فرمایا کرتے:

"اس ہار تم مولانا نور اللہ کی تکمیل پڑھ رہے ہو"

دورۂ حدیث والے سال حضرت فقیہ اعظم نے سنن نسائی اور سرائی اپنے استاذ گرامی حضرت محدث الوری کے صاحبزادے حضرت مفتی ابوالبرکات سے پڑھیں۔۔۔۔۔

دورۂ حدیث مکمل کرنے سے ٹھیک دو سال بعد حضرت محدث الوری کا وصال ہو گیا تھا اس لئے بعد میں زیادہ تر تعلق و ربط حضرت قبلہ ابوالبرکات سے رکھا موصوف "سید صاحب" کے لقب سے مشہور تھے اختصار کے پیش نظر اگلی سطور میں آپ کے لئے یہی لقب استعمال کیا جائے گا۔۔۔۔۔

قدر و منزلت

حضرت سید صاحب قبلہ کا بر صغیر کے مشہور علمی خانوائے سے تعلق ہے۔ آپ حنفی حنفی سید ہیں، سلسلہ نسب کا نام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ کے آباء و اجداد مشہد سے ہندوستان آئے تھے، پھر آپ کے والد ماجد نے لاہور آکر مسجد وزیر خاں کو اپنی علمی و تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز بنایا، مسجد وزیر خاں کے قریب ہی چنگڑ محلے میں دارالعلوم حزب الاحناف قائم کیا، اس ادارے کے قیام اور فروغ و استحکام میں حضرت سید صاحب قبلہ کی انتھک محنتوں اور تدریسی کاوشوں کا بڑا عمل دخل ہے۔۔۔۔۔ حضرت سید صاحب کی فقہی بھیرت اور علمی قدر و منزلت کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے اٹھار علماء آپ کو وقت کا امام اور مفتی اعظم تسلیم کرتے۔۔۔۔۔ آپ نے درس و تدریس، وعظ و تبلیغ اور افتاء کے ذریعے وہ خدمات انجام دیں کہ باید و شاید۔۔۔۔۔

بائیں ہند قدر و منزلت حضرت سید صاحب قبلہ میں بڑا بجز و انکسار تھا، وہ مجرم علم و فضل ہونے کے ساتھ ساتھ بیکر تقویٰ و طہارت بھی تھے کہ اٹھار علماء نے آپ کو ”سراج المل تقویٰ“ کا لقب دیا۔۔۔۔۔ یوں تو آپ تمام اٹھار و اصاغر اہل سنت پر بہت زیادہ شفیق و مہربان تھے لیکن اپنے گمیزد رشید حضرت فقیہ اعظم کے ساتھ بے پناہ شفقت برتتے اور ان کی خداوار صلاحیتوں پر بڑا اعتماد فرماتے، تقویٰ نویسی اور تدریسی و علمی کاموں پر حضرت فقیہ اعظم کی حوصلہ افزائی فرماتے، دارالعلوم کے سالانہ اجلاسوں میں اکثر شرکت فرماتے اور کبھی کبھی طلبہ کے امتحان کے لئے بھی بھیر پور شریف کا دورہ فرماتے اور حضرت فقیہ اعظم کو بھی اپنے ہاں حزب الاحناف کے جلسوں کی دعوت دیتے، ایک تحریر میں فرمایا:

”فقیر کی دلی مسرت کا باعث ہو گا اگر جناب والا صحت سفر کو ارا فرما

کر اجلاس میں شرکت فرمائیں“

(مکتوب سید صاحب تمام سیدی فقیہ اعظم، محررہ ۲ / ذوالحجہ الحرام ۱۴۸۶ھ)

ادب

سیدی فقیہ اعظم بھی اپنے استاذ گرامی کی رضا و خوش نودی کا بڑا لحاظ رکھتے، کسی ذاتی کام کے لئے بھی لاہور جانا ہوتا تو تمام تر مصروفیات کے باوجود سید صاحب قبلہ سے ملاقات اور نذرانہ پیش کیے بغیر واپس نہ لوٹتے۔۔۔۔۔ حضرت سید صاحب قبلہ کے چائین اور تخت جگر علامہ سید محمود احمد رضوی لکھتے ہیں:

”(فقیہ اعظم کا اپنے) اساتذہ سے ادب و احترام کا یہ عالم تھا کہ جب بھی موصوف لاہور تشریف لاتے، حضرت والد گرامی سے ملاقات فرماتے اور نذر پیش کرتے۔۔۔۔۔ حضرت فقیہ اعظم جب آپ کے پاس سے واپس چلتے تو حزب الاحناف کے مرکزی دروازے تک اگلے قدموں واپس ہوا کرتے“

(ماہنامہ نور الحیب، فقیہ اعظم نمبر، صفحہ ۲۷۶)

اس سلسلے میں حضرت فقیہ اعظم کے مرید خاص چوہدری محمد اسماعیل نوری۔۔۔۔۔ جن کے ہاں آپ لاہور میں قیام فرما ہوتے، اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں:

”آپ (حضرت فقیہ اعظم) جب بھی لاہور تشریف لاتے تو داتا صاحب علیہ الرحمہ کے حزار مقدس پر ضرور حاضری دیا کرتے، دوسری ضروری حاضری حضرت مولانا سید ابوالبرکات علیہ الرحمہ کے پاس ہوتی، گاڑی نکل جانے کا ڈر یا کسی اور نقصان کا اندیشہ آپ کے اس معمول میں

رکاوٹ نہ بن سکتا۔۔۔۔۔ سید صاحب قبلہ کی حیات اقدس میں ان کے حضور نذرانہ بھی ضرور پیش فرمایا کرتے 'مگر چہ دس روپے ہی کیوں نہ ہوں' بغیر نذرانہ پیش کیے آپ نے ایک بھی ملاقات نہیں کی تھی۔

(ماہنامہ نور الحبيب، فقیر اعظم نمبر، صفحہ ۱۱۲)

اس ادب و احترام کا رنگ اس وقت دیدنی ہوتا جب حضرت سید صاحب قبلہ پیر پور تشریف لاتے تب ایک جشن کا سہن ہوتا 'ہالہوم ریل گاڑی کے ذریعے آپ کی تشریف آوری ہوتی۔ اسٹیشن سے دارالعلوم تک تمام راستہ چوڑے کی لکیروں سے آراستہ کیا جاتا' حضرت فقیر اعظم، جامعہ کے اساتذہ اور قدام طلباء کے ہمراہ اسٹیشن پر استقبال کے لئے موجود رہتے 'جو غنی گاڑی سے سید صاحب قبلہ کی جھٹک دکھائی دیتی' پوری فضا استقبالیہ نعروں سے گونج اٹھتی 'گاڑی رکتی تو بڑھ کر سید صاحب قبلہ کی دست لای کرتے' پھر تانکہ یا کسی اور سولاری میں سوار کراتے اور طلبہ و اساتذہ ٹھکل جلوس ساتھ ساتھ نعرے بلند کرتے جامعہ میں پہنچتے 'جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے' سید صاحب قبلہ جب نماز کے لئے مسجد میں تشریف لے جاتے اور جوتے اتارتے تو حضرت فقیر اعظم انہیں اٹھا کر اندر لے جاتے اور علاوہ و مریدین کے اصرار کے باوجود یہ خدمت خود انجام دیتے۔۔۔۔۔ جب تک قیام رہتا ان کے خورد و نوش اور آرام و آسائش کا ذاتی طور پر خیال رکھتے' حضرت فقیر اعظم اپنے اساتذہ سے جس ادب و تکریم سے پیش آتے' اس کی بعض جھلکیاں جو حافظہ میں محفوظ ہیں' جب یاد آتی ہیں تو ایک قیامت گزر جاتی ہے کیوں کہ اب ہر دم محبت اور ادب و احترام کی یہ کیفیات ایک خواب دکھائی دیتی ہیں۔۔۔۔۔

بلاشبہ حضرت فقیر اعظم اپنے روحانی باپ سے وہی معاملہ کرتے جو مطلوب قرآن ہے 'والدین کی اطاعت کے بارے میں حکم رہانی ہے:

و اخفض لہما جناح الذل من الرحمة۔۔۔۔۔ (بنی اسرائیل ۱۷: ۲۳)
"اور نرم دلی کے ساتھ ان کے لئے عاجزی سے ہٹکے رہتا۔۔۔۔۔"

سید صاحب قبلہ کی شفقت

حضرت سید صاحب قبلہ بھی اپنے اس تہذیب دہشید سے بے حد محبت و شفقت کا معاملہ فرماتے اور غایت درجہ تکریم فرماتے 'چوہدری محمد اسحاق ٹوری بیان کرتے ہیں:

"حضرت سید صاحب قبلہ علیہ الرحمہ بھی آپ (فقیر اعظم) کا بے حد احترام فرمایا کرتے تھے اور ہمیشہ اٹھ کر آپ کے ساتھ بغل گیر ہوتے۔۔۔۔۔ جب آخر عمر میں آپ بے حد نحیف اور کمزور ہو گئے تو دوسروں کی مدد سے اٹھ کر استقبال فرماتے۔۔۔۔۔ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے پیٹھے ٹھٹھائے مصالحتی کے لئے ہاتھ بڑھا دیئے ہوں۔۔۔۔۔"

(ماہنامہ نور الحبيب، فقیر اعظم نمبر، صفحہ ۱۱۲)

احقر کو بھی والد گرامی کے ساتھ کئی بار حضرت کی زیارت اور دست لای کی سعادت نصیب ہوئی 'میرا اپنا مشاہدہ ہے کہ آپ حضرت فقیر اعظم کا ہمیشہ کھڑے ہو کر استقبال کرتے اور ان کی آمد پر بے پایاں مسرت کا اظہار فرماتے 'جو غنی کھڑے ہو کر معافہ کے بعد الوداع کرتے اور جب تک کمرے کے دروازے سے باہر نہ نکل جاتے تب تک کھڑے دعاؤں دیتے رہتے۔۔۔۔۔ عرض دعا یہ کہ سید صاحب قبلہ حضرت فقیر اعظم کے ساتھ بے حد شفقت فرماتے اور مسائل فقہیہ اور دیگر معاملات میں ان پر بے حد اعتماد فرماتے۔۔۔۔۔ یہی وجہ ہے کہ دونوں حضرات کے درمیان اکثر خط و کتابت رہتی۔۔۔۔۔

مکاتیب کے آئینے میں

قارئین کرام! تمہیدی گفتگو خاصی طویل ہو گئی ہے، غایت تحریر تقبی سید صاحب قبلہ کے مکاتیب کے حوالے سے کچھ عرض کر رہا ہوں۔

حضرت فقیر اعظم کے نام سید صاحب قبلہ کے جو گرامی نامے دستیاب ہو سکے ہیں ان کی تعداد پچپن (۵۵) ہے، جن میں تقریباً ایک تہائی کارڈ ہیں، جب کہ باقی خطوط لافانہ ہیں۔۔۔۔۔ بعض دستی اور بعض بذریعہ ڈاک۔۔۔۔۔ چند خطوط پر تاریخ درج نہیں ہے، حوالہ کے لئے میں نے ڈاک سے ملنے والے خطوں پر وصولی کی سر دیکھ کر تاریخ درج کی ہے۔۔۔۔۔

یہ دعویٰ مشکل ہے کہ فقیر اعظم کے نام سید صاحب قبلہ کے تمام خطوط محفوظ ہیں، اغلب یہ کہ اگر شخص و تجسس سے کام لیا جائے تو بعض مزید خطوط دستیاب ہو سکتے ہیں اور ممکن ہے کہ بعض مفقود ہو گئے ہوں۔۔۔۔۔ تاہم مکاتیب کی یہ تعداد بھی کچھ کم نہیں ہے کیوں کہ حضرت فقیر اعظم گاہے گاہے اپنے استاذ گرامی کی ملاقات کے لئے لاہور تشریف لے جایا کرتے تھے، مزید برآں آنے جانے والوں کے ذریعے کئی دوطرفہ سلام و پیام کا سلسلہ رہتا۔ ان خطوط سے ہر دو حضرات کے تعلقات خاطر کا طوری اندازہ ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔

ان میں سے بعض گرامی نامے ذاتی نوعیت کے ہیں جب کہ اکثر خطوط فقہی مسائل کے جدول، علمائے اہل سنت کے حوالے سے اہم اطلاعات، مدارس اسلامیہ کی فلاح و بہبود کی فکر، ملت اسلامیہ کے مسائل اور مشکلات، اوراد و وظائف اور بعض امراض کے لئے نسخہ جات وغیرہ امور پر مشتمل ہیں۔۔۔۔۔

نفاست و حسن تحریر

سید صاحب قبلہ کے خطوط باطنی حسن و نفاست کے ساتھ ساتھ ظاہری طور پر بھی نفیس اور حسن تحریر سے آراستہ ہیں، لفظ کیا ہیں جیسے موتی پر دیئے گئے ہوں، سید محی سطر میں اور نہایت خوب صورت اور پختہ انداز تحریر سے نور علی نور کی کیفیت دکھائی دیتی ہے۔۔۔۔۔ میرے پیش نظر پچپن (۵۵) مکاتیب ہیں، حیرت کی حیرت اور تعجب انگیز مسرت ہے کہ ان میں محدود سے چند ایسے ہوں گے جن میں ایک آدھ لفظ کاٹنے کی نوبت آئی ہو، ورنہ اکثر و بیشتر خطوط میں اول تا آخر ایک حرف بھی کاٹ کر نہیں لکھا گیا، قوت تحریر پر ایسی قدرت شاذ و نادر ہی دیکھنے میں آتی ہے۔۔۔۔۔

سادگی و بے تکلفی

سید صاحب قبلہ کے خطوط کی دوسری اہم بات سادگی و بے ساختگی ہے، عام طور پر مضمون نگاری میں تکلف و تصنع سے کام لیا جاتا ہے مگر خطوط میں آدمی کی سیرت کا اصل پہلو اجاگر ہو جاتا ہے، جب کہ اس کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں ہوتا کہ ان خطوط کی کبھی اشاعت بھی ہوگی۔۔۔۔۔

اگرچہ مکاتیب نویسی بھی ایک رسم بنی ہوئی ہے اور ان میں تکلف سے کام لیا جاتا ہے مگر انہیں خطوط کی بجائے مقالہ یا مضمون کہنا زیادہ مناسب ہو گا۔۔۔۔۔

سید صاحب قبلہ کے خطوط میں سادگی اور بے تکلفی کا رنگ غالب ہے، آمد ہی آمد ہے، آورد کا نام و نشان تک نہیں۔۔۔۔۔ خط پڑھ کر یوں لگتا ہوتا ہے کہ سامنے بیٹھے ہم کلام ہوں۔۔۔۔۔

سوانحی پہلو۔۔۔۔۔ تدریسی مصروفیات

سیرت نگاری کے لئے خطوط کی اہمیت مسلمہ ہے، سید صاحب قبلہ کے خطوط میں بہت سا سوانحی مواد آگیا ہے مثلاً:

ذاتی مصروفیات، احباب و متعلقین کا تذکرہ، مدرسہ حزب الاحناف کی تعلیمی صورت حال اور تبلیغی اسفار وغیرہ۔۔۔۔۔

ایک خط میں آپ نے درس قرآن اور دورہ حدیث پر جانے کے آغاز کا تذکرہ کیا ہے۔۔۔۔۔ چنانچہ آپ نے حضرت محدث لدی کے وصال کی اطلاع دی اور اس میں یہ بھی لکھا:

"حضور اقدس کے وصال کے بعد سے درس قرآن فقیر نے شروع

کر دیا ہے اور آئندہ سال دورہ بھی شروع کرنے کا ارادہ کرتا ہوں، ایک مدرس کی ضرورت ہے، جو باخلاص ہو اور قلیل معاوضہ پر کام کر سکے کہ دورہ کے بعد دیگر اسباق کا انتظام نہیں کر سکتا۔"

(خط موصولہ ۱۷/ نومبر ۱۹۳۵ء)

اغلب یہ ہے کہ آپ نے ۳۶ء میں دورہ حدیث کی تدریس کا آغاز فرمایا۔۔۔۔۔

آپ کی تدریسی مصروفیات کے حوالے سے ایک گرامی نامہ کا اقتباس پیش کیا جاتا ہے، "رمضان المبارک میں اپنے معمولات کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں:

"رمضان المبارک میں صبح کے بارہ بجے تک درس وغیرہ کی مصروفیت رہتی ہے، پھر قیلولہ کر کے نماز ظہر سے فارغ ہو کر قرآن کریم کی تلاوت اور استماع قرآن میں مشغول ہو جاتا ہوں، افطار کے بعد وغیرہ پھر گیارہ

بجے تک تراویح وغیرہ سے فارغ ہو کر سوچتا ہوں۔۔۔۔۔

(خط موصولہ ۹/ مئی ۱۹۵۸ء)

ایک اور گرامی نامہ میں لکھتے ہیں:

"جواب میں غیر معمولی تعویق کثرت مشاغل کے باعث ہوئی، صبح سے تین چار گھنٹہ درس پھر شفا شریف اور حمادی شریف، پھر قرآن حکیم کی تلاوت، پھر آئے گئے افراد سے بات چیت اور جواب سائلین وغیرہ، پھر نماز مغرب کے بعد وغیرہ، پھر تراویح اور پھر بعض دیگر مشاغل۔۔۔۔۔ امید کہ اس تاخیر کو معاف فرمائیں گے، یہ عریضہ بھی شب کے دو بجے لکھ رہا ہوں۔۔۔۔۔ والسلام خیر الختام"

(شب ۱۰/ رمضان المبارک ۱۳۷۶ھ/ ۱۹۵۵ء)

رمضان کے علاوہ مصروفیات کے حوالے سے ایک خط میں تحریر فرمایا:

"نامی نامہ خبر شامہ شرف صدور لایا، فقیر بے حد عظیم الفرصت ہے، ایک مدرس رخصت پر چلے گئے، ان کے اسبق بھی فقیر نے لے لئے ہیں، بدیں وجہ درس کے بعد سے ظہر تک اور ظہر کے بعد سے مغرب تک مشغول درس و تدریس رہتا ہوں اور بعد مغرب وغیرہ پھر بعد نماز عشاء ایک سبق مسامرہ کا۔۔۔۔۔ فتویٰ وغیرہ کے لئے بھی وقت کم ملتا ہے۔۔۔۔۔"

(تاریخ درج نہیں ہے)

ان اقتباسات سے اندازہ ہوتا ہے کہ سید صاحب قبلہ کو درس و تدریس سے کس قدر شغف تھا، نیز یہ کہ آپ بے حد محنتی اور دین سے مخلص تھے۔۔۔۔۔ دو بارہ

جس کے سربراہ صبح و شام تدریس میں منہمک رہتے، آج وہ دسواؤں کا طالب ہے۔۔۔۔۔

مدرس کے اوصاف

حزب الاحناف جب اندرون لاہور تھا تو اہل سنت کا بلند پایہ تعلیمی مرکز تھا، تب یہاں فنون کی اعلیٰ کتب کی تدریس کا انتظام تھا، ایک خط میں سید صاحب جامعہ کے لئے کسی مدرس کے بارے میں مشورہ طلب کرتے ہیں، نیز مدرس کے معیار اور ذمہ داریوں کا یوں تذکرہ فرماتے ہیں:

”مدرس کے متعلق آپ صحیح فیصلہ فرما سکتے ہیں، آپ کو ان کے متعلق کافی تجربہ ہو گا۔ اگر وہ دارالعلوم حزب الاحناف میں بڑی کام کر سکتے ہیں، یعنی شرح جہاں سے حمد اللہ قاضی وغیرہ تک تمام فنون اور مقولات کی تدریس باحسن وجہ کر سکتے ہیں تو ان کو تجویز کر دیا جائے، تین ماہ کے لئے تشریف لائیں، اگر طلبہ کا اطمینان کر سکے تو پھر مستقل کر دیا جائے گا۔ نیز سہولت کی کثرت سے نہ گھبرائیں، درس کے لئے پورا وقت دیں۔ رہائش کے لئے صرف ایک حجرہ مل سکتا ہے، کھانے کا انتظام خود وہ کریں گے، ہمارے یہاں مطبخ نہیں ہے، طلبہ کو پوسہ آٹھ (۸) آنے وغیرہ نقد دیا جاتا ہے، کتابیں مطالعہ کر کے محنت سے پڑھائیں، اور طلبہ کو محنت کا عادی بنائیں اور سب سے مقدم یہ کہ دیوبند کا موقع موقع رو کریں اور ہمارے منہمک کی تائید کریں، اگر یہ امور ان سے طے کر لئے جائیں اور یہ منظور کر لیں تو نچوانہ کا فیصلہ بھی آپ ہی فرمادیں، مولانا غلام رسول صاحب (جو اس تحریر سے کچھ عرصہ پہلے دارالعلوم حنفیہ فریدیہ میں مدرس رہ چکے تھے) اب

فیصل آباد میں شیخ الحدیث ہیں۔ محبت) کو سال گزشتہ میں (۱۲۰ روپے) مشاہرہ دیا جاتا تھا اور تین سال تک ایک صد روپیہ ہی دیا جاتا تھا۔۔۔۔۔ اگر کوئی مسجد مل گئی تو مسجد میں جاسکتے ہیں۔۔۔۔۔

۲۵ / شعبان کو رخصتی ہوتی ہیں اور چھ شوال کو مدرسہ کی حاضری اور عیدین، ایام تشریق، محرم اور عید میلاد النبی ﷺ کی رخصت ہوتی ہے اور سال میں بارہ چھٹیاں اتفاقاً ہوتی ہیں، چھ گھنٹہ کم از کم پڑھائی ہوتی ہے۔ یہ کل امور طے فرمائیں، عقائد کا خاص لحاظ رہے، مدرسہ کی فلاح و بہبود اور طلبہ کی اخلاقی اور مذہبی حالت کی درستگی کا خاص لحاظ رکھیں، اگر مدرس صاحب مجدد وجود دارالعلوم کے لئے موزوں ہوں تو چھ شوال تک دارالعلوم میں تشریف لے آئیں اور ان کی تشریف آوری سے قبل فقیر کو مطمئن فرماتے ہوئے مطلع فرمائیں۔۔۔۔۔

(خط محررہ ۲۶ / ماہ رمضان المبارک ۱۳۷۶ھ، ۱۹۵۷ء)

اس مکتوب گرامی سے جہاں حزب الاحناف کے نصاب تعلیم، فوقات تدریس اور ایام تعطیلات کا پتا چلتا ہے، مدرس کی ذمہ داریوں پر روشنی پڑتی ہے، وہاں سید صاحب قبلہ کی عقائد میں ملامت کا پتا چلتا ہے، نیز یہ بات بھی عیاں ہے کہ آپ کو حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز پر کس قدر اعتماد و بھروسہ تھا۔۔۔۔۔

دیگر باتوں کے علاوہ اس اقتباس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حزب الاحناف میں کھانے کی بجائے نقدی رقم دی جاتی تھی۔۔۔۔۔ ظاہر ہے آج سے بیالیس سال قبل آٹھ آنے میں کفایت شعاری سے دو وقت کی روٹی کا اہتمام ہو جاتا ہو گا۔۔۔۔۔

مدارس اسلامیہ کی فلاح کی فکر

سید صاحب قبلہ کے مکتوبات میں اہل سنت کے مدارس کی تعلیمی ذہول حالی اور اس کی اصلاح کی فکر اور ملت اسلامیہ کا درد بھی ملتا ہے 'دیکھئے کس دل سوزی سے رقم طراز ہیں :

"اس وقت دینی مدارس کا سرگرمی سے قائم رکھنا اڑیس اہم و ضروری ہے 'اگر یہ بھی نیست و نابود ہو گئے تو پھر کلمہ سکھانے والا میسر نہ آئے گا' مسجدیں زیادہ ہوں گی۔ الہی یہ حال ہے کہ فی صدی ایک نماز پڑھتا ہو گا' آئندہ کیا ہو گا' دیدہ پایہ۔۔۔۔۔ و الی اللہ المشتکی یہ بات دل میں رکھیں اور سوچ کر کام کیجئے"۔۔۔۔۔

(نعرہ '۲۷ / اکتوبر ۱۳۸۸ء)

ایک اور خط میں تحریر فرماتے ہیں :

"مدارس کا کفیل جز ذات باری عزاسمہ اور کون ہو سکتا ہے 'القائم علی الدین کالقابض علی الجمر او کما قال کا وقت ہے' مولا فتاحی کار ساز ہے"۔۔۔۔۔

(تاریخ درج نہیں ہے)

ایک خط میں قائل مدرس نے ملنے پر انہوس کا اظہار فرماتے ہیں :

"قاری صاحب کی ضرورت ہر جگہ محسوس کی جا رہی ہے مگر سنی صحیح العقیدہ خاطر خواہ میسر نہیں ہوتا بعد تجربہ کار مدرس جامع معقول و معقول اور محنتی' بھی خواہ' ہمدرد بھی دستیاب نہیں ہوتا' انا للہ و انا الیہ راجعون۔۔۔۔۔ اگر آپ کی نظر میں ان اوصاف کا جامع مدرس ہو تو فوراً

اطلاع دیجئے' دو تین مدرسین کی ضرورت ہے' تنخواہ حسب حیثیت دی جائے گی"۔۔۔۔۔

(۱۰ / رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ '۵۵۷ء)

بعض مکاتیب میں علماء کرام کی بے اتفاقی کا شکوہ بھی ہے 'مثلاً :

"یہ ہماری انتہائی بد قسمتی ہے کہ کسی معاملہ میں چار عالم اتفاق العقیدہ ایک چاہیں ملتے"۔۔۔۔۔

(تاریخ مدار)

قیام پاکستان اور ہندوستانی مسلمان

بعض خطوط میں ملت اسلامیہ خصوصاً مسلمانان ہندوستان کی حالت زار کا تذکرہ ہے 'بہتر قیام پاکستان کے بعد کے حالات کی منظر کشی کی گئی ہے :

"لاہور سے تمام رشتہ دار لاہور آ گئے اور اب وہاں ایک بھی مسلمان باقی نہیں رہا' سینکڑوں مساجد اور ہزاروں مقابر شہید ہو چکیں۔ لاکھوں مسلمان خائیاں برباد ہو کر مسلسل پناہ گزینی لاہور سکونت پذیر ہیں اور جو باقی ماندہ ہیں وہ بھی موقع پاکر پاکستان آرہے ہیں۔ مراد آباد' بریلی' کھنوپھ شریف اور یوپی کے اکثر اضلاع ابھی تک بحرہ تعالیٰ معصون و محفوظ ہیں لیکن خطرہ ہر وقت ہے۔ صدر الافاضل مدظلہ ہنوز مراد آباد میں فروکش ہیں 'بریلی کا بھی یہی حال ہے' اقلیت مضطرب ہے۔ یہاں بظاہر بعضہ تعالیٰ امن ہے لیکن پریشان کن خبریں سن کر دل دہل جاتا ہے اور ہر وقت پریشان حال رہتا ہوں۔ اپنی بے بسی اور ناداری و ناکاری و مجبوری کو دیکھ کر انہوس و ملال ہوتا ہے۔ پناہ گزین خستہ حالت میں ہیں' رشوت ستانی کا بازار گرم ہے'

باوجود اس قدر تباہی و بربادی خواب غفلت سے بیدار نہیں ہوتے۔ قدر بازی،
حرام کاری، قریب دہی و عیاری کی زیادتی ہے، مراد آباد و دہلی وغیرہ یوپی
کے حضرات اگر پاکستان آئے تو کیا سنبھل ہو گی، لاہور میں دہلی، جالندھر،
امرتسر، فرید کوٹ، کپور تھلہ، رینگ اور لدھیانہ وغیرہ کے دہلیہ اور تمام
قادیانی آگئے ہیں۔ پتہ گزینوں کو سستی بیدار و کوشش لگانا کے بعد جبکہ مکان
یا دوکان مل جاتی ہے۔ وہاں نے مدرسہ کے لئے جگہ لی ہے، خیر محمد
جالندھری نے مکان میں مدرسہ جاری کیا ہے۔۔۔۔۔ و الی اللہ
المشکی و هو المستعان و علیہ التکلیل و هو حسبی و نعم
الوکیل۔۔۔۔۔ والسلام۔۔۔۔۔ ابو البرکات سید احمد غفرلہ۔۔۔۔۔

(موصولہ ۲۵ / نومبر ۱۹۴۷ء)

قول و عمل میں یکسانیت

قول و فعل میں یکسانیت ایک ایسا وصف ہے جو سیرت و کردار میں نکھار پیدا کرتا ہے۔ دو عمل اور قول و فعل میں تضاد پر اہل ایمان کو سخت تنبیہ کی گئی ہے ارشادِ ربانی ہے:

يا أيها الذين آمنوا لم تقولون ما لا تفعلون كبر مقتا عند الله أن تقولوا ما لا تفعلون----- (الصف: ٢٣)

”اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو وہ بات جو کرتے نہیں۔ اللہ کے نزدیک یہ بات سخت ناپسندیدہ ہے کہ تم وہ بات کہو جو کرتے نہیں۔“۔۔۔۔۔

قائدین اور تنظیمی و جماعتی زندگی میں تو اس محنت کی اور زیادہ ضرورت ہے اور

پھر اس کے گھونگلا پن کے علاوہ کچھ باقی نہیں رہتا۔۔۔۔۔ سید صاحب قبلہ کے مکاتیب میں اس پہلو سے بھی تبصرے ملتے ہیں، جہاں قائدین و علماء کے کردار میں تسامح و تقاضی پایا، اس سے برہمی کا اظہار فرمایا، دیکھیں کس دردمندی و دل سوئی سے تحریر فرماتے ہیں:

¹⁹ تائی نامہ تشریف لایا۔

عجب درویش اندر دل اگر گویم زباں سوزد
و اگر دم در ششم اندر که مغز استخوان سوزد

”اذا وسد الامر الى غير اهلك فانظن الساعة“۔۔۔۔۔ فقیر نے

جب دیکھا کہ جمعیت العلماء "برقلس نام نمد زنگی کافر" کا مصداق ہے اور

دین کی خدمت نہیں صرف نام و نمود و شہرت اور خوش نویدی عوام و حکام

منقول ہے: 'جانا ترک کر دیا اور بالکل علیحدہ ہے۔ علیحدگی کا اعلان مصلحان نہیں

کیا۔ بے لھر لوگوں سے لھیرت کا گماں گمان ہے جا ہے۔ موقع ملا تو زبانی

تفنگرو کی جائے۔ مدراس و مساجد کا خدا حافظ..... پھر مدراس کا کفیل بجز

ذات باری عز اسمہ اور کون ہو سکتا ہے۔ القائم علی الدین کا قابض

علی الجمر او کما قال کا وقت ہے 'نام نہاد علماء جو کچھ کر رہے ہیں' غائب

آپ سے مخفی نہیں۔ میں تمہا کیا کروں؟

اس گھر کو آگ لگ گئی مگر کے چراغ ہے

سوائے اخباری پروپیگنڈہ کے اور دین کا کام نظر نہیں آتا۔ زمانہ سازی

حکام نوازی ہو رہی ہے 'اپنی نیک نامی سے غرض 'دین پروری' شریعت

توازی سے کیا مطلب؟ فتدیر و تأمل۔۔۔۔۔

حق بات کہنا اور شریعت کا مطالبہ بغاوت کے مترادف تصور کیا جاتا ہے والی اللہ المشتکی۔۔۔۔۔

(عائذہ ۱۹۳۸ء)

”جمعیت میں (فقیر کی سرپرستی برائے نام ہے وہ خود لکھتے رہتے ہیں۔ درنہ فقیر کی سرپرستی و نگرانی کچھ نہیں۔ مجھے کسی میٹنگ میں دعوت شرکت نہیں دی جاتی نہ فقیر کو اتنی فرصت کہ ان میٹنگوں میں شریک ہو کر توضیح و لاف کر دے اور بد دل ہو کر وہاں سے لوٹوں۔ فقیر ان کی اس قسم کی کاروائیوں سے بڑی دے ڈار ہے۔ عزیزم الحاج مولوی سید محمود احمد سلمہ بفضلہ تعالیٰ حاضری دربار رحمت مدظلہ سے شرف ہو کر مع الخیر آگئے ہیں۔ فالحمد لله علی ذلک۔۔۔۔۔“

(۱۱/ ستمبر ۱۹۵۷ء)

حکومت کی زیر سرپرستی منعقد ہونے والے اتحاد بین المسلمین کے اجلاس محض رسمی کاروائی کی صورت اختیار کر گئے ہیں ان اجلاسوں میں قول و عمل کی دو رنگی اور انصاف و وقت کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ ایسے ہی کسی اجلاس کے حوالے سے تحریر فرمایا:

”اتحاد المسلمین کی مفصل روداد تو محمود صاحب ہی بتا سکتے ہیں۔ یہ رسمی اتحاد المسلمین کے اجلاس ہمیشہ دراز کیا کرتے ہیں حکومت نواز نام نہاد مولویوں نے ہاں میں ہاں ملائے کی کوشش کی، بھول محمود صاحب! انہوں نے اچھے انداز میں بتا دیا کہ یہ محض دل خوش کن جملے ہیں درنہ وحدت نظر و فکر جعد ہے۔ ہاں ہر کتبہ فکر کے افراد اعتدال سے تجاوز نہ

کریں۔ تفصیل محمود صاحب لکھ کر حاضر کریں گے۔۔۔۔۔

(۳/ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۸۶ھ)

قول و عمل کے حوالے سے افراد جماعتوں اور قائدین کا کردار آج بھی وہی ہے سید صاحب قبلہ نے اظہار فرمایا ہے۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔۔۔۔۔

تبلیغی اسفار

حضرت سید صاحب قبلہ کا اصل میدان درس و تدریس تھا تاہم حسب ضرورت اہمیت بعض جلسوں اور تبلیغی پروگراموں میں بھی شمولیت فرماتے۔ دارالعلوم خفیفہ فریدیہ امیر پور شریف کے سالانہ اجلاس کو اکثر روقن بخشیت مگر کبھی کسی پروگرام میں شرکت نہ ہو سکتی تو محذرت نامہ تحریر فرماتے چند اقتباسات درج ہیں۔ حضرت فقیر اعظم نے کسی پروگرام کی دعوت دی جس کے جواب میں تحریر فرمایا:

۷۸۶/۹۲

محترم ذوالجہد و اکرم فاضل جلیل مولانا مولوی نور اللہ نعیمی

نور اللہ قلوب المؤمنین بنور علمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔۔۔۔۔ خراج گرامی؟

عزیزی مولوی محمد شریف صاحب سلمہ (عائذہ خطیب پاکستان علامہ لوری قصوری کے ذریعے سے۔۔۔ محبت دوستی نامی نامہ موصول ہوا فقیر بھی طویل زمانہ فرقت کے باعث متنی زیارت تھا اب یہ سبب اتفاق پیدا ہو گیا ہے اور اس وقت اگر فقیر نے کوتاہی کی تو مجرم ہے لہذا حسب الارشاد ۱۵/ جنوری بروز منگل صبح کی ٹرین سے سوار ہو کر تقریباً دس گیارہ بجے

بھیر پور پہنچے گا۔۔۔۔۔ والسلام

فقیر قادری ابو البرکات سید احمد عفا اللہ عنہ
ناظم مرکزی انجمن حزب الاحناف پاکستان لاہور

(محررہ ۱۱ / جنوری ۱۹۵۲ء)

”فقیر بارادہ حصول سعادت و شرکت جلسہ مبارک دفتر سے روانہ ہوا“
مولانا السید منور علی شاہ صاحب قبلہ بھی ہمراہ تھے۔ دہلی دروازہ سے نکلتے
لیا اسٹیشن پر جب کہ ڈبہ میں آرام سے بیٹھ گئے چند احباب ملے ان سے
معلوم ہوا کہ یہ ڈبہ قصور تک جاتا ہے لاہور سے ۲ بجے گاڑی روانہ ہو
(کر) چار پانچ بجے قصور پہنچے گی پھر وہاں سے بھیر پور شام تک پہنچائے گی۔
ڈبہ سے اتر کر لاری کے اڈے پر گھومتے رہے کوئی لاری بھیر پور براہ
راست جانے والی نہ ملی۔ سب نے یہی کہا کہ شام تک پہنچنا ہو گا پھر خیال
کیا کہ دستار بندی کا وقت تو گزر جائے گا (ان دنوں ظہر تا عصر کی نشست
میں دستار بندی ہوتی تھی۔۔۔۔۔ محبت) اب جانا بے کار ہے بادل ناخواستہ
واپس ہو گیا۔ عدم شرکت جلسہ کا بے حد قلق ہوا۔۔۔۔۔

(۲۲ / فروری ۱۹۶۰ء)

”فقیر کا پروگرام یہ تھا کہ ہفتہ کو اوکازہ اور پھر بھیر پور حاضری دوں
مگر اچانک حضرت سجادہ نشین صاحب کچھوچھ شریف (شیخ الشیخ) حضرت
سید محمد عطاء اللہ اشرف البیلانی۔۔۔۔۔ محبت) کا تار پھر خط موصول ہوا کہ فقیر
محض ملاقات کے لئے جمعرات کو لاہور پہنچ رہا ہوں چنانچہ حضرت مد
صاحبزادہ مولانا اظہار اشرف صاحب رونی افروز لاہور ہو گئے اور چند اشد
ضروری وجوہ کے باعث بدھ کو کراچی روانہ ہونا طے ہو گیا ہے۔ فقیر نے

اپنے خیال سے پروگرام بنایا تھا کہ حضرت کو اوکازہ بھیر پور اور پاک چن
شریف لے جائیں گے مگر افسوس کہ دیر میں یہ جگہ نہیں ہیں اس لئے
فقیر بھی مجبور ہے اور حاضری جلسہ سے قاصر۔ اوکازہ بھی جانا ملتوی کر دیا
ہے کہ حضرت صاحب یہاں تیار ہیں گے اور یہ نہایت معیوب و مذموم
بات ہے۔ امید کہ آپ رنجیدہ خاطر نہ ہوں گے اور فقیر کی معقول معذوری
کو شرف قبول بخشیں گے۔۔۔۔۔

(۳ / ذی الحجۃ الحرام ۱۴۳۸ھ / ۱۲ / مئی ۱۹۶۱ء)

حضرت سید صاحب قبلہ آفتاب اشرفیت شبیہ غوث الثقلین حضرت ابو احمد سید
علی حسین اشرفی قدس سرہ سے دعوت تھے اس بنا پر ان کے پوتے اور جانشین حضرت
سید عطاء اشرف صاحب قبلہ کا بے حد احترام کرتے۔ حضرت سیدی فقیہ اعظم کے شیخ
و مرشد حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی بھی حضرت علی
حسین اشرفی کے غلیظہ بھارت تھے۔ چلاوہ نشین کچھوچھ مقدسہ حضرت سید عطاء اشرف
جب قیام پاکستان کے بعد پہلی مرتبہ ۱۹۵۸ء میں پاکستان آئے تو سید صاحب قبلہ کی
معیت میں بھیر پور تشریف لائے تھے۔ پھر سیدی فقیہ اعظم کے وصال کے بعد بھی
تین مرتبہ دارالعلوم حنیفہ فریدیہ بھیر پور کو اپنے قدوم صحت لزوم سے نوازا
موصوف کا ۹ / رجب المرجب ۱۴۱۷ھ میں وصال ہوا۔۔۔۔۔

سید صاحب قبلہ تبلیغی دورہ پر سندھ میں بھی تشریف لے جاتے ایک گرامی نامہ
میں تحریر فرمایا:

”محترم المقام مخلصی و مکرزی حامی السنن حامی السنن مولانا مولوی محمد نور

اللہ صاحب اندار اللہ بانوار فیضانہ المسلمین آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔۔۔۔۔ مزاج مبارک؟

سلام مسنون کے بعد دعا نکارش کہ آپ جس دن لاہور تشریف لائے اسی دن فقیر ایک تبلیغی جلسہ میں شرکت کے لئے سندھ روانہ ہو گیا تھا۔ کندھ کوٹ جو چیک آباد سے ۳۸ میل کے فاصلہ پر ایک قصبہ واقع ہے وہاں وزیر اعظم سندھ اور ڈپٹی کمشنر وغیرہ حکام کی موجودگی میں حضرت سید عبد الرحمن صاحب مہر چوڑی شریف کی صدارت و سرپرستی میں مدرسہ کا افتتاح ہوا اور کچھ چندہ بھی کیا گیا۔ حزب الاحناف کے فارغ شدہ مولوی سید شمس الضعی صاحب کو مدرس مقرر کر دیا ہے وہاں سے ۲۸ نومبر کو لاہور پہنچا آپ کی تشریف آوری کی خبر سن کر اور پھر بلا ملاقات کے واپس ہونے کا بے حد افسوس ہوا۔ والسلام۔۔۔۔۔

(تاریخ درج نہیں ہے)

”فقیر ۲۵ / فروری شب کو سندھ ایکسپریس سے روانہ ہو کر ۲۶ کو حیدر آباد سندھ پہنچنے کا قصد کر رہا ہے وہاں تین یوم جلسہ ہے ’اسٹیشن (غالباً اوکاڑہ) ساہیوال۔۔۔۔۔ محبت پر معلوم نہیں یہ گاڑی کس وقت پہنچتی ہے اگر تکلیف نہ ہو تو اسٹیشن پر ملاقات کریں۔۔۔۔۔“

(مرقوم ۱۶ / فروری ۱۹۵۱ء)

تبلیغی اسفار کی طرح آپ نے سفر حجاز مقدس بھی کیا چنانچہ ۶۳-۱۹۶۳ء کو اپنے شیخ و مرشد حضرت سید علی حسین اشرفی علیہ الرحمہ کچھوچھ شریف اور اپنے استاد مگرای حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ کی معیت میں حج کے لئے روانہ ہوئے تھے (عوالہ سیدی ابوالبرکات صفحہ ۳۶) اس موقع پر حتمی تاریخ سفر طے ہونے سے پہلے سیدی فقیہ اعظم کے نام مکتوب میں تحریر فرمایا:

”۲۰ / جنوری کے بعد سفر دور دراز کا شوق دامن گیر ہے دعا فرمائیں مولا تعالیٰ کامیاب فرمائے اور عوائق و موانع مرتفع فرمادے آمین۔۔۔۔۔“

(موصول جنوری ۱۹۳۶ء)

ہمدردی و غم خواری

ایک حقیقی مؤمن و مسلم کے ایمان کا تقاضا ہے کہ اس کے دل میں دوسروں کے لئے اخوت و محبت اور ہمدردی و غم خواری کے جذبات پائے جائیں سید صاحب قبلہ کی سیرت طیبہ اس پہلو کے اعتبار سے بھی روشن دکھائی دیتی ہے ایک مکتوب میں تمام مسلمانوں کے لئے یہ دعائیہ کلمات تحریر کئے:

”مولیٰ تعالیٰ سے اوقات خاصہ میں درس و وظائف کے بعد فقیر بھی عرض و معروض کرتا ہے کہ اہل سنت و جماعت کے علماء و طلبہ و احباب کو ہر بلا و مصیبت سے محفوظ و مامون رکھے۔۔۔۔۔“

(محررہ ۲۸ / جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ)

ایک اور خط میں جملہ اہل سنت و جماعت کے لئے دعا گو رہنے کا یوں تذکرہ فرماتے ہیں:

”مولیٰ تعالیٰ ہر بلا و مصیبت سے دین و دنیا میں ہر سنی العقیدہ مسلمان کو محفوظ و مصون رکھے۔۔۔۔۔ آمین۔۔۔۔۔“

(محررہ ۲۳ / جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ)

انہیں علمائے اہل سنت کے وصال پر سخت رنج ہوتا، فقیر اعظم کے نام کی مکاتیب میں ایسی غم و اندوہ کی خبریں ہیں، خصوصاً آپ کے استاذ گرامی حضرت سید دیدار علی شاہ صاحب الوری نور آپ کے شیخ و مرشد حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کے وصال پر تعزیت نامے تحریر کئے۔۔۔۔۔

حضرت محدث الوری کا وصال

حضرت سید صاحب قبلہ کے والد گرامی اور حضرت فقیر اعظم کے استاذ مکرم حضرت محدث الوری مولانا سید محمد دیدار علی شاہ قدس سرہ العزیز جید عالم دین اور مرجع الفقہاء و الحدیث تھے، آپ نے کتب فقہ و منطق مولانا ارشد حسین رام پوری سے پڑھیں اور سند حدیث مولانا احمد علی سہارن پوری اور سند الحدیث حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن منچ مراد آبادی سے حاصل کی۔ محدث اعظم حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی آپ کے ہم درس تھے۔۔۔۔۔

آپ حضرت مولانا فضل الرحمن منچ مراد آبادی کے مرید اور خلیفہ تھے، مزید برآں آپ کو حضرت شیخ الشیخ سید علی حسین اشرفی کچھ پھولی سے بھی اجازت و خلافت حاصل تھی۔۔۔۔۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے آپ کو تمام کتب فقہ حنفی اور اوراد و وظائف کی اجازت مرحمت فرمائی۔۔۔۔۔

۱۹۲۲ء میں الور سے لاہور تشریف لائے، مسجد دذیر خاں کی خطابت کے ساتھ ساتھ دارالعلوم حزب الاحناف کی بنیاد رکھی، جہاں سے سینکڑوں علماء، فضلاء اور مبلغین پیدا ہوئے۔۔۔۔۔

حضرت جید عالم دین اور مفتی اعظم تھے، زہد و تقویٰ اور اجراع سنت میں اپنی

مثال آپ تھے، عربی، اردو اور فارسی میں شعر کا عمدہ ذوق رکھتے تھے۔۔۔۔۔ کسی مسئلہ پر گفتگو کرتے تو گفتگوں علم و فضل کے سوتی بکھیرتے رہتے، سورۃ فاتحہ کا درس شروع کیا تو طبع رسا نے وہ جولانیاں دکھائیں کہ پورا ایک سال صرف ہو گیا۔۔۔۔۔

آپ کے علاوہ میں صاحب رسالہ رکن دین حضرت مولانا رکن الدین قادری نقشبندی، مولانا ارشد علی الوری، مولانا محمد مر الدین (شارح مختصر المعانی) حضرت فقیر اعظم پاکستان مولانا ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی قادری اور مولانا ابو التیمز محمد عبد العزیز بانی مدرسہ احیاء العلوم لاہور والہ ایسے اساطین علم و فن کے اسامہ گرامی شامل ہیں۔۔۔۔۔

آپ نے متعدد تصانیف یادگار چھوڑی ہیں، جن میں تفسیر میزان الادیان شامت معرۃ الآراء ہے، جس میں تقابل ادیان پر بڑی مبسوط علمی و تحقیقی بحث کی گئی ہے۔۔۔۔۔

آپ کے دو صاحبزادے غازی کشمیر حضرت مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری اور مفتی اعظم حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری جید عالم دین اور مرجع علماء و فضلاء تھے۔۔۔۔۔ حضرت سید صاحب قبلہ آپ کے وصال کی اطلاع دیتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”مخلصی و محی اثنی فی اللہ مولانا مولوی محمد نور اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔۔۔۔۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت شیخ

الحديث قبلہ عالم والد ماجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کلفت کدۃ عالم دنیا سے منتظر

ہو کر ۲۲ / رجب المرجب ۱۴۴۳ھ کو رخصت فرمائے جنت الفردوس ہو گئے

اور ہم حرمیں نصیبوں کی چشم ظاہری سے ہمیشہ کے لئے غلوت خانہ عقیقی

میں جاگزیں ہو گئے۔۔۔۔۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔۔۔۔۔

مولانا! والد ماجد قبلہ کی وفات حسرت آیات سے جس قدر صدمہ بہ رنج و الم ہے بیان نہیں کر سکتا۔ جلسہ سالانہ ماہ شوال میں ہو گا اور فاتحہ چھلم بھی انہیں ایام میں ہوگی۔۔۔۔۔ حضور اقدس کے وصال کے بعد سے درس قرآن کریم فقیر نے شروع کر دیا ہے اور آئندہ سال دورہ بھی شروع کرنے کا ارادہ کرتا ہوں 'ایک مدرس کی ضرورت ہے جو باخلاص ہو، قلیل معوضہ پر کام کر سکے' اس لئے کہ دورہ کے بعد دیگر اسباق کا انتظام نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔ اخبارات کے ذریعہ وفات حسرت آیات کی خبر تمام ملک میں مشتر ہو گئی تھی 'فردا فردا کسی کو اطلاع نہیں دے سکا' بلکہ تعزیت نامے تو اس قدر افزودہ وارد ہوئے ہیں کہ ایک کا جواب بھی نہیں دیا گیا' آپ اور آپ کے والد ماجد اور جملہ احباب کی خدمت میں سلام مسنون معروض۔۔۔۔۔ والسلام۔۔۔۔۔

حزین و غم گین ابو البرکات سید احمد غفرلہ

(موصولہ ۱۷/ نومبر ۱۹۳۵ء)

صدر الافاضل و صدر الشریعہ کا وصال

بازش اہل سنت محسن ملت حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد ضمیم الدین مراد آبادی نور اللہ مرقدہ (۱۳۰۰ھ --- ۱۳۶۷ھ) اہل سنت کے اکابر زعماء میں سے تھے 'آپ علم و فضل، تقویٰ و طہارت اور عظیم سیاست میں ممتاز مقام کے حامل تھے۔ سادات خاندان سے تعلق تھا' آپ کے آباء و اجداد شہنشاہ اورنگ زیب عالم گیر کے عند حکم رانی میں مشہد (ایران) سے ہندوستان تشریف لائے۔ آپ کے والد گرامی مولانا معین الدین نزہت جید عالم دین اور قادر الکلام شاعر تھے۔ حضرت صدر

الافاضل نہایت ذکی اور صاحب بصیرت تھے 'آٹھ سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا اور ۱۹ سال کی عمر میں طب و حکمت کے علاوہ درس نظامی کے جملہ علوم و فنون میں مہارت تامہ حاصل کر کے سند فراغت پائی۔ شیخ الکل مولانا شاد محمد گل علیہ الرحمۃ نے سند حدیث حاصل کی اور آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہونے کے بعد خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے۔۔۔۔۔ بعد ازاں شیخ المشائخ حضرت سید علی حسین اشرفی سے جملہ سلاسل طریقت میں خلافت و اجازت سے بہرہ یاب ہوئے۔۔۔۔۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو آپ پر بے پناہ اعتماد تھا اور آپ کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے 'صدر الافاضل کا لقب بھی اعلیٰ حضرت ہی نے آپ کے لئے تجویز فرمایا تھا۔۔۔۔۔

آپ بھرپور مناظر 'بلند پایہ مدرس' فصیح البیان خطیب' بے مثل ادیب' جید عالم دین اور عظیم شیخ طریقت تھے۔ قیام پاکستان کے لئے آپ کی مساعی جلیلہ آپ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ آپ نے آل انڈیا سنی کانفرنس کے پلیٹ فارم پر اہل سنت کو متحد کر کے ان کی عروق مردہ میں نئی روح پھونک دی۔۔۔۔۔ متحدہ ہندوستان کے طول و عرض میں دورے کیے اور تحریک پاکستان کو آگے بڑھایا۔۔۔۔۔ بنارس میں سنی کانفرنس منعقد کی جس میں پانچ ہزار علماء و مشائخ اور ڈیڑھ لاکھ سے زائد عوام نے شرکت کی تھی۔۔۔۔۔ اس کانفرنس میں مطالبہ پاکستان کی پرزور حمایت کی گئی جس سے تحریک پاکستان کو زبردست تقویت ملی۔۔۔۔۔

آپ نے متعدد بلند پایہ کتابیں تصنیف فرمائیں 'جن میں تفسیر خزانہ العرفان' الکلمۃ العلیا' دیوان نعیم' طبیب الہیان اور سوانح کربلا وغیرہ مشہور ہیں۔ آپ کی زیر سرپرستی ماہنامہ سواد اعظم شائع ہوتا تھا آپ کے چند مشاہیر خلائدہ کے اسامہ

گراہی درج ذیل ہیں :

مولانا مفتی محمد عمر نعیمی، مفتی اعظم علامہ ابوالبرکات قادری، غازی کشمیر مولانا ابوالحسنات قادری، حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی، فقیر اعظم مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی، غیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری اور حضرت مولانا مفتی محمد حسین نعیمی رحمہم اللہ تعالیٰ۔۔۔۔۔

اہل سنت کے اس عظیم رہنما کے وصال پر ملال کے موقع پر سید صاحب قبلہ نے تحریر فرمایا :

”۲۳ / اکتوبر ۱۴۳۸ھ (۱۸ / ذوالحجہ ۱۴۲۷ھ) بروز جمعہ مبارکہ حضرت صدر الافاضل قدس سرہ اس دار فانی سے رائی ملک بٹا ہوئے اور ہمیشہ کے لئے ہم بے کسوں کو داغ مفارقت دے گئے۔۔۔۔۔ حضرت کے وصال سے دنیائے اہل سنت میں زبردست کمی واقع ہو گئی۔۔۔۔۔ ایسی مقدس و مقتدر ہستیاں اب کہاں دیکھنے میں آئیں گی، قرآن خوانی کر کے ایصالِ ثواب کر دیا گیا ہے، اشک باری اور دل نگاری سے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔۔۔۔۔ اللہم اجرہ فی مصیبتی و اخلف لی خیرا منها۔۔۔۔۔

دنیا دار کے مرنے پر آسمان تک شور مچایا جائے اور عالم دین قدوة المسلمین کی وفات پر ناہم نہاد جمعۃ العلماء کو اتنا بھی احساس (شد) ہو چلتا معمولی آدمی کے مرنے کا ہوتا ہے۔۔۔۔۔ اغراض و مقاصد کچھ نٹائے جاتے تھے، عمل برعکس ہو رہا ہے۔ مدارس اسلامیہ کا دار و مدار مختلف رقوم سے چلتا ہے، تمام مطالبات کو چھوڑ کر صدقات، چرم قربانی اور زکوٰۃ کی فراہمی پر زور دیا جاتا ہے اور تمام رقوم حکومت کے سپرد کر دی جاتی ہیں

تاکہ حکومت خوش ہو اور دنیا میں نام مشہور ہو جائے اور مدرس و غیرہ طلبہ علماء فضول اور درس و تدریس ٹھوڑے کار ہے، ان کو حجامہ کر دیا جائے۔۔۔۔۔ انا للہ و انا الیہ راجعون و حسبنا اللہ لدیننا و حسبنا اللہ لدنیانا و حسبنا اللہ لجميع امورنا و هو المستعان و علیہ التکلان۔۔۔۔۔

اس وقت دل و دماغ پر صدمات کا کافی اثر ہے۔۔۔۔۔ دو ذیقعد کو بمبئی میں مولانا امجد علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا انتقال ہو گیا ہے۔۔۔۔۔ حج کے ارادہ سے آئے تھے، راستہ میں بیمار ہوئے، بمبئی میں انتقال فرمایا۔۔۔۔۔ فوقع اجرہ علی اللہ۔۔۔۔۔

(محرمہ ۲۷ / اکتوبر ۱۹۳۸ء)

صدر الشریعہ حضرت مولانا مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ العزیز اہل سنت کے اکابر علماء میں سے تھے، آپ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے مرید اور خلیفہ تھے، محدث سورتی حضرت شاہ وصی احمد سے درس حدیث لیا، دارالعلوم بریلی شریف میں ایک عرصہ تک مدرس رہے اور اعلیٰ حضرت کی صحبت میں رہ کر انباء نبوی کا کام سرانجام دیتے رہے۔۔۔۔۔ درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں بڑی دسترس تھی، آپ کی تصنیف بہار شریعت (۱۷ جلدیں) فقہ حنفی کا بیش بہا خزینہ ہے۔ علاوہ ان میں فتاویٰ امجدیہ اور طحاوی شریف کا عربی حاشیہ بھی آپ کی علمی یادگاریں ہیں۔ معروف عالم دین علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری علیہ الرحمہ (سابق ایم این اے) اور مولانا رضاء المصطفیٰ خطیب یمن مسجد کراچی آپ کے صاحبزادے ہیں۔۔۔۔۔

۲ / ذی قعد ۱۴۲۷ھ ۶ / ستمبر ۱۹۳۸ء کو وصال فرمایا۔۔۔۔۔

علامہ بیماری اور دیگر علماء کا وصال

ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین بیماری قادری رضوی (۱۸۸۰ء تا ۱۹۶۲ء) اہل سنت کے مشہور عالم دین، محقق، مناظر، مصنف اور مبلغ تھے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی، حضرت محدث سورتی اور مولانا احمد حسین کان پوری ایسے جلیل القدر اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ اعلیٰ حضرت کو ان کی علمی قابلیت اور مہارت پر بڑا اعتماد تھا۔ آپ نے صحیح بیماری کے نام سے فقہ حنفی کی مؤید احادیث کا قابل قدر ذخیرہ جمع کیا۔ یہ کتاب کم و بیش ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے، جس میں دس ہزار کے لگ بھگ احادیث مبارکہ درج ہیں۔ آپ کو علم توقیت میں خاص ملکہ تھا۔ ستر سے زائد کتابیں تصنیف کیں۔ وعظ و خطابت میں بھی کمال حاصل تھا، ہر سال ۲۷ / رجب کو معراج النبی ﷺ کے حوالے سے دو اڑھائی گھنٹہ خاص خطاب ہوتا، یہ سلسلہ تیرہ سال تک جاری رہا، پچلے سال تسمیرہ پر نور بقیہ بارہ سال آیت مبارکہ سبحان الذی اسوی بعبدہ لیلا۔۔۔ الخ میں لفظ سبحن سے من یک خطاب ہوا جو تیسرہ (۱۳) کتابوں کی صورت میں محفوظ اور آپ کی غیبت پر شاہد عادل ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب ساتویں پشت پر حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔۔۔۔۔

حضرت ملک العلماء علامہ بیماری کے وصال پر سید صاحب قبلہ نے حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کے نام ارقام فرمایا:

”حضرت فاضل جلیل ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین صاحب علیہ الرحمہ، اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ کے خاص علامہ میں سے تھے، ان کا ۱۹ / نومبر ۶۲ء کو بروز جمعہ مکان پر انتقال ہو گیا ہے، یہ حد صدمہ

ہے۔۔۔۔۔ موت العالم موت العالم۔۔۔۔۔ مولانا کا وجود اس پر فتن زمانہ میں نیست تھا، اہل سنت کی بد نصیبی ہے کہ ایسے علماء ہم سے اٹھتے جا رہے ہیں۔ محدث صاحب (سید کچھو چھوی) علیہ الرحمہ بھی صاحب (مولانا ابو الحسنات سید محمد احمد قادری) اور مولانا حشمت علی خاں صاحب جیسے خادمان دین کی کمی اس قحط الرجال زمانہ میں ناقابل تلافی نقصان ہے۔۔۔۔۔ مولیٰ تعالیٰ ان حضرات کا نعم البدل عطا فرمائے اور ان حضرات کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔۔۔۔۔

(محررہ ۱۰ / رجب المرجب ۱۴۲ھ)

مفتی آگرہ کا وصال

”ہاں یہ خبر سن کر بے حد رنج ہو گا کہ حضرت مولانا مولوی عبد الحفیظ صاحب محدث انوار العلوم بمقام ایک روز علیل رہ کر ہمیشہ کے لئے رخصت ہو کر داغ مفارقت دے گئے اور اہل سنت کے لئے ان کا انتقال فرما جاتا اس نازک دور میں سخت رنج و غمال کا باعث ہے، اپنے یہاں قرآن خوانی کرا کے مولانا کو ایصال ثواب کرا دیا جائے۔۔۔۔۔

(مکتوب پر تاریخ درج نہیں مگر چونکہ مفتی آگرہ مولانا عبد الحفیظ حقانی کا انتقال ۵ / ذوالحجہ ۱۴۳۷ھ / ۲۳ / جون ۱۹۵۸ء کو ہوا لہذا اسی کے قریب کسی تاریخ کا تحریر کر رہا ہے)۔۔۔۔۔ (حب)

مفتی آگرہ حضرت علامہ عبد الحفیظ حقانی (۱۹۰۰ء تا ۱۹۵۸ء) اہل سنت کے ممتاز علماء میں سے تھے۔ اہل حدیث کے معروف عالم مولوی شامہ اللہ امرتسری سے مناظرہ میں نمایاں کامیابی حاصل کی، ۱۹۴۵ء میں جامع مسجد آگرہ کے خطیب اور مفتی مقرر

ہوئے ۱۹۵۷ء میں انوار العلوم ملتان میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے متعین ہوئے۔

آپ کو تحریر و تقریر اور درس و تدریس پر مکمل عبور و تسلط تھا ایک درجن سے زائد کتابیں تصنیف فرمائیں۔

ممتاز عالم دین حضرت مولانا محمد حسن حقانی مستم دار العلوم امجدیہ کراچی (سابق ایم پی اے سندھ) آپ کے فرزند ارجمند ہیں۔

دل داری و دل جوئی

سید صاحب قبلہ کے خطوط سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ مجروحانہ کے پیکر تھے۔ علامہ و محققین پر شفقت و دل داری ان کا شیوہ تھا وہ باصلاحیت افراد کی حوصلہ افزائی فرماتے، خصوصاً سیدی فقیر اعظم سے بہت زیادہ شفقت و محبت کا برتاؤ کرتے، ان کی علمی خدمات پر اظہار مسرت کرتے، مشکلات میں دل جوئی اور مشورہ طلب امور میں رہنمائی فرماتے، چند خطوط ملاحظہ ہوں۔

سیدی فقیر اعظم نے آپ کو دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے لئے غالباً دورہ حدیث کی سندوں کی کثمت و طباعت کے بارے میں عرض کیا ہو گا، جس کی ذمہ داری آپ نے قبول فرمائی اس سلسلے میں ایک اقتباس پیش ہے:

”سندوات ہنوز نہیں لکھی گئیں، لاہور میں خط نسخ لکھنے والا فی الحال

موجود نہیں، سنا ہے کہ عادل گڑھ اور سبکدات سے کچھ کاتب آنے والے

ہیں، جب انتظام ہو جائے گا، ان شاء اللہ طبع بھی کرائی جائیں گی۔“

(موسم ۲/ جولائی ۱۹۵۸ء)

ایک دوسرے خط میں لکھا:

”سند کا کاغذ ابھی دستیاب نہیں ہے، امید ہے کہ قریب ہفتہ مشرہ میں مکمل ہو جائے۔“

(تدریج درج نہیں ہے)

ایک خط میں ارقام فرمایا:

”آپ کی سند چھپ کر تیار رکھی ہے، کوئی آنے والا ہو تو بھیج دی جائیں گی۔“

(محررہ ۲۷/ اکتوبر ۱۹۵۸ء)

حضرت فقیر اعظم بھی کبھی دیرمات کا عمدہ دیسی کھجی لپٹے استاد گرامی کو تدریس کرتے تو اس پر شکریہ ادا کرتے اور کبھی حسب ضرورت خود لکھوانے کا حکم دیتے، چند تنہاسات درج ہیں:

”روح زرد (دیسی کھجی) (حب) اگر ملتا ہے تو ایک کنستری کسی کے ہاتھ بھیج دیا جائے۔“

(موسم ۲/ جنوری ۱۹۵۸ء)

”آپ کا مرسلہ تحفہ روح زرد ایک کنستری وصول ہوا، اس تکلیف فرمائی اور کرم نوازی کا تہ دل سے شکریہ ممنون ہے۔“

(۲۲/ جون ۱۹۵۹ء)

”روح زرد ایک کنستری صوفی صاحب سے موسوم ہوا، بہت بہت شکریہ۔۔۔۔۔ جزاک اللہ عنا خیر الجزا۔“

(۱۲/ رمضان المبارک ۱۳۷۷ھ)

(محرره: ۱۶ / فروردی ۱۳۵۱ ع)

ایک اور مکتوب میں یہ دعائے کلمات کہے:

”مبوی سبحانہ تعالیٰ دارالعلوم کو دن دوئی رات چومنی ترقی عطا فرمائے
اور حواجات سے محفوظ رکھے“-----

(۱۳/۱۴۸۵)

دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے ائمہ اہل دور میں حضرت لقیہ اعظم کے پاس ذخیرہ کتب محدود تھا کسی کتاب کی ضرورت ہوتی تو بعض دفعہ آپ حضرت سید صاحب قبلہ کی طرف رجوع کرتے اسی طرح دارالعلوم کے لئے درسی کتب کی ضرورت ہوتی تو سید صاحب کو لکھ بھیجتے آپ بازار سے خرید کر بھجوا دیتے اس سلسلے میں کچھ اقتباسات درج ہیں:

”رسائل ارکان اربعہ چند روز سے مفقود ہے، ایک ہی نسخہ تھا کہتوں
کی نقل و حرکت میں ایسا کم ہوا کہ لود کتوں کی طرح وہ بھی دستیاب نہیں
ہو رہا۔“ -----

(محررہ ۳۰ / جنوری ۱۹۵۹ء)

ایک خط میں رقم فرماتے ہیں :

”صوفی صاحب اور یہ فقیر ارشاد الہامی کو تلاش کرتے رہے، لیکن

المسلک المتقسط کے نام سے اور کاتب نے ارشاد الناری نام لکھ دیا تھا۔ اسی بغاوت میں پہلی مرتبہ ہی کتاب ضیئ الحقی۔۔۔۔۔ آخر صوفی صاحب کو بے ملو مرام والہیں کر دیا، پھر فقیر کتاب ہی تلاش کر رہا تھا کہ مولوی غلام دھگیر صاحب سلمہ دختر میں تشریف لائے اور کتاب کا تذکرہ کیا، فقیر اگلیداز اسوس کر رہا تھا کہ پھر مکرر۔۔۔ کرر نظر غائر والی کر دیکھا تو اسی حجم کی کتاب ہاتھ آئی، مکرر کر دیکھا تو وہی کتاب تھی، جس کی تلاش تھی۔ خدا کا شکر ادا کیا اور مولوی غلام دھگیر صاحب کے ہاتھ خدمت ساری میں پہنچ رہا ہوں۔۔۔۔۔

اس سے فائدہ اٹھائیں اور سفر حج میں لے جانے کی ضرورت ہو تو لے جائیں۔ جب بفضلہ تعالیٰ سفر حج و زیارت سے مراجعت فرمائے پھر پور ہوں تو فقیر کو یہ کتاب واپس بھیج دی جائے۔-----

(۱۲) / رفقہان السارکے کے (۱۵)

حج کے موقع پر حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ نے مدینہ منورہ سے اس کتاب کا ایک نسخہ لاہور ہی کے لئے خرید لیا جو تمام اسفار حج و زیارت میں پاس رہتا۔ افسوس کہ ۱۹۹۷ء کے حج میں یہ کتاب اور بہادر شریعت حصہ ششم مولانا حافظ محمد احمد اللہ پوری اپنے ساتھ لے گئے، مئی میں آتش زدگی کا سانحہ پیش آیا، حافظ صاحب رحمہ اللہ حج گئے، مگر افسوس کہ یہ یادگار کتابیں نذر آتش ہو گئیں۔۔۔۔۔ ان دونوں کتابوں پر سیدی فقیہ اعظم کے حواشی تھے، جنہیں الگ نقل بھی نہیں کیا جاسکا تھا، افسوس اس علمی سرمایہ سے ہم ہمیشہ کے لئے محروم ہو گئے۔۔۔۔۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔۔۔۔۔

ایک اور خط میں تحریر فرمایا:

”حسب الامر شاد وریات بازار سے کمیشن منہا کر کے خرید لی ہیں“
قیمت لو کر دی ہے۔ (پھر کتب کی تفصیل اور قیمت و کمیشن کے بعد لکھا)
واجب الوصول کل انکبای (۸۱) روپے ہیں۔۔۔۔۔

(۸/ مارچ ۱۹۵۱ء)

سید صاحب قبلہ آپ کے ذوق مطالعہ سے واقف تھے، ایک بار سالانہ اجلاس کی دعوت لکھی اور ساتھ ہی تحریر فرمایا:

”دوران جلسوں میں کثرت کار کی وجہ سے کتابوں کا معائنہ و مطالعہ مشکل و غیر متوقع ہوتا ہے۔۔۔۔۔“

(عمرہ، مئی ۱۹۵۶ء)

فقیر اعظم اور ان کے اعزہ کی عافیت طلبی

حضرت سید صاحب قبلہ حضرت فقیر اعظم اور ان کے اعزہ و اقارب کی خیریت معلوم کرتے رہے، موصوف آپ کے مکتوب اور صحت و عافیت کی خبر سے عافیت ورجہ سرور ہوتے:

”حامی سنن صنیہ ماحی بدعات شنیعہ عمدة الاحبا زبدة

الاخلا مولانا و بالفضل اولنا مفتی ابوالخیر محمد نور اللہ

صاحب قادری نعیمی اشرفی صانہ المولای القوی

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ۔۔۔۔۔

نامی نامہ سرت شامہ شرف صدور لایا، سرور الوقت و مرہون احسان

فرمایا۔۔۔۔۔ جزاک اللہ عنا خیر الجزاء فی الدین والدنیا و الآخرة۔۔۔۔۔ آپ کی مبارک اور پر غلو ص دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ اب لکھنؤ و کرمہ سب غورو کلاں مع الخیر و العافیہ ہیں۔۔۔۔۔ آپ کی صحت و عافیت کی خبر فرحت اثر سے دل حزیں کو راحت و فرحت حاصل ہوئی۔۔۔۔۔

مولیٰ تعالیٰ سے لوقات خاصہ میں درس و وظائف کے بعد فقیر یہی عرض و معروض کرتا ہے کہ اہل سنت و جماعت کے علماء و طلبہ و احباب کو ہر بلا و مصیبت سے محفوظ و مصئون رکھے، آمین۔۔۔۔۔ جملہ لواحقین و متوسلین و طلبہ اہل سنت کی خدمت میں سلام مستنون، نیاز مشون، معروض۔۔۔۔۔ والسلام خیر الختام۔۔۔۔۔“
فقیر قادری ابوالہرکات سید احمد غفرلہ

(۲۸/ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ)

ایک مکتوب میں لکھا ہے:

”مکتوب دل فواز نے سرور الوقت کیا، ناسازی طبع کی خبر نے نہایت مغموم کیا، مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب لبیب درد مند ان محبت کے طیب روحی فدائے کے صدقہ میں شفاء کاملہ عاجلہ تامہ شاملہ مرحمت فرمائے، فقیر حضرت فقیر اعظم کے اعزہ کی بھی خبر گیری فرماتے، ایک خط میں آپ کے والد ماجد کی علالت کے دوران طبی مشورہ تحریر فرمایا:

”ذاکثر عمر افضل صاحب سلمہ سے آپ کے والد ماجد مدظلہ کے

متعلق مشورہ کیا تھا، ابھی آپریشن نامناسب ہے، موسم خوش گوار ہوا

چاہیے۔۔۔۔۔ ذیل آپریشن ہوتا ہے، لہذا مستقبل میں ان شاء اللہ آپریشن

کی تجویز کی جائے گی، فقیر کی طرف سے سلام عرض کریں اور ان کی صحت

نامہ اور شفاء عاجلہ کے لئے دعا کرتا ہوں، مولیٰ تعالیٰ قبول فرمائے۔

(موصولہ، جون ۱۹۵۹ء)

ڈاکٹر صاحب موصوف نے جب آپریشن کے لئے وقت دیا تو ان ایام میں رمضان المبارک تھا چنانچہ آپ نے ڈاکٹر صاحب کا پیغام نقل کرنے کے بعد اپنا مشورہ بایں الفاظ دیا:

”فقیر کی رائے یہ ہے کہ رمضان المبارک میں شاید آپ حضرات و خدمت گزاروں کو تکلیف ہو تو اگر رمضان تک توقف کیا جائے تو اس میں آپ کو آسانی ہو گی۔۔۔۔۔ رمضان کے بعد آپریشن کیا جائے اور اگر اسے عرصہ تک توقف کا موقع نہیں تو پھر جمعہ کی شام کو لاہور پہنچ جانا چاہیے تا کہ ہفتہ کی صبح ساڑھے آٹھ بجے ہسپتال پہنچ کر ڈاکٹر صاحب سے ملاقات کر کے داخلہ کرا دیا جائے۔۔۔۔۔“

(۲۲ / فروری ۱۹۶۰ء)

ایک بار حضرت صاحبزادہ مولانا ابو الفضل محمد نصر اللہ نوری علیہ الرحمہ نو عمری میں علیل ہو گئے اس موقع پر گرامی نامہ تحریر فرمایا:

”عزیزی مولوی محمد نصر اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ کے لئے دعا کرتا ہوں، مولیٰ تعالیٰ جلد از جلد شفا کاملہ تامہ عطا فرمائے اگر وہیں علاج اطمینان عطل ہو رہا ہے تو خیر ورنہ موصوف کو یہاں ایک دن کے لئے ہی بھیج دیا جائے تو حاجی غلام محمد صاحب جراح جو دیرینہ تجربہ رکھتے ہیں، کو دکھا دیا جائے اور ان کی تجویز سے علاج ہو۔۔۔۔۔“

(۲۶ / رمضان المبارک ۱۳۷۶ھ / ۱۹۵۷ء)

حقیر شیخ گانہ اور بعد درس خصوصی دعا کرتا ہے۔۔۔۔۔ مولیٰ تعالیٰ بخار اور جملہ عوارض و حوادث سے نجات عطا فرمائے۔۔۔۔۔

(تاریخ درج نہیں ہے، غالباً ۱۹۶۲ء کی تحریر ہے)

ایک گرامی نامہ میں تحریر فرمایا:

”فاضل جلیل عالم نبیل فقیہ انصاری مولانا الحاج شیخ الحدیث

مولانا نور اللہ صاحب نور اللہ سرہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔۔۔۔۔“

یامی نامہ دل نواز نے سرور الوقت فرمایا، مولیٰ تعالیٰ جملہ آفات ارضی و سماوی سے محفوظ و مصون فرمائے اور صحت کاملہ و شفاء عاجلہ مرحمت کرے۔ اور دعا کرتا ہوں کہ درخواست حاضری دربار دربار سید الانوار صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و صحبہ منظور ہو جائے۔۔۔۔۔ والسلام۔۔۔۔۔“

فقیر قادری ابوالبرکات سید احمد غفرلہ

(۹ / شعبان المعظم ۱۳۸۳ھ / ۲۶ / دسمبر ۱۹۶۳ء)

ایک اور مکتوب میں لرقام فرمایا:

”بشیرہ گاؤدتی حاضر ہے، مناسب بدرقہ کے ساتھ استعمال فرمائیں، حجاز کے لئے تو نہایت مفید ثابت ہوا ہے، ہزاروں مریضوں کو یی دیا گیا ہے، مولیٰ تعالیٰ بظہیل شافع یوم المشور شافی الامراض وافع البلیات علیہ الخیر و التسلیمات آپ کو صحت کاملہ و شفاء عاجلہ تامہ مرحمت فرمائے۔۔۔۔۔“

(۱۰ / نومبر ۱۹۶۶ء)

[illegible]

دارالعلوم کے ریکارڈ سے پتا چلتا ہے کہ آپ نے ۱/ شعبان المعظم ۱۲۸۵ھ میں
۱۵۶۶ء کو امتحان کے لئے دارالعلوم حنفیہ فریدیہ میں تشریف لائے تھے اس موقع پر
آپ نے درج ذیل تاثرات ارقام فرمائے :

”آج مؤرخہ یکم دسمبر ۱۹۶۶ء بروز پنج شنبہ حضرت فاضل جلیل عالم
فیض مولانا الحاج مفتی ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب دامت فیہم کی دعوت پر
دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے طلبہ دورہ حدیث کے امتحان کے لئے حاضر ہوا
اور عالی شان جامع مسجد جو دارالعلوم سے ملحق ہے میں نماز ادا کی۔ بعد
دارالفرقان جو ایک وسیع عمارت میں ہے تقریباً دو صد طلبہ قرآن کریم کی
تعلیم میں مشغول تھے۔ بعد دلائل العلوم کے نو تعمیر شدہ کمروں کو دیکھا پھر
کتب خانہ کی زیارت کی، ماشاء اللہ کتب درسیہ اور نیز نادر الوجود کتبوں کی جو
ہر قسم کے علوم و فنون کی ہیں، معائنہ کیا۔ بے حد مسرت ہوئی اور دل سے
دعا نکلی کہ موتی تعالیٰ حضرت علامہ مولانا محمد نور اللہ صاحب کو طویل عمر
عطا فرمائے، صحت و تندرستی کے ساتھ خدمت دین اور تعلیم و تدریس علم
سید المرسلین ﷺ کی توفیق مرحمت فرمائے اور یہ چمنستان رسالت یوں آباد
علی الدوام پھولتا پھلتا رہے اور حضرت مولانا موصوف کے لواحقین و
معاونین کو اسی طرح سرگرمی سے خدمات دینی انجام دینے کی مزید توفیق
دے۔ فقیر نے دورہ حدیث کے پندرہ طلبہ کا خطاری و اسلم میں سے متعدد

مقاماتِ ہند کی یہ ہے کہ بعد ہر وقت یاد الہی میں لگن رہے 'وہ کاروبار حیات میں منہمک ہو تو موتی کی یاد اور فکر آخرت سے غافل نہ ہو' حضرت سید صاحب قبلہ کے لوفات دین کے فروغ اور اشاعت کے لئے وقف تھے 'ان کا زیادہ وقت درس و تدریس 'فتویٰ نویسی اور لور لور و مخالفین میں بسر ہوتا' آپ کے بعض مکاتیب میں بھی فکر آخرت کی جھلک دکھائی دیتی ہے 'مثلاً :

”فقیر حقیر پہچانے اور بعد درس خصوصی دعا کرتا ہے اور یہی درخواست آپ سے ہے کہ حسن خاتمہ اور ثبات و استقامت علی الدین کے لئے دعا فرمائیں۔“

نومبر ۱۹۶۶ء میں حضرت فقیہ اعظم نے آپ کو درجہ حدیث کے امتحان کی دعوت بگوائی اور زلہ راہ مبلغ بیس روپے بھیج دیا (تب یہ بہت معقول رقم سمجھی جاتی تھی) ان دنوں سو نا ایک سو روپے فی تولہ تھا۔۔۔ محبت) آپ نے وعدہ فرمایا اور اس دینی کام کے لئے کرایہ لینا بھی مناسب نہ سمجھا اور جو بلا جو گرامی نامہ تحریر فرمایا، اس میں بھی فکر عجبی صاف دکھائی دیتی ہے :

”حسب الارشاد پنج شنبہ (جمعرات) کو صبح رونق ہو کر شام کو ہی لاہور والیں آجاکوں گا“ دورہ ابھی کچھ باقی ہے، اس لئے صبح اور شام اسباق ہوتے ہیں۔۔۔۔۔ نیز گھنٹوں میں درد ہے، دعا فرمائیں مولیٰ تعالیٰ دینی خدمات انجام دینے کی ہر وقت توفیق عطا فرماتا رہے اور استقامت علی الدین، فوق طاعت و شوق عبادت اور بھدوں کی لذت مرحمت فرمائے اور

مقامات سے امتحان لیا ہے 'عہدہ نقاتی جملہ طلباء کو ہونہار پایا اور مولانا موصوف کی محنت و عرق ریزی کا نمونہ پایا۔ مولیٰ نقاتی جملہ طلباء کو کامیاب کرے اور دین کی خدمت کا موقع عطا فرمائے۔۔۔۔۔ آمین

معاونین و مختیر حضرات کو چاہیے کہ اس خالص ادارے کی پیش از پیش دامت درے قدمے اعانت و امداد کر کے ثواب دارین حاصل کریں۔۔۔۔۔

فقیر قادری غفرلہ

سید صاحب قبلہ کے دورہ امیرپور شریف کا تذکرہ آیا ہے تو یہ بیان کرنا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہو گا کہ احقر کی عمر اس وقت سات سال کے لگ بھگ تھی 'مگر بعض جزئیات بہتہ مقام امتحان تک یاد ہے 'آپ نے مسلم شریف کا امتحان کتاب الزکوۃ سے لیا اور زکوۃ ادا نہ کرنے پر وعید کے سلسلے میں حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے ایک فاضل دوست سخت مشکل میں پڑے 'ترجمہ انہیں معلوم تھا مگر اسے اردو میں نقل کرتے ہوئے اردو اور پنجابی کو باہم ملا کر "ٹکھرو" ساما دیا جس سے مخلوط ہونا مجھے ابھی تک یاد ہے۔۔۔۔۔

سید صاحب قبلہ کا پان کھانے کا معمول تھا 'دارالعلوم کے مرکزی دروازہ میں داخل ہوں تو دعائی جانب بالائی منزل پر دارالکتب تھا وہیں حضرت فقیہ اعظم درس حدیث دیا کرتے اور یہی مدرسہ کا دفتر تھا 'سید صاحب قبلہ دفتر میں تشریف فرما ہوئے تو اکال دان طلب فرمایا 'ظاہر ہے اکال دان یہاں کہاں؟ آخر یہ مسئلہ یوں حل ہوا کہ والد صاحب قبلہ نے احقر کے ذریعے گھر سے چینی کا برتن منگوا کر بطور اکال دان پیش کر دیا۔۔۔۔۔

اوراد و وظائف

سید صاحب قبلہ کو عملیات اور اوراد و وظائف میں بھی بڑا عبور حاصل تھا وہ خود بھی عامل تھے 'خاندانی وظائف کے علاوہ اساتذہ و مشائخ خصوصاً اعلیٰ حضرت بریلوی سے بھی عملیات اور اوراد کی اجازت حاصل تھی 'آپ کے مکاتیب میں بھی کئی عمل ملتے ہیں 'مثلاً:

"استخارہ"

اول دو رکعت نفل پڑھیں 'بعد فاتحہ سورۃ الفتحی و الم نشرح۔۔۔۔۔
 اول رکعت میں و الفتحی دوسری رکعت میں الم نشرح پھر (نماز سے فراغت کے بعد) (محبت) یہ کلمات سو سو مرتبہ پڑھیں:

یا علیمُ علّمْنی یا خَبیرُ اخبِرْنی یا رشیدُ ارشِدْنی یا تبارکُ ابدِنی یا نبیُّ نبِّئْنی یا معینُ اعینْ۔۔۔۔۔

پھر داہنی کروٹ اسی جگہ سو جائے 'کسی سے کلام نہ کریں 'دل میں پڑھتے وقت اپنی حاجت کا تصور رکھیں۔۔۔۔۔

(عرزہ ۲۰ / رجب المرجب ۱۲۸۶ھ)

تحریک قسم نبوت کے لیاں میں یہ وظیفہ تحریر فرمایا:

"مولیٰ سبحانہ و تعالیٰ آپ کو جلد از جلد اس بلائے ناگہانی سے نجات دے۔۔۔۔۔ اس عمل کو روزانہ اکٹھ (۶۱) بار بعد نماز مغرب پڑھا کریں 'اول و آخر درود شریف:

یا اللہ یا رحمن یا رحیم یا مالک یا قدوس یا سلام یا مؤمن
 یا مہیمن یا عزیز یا عزیز یا عزیز عَزَّوَجَلَّ یا بَعِزَّتکَ فی الدَّارِینِ یا

عزیزُ یا خلاصَ المسجونین اَعْلَفْ یا ذلیلَ الْمُتَحِیْرین بِحُرْمَةِ
سیدِ المرسلین ﷺ

(محرمہ ۱۳ / اگست ۱۹۵۳ء)

طب و حکمت

قدیم علمائے کرام معقولات و منقولات میں مہارت نامہ کے ساتھ ساتھ طب سے بھی لگاؤ رکھتے۔ طب باقاعدہ درس نظامی کے نصاب کا حصہ تھی۔ طب نبوی کے حوالے سے احادیث مبارکہ کا ذخیرہ بھی موجود ہے۔۔۔۔۔ حضرت سید صاحب قبلہ کے برادر گرامی مولانا ابو الحسنات سید محمد احمد قادری علیہ الرحمہ حکیم حاذق تھے اور ان کا باقاعدہ مطب تھا۔۔۔۔۔ جسے بعد میں ان کے اکلوتے فرزند امین الحسنات سید غلیل احمد قادری علیہ الرحمہ بڑی کامیابی سے چلاتے رہے۔۔۔۔۔ خود سید صاحب قبلہ کو بھی اس فن پر مکمل دسترس تھی۔ لوگ آپ سے مستفید ہو کر شفا یاب ہوتے۔ جیسا کہ ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

”مشتہ گود نئی۔۔۔۔۔ حد کے لئے تو نہایت مفید ثابت ہوا ہے۔
ہزاروں مریضوں کو یہی دیا گیا ہے۔“

(محرمہ ۱۰ / نومبر ۱۹۶۶ء)

آپ کے مکاتیب میں بعض نسخہ جات بھی درج ہیں مثلاً:

”ایک نسخہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا جو اکثر استعمال فرمایا کرتے تھے۔“

حاضر ہے:

قویہ مقوی معده و جگر و دماغ و مشیمی (کھوک آور)

پودینہ خشک پانچ ماشہ، دار چینی ڈیڑھ ماشہ، قرظ لعل پانچ عدد، الائچی

سفید جو کوب دو ماشہ، انیسوں تین ماشہ، گار نہان گیلانی تین ماشہ، باد
رنجبویہ تین ماشہ، مویز منقی دس دانہ، عود غرقی تین سرخ، نہات سفید دو
تولہ، مشک تین رنچ، گلاب عمدہ تین تولہ

مجموعہ خوراک چائے کی طرح جوش دے کر روزانہ چمکے، حسب
مزاج دواؤں میں کمی بیشی کر سکتے ہیں۔۔۔۔۔

(محرمہ ۲۰ / رجب المرجب ۱۴۸۶ھ)

لال کوٹھی

جس جگہ اب حزب الاحیاء کی موجودہ عمارت ہے، یہ جگہ لال کوٹھی کے نام سے مشہور تھی۔ جب سچ خش روڈ کی توسیع ہوئی تو اس کی کافی جگہ منصوبہ بندی میں آ گئی، جس کا معاوضہ نہ ہونے کے برابر تھا، اس وقت میاں محمد نلس خاں وٹو، صدر محمد ایوب خاں صاحب کی کاہنہ میں وزیر ہدایات تھے اور یہ انہیں کے جھکے کے متعلق معاملہ تھا، وٹو صاحب حضرت فقیہ اعظم کے معتقد اور حلقہ نہایت کے تھے، اس لئے سید صاحب قبلہ نے آپ کو سفارش کے لئے حکم فرمایا، حضرت فقیہ اعظم نے وزیروں مشیروں سے کبھی کوئی کام نہ لیا تھا، بڑے بڑے لوگ آپ کے ہاں حاضری دیتے مگر کبھی اپنی ذات یا دارالعلوم کے لئے مفاد حاصل نہ کیا تھا، اپنے استاد گرامی کے ایما پر آپ نے سفارش کی، ٹھکانہ کاروائیوں میں جس طرح تاخیری حربے استعمال کیے جاتے ہیں، لال کوٹھی کے سلسلہ میں بھی ان سے ساہج پڑا۔۔۔۔۔ علامہ سید محمود احمد رضوی صاحب کی بعض اوقات وٹو صاحب سے ملاقات عیا نہ ہو پاتی، بلاآخر سید صاحب قبلہ نے حضرت کو صورت حال سے آگاہ فرمایا تو آپ نے اپنے ایک عقیدت مند ماسٹر محمد نلس صاحب (مقیم نئی آبادی لہیر پور) جو میاں محمد نلس صاحب کے بھی

دوست تھے، کی ڈیوٹی لگائی، انہوں نے پے در پے لاہور کے چکر لگائے، بلاآخر حضرت فقیہ اعظم کی ذاتی کوششوں سے سید صاحب قبلہ اور رضوی صاحب کے حسب ذیل تصفیہ ہوا اور کروڑوں روپے کی یہ جائیداد محفوظ ہو گئی۔۔۔۔۔

اس عرصہ میں سید صاحب قبلہ نے کئی خطوط تحریر فرمائے، جن میں سے بعض محفوظ ہیں، چند اقتباسات ملاحظہ ہوں:

”وہ صاحب نے جس کے سپرد کیا ہے، وہ اس قدر مصروف ہیں کہ ان سے آج تک ملاقات میسر نہیں ہو سکی۔ کئی بار محمود صاحب جاچکے ہیں اور ماسٹر (محمد نلس) صاحب بھی بے حد دلچسپی لے رہے ہیں اور آپ کی توجہ سے وہ بہت ہی کوشاں ہیں۔۔۔۔۔ وہ صاحب سے بھی یہی کہتا ہے کہ آپ اپنی خصوصی توجہ فرمائیں تو یہ کام ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔ اگر مناسب منظور ہو تو پھر دوبارہ ان کے دادا (غالب) والد حافظ فتح محمد (محب) سے کہلوایا جائے تو شاید وہ توجہ کریں۔۔۔۔۔“

(تاریخ درج نہیں ہے)

ایک اور مکتوب میں تحریر فرمایا:

”لال کوٹھی کا معاملہ لائن کماکان ہے، ۲۶ / اکتوبر ۱۹۶۶ بروز بدھ مقدمہ کی تاریخ ہے، یعنی زمین ان کو ملنی ہے، اس پر نشان لگائے اور ملہ کے چودہ ہزار لگائے ہیں اور زمین کی قیمت نہایت کم لگائی ہے، یعنی سترہ سو روپے فی مرلہ۔ لہذا اشد ضروری ہے کہ محمد نلس صاحب وزیر ہدایت سے فوراً ملا جائے اور ان سے کہا جائے کہ قیمت نہایت کم ہے، اس ملاقات میں پانچ ہزار روپے فی مرلہ تک زمین فروخت ہوتی ہے، یہ خالص مذہبی ادارہ

ہے، اس کی مدد لازمی ہے اور محمد نلس صاحب کے اختیار میں ہے، وہ چاہیں تو ان شاء اللہ خاطر خواہ قیمت دلوا سکتے ہیں، مگر آپ کے اثر و رسوخ کے بغیر یہ کام مشکل معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے عزیزم سید محمود سلمہ اور فقیر نے ضروری سمجھا کہ اس وقت آپ کو تکلیف دی جائے۔ مگر ارسال کرنے میں تاخیر نکل جاتی اور موقع ہاتھ سے نکل جانے کا خیال تھا، اس لئے عزیز مولوی محمد علی (برکاتی) حال خطیب ٹھیک موڑ۔۔۔۔۔ محبت) کو خدمت عالیہ میں روانہ کیا جاتا ہے کہ آپ پہلی ٹرین سے جو چھ سات بجے پھر پور سے روانہ ہوتی ہے، تشریف لائیں، براہ راست لال کوٹھی پہنچیں، فقیر بھی وہیں حاضر ملے گا۔۔۔۔۔ امید کہ اس معروضہ کو شرف قبولیت سے نوازا جائے گا۔۔۔۔۔“

فقیر قادری اوالہرکات سید احمد غفرلہ

ناظم دارالعلوم حزب الاحناف لاہور

(۲۴ / اکتوبر ۱۹۶۶ء)

ایک خط میں لکھا:

”وہ صاحب سے یہ کام انجام کو پہنچ جائے، آپ کی مساعی جلیلہ ان شاء اللہ بار آور اور نتیجہ خیز ہوں گی۔۔۔۔۔“

(۲۴ / نومبر ۱۹۶۶ء)

فتاہت و ثقاہت

حضرت سید صاحب قبلہ کو اللہ تعالیٰ نے بڑی فیاضی کے ساتھ علوم ظاہری و باطنی سے نوازا رکھا تھا، یوں تو آپ کو تمام علوم و فنون میں دستگاہ تھی مگر فقہ آپ کا

ہے اس پر آپ نے تحریر فرمایا:

ایوب الخیر محمد نورو اللہ زیدت مکارمکم

فقیر مرزا تقصیر کوہاں کوں مشاغل کے باعث مطالعہ کتب سے قاصر

ہے۔ عالمِ سمیری، باب الرضاۃ، باب الانقباس، باب الذہان، و العنصر، اور باب

انکراہت والا امتحان دیکھا اس میں یہ جزئیہ نظر نہیں آیا دیگر کتب میں بھی

جاننا انہیں ہوا کہ میں تلاش جا رہا ہوں۔ اظہار پاک و حلال معلوم ہوتا ہے کہ

مثلاً: من اللحم ہے، تو جس طرح پینہ، لعاب اور آنسو وغیرہ پاک

.....

اگر کوئی چیز نکل آئے تو فقیر کو بھی مطلع فرمائیں اور مہلت ملی تو

فقد بھی، بخدا کر رہا۔۔۔۔۔ خیر مہر فرما لیا تو اس کا جڑ سے بھی درکار

۴۰۰

(C. 1000)

چند روز بعد عظمیٰ و عظمیٰ کے لئے جو کچھ لکھا تھا اسے دیکھا۔

بلا ریدنی تھیہ اسم کے زیرے میں لکھنا چاہیے کہ

۵۹۳ میں فتادی پر یہ چلدا کچھ اے کوئے سے ہے

”الرجوع یا میندھے کے دودھ ارا کے کو وہ اپنی ماہرینا ہے کہ

حلال ہے۔۔۔۔۔ اس کوئی ہے ۴۰ / جمادی الاخریٰ ۱۲۸۵ھ / ۱۹۶۷ء

۶۵ء کی ہرج و مرج ہے، لہذا ان کی حیرت کی عربی عبارت اس طرح ہے :

سئل في ما لو نزل الحبل الغنم هل هو طاهر يخل شرابه أم

لا؟ احب لا شك فى طهارته لما فى الجوهره من ان سور مأكول

الحم طاهر كلبه و الظاهر منه حل شربه و لم أر من صرح به

1. *Journal of the American Medical Association*, 1997; 278: 1039-1044.

”فقیر کی عدیم الفرستی جناب کو معلوم ہے، محرمۃ الآراء الخاء کے

لئے فرصت درکار ہے، معمولی فتاووں سے ہی فرصت نہیں ملتی، محتاج تنقیح

نمازی لکھنے میں سخت مشکل پیش آتی ہے، میں ان شاء اللہ فتویٰ مرتب کر

دوں کا لیکن اگر آپ عند الفرمت یہ کام انجام دیں کہ کتب معتبرہ مثلاً اولہ

کے جذبات فراہم کر کے پہنچ دیں تو فقیر ترتیب دے کر فتویٰ کی شکل

دے دے گا جس سے بے حد آسانی ہو جائے گی۔۔۔۔۔ آپ کے اشتیاق کا

جواب جو سمجھ میں آتا ہے، لکھ دیا ہے، اگر حق ہو لیکن ضرور مطلع

فرما کہ: اس مسئلہ میں، جو اس وقت سے کہ وقت نہیں ملا۔

(9952.1/A)

فقط در مورد ماد. قیاس تحقیق مسائل دیگر که در پیشتر مذکور شد.

اگر وہ : ۱۔ اعلیٰ درجہ کے شاعر اور محققین کی طرف سے تیار کیا گیا ہو تو اسے جوڑ کر مانگے جائیں گے

کے لئے جو ان کے لئے ہے اور ان کے لئے ہے

یہاں تک کہ وہ اپنے آپ کو ایک نیا آدمی سمجھتا ہے۔

اس بارے میں بڑی سبک دہائی ہے کہ اگر ہرے کا دودھ اراے کو اس کا مری سم لیا

مسائل فقہیہ کی تحقیق کے سلسلے میں باہمی مشاورت کا سلسلہ اکثر رہتا تھا ایک مکتوب میں مسئلہ تصویر پر روشنی ڈالی گئی ہے 'سید صاحب قبلہ نے اولاً تصویر کی حرمت بیان کی بعد ازاں دور حاضر میں تصویر کی حاجت کو پیش نظر رکھتے ہوئے دعوت غور فکر دیتے ہوئے فرمایا:

"حج کا مسئلہ بڑا پیچیدہ ہو گیا ہے 'الضرورات تبیح المحظورات' کے سوا کوئی قاعدہ جواز کا معلوم نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔ فقیر بھی اس مسئلہ میں متردد ہے 'اگر یہ حیلہ کیا جائے تو شاید چھاؤ ہو جائے کہ فوٹو گرافر آپ کی بغیر مرضی و حکم کے آپ کی تصویر لے لے اور آپ آمر و راضی و مباشر کچھ نہ نہیں 'اگر یہ صورت اختیار کی جائے تو حرج نہیں ہوتا چاہیے۔ بہر حال مسئلہ تحقیق طلب ہے اور غور و خوض کی بہت ضرورت ہے۔ بالفرض اگر حکومت حجاج کے لئے یہ شرط کر دے کہ دائرہ می مذاکرہ جانا ہو گا تو کیا دائرہ می مذاکرہ جائز ہو گا۔۔۔۔۔ اس وقت ذہن کام نہیں دیتا اور اس مسئلہ کی اشد ضرورت ہے۔۔۔۔۔"

(تاریخ مدار)

حضرت فقیہ اعظم نے جب ۱۹۵۶ء میں لاؤڈ اسپیکر میں نماز کے جواز پر ایک معرکہ آراء کتاب "معبر الصوت" تحریر فرمائی تو اس موقع پر بعض متکلمین نے اس علمی و اجتہادی کاوش کو ان کے استاذ گرامی حضرت سید ابوالہرکات کی مخالفت قرار دیتے ہوئے یہ جائز دینے کی کوشش کی کہ حضرت سید صاحب قبلہ ناراض ہیں 'اس پر حضرت سید صاحب ایک گرامی دسے میں تحریر فرماتے ہیں:

"گرامی نامہ تشریف لایا 'لا جد سخت عدم الفرصتی جواب سے قاصر

رہا 'رسالہ مبارک (معبر الصوت) بھی ایک طالب علم کے ذریعہ پہنچا 'حج یہ ہے کہ میں بالاستیعاب نہیں پڑھ سکا اور نہ پڑھ سکے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ایک صاحب بڑے اصرار سے اس کو پڑھنے کے لئے لے گئے ہیں اور ابھی تک مطالبہ کے باوجود واپس نہیں کیا۔۔۔۔۔ میں خود شرمندہ ہوں کہ آپ نے بھلائے تعالیٰ اتنی محنت کی اور اب تک میں اس کو بالاستیعاب پڑھ بھی نہ سکا۔۔۔۔۔"

لٹھائے فوق کل ذی علم عظیم ہو سکتا ہے 'ایک مسئلہ کا انکشاف زید پر ہو اور بحر پر نہ ہو 'ناراضگی وغیرہ کا اب خیال ہرگز نہ فرمایا کریں۔۔۔۔۔"

(مکتوب موصولہ ۸ / نومبر ۱۹۵۶ء)

انہی ایام میں حضرت فقیہ اعظم نے مسئلہ لاؤڈ اسپیکر کے سلسلے میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ انگریز کی تحقیق معلوم کرنے کے لئے سید صاحب قبلہ کی طرف رجوع کیا جس پر آپ نے لکھا:

"لاؤڈ اسپیکر کے متعلق بالتخصیص کوئی فتویٰ مطبوعہ یا غیر مطبوعہ فقیر

کے پاس موجود نہیں اور نہ اس خصوص میں اعلیٰ حضرت کا کوئی فتویٰ نظر سے گزرا 'آپ بریلی شریف حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب مدظلہ اور بعض جامع مسجد کے مولوی محبوب علی صاحب فاضل حزب الاحناف کو خط لکھ کر دریافت کریں 'ان کے علم میں شاید کوئی رسالہ ہو۔ میرے خیال میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے جن حیات ظاہری میں لاؤڈ اسپیکر کا ہندوستان میں رواج نہیں ہوا تھا۔۔۔۔۔"

(محررہ ۲۶ / رمضان المبارک ۱۳۷۶ھ / ۱۹۵۷ء)

تقویٰ و طہارت

سراج اہل تقویٰ حضرت سید صاحب قبلہ ایک عالم باعمل تھے، تقویٰ و طہارت کا یہ عالم کہ وہ ضرورت اور احتیاج کے باوجود بھی رخصت پر عمل کرنے کی بجائے راہ عزیمت اختیار فرماتے۔ اس سلسلے میں کسی مصلحت یا نصیحت کو آڑے نہ آنے دیتے، البتہ انہیں اپنے تئید رشید حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کی فتاہت اور ان کے تقویٰ و طہارت پر بے پناہ اعتماد تھا جس کا اندازہ اس امر سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے حضرت فقیہ اعظم کے تقویٰ پر آنکھوں کا آپریشن کرایا، علامہ سید محمود احمد رضوی دامت برکاتہم رقم طراز ہیں:

”(سید صاحب قبلہ) شریعت کا پاس لحاظ اس درجہ فرماتے کہ رخصت پر عمل کو ارادہ کرتے۔ آپ کی ایک آنکھ میں پانی اتر آیا تھا، بد اور محمد اعظم صاحب ایڈ کو لاہور نے عرض کی، ڈاکٹر یقین الدین صاحب ماہر امراض چشم ہیں، میں نے انتظام کر دیا ہے، وہ آپریشن کر دیں گے۔ فرمایا: علاج کے دوران جیم کرنا ہو گا اور نماز مسنون طریقہ پر ادا نہ ہو سکے گی۔ چنانچہ آپ آپریشن سے گریز فرماتے رہے۔۔۔ ایک دن حضرت مولانا (محمد) نور اللہ صاحب شیخ الحدیث بھیر پوری مدظلہ العالی، جو والد قبلہ کے ارشد علامہ میں سے ہیں اور نہایت متقی و پرہیزگار ہیں، مزاج پر ی کے لئے تشریف لائے۔ میں نے ان سے کہا کہ والد صاحب قبلہ آپریشن نہیں کروا رہے، آپ کچھ کہیے، انہوں نے عرض کی، عذر شرعی کی صورت میں تیمم جائز ہے۔ اٹھی وہ یہ ہی کہہ پائے تھے کہ والد صاحب قبلہ نے فرمایا: آپ تقویٰ دیتے ہیں؟ مولانا نے عرض کی، مسئلہ تو یہی ہے، فقہاء احناف

حضرت فقیہ اعظم نے ایک ایسے ماحول میں یہ تقویٰ تحریر فرمایا تھا، جب بہت سے انکار لاؤڈ سپیکر میں نماز کو مکروہ تحریمی سمجھتے تھے اور خود سید صاحب قبلہ بھی اس کے استعمال کے حق میں نہ تھے، مگر بلاخر فقیہ اعظم کی تحقیق کی قدر کرتے ہوئے اپنے ساتھ موقف کے برعکس اس میں نماز کو مکروہ تحریمی نہ سمجھتے، البتہ برعکس تقویٰ اختیار اس کے استعمال سے گریز فرماتے۔۔۔۔۔

آج حمد اللہ تعالیٰ اکثر علماء اس تقویٰ سے متفق نظر آتے ہیں اور یوں حضرت سید صاحب قبلہ کے برادر گرامی حضرت مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمہ اللہ تعالیٰ کی وہ بصیرت افروز پیش گوئی پوری ہو گئی، جو آپ نے فقیہ اعظم کو دی تھی:

”مولانا آپ کی تحقیق اثنی (صحر الصوت) لائق تحسین ہے۔۔۔۔۔

ایک وقت آئے گا کہ تمام علماء کرام لاؤڈ سپیکر لگا کر نمازیں پڑھائیں گے اور آپ کا تقویٰ حلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہ ہو گا۔۔۔۔۔

(فتاویٰ نوریہ، جلد ۱، صفحہ ۳۶۵)

۱۹۵۸ء میں جب بعض اہل بیت کرام پر جنی رسوائے زمانہ کتاب ”خلافت معاویہ و یزید“ منظر عام پر آئی اور اس متعصبانہ تحریر سے علمی حلقوں میں سخت اضطراب پیدا ہوا، ان دنوں سید صاحب قبلہ نے ایک مکتوب گرامی میں فرمایا:

”اس کا رد بلا باطل ضروری ہے لیکن فقیر کو نہ تو فرصت ہے اور (نہ) کتب تواریخ موجود۔۔۔۔۔ تاریخ طبری اور مقدمہ ابن خلدون دفتر میں ہیں۔ اگر آپ وقت نکال کر اس کے رد کی دست کریں تو اس فقیر کی روک تھام ہو سکتی ہے۔۔۔۔۔

(تاریخ نادر)

نے صاف تصریح کی ہے۔ تب جا کر آپریشن کے لئے تیار ہوئے۔۔۔۔۔

(سیدی ابوالبرکات، صفحہ ۷۸)

فقیر اعظم

حقیقت یہ ہے کہ حضرت سید صاحب قبلہ شروع ہی سے حضرت فقیر اعظم کی ذہانت و فطانت، علمی قابلیت، فقہی بصیرت اور تقویٰ و طہارت کے معترف تھے، مزید برآں اپنے والد گرامی حضرت سید دیدار علی شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی ان پر خصوصی شفقتوں سے بھی واقف تھے، اسی بنا پر فارغ التحصیل ہونے کے جلد ہی بعد انہیں فقیر اعظم کے لقب سے نوازا دیا تھا۔۔۔۔۔

حضرت سید صاحب قبلہ حضرت فقیر اعظم علیہ الرحمہ کی فقاہت و ثقاہت سے کس قدر متاثر تھے، اس کا اظہار آپ کے متعدد مکاتیب گرامی سے ہوتا ہے، بطور نمونہ چند اقتباسات ملاحظہ ہوں:

”مولانا اعظم فقیر الاعظم مولانا مفتی محمد نور اللہ صاحب زید مجددہ“

(محرمہ ۲۳ / مئی ۱۹۵۶ء)

”بحالی خدمت فقیر زہاں محدث دور ان مولانا مولوی علامہ ابوالخیر“

محمد نور اللہ فیسی صاحب“

(۲۳ / دسمبر ۱۹۵۷ء)

”فاضل جلیل عالم نبیل فقیر العصر مولانا الحاج شیخ الحدیث مولانا“

نور اللہ صاحب نور اللہ سرہ“

(۲۶ / دسمبر ۱۹۶۳ء)

”مولانا المحترم ذوالجود والاکرم مفتی اعظم زید مجددہ کم“

(۲۸ / اگست ۱۹۶۳ء)

”عمدۃ الاخلاء زبدۃ الاحباء فقیہ النفس مولانا الحاج مولوی مفتی ابوالخیر“

محمد نور اللہ صاحب شیخ الحدیث والتفسیر“

(۱۳۷۷ھ)

فقہ سے عمارت رکھنے والے حضرات جانتے ہیں کہ فقہاء کرام میں فقیر اعظم کا لقب فقہ حنفی کے مستند ماہر فتاویٰ قاضی خاں کے معنی حضرت امام قاضی خاں کے لئے مخصوص ہے اور فقہ میں ان کا جو درجہ ہے اس سے درباب علم و فضل فتویٰ واقف ہیں۔۔۔۔۔

فقیر النفس (بجسے فقہ جس کا مزاج فقہ کے سانچے میں داخل چکا ہو) فقیر اعظم اور مفتی اعظم ایسے القاب اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت سید صاحب قبلہ کی نظر میں حضرت فقیر اعظم کا یہ مقام و مرتبہ تھا۔۔۔۔۔

مسائل شرعیہ میں حزم و احتیاط

حضرت سید صاحب قبلہ مسائل شرعیہ میں بڑی حزم و احتیاط سے کام لیتے، ان کی عادت یہ تھی کہ وہ بلا تحقیق و تہنص شرعی حکم نہ لگاتے، یہاں تک کہ بغیر دیکھے پڑھے کسی فتویٰ پر دستخط ثبت نہ فرماتے، چنانچہ ایک مرتبہ حضرت فقیر اعظم نے فتویٰ تحریر کیا، مسائل تصدیق کے لئے سید صاحب قبلہ کی خدمت میں لاہور میں لے کر حاضر ہوا، آپ نے مصروفیت کی بنا پر تصدیق نہ فرمائی، البتہ فقیر اعظم کی فقہی بصیرت پر اعتماد کرتے ہوئے مسائل کو ان کے فتویٰ پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کی، اس سلسلے میں حضرت فقیر اعظم کے نام تحریر فرمایا:

”فتویٰ مہدک طویل و عریض تھا اور فقیر فوری طور پر پڑھنے سے معذور تھا اور بغیر پڑھے اور سمجھے دستخط کرنے کی عادت نہیں اور حال فتویٰ کو جلت تھی، فقیر (نے) یہ کہہ کر رخصت کر دیا کہ مولانا نے جو کچھ لکھ دیا ہے اس پر عمل کیجئے اور مجھے اتنی فرصت نہیں ہے کہ اس کو اس وقت پڑھوں۔“

(تاریخ درج نہیں ہے، غالباً ۱۹۵۸ء ہے کیوں کہ اسی مکتوب میں مفتی اعظم اگر مولانا حفظ خانی کے وصال کی خبر ہے)

سیدی فقیر اعظم علیہ الرحمہ کی بھی یہی عادت مہدک تھی کہ وہ پڑھے بغیر فتویٰ کی تصدیق نہ فرماتے، اس سلسلہ میں حضرت خواجہ غلام حسین سیدی علیہ الرحمہ ایک واقعہ لکھتے ہیں:

”کہیں سے نکاح کا ایک فتویٰ دارالعلوم حزب الاحناف میں آیا اور سائلین نے فوری جواب کا تقاضا کیا، دارالعلوم کے کسی مدرس نے حضرت سید صاحب قبلہ کے حکم سے فتویٰ تحریر کیا اور (حزب الاحناف کے سالانہ اجلاس میں شمولیت کے لئے) مختلف مقامات سے تشریف لائے ہوئے علماء سے تصدیقی دستخط کرائے۔ جب فتویٰ حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ کے پاس تصدیق کے لئے پہنچا تو آپ نے فتویٰ پڑھ کر فرمایا، کیا کسی نے تصدیق سے انکار بھی کیا ہے یا نہیں؟ تصدیق کروانے والے صاحب نے عرض کی، حضور! پنجاب کے ایک نوجوان عالم مولانا محمد نور اللہ صاحب نے فتویٰ پڑھے بغیر تصدیقی دستخط کرنے سے انکار کر دیا اور جب فتویٰ دیکھا تو کہہ کر اس میں سقم ہے۔۔۔۔۔ حضرت صدر الافاضل نے فرمایا کہ انہیں میرے پاس لائیں۔ آپ حاضر ہوئے تو صدر الافاضل نے فرمایا، مولانا! یہ

فتویٰ آپ تحریر کریں۔ چنانچہ حضرت فقیر اعظم نے اسی وقت تحقیقی فتویٰ تحریر کر کے جواب کی صحیح صورت بیان کر دی، جس پر حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ نے بھی تصدیقی دستخط ثبت فرمائے اور پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔“

(ماہنامہ نور الحبيب، نومبر، دسمبر ۱۹۹۳ء، صفحہ ۸۲، ۸۳)

رویت ہلال

رمضان المبارک، عیدین وغیرہ عبادات کا دار و مدار رویت ہلال پر ہے، اس سلسلے میں قدیم عہد میں حکومت اسلامیہ کی طرف سے ڈھنڈورہ یا توپوں کے فائر کے ذریعے اعلان کیا جاتا تھا، جسے فقہاء نے معتبر قرار دیا، انگریزوں کی حکومت اور قیام پاکستان کے ابتدائی ایام میں اس فتویٰ پر عمل رہا کہ غیر اسلامی حکومت کا اعلان معتبر نہیں، چنانچہ علاقے کرام از خود لوگوں سے شرعی شہادت لینے کا اہتمام کرتے اور ان کے فتویٰ پر اعتماد کر کے لوگ روزہ و عید کے احکام چلا لیتے۔ غالباً ۱۹۵۰ء میں پہلی مرتبہ رویت ہلال کمیٹی بنی تو یہ مسئلہ سامنے آیا کہ آیا ریلوے کے ذریعے رویت ہلال کا اعلان معتبر ہے یا نہیں؟ حضرت سید صاحب اور دیگر علماء اسے معتبر نہیں سمجھتے تھے، حضرت سید صاحب قبلہ رویت ہلال کے لئے خاص اہتمام فرماتے اور اگر کسی جگہ چاند نظر آنے کا پتا چلتا تو وہاں سے باقاعدہ شرعی شہادت حاصل کرنے میں انتہائی کوشش و کاوش سے کام لیتے۔ ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:

”ہزارش ہے کہ بروز شنبہ (۱۲) بعد نماز مغرب ۲۹ / ذیقعدہ ۱۳۷۳ھ

کو ذوالحجہ کا چاند دیکھنے کی کوشش بلخ کی مکی لیکن اور وغیرہ کی وجہ سے رویت

نہ ہو سکی۔ آج گرامی نامہ سے معلوم ہوا ہے کہ وہاں چاند نظر آگیا ہے اس

لئے اکتھاس ہے کہ جمعہ سے قبل دو شاہد عدل اگر تشریف لا کر شہادت دے جائیں تو فقیر بھی جمعہ کے دن اعلان کر دے 'شاہدین کا کرایہ آمد و رفت فقیر پیش کر دے گا۔ اس میں تساہل و تقاضا نہ فرمائیں ورنہ پھر جمعہ کے بعد فقیر کو حاضر ہونا پڑے گا' اگر یہاں کسی نے شہادت نہ دی اور مدرسہ کا خرچ بھی ہو گا"۔

(محررہ بروز منگل ۱۱/ اگست ۱۹۵۳ء)

حضرت فقیر اعظم نے گولہاں کو آپ کی خدمت میں بھجوا دیا آپ نے انہیں محدث اعظم حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد صاحب کے ہاں بھجوا دیا اور پھر تمام صورت حال خدا میں تحریر فرمائی:

"یہ ہماری بد قسمتی ہے کہ کسی معاملہ میں چار عالم متفق العقیدہ یک جا نہیں ملتے رویت ہلال کی گڑبگڑ سالہا سال سے ہو رہی ہے 'خلاصہ یہ ہے کہ ہر دو مولوی صاحبان کو لاکھ پور (فیصل آباد) مولانا سردار احمد صاحب کی خدمت میں روانہ کر دیا تھا انہوں نے جو وجوہات بیان کی ہیں وہ آپ کو ہر دو عزیزان سنائیں گے۔ اب میرے لئے بھی بڑی مشکل یہ آگئی ہے کہ سوائے آپ کے ہاں کی شہادتوں کے اور کسی جگہ سے شہادت موصول نہیں ہوئی اس لئے آج ایک جماعت علماء کی بعد نماز ظہر طلب کر کے فیصلہ کریں گے۔۔۔۔۔ جمعہ کی عید ہر جگہ مانی جا رہی ہے تو ایسی صورت میں اگر عید میں موافقت کریں اور قربانی میں احتیاط کریں تو ایک وجہ معلوم ہوتی ہے۔ دس روپیہ حزب الاختلاف نے زور راہ پیش کر دیا ہے اور ع (دس) روپیہ مولانا سردار احمد صاحب نے زور راہ دے دیا

ہے"۔

(تاریخ نادرہ)

اس کے بعد کے خط میں اس سلسلہ میں حقی فیصلہ سے مطلع فرمایا:

"بھیلہ تعالیٰ تمیں چاہیے مقامی علماء و خطباء نے اس فیصلہ سے اتفاق کیا اور تمام شہر میں اعلان کر دیا گیا اور امید کہ ان شاء اللہ عید اضحیٰ پنج شنبہ (جمعرات) کی ہو گی۔ مولانا سردار احمد صاحب نے جو کچھ کہا ہے وہ اپنے احوال کے اعتبار سے فرمایا ہے۔۔۔۔۔ عید اضحیٰ پنج شنبہ (جمعرات) کی ہے"۔

(۶/ ذوالحجہ ۱۳۷۲ھ / ۱۷/ اگست ۱۹۵۳ء)

گمان غالب یہ ہے کہ بعد میں حضرت محدث اعظم علیہ الرحمہ نے بھی اس فیصلہ سے اتفاق کرتے ہوئے جمعرات کو عید کی حقی۔۔۔۔۔ اس سلسلے میں حضرت محدث اعظم کے سوانح نگار مولانا جلال الدین قادری رقم طراز ہیں:

"۱۰/ اگست ۱۹۵۳ء بروز پیر ۲۹/ ذی قعدہ کو بھیر پور ضلع ساہیوال

میں چند حدیث لوگوں اور مدرسہ کے طلباء نے چاند دیکھا ان شہادتوں کی بنا پر حضرت مولانا محمد نور اللہ نعیمی (۱۳۰۳ھ - ۱۹۸۳ء) نے فتویٰ دیا کہ عید ہر جمعرات کو ہو گی، مگر بعض لوگوں نے محض احتیاط اور ریلو کی خبر پر اعتماد کرتے ہوئے جمعہ کو ہی قربانی دی اس صورت حال کو پیش کر کے ان لوگوں کے طرز عمل پر حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ سے استفتاء کیا گیا۔ آپ نے فتویٰ دیا کہ شرعی شہادت کی موجودگی میں بھیر پور میں عید ہر جمعرات کو حقی' مولانا محمد نور اللہ بھیر پوری کا فتویٰ درست تھا' مگر بناء

برحسد جن لوگوں نے مولانا کے فتویٰ پر عمل نہیں کیا وہ گنہگار ہوئے۔ اس فتویٰ کے یہ الفاظ کتنی دل سوزی کا اظہار کرتے ہیں۔۔۔۔۔ "حد بری بلا ہے" حد کی وجہ سے مسائل شرعیہ پر عمل کرنے میں ہرگز تساہل نہ چاہیے۔ اللہ تعالیٰ حد سے محفوظ رکھے۔۔۔۔۔

(محدث اعظم پاکستان، جلد ۱، صفحہ ۹-۸۳۳)

حضرت سید صاحب قبلہ نے ایک مکتوب میں رمضان المبارک کے چاند کی تلاش اور غصص و جستجو کے بارے میں تفصیل لکھ بھیجی :

”مخلص و محبي مولانا مولوی نور اللہ صاحب زید مجددہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ 'مولیٰ تعالیٰ صحت کاملہ و شفاء عاجلہ
مرحمت فرمائے' تھت ہمارا طبیہاں نیاز مند مہار۔۔۔۔۔

بروز دو شبہ اور غلیظ تھا اور شعبان کی لاہور کے حساب سے انیس تاریخ تھی۔ فقیر نے جمعیت چند رفقاء کے مسجد وزیر خاں کے منارہ پر چڑھ کر چاند دیکھنے کی سعی بلبل کی، لیکن نظر نہ آیا، چار دفتہ میں چلا آیا، آدھ گھنٹہ کے بعد جوق در جوق آدمی آنے شروع ہو گئے کہ کل منگل کو روزہ ہو گا یا نہیں؟ فقیر نے جواب دیا کہ ابھی تک رویت یا شہادت شرعی موصول نہیں ہوئی پھر ایک جماعت نے آکر کہا کہ ریڈیو نے اعلان کیا ہے کہ پشاور لکھنؤ وغیرہ میں چاند ہو گیا ہے اور کل روزہ ہے۔ فقیر نے کہا شریعت میں امر و نہی ہمارے دن ایک مسلمان غیر لائق کی شہادت سے چاند کا ثبوت ہو سکتا ہے "لور ریڈیو وغیرہ ٹیلی فون، تار، اخبار، جتڑی وغیرہ انواء بازار شریعت میں معتبر نہیں۔۔۔۔۔ اسی اثاء میں گڑھی شاہو سے مولوی معراج الدین صاحب مشرع سنی صحیح العقیدہ انسان ہیں، نے آکر شہادت دی کہ میں

گوئی دینا ہوں آج اتیس (۲۹) شعبان کو بعد نماز مغرب گڑھی شاہو میں
میں (نے) چاند دیکھا اور کل بروز منگل رمضان کی پہلی تاریخ ہے روزہ ہونا
چاہیے۔۔۔۔۔ نیز ایک عورت نے بھی چاند دیکھا۔ جب ثبوت شرعی ہو
گیا فقیر نے خاص احباب کو بذریعہ تحریر اطلاع دے دی اور اکثر نے بذریعہ
اعلان غم حاصل کیا۔۔۔۔۔ والسلام۔۔۔۔۔

(مجلس ۲۰۰۰)

چونکہ بعیر پور میں ۲۹ / شعبان ۱۳۶۸ھ کی شام کو چاند نظر نہیں آیا تھا اس لئے جب یہ والا نامہ حضرت فقیہ اعظم کو ملا تو آپ نے مولانا ابو الطغر منظور احمد علیہ الرحمہ سابق صدر مدرس جامعہ فریدیہ ساہیوال اور مولانا ابوالاسد محمد ہاشم علی نوری مدظلہ مدرس دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بعیر پور شریف (جو اس وقت آپ کے ہاں زیر تعلیم تھے) کو شہادت لینے کے لئے حضرت سید صاحب کی خدمت میں لاہور بھیجا تو آپ نے درج ذیل بیان تحریر فرمایا:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اما بعد۔۔۔۔۔ مجھے فقیر اور البرکات، میرا احمد غفرلہ ناظم و مفتی دارالعلوم مرکزی انجمن حزب الاحناف پاکستان لاہور کے منائے صوفی معراج الدین اور ایک ان کے ساتھی نے شہادت دی کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آج بروز دوشنبہ بعد نماز مغرب ۲۹ شعبان ۱۴۱۸ھ رمضان مبارک کا چاند دیکھا اور اس روز بروز غبار شدید تھا، بدین وجہ عام رؤیت نہ ہوئی، لیکن دو ثقہ آدمیوں نے جو مسلمان غیر فاسق تھے، شہادت دی، ہاں علیہ فقیر نے اعلان کر دیا کہ کل بروز منگل یکم رمضان ہے۔۔۔۔۔ روزہ رکھنا فرض ہے، اور چونکہ ہمارے نزدیک رمضان شریف کا ثبوت شہادت شرعی یعنی

حدود و عدل کے لحاظ سے کامل رمضانیت ثابت ہے اس لئے بدھ کو تیس روزہ ہوتے ہیں اور پنج شنبہ کی عید یقینی ہے یہی میرا فتویٰ ہے اور یہی شہادت شرعی کا مفاد و مقتضی ہے یہ فتویٰ لکھ کر اور سنا کر مولوی منظور احمد صاحب ولد عبد الرحمن صاحب اور مولوی ہاشم علی ولد رحم الدین کو گواہ کرتا ہوں اور مولوی نور اللہ صاحب مستم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بھیر پور کو روانہ کرتا ہوں۔۔۔۔۔ واللہ علی ما نقول وکیل۔۔۔۔۔

فقیر قادری ابو البرکات سید احمد فطریہ

ناظم مرکزی انجمن حزب الاحناف پاکستان لاہور

(۲۶ / رمضان ۱۴۲۸ھ)

آپ کو ہمیشہ خاص چاندوں کی فکر رہتی ایک گرامی نامہ لکھتے ہیں:

"لاہور میں رویت و شہادت ہونے سے بدھ اور جمعرات کی (درمہائی شب) شب برات ہوئی۔ اذ روئے قواعد شعبان کی یکم چہار شنبہ (بدھ) اور رمضان کی یکم پنج شنبہ (جمعرات) ہے۔ بد قسمتی سے جن چاندوں کا دیکھنا واجب ہے اس میں ہمیشہ گزیر رہتی ہے اللہ رحم فرمائے"۔۔۔۔۔

(معرہ ۲ / جولائی ۱۳۸۸ء)

ان تمام اقتباسات سے عرونی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ سید صاحب قبلہ مساکر شرحہ میں کس باریک بینی اور حزم و احتیاط سے کام لیا کرتے تھے۔۔۔۔۔ ۱۳۷۰ھ / ۵۱-۱۹۵۰ء میں رویت ہلال کے مسئلہ کو حل کرنے کے لئے سیدی فقیہ اعظم نے ایک تحقیقی فتویٰ تحریر کیا جو "افادۃ النشر اوکد الامر" کے ہدیجی نام سے رسالہ کی صورت اختیار کر گیا۔ آپ نے اسے حضرت سید صاحب قبلہ کی خدمت

میں بھجوا دیا آپ نے یہ فتویٰ اعلیٰ حضرت کے خلیفہ اور تلمیذ خاص ملک العلماء حضرت مولانا ظفر الدین بھاری کی خدمت میں روانہ کیا چنانچہ ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:

"آپ کا فتویٰ تو جملہ مولانا ظفر الدین صاحب کو بہار روانہ کر دیا گیا تھا وہ ان کو بھی نہیں ملا اور واپس بھی نہیں آیا اب میرے پاس اس کی نقل بھی نہیں۔۔۔۔۔ اگر آپ دوبارہ مرتب کر کے بھیج دیں تو اس کو شائع کر دیا جائے اور دیگر علمائے پاکستان سے بذریعہ اخبار استمواب رائے بھی کر لیا جائے"۔۔۔۔۔

(بارخ درج نہیں ہے)

حضرت فقیہ اعظم نے فتویٰ بھجوا دیا جسے آپ نے ہفت روزہ رضوان لاہور میں "فتویٰ دوبارہ رویت ہلال" کے عنوان سے شائع کرایا۔ اہماء میں خود سید صاحب قبلہ نے ایک تفصیلی نوٹ تحریر فرمایا اور پاک و ہند کے مرکزی علمی مقامات اور جلیل القدر علمی صاحبان کے اہماء گرامی درج کر کے انہیں دعوت غور و فکر دی۔۔۔۔۔ یہ نوٹ جائے خود ایک علمی یادگار اور حضرت فقیہ اعظم پر آپ کے اعتماد کا آئینہ دار ہے۔۔۔۔۔ سید صاحب قبلہ کے اس نوٹ سے قبل مدیر رضوان علامہ سید محمود احمد رضوی نے توضیحی نوٹ میں لکھا:

"یہ نوٹ حضرت قبلہ سیدی مولانا ابو البرکات صاحب مدظلہ العالی نے مضمون ذیل کے لئے تحریر فرمایا ہے۔ اس کی اہمیت کے پیش نظر اسے مضمون سے نکل درج کیا جاتا ہے۔ علماء کرام توجہ فرمائیں"

اس کے بعد حضرت سید صاحب قبلہ نے ارقام فرمایا:

"یہ فتویٰ حضرت فاضل جلیل عالم نیل مولانا ابو الخیر محمد نور اللہ بھی فاضل حزب الاحناف و مستم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بھیر پور پاک

پنجاب نے عرض استعصاف کرانے علماے اہل سنت بدریہ رضوان شائع فرمایا ہے 'ناظرین کرام سے التجا ہے کہ جن علماے کرام کے پاس رضوان نہیں پہنچا ان کی خدمت میں یہ فتویٰ پیش کیا جاوے اور ان کو بنظر تعمق ملاحظہ فرما کر کتب معتدہ فقہ سے تائید فرمائیں یا رد فرمائیں اور صواب و خطا پر دلائل ارقام فرمائیں۔ اہل علم و صاحب کلم حضرات کے مضامین رضوان میں شائع کیے جائیں گے۔ اور جب تک علماے اہل سنت کا اس مسئلہ میں اتفاق نہ ہو گا اس پر عمل نہ کیا جائے گا۔ علماے کرام سے گزارش ہے کہ وہ اس مسئلہ میں کافی روشنی ڈالیں۔ اگر کسی ایک جگہ روایت ہلال طریق معتبرہ جہت ہو جائے تو ہلال کثلی کا بدریہ ریلوے اعلان تمام پاکستان و ہندوستان و ایران و توران و افغانستان و بلوچستان غرضیکہ تمام وہ شر و قری جہاں جہاں اس وقت میں ہلال کثلی کے اعلان کو بدریہ ریلوے سٹین تو اس اعلان پر مشرق و مغرب و جنوب و شمال کے باشندوں کو عمل کرنا یعنی عید الفطر، عید الاضحیٰ اور قیام رمضان ادا کرنا جائز ہو گا یا نہیں؟ اور ان تصریحات کے باوجود عدم جواز پر کون سی دلیل ہے۔ یہ تو جزوہ۔۔۔۔۔

تمام اہل السنۃ بالعموم اور حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی و حضرت مولانا الحاج مراد احمد صاحب لاکل پوری و حضرت مفتی اعظم ہند مولانا الحاج مفتی مصطفیٰ رضا خان بریلوی و مولانا الحاج ملک العلماء مفتی محمد ظفر الدین صاحب بھاری و حضرت مولانا الحاج مفتی احمد سعید شاہ صاحب لمٹانی و علماے بدایون و علماء رام پور و حضرت مولانا الحاج مفتی محمد مظفر اللہ صاحب امام مسجد فتح پوری و حضرت مولانا الحاج مفتی محمد اجمل شاہ صاحب سنبھلی وغیرہم بالخصوص توجہ مبذول فرما کر اہل سنت کی عقدہ کشائی

فرمائیں۔۔۔۔۔ ابو البرکات سید احمد غفرلہ۔۔۔۔۔

(ہفت روزہ رضوان، جلد ۳، شمارہ ۱۲، ۲۸/ مارچ ۱۹۵۳ء، صفحہ ۵)

حوالہ مقالہ رویت ہلال۔۔۔ ایک جائزہ از پروفیسر خلیل احمد نوری)

حضرت سید صاحب قبلہ کے اس نوٹ سے سیدی فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کے فتویٰ کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔۔۔۔۔ مزید برآں رضوان کے دستیاب قائلوں میں اس فتویٰ کے جواب میں کوئی تردیدی تحریر نہیں ملتی۔۔۔۔۔

(رویت ہلال۔۔۔ ایک جائزہ از پروفیسر خلیل احمد نوری)

یوں تو رویت ہلال کے سلسلہ میں تقریباً ہمیشہ بد مزگی رہی، مگر ۱۹۶۶ء میں عید الفطر کے موقع پر بہت زیادہ گزب پیدا ہوئی تو رویت ہلال کے حوالے سے حضرت فقیہ اعظم کے فتویٰ کی افادیت کھل کر سامنے آئی، چنانچہ سید صاحب قبلہ نے آپ کی طرف رجوع فرمایا اور تمام پس منظر بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

"ضرورت یہ پیش آئی کہ اس دفعہ عید الفطر میں تمام پاکستان میں شدید اختلاف و انتشار رہا اور ریلوے کے اعلان اول سے سب کو یقین تھا کہ ہجر کو (عید) ہو گی۔ دوبارہ اعلان اتوار کا ہوا، اس اعلان سے عوام (میں) بدظنی پیدا ہو گئی اور حکومت کی بدظنی پر محمول کیا گیا۔ میں نے بدیں وجہ کہ مجرد اعلان مشتبه ہے، ذی سی سے معلوم کیا، انہوں نے کہا کہ وزیر داخلہ سے دریافت کیا جائے۔ وزیر داخلہ نے ہلال کثلی کا حوالہ دیا، ہلال کثلی میں فیض احمد فیضی جو سنی ہیں اور بھی کئی سنی ممبر ہیں، ان سے دریافت کیا، انہوں نے ٹیلی فون میں بتایا کہ یہاں ائمہ شیعہ ہیں گزر چکی ہیں، ان شیعہوں کے حاصل کرنے میں دیر ہو گئی۔ طریق معتبر سے شیعہوں کے بعد حکم صدر مملکت عام اعلان کیا ہے۔ اتوار کو یعنی عید ہے۔۔۔۔۔"

آپ نے جن فتاویٰ کے حوالے دیے ہیں ان میں میرے پاس ایک بھی موجود نہیں اور اسی مقصد کے لئے علماء کو مدعو کیا ہے کہ فیصلہ کریں کہ آئندہ عید اٹنی مرہ ہے یا پھر یہی مصیبت نظر آتی ہے۔ صدر مملکت کے حکم سے بعد ثبوت رویت ہلال جو اعلان کیا جائے جب کہ نطن غالب ہو کہ یہ شہادت شرعیہ کے بعد اعلان ہو رہا ہے۔ ملک میں جہاں جہاں اعلان سنا جائے اس پر عمل کیا جائے یا نہیں؟ اس کے متعلق حوالہ جات و جزئیات تھمبہ کی ضرورت ہے۔ اگر اس کے متعلق کچھ لکھ بھیجیں تو اشد ضرورت ہے۔

(۹ / فروری ۱۹۶۶ء)

حضرت فقیہ اعظم نے قیصل حکم کرتے ہوئے اپنے تلیذ مولانا محمد منشا تاش قصوری صاحب زید مجدد (مرید کے) کے ذریعے حوالہ جات بھجوائے تو جواب آپ نے تحریر فرمایا:

”والا نامہ یحییٰ انتھار دستی مولانا محمد غطاء صاحب سلمہ موصول ہوا۔ پیشک میں جا رہا ہوں جو کچھ ہو گا اور جو مقامی حضرات سے متوقع ہے۔ غائب ہے۔ کو جو والو سے مولانا محمد صادق صاحب نے وہی پرانا جواب دیا ہے جو کاکا خیل صاحب کے ہم نوا ہے۔ باقی دیدہ باید۔ جناب والا اس غرض سے فی الحال زحمت سزا گوارا نہ فرمائیں جو کچھ ہو گا نتیجہ سے آگاہ کر دیا جائے گا۔“

(۱۳ / فروری ۱۹۶۶ء)

اس پیشک کا نتیجہ تو پتا نہیں کیا نکلا لیکن رفتہ رفتہ علماء کرام کے موقف میں وہ پہلی شدت نہ رہی بلکہ آخر وہ وقت بھی آیا کہ حضرت سید صاحب قبلہ کے چاشمین

مدیر رضوان شادخ عذاری علامہ سید محمود احمد رضوی مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین مقرر ہوئے اور اب کئی سالوں سے تمام مکاتب فکر کے علماء (الا ماشاء اللہ) عملاً اس موقف کے قائل ہیں جس کی طرف حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ نے ۱۳۷۰ھ / ۱۹۵۰ء میں رہنمائی فرمائی تھی۔

القاب اور دعائیہ کلمات میں تنوع

آخر میں مکاتیب سید صاحب قبلہ کے ایک نہایت اہم پہلو کی جانب توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ آپ اپنے خطاب اور مکتوب الیہ کو مختلف اور متنوع القاب سے یاد فرماتے۔ یہ پہلو آپ کی علمیت، علوم و فنون میں مہارت اور عربی ادب پر کامل دسترس پر دلالت کرتا ہے۔ مکاتیب ابوالکلام کا بڑا شہرہ ہے مگر ”غبارِ خاطر“ میں صرف صدیق مکرم کے لقب پر اقتصار کیا گیا ہے جب کہ سید صاحب قبلہ کے ہاں القاب میں تنوع ہے۔ سائنس کی اور روحانی ہے۔ پیش نظر پہچین مکاتیب میں دو تہائی مکاتیب کے القاب میں تنوع ہے اگرچہ بعض خطوں کے القاب میں قدرے یکسانیت دکھائی دیتی ہے لیکن ان میں دعائیہ کلمات کے اندر تنوع نظر آئے گا۔

تاریخ کے ذوق طبع اور افادیت عامہ کے پیش نظر متنوع القاب کی غرست خوش خدمت ہے:

۱۔ مخلصی و محبی فی اللہ مولانا مولوی محمد نور اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ
(موصولہ ۱۷ / نومبر ۱۹۳۵ء)

۲۔ مخلصی و محبی مولانا محمد نور اللہ صاحب زید مجدد و عزم و علم و شوق الی اللہ
(موصولہ ۲۵ / نومبر ۱۹۳۷ء)

- ۳ مخلصی و محبی مولانا مولوی محمد نور اللہ صاحب دتر اللہ تعالیٰ صدر کم
(موسومہ ۲ / جولائی ۱۹۳۸ء)
- ۴ مخلصی و محبی مولانا الفضل اولانا مولوی محمد نور اللہ صاحب
نور اللہ قلبہ بالیقین
(محررہ ۸ / مارچ ۱۹۵۱ء)
- ۵ حامی سنن مائی فتن مولانا مولوی محمد نور اللہ صاحب
نور اللہ قلوب المؤمنین بانور علوم
(محررہ ۶ / اپریل ۱۹۵۲ء)
- ۶ محترم ذوالجہد و اکرم فاضل جلیل مولانا مولوی محمد نور اللہ صاحب نور اللہ
قلوب المؤمنین بانور علم
(۱۱ / جنوری ۱۹۵۲ء)
- ۷ محترمی و کرمی حضرت مولانا مولوی نور اللہ صاحب انار اللہ نورہ قلوب
المؤمنین
(تاریخ درج نہیں ہے)
- ۸ مولانا الحکرم ذوالجہد و اکرم و امت برکات جم الخالیہ
(محررہ ۱۱ / اگست ۱۹۵۳ء)
- ۹ مولانا الحکرم ذوالجہد و اکرم اکرم اللہ تعالیٰ
(۶ / ذی الحجہ ۱۳۷۲ھ / ۱۷ / اگست ۱۹۵۳ء)
- ۱۰ حامی سنن مائی فتن مولانا مولوی صوفی نور اللہ صاحب و امت لہ حکم
(موسومہ ۱۳ / مارچ ۱۹۵۵ء)

- ۱۱ مولانا المعظم الفقیر الاعظم مولانا مفتی محمد نور اللہ صاحب زید مجدد
(موسومہ مکی ۱۹۵۶ء)
- ۱۲ مخلصی و محبی ناصر دین کاسر شر مفیدین مولانا مولوی محمد نور اللہ زید مجدد
(۹ / محرم ۱۳۷۵ھ)
- ۱۳ عمدۃ الاخلاء زید الاحیاء مخلصی و محبی مولانا مولوی محمد نور اللہ صاحب
زید مجدد
(محررہ ۱۱ / ستمبر ۱۹۵۷ء)
- ۱۴ حضرت والدار کت حامی سنت مائی بدعت فیض درجہ مولانا الحاج
شیخ الحدیث والتفسیر واللہ مفتی ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب زید مجدد
(تاریخ درج نہیں ہے)
- ۱۵ حامی سنن مائی فتن مولانا مولوی ابوالخیر محمد نور اللہ ضعیفی قادری
اشرفی سلمہ ربہ العلی القوی
(۲۳ / جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ)
- ۱۶ (لغافہ پر) بحرانی خدمت مولانا الحق مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ
صاحب زید مجدد
(۱۶ / دسمبر ۱۹۵۷ء)
- ۱۷ بحالی خدمت فقیہ زمانہ محدث دوراں مولانا مولوی علامہ ابوالخیر
محمد نور اللہ ضعیفی صاحب
(۲۳ / دسمبر ۱۹۵۷ء)
- ۱۸ محترم ذوالجہد و اکرم مولانا الفضل و العلم و العمل اولانا ابوالخیر

محمد نور اللہ صاحب ^{رحمۃ اللہ علیہ} الحديث والتفسير والفقه وجمعہ وایاتی دارالعلوم
حنفیہ فریدیہ ایمر پور

(۱۱ / ستمبر ۱۹۵۷ء)۔۔۔۔۔ (دستی لکائی)

۱۵ حامی سنن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رحمۃ اللہ علیہا

و بالفضل نورانی مفتی ابوالخیر محمد نور اللہ قادری نعیمی اشرفی

صالح السويدي القوي

(۲۸/ جمادی الاولیٰ ۷۷۳ھ، ۱۷۵۷ء)

۲۰ فیاض علی جلیس عالم نبیل مولانا دکنر منہ مولوی ابو الخیر محمد نور اللہ

صاحب نور اللہ مظاہر و وبالہ نور جمال حبیب علی اللہ تعالیٰ

عظیم و آلہ و پارک و علم

(شب ۱۰ / رمضان المبارک ۱۳۷۶ھ / ۱۹۵۷ء)

۲۱ مختص و محبی مولانا و الفضل مولانا مولوی محمد نور اللہ صاحب

وَرَأَى اللَّهَ قَلْبَهُ بِالْإِيمَانِ

(تاریخ ورج نہیں ہے)

۲۲ محترم المقام مخلصی و سحر می حامی السنن حاجی القن مولانا مولوی محمد نور اللہ

صاحب انار اللہ پاتوار فیضانہ المسلمین آمین

(نہج غلامی)

۲۳ مخلصى و محبى مولانا و بافضل و الجهد اولانا مخلصى ابو الخير محمد نور الله نعيمى اشرفى

لا زالت شمس ليضاه طالع

(#190A)

۲۳ عمدة الاخلاء فريدة الاحياء عالم يلجس فاضل لوزجي مولانا الحاج مفتي ابو الخير

محمد نور اللہ صاحب نور اللہ قلوب الخلاق عبور شمس علو معکم

(۱۲) رمضان المبارک ۷۷۷ھ (۱۳۷۶ھ)

٢٥ عمدة الأخلاء زبدة الاحياء فقيه النفس مولانا الحاج مولوى ملحق بمو الخير

محمد نور اللہ صاحب شیخ الحدیث والخصیر (الغافہ پرچہ)

(21722)

فاضل جمیل عالم جمیل حامی مشن حامی فتن مولانا مولوی محمد نور اللہ

صاحب صانع الرحمن عن نواب الرحمن

(تاریخ ہندو)

۲۷ فاضل جلیل عالم نبیل مولانا المحترم ذوالحجہ والکرم علامہ ابو الخیر محمد نور اللہ

صاحب نجیب قادری اشرفی زید مجدد السامی

(تدریج و رج نہیں ہے)

۲۸ عمدة الاخلاء زبدة الاحياء محترمی و سكری مولانا مولوی محمد نور اللہ صاحب

وَرِثَةُ قُلُوبِ الْمُسْلِمِينَ مَوْرَثَاتُكُمْ

(جاءت)

۲۹ محترم ذوالحجہ والاکرم حضرت مولانا مولوی نور اللہ صاحب زیدت مبارک

(195A-51/10)

۳۰ محترم ذوالحجہ والکریم حضرت مولانا ابو الخیر محمد نور اللہ صاحب زید رحمہ

(جنوری ۱۹۵۹ء)

۳۱ محترم مولانا المکرم مفتی اعظم مولوی ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب

زید محمد (لقاب: پرچہ)

(۴/ جنوری ۱۹۵۹ء)

۳۲ محمدۃ الاعلاء زبدۃ الاحیاء مولانا الحاج شیخ الحدیث مفتی محمد نور اللہ صاحب
لازالۃ شمس فیضانہ بازغہ

(۲/ اپریل ۱۹۶۲ء)

۳۳ فاضل جلیل عالم نبیل فقیہ العصر مولانا الحاج شیخ الحدیث مولانا نور اللہ
صاحب نور اللہ مرد

(محرم ۹/ شعبان المعظم ۱۴۸۳ھ ۲۶ دسمبر ۱۹۶۳ء)

۳۴ مولانا مولانا سلام علی مولانا الحاج محمد نور اللہ صاحب دامت برکاتہم

(۳۰/ اپریل ۱۹۶۳ء)

۳۵ مولانا المحترم ذوالحجہ والکرم مفتی اعظم زید محمد

(۲۸/ اگست ۱۹۶۳ء)

۳۶ حامی سنن مابقی فتن مولانا مولوی مفتی محمد نور اللہ نعیمی قادری اشرفی
سلطۃ العلی القوی

(تاریخ ندارد)

۳۷ بحری خدمت فیض درجت فاضل جلیل عالم نبیل مولانا الحاج مفتی

ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب انار اللہ بانوار علومہ قلوب المستحیرین

(۳/ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۸۶ھ)

۳۸ فاضل جلیل عالم نبیل مولانا الحاج مفتی ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب
مدظلہ و ہم فقیہ

(۲۴/ اکتوبر ۱۹۶۶ء)

۳۸ عالم یلمعی فاضل لوزی مولانا ذوالحجہ والکرم علامہ ابوالخیر محمد نور اللہ
صاحب زیدت مکارم

(تاریخ درج نہیں ہے)

۳۹ فاضل جلیل عالم نبیل مولانا الحاج مفتی محمد نور اللہ صاحب
دامت برکاتہم و برکاتہم

(۱۰/ رجب المرجب ۱۴۸۲ھ)

۴۰ محترمی و مکرمی مولانا مولوی ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب نور اللہ المسترشدین
نور علمہ و علم

(تاریخ درج نہیں ہے)

القاب اور دعائیہ کلمات کی طرح سلام و پیام میں بھی شروع ہے مثلاً:

۱ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۲۲/ فروری ۱۹۶۰ء)

۲ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱۱/ ستمبر ۱۹۵۷ء)

۳ وعلیکم السلام ثم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۲۰/ رجب المرجب ۱۳۸۶ھ)

۴ ہدیہ سلام مستون معروض

(۲۲/ جون ۱۹۵۹ء)

۵ السلام علیکم وعلی من لدکم

(۳/ ذی الحجۃ المبارک ۱۳۸۶ھ)

۶ سلام مستون نیاز مشون

(۲۷/ اکتوبر ۱۹۳۸ء)

تاریخین گرامی قدر ابن القاب اور دعائیہ کلمات کے شروع سے جہاں سید صاحب

قبلہ کی قادر الکلامی کا پتہ چلتا ہے وہیں ان کی نظر میں ان کے تلیذ رشید حضرت فقیہ

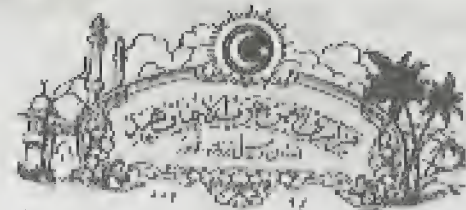
اعظم نور اللہ مرقہ کے مقام و مرتبہ کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ واضح رہے کہ سید

از خود می نویسد که در این روزگار و در این دنیا

[illegible]

مختصر یہ کہ سید صاحب قبلہ علم و عمل کے کوہ و قار۔۔۔ دنیائے اہل سنت کے گوہر آب دار۔۔۔ چشتیان رضویت و اشرفیت کی بھلا۔۔۔۔۔ خدامِ دین احمد علیؑ اور مقتدائے غلامانِ سید اللہ ار تھے۔۔۔ بلاشبہ آپ کا وجود باوجود نعمت الہیہ اور فیضانِ مصطفویہ کا امین تھا۔۔۔۔۔ راہ نور دان علم و معرفت کے لئے آپ کی ذات گرامی یزید، نور کی حیثیت رکھتی ہے ۔

ان کا سایہ اک چلی ان کا نقش پا چراغ
وہ چدر گزرے اوھر ہی روشنی ہوتی مکی



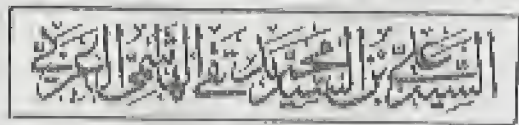
بسم الله الرحمن الرحیم
الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سیدنا محمد وعلیٰ آله الطیبین الطاهرین
وعلیٰ اجمعین

والتسبیح
الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سیدنا محمد وعلیٰ آله الطیبین الطاهرین
وعلیٰ اجمعین

بسم الله الرحمن الرحیم
الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سیدنا محمد وعلیٰ آله الطیبین الطاهرین
وعلیٰ اجمعین

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سیدنا محمد وعلیٰ آله الطیبین الطاهرین
وعلیٰ اجمعین



بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سیدنا محمد وعلیٰ آله الطیبین الطاهرین
وعلیٰ اجمعین



بسم الله الرحمن الرحیم

بسم الله الرحمن الرحیم

بسم الله الرحمن الرحیم

بسم الله الرحمن الرحیم
الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سیدنا محمد وعلیٰ آله الطیبین الطاهرین
وعلیٰ اجمعین

بسم الله الرحمن الرحیم

جانشین فقیہ اعظم حضرت صاحبزادہ مفتی محمد محبت اللہ نوری کی ایمان افروز تصانیف

- ۱ گستاخ رسول کا شرعی حکم
- ۲ رحمۃ اللعالمین ﷺ کا پیغام امن
- ۳ افضلیت مدظلی علیہ الخیر والشراء عقل و نقل کے پیمانے میں
- ۴ ظہور نور
- ۵ میلاد النبی صاحب میلاد کی کرم فوازیں
- ۶ افضلیت مدینہ منورہ
- ۷ اسلام اور تصوف
- ۸ فتاویٰ نوریدہ (ترتیب و تہویب)
- ۹ میلاد النبی ﷺ (ترتیب و تدوین)
- ۱۰ قرع مبارکہ (خال نامہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اردو ترجمہ
- ۱۱ بھارت الخیرات (اردو ترجمہ)
- ۱۲ مخزن صدق و صفا --- سیدہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۱۳ باب مذہبنا العلم --- مرتضیٰ مشکل کشا مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ
- ۱۴ وردفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر (غوث انورؒ کی حیثیت منظر مصطفیٰ)
- ۱۵ سلطان السند خواجہ خواجگان معین الدین چشتی اجمیری
- ۱۶ وقت کی قدر کیجئے
- ۱۷ فقیہ اعظم --- بیکر شفقت
- ۱۸ چند روز مصر میں
- ۱۹ سفر محبت (قطر وار)
- ۲۰ حضرت فقیہ اعظم کے استاذ مکرم مفتی اعظم سید ابوالبرکات اپنے مکاتیب کے آئینے میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضرت امام ربانی، قیم دورانی، قطب زمانی، شیخ احمد قاری سرہندی،
مجدد الف ثانی قدس سرہ السجانی کے عقائد و فرائین حقانی

مُسنَن ہدایہ تاریخی

چالیس (۴۰)

ارشادات امام ربانی

۱۳۵۶ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

① نجات آخرت کا حاصل ہونا صرف اسی پر موقوف ہے کہ تمام افعال و اقوال و اصول و فروع میں اہلسنت و جماعت کا تہمد اللہ تعالیٰ کا اتباع کیا جائے اور صرف یہی ایک فرقہ جلتی ہے۔ اہلسنت و جماعت کے سوا جس قدر فرقے ہیں سب جہنمی ہیں۔ آج اس بات کو کوئی جانے یا نہ جانے کل قیامت کے دن ہر ایک شخص اس بات کو جان لیگا مگر اس وقت

کا جاننا کچھ نفع نہ دیگا۔ [مکتوب ۶۹ جلد اول مطبوعہ نو کشتور رکھنہ ۸۶]

② محض زبان سے کلمہ شہادت پڑھ لینا مسلمان ہونے کے لئے ہرگز کافی نہیں۔ تمام ضروریات دین کو سچا ماننے اور کفر و کفار کے ساتھ نفرت و بیزاری رکھنے سے آدمی مسلمان ہوگا۔ [مکتوب ۶۹ جلد اول ص ۳۲۳]

③ جو شخص تمام ضروریات دین پر ایمان رکھنے کا دعویٰ کرے۔ لیکن کفر و کفار کے ساتھ نفرت و بیزاری نہ رکھے وہ درحقیقت مرتد ہے۔ اس کا حکم منافق کا حکم ہے۔ [مکتوب ۶۹ جلد اول ص ۳۲۵]

④ جب تک خدا اور رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُهُ

الصَّلَاةُ وَالسَّامِعُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
وَعَلَىٰ آلِكَ وَاصْحَابِكَ يَا حَبِيبَ اللَّهِ

کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی نہ رکھی جائے اس وقت تک خدا و رسول کے ساتھ محبت نہیں ہو سکتی۔ جل جلالہ و صل اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہیں پر یہ کہنا ٹھیک ہے ع تو لی بے تبری نیست ممکن

مکتوب ۲۶۹ جلد اول ص ۳۲۵

۵) میری نظر میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے دشمنوں کے ساتھ نفرت و عداوت رکھنے کے برابر اس کو راضی کرنے والا کوئی عمل نہیں۔

مکتوب ۲۶۹ جلد اول ص ۳۲۶

۶) جو علم غیب اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے اس پر وہ اپنے خاص رسولوں کو مطلع فرما دیتا ہے۔

مکتوب ۳۱۱ جلد اول ص ۲۴۹

۷) حدیث قدسی میں ہے کہ حضور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے عرض کی۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ كَمَا اَنَا وَمَا سِوَاكَ تَوَكَّلْتُ لِاَجَلِكَ یعنی اے اللہ تو ہی ہے اور میں نہیں ہوں اور تیرے سوا جو کچھ ہے سب کو میں نے تیرے لیے چھوڑ دیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا يَا مُحَمَّدُ اَنَا وَاَنْتَ وَمَا سِوَاكَ خَلَقْتُ لِاَجَلِكَ یعنی اے محبوب میں ہوں اور تو ہے اور تیرے سوا جو کچھ ہے سب کو میں نے تیرے ہی

لئے پیدا کیا۔

مکتوب ۵ جلد دوم ص ۱۸

۸) اللہ تعالیٰ عزوجل نے اپنے محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ارشاد فرمایا۔ تَوَلَّاكَ لَمَّا خَلَقْتَ الْاَفْلَاكَ تَوَلَّاكَ لَمَّا اَظْهَرْتَ الْوُجُوْهَ یعنی اے محبوب اگر تم کو پیدا کرنا منظور نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔ اگر تمہارا پیدا کرنا مجھے مقصود نہ ہوتا۔ تو میں پیار بھونا بھی ظاہر نہ کرتا۔

مکتوب ۱۲۲ جلد سوم ص ۲۳۲

۹) تمام امتی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خادم اور مملوک و غلام ہیں۔

مکتوب ۶۲ جلد سوم ص ۱۴۹

۱۰) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خلقت کسی بشر کی خلقت کی طرح نہیں بلکہ عالم ممکنات کی کوئی چیز بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں رکھتی۔ کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ جل جلالہ نے اپنے نور سے پیدا فرمایا ہے۔

مکتوب ۱۱۱ جلد سوم ص ۱۸۴

۱۱) عالم امکان کو جو تحت الثریٰ سے عرش ملک کی جلد موجود اور کائنات کا محیط ہے جس قدر بھی وقت نظر کے ساتھ دیکھا جاتا ہے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وجود پاک اس کے اندر نظر نہیں آتا ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس بزم امکان سے بالاتر ہیں۔ اکیسے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔

مکتوب ۲۲۱ جلد سوم صفحہ ۱۸۵

۱۲) مجھے اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ اس لئے محبت ہے کہ وہ محمد مصطفیٰ کا رب ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

مکتوب ۲۲۱ جلد سوم صفحہ ۷۲۴

۱۳) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کرام کے ساتھ محبت کا فرض ہونا نص قطعی سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت الی الحق و تبلیغ اسلام کی اجرت اُمت پر ہی قرار دی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت داروں کے ساتھ محبت کی جائے۔ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ

مکتوب ۲۲۱ جلد اول صفحہ ۳۲۶

۱۴) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تمام صحابہ کرام رضی

اللہ تعالیٰ عنہم کو نیکی کے ساتھ یاد کرنا چاہیے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے اُن کے ساتھ محبت رکھنی چاہیے۔ اُن کے ساتھ محبت حضور ہی کے ساتھ محبت ہے۔ اُن کے ساتھ عداوت حضور ہی کے ساتھ عداوت ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

مکتوب ۲۲۱ جلد اول صفحہ ۳۲۶

۱۵) تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سب سے افضل و اعلیٰ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں پھر ان کے بعد سب سے افضل سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ ان دونوں پر اجماع اُمت ہے اور چاروں ائمہ مجتہدین امام عظیمہ ابوحنیفہ و امام شافعی و امام مالک و امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اکثر علمائے اہل سنت کا یہی مذہب ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد تمام صحابہ میں سب سے افضل سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ پھر اُن کے بعد تمام اُمت میں سب سے افضل سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ میں۔

مکتوب ۲۲۱ جلد اول صفحہ ۳۳۴

۱۶) حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے ساتھ حضرت اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و سیدنا طلحہ و سیدنا زبیر و سیدنا معاذ و سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی لڑائیاں ہوئیں۔ اُن سب میں

مولانا علی کرم اللہ تعالیٰ و جہتی پر تھے۔ اور یہ حضرات خطا پر۔ لیکن وہ خطا عنادی نہ تھی بلکہ خطائے اجتہادی تھی۔ مجتہد کو اس کی خطائے اجتہادی پر بھی ایک ثواب ملتا ہے۔ ہم کو تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ محبت رکھنے ان سب کی تقسیم کرنے کا حکم ہے۔ جو کسی صحابی کے ساتھ بغض و عداوت رکھے وہ بد مذہب ہے۔

مکتوب ۲۶۹ جلد اول ص ۲۳۷

جو لوگ کلمہ پڑھتے اور اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ لیکن صحابہ کرم رضی اللہ عنہم کے ساتھ دشمنی رکھتے ہیں اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ان کو کافر کہا ہے۔ لَيَقْبِضَنَّ بِهِمُ الْكُفَّارُ

مکتوب ۵۵ جلد اول ص ۱۷

انبیاء و اولیاء کی پاک روحوں کو عرش سے فرش تک ہر جگہ برابر کی نسبت ہوتی ہے۔ کوئی چیز ان سے نزدیک و دور نہیں۔

مکتوب ۲۸۹ جلد اول ص ۳۰

اکمل اولیاء اللہ کو اللہ تبارک و تعالیٰ یہ قدرت عطا فرماتا ہے کہ وہ بیک وقت متعدد مقامات پر تشریف فرما ہوتے ہیں۔

مکتوب ۵۵ جلد دوم ص ۱۵۱

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت کے اولیائے کرام کا طواف کرنے کے لئے کعبہ معظمہ حاضر ہوتا اور ان سے برکتیں حاصل کرتا ہے۔

مکتوب ۲۰۹ جلد اول ص ۲۱۱

عارف ایسے مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے کہ عرض ہو یا جو ہر آفاق ہوں انفس تمام مخلوقات اور موجودات کے ذروں میں سے ہر ایک ذرہ اس کے لئے غیب الغیب کا دروازہ ہو جاتا ہے۔ اور ہر ایک ذرہ بارگاہ الہی کی طرف اُس کے لئے ایک سڑک بن جاتا ہے۔

مکتوب ۱۱ جلد سوم ص ۲۱

حضور پر نور سیدنا غوث اعظم حجتی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ قدرت عطا فرمائی ہے کہ جو قضا لوح محفوظ میں شکل مہر مکتبی ہوئی ہو۔ اور اس کی تعلیق صرف علم خداوندی میں ہو۔ ایسی قضا میں بھی باذن اللہ تصرف فرما سکتے ہیں۔

مکتوب ۱۹۶ جلد اول ص ۲۲

حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ مبارک سے قیامت تک جتنے اولیاء ابدال۔ اقطاب اقطاد نقباء۔ نجباء غوث یا مجدد ہوں گے۔ سب فیضان ولایت و برکات طریقت حاصل

کرنے میں حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محتاج ہوں گے۔ بغیر ان کے واسطے اور وسیلے کے قیامت تک کوئی شخص ولی نہیں ہو سکتا۔

مکتوب ۱۲۳ جلد سوم ص ۲۴۸

(۲۳) مجدد الف ثانی بھی حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نائب ہے۔ جس طرح سورج کا پرتو پڑنے سے چاند منور ہوتا ہے۔ اسی طرح مجدد الف ثانی پر بھی تمام فیوض و برکات حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ سے فائز ہو رہے ہیں۔

مکتوب ۱۲۳ جلد سوم ص ۲۴۸

(۲۵) انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے (بدل و خلاق) و عرش و کرسی و لوح محفوظ و جنت و دوزخ و ملائکہ و مرسلین سابقین و اہم سابقہ و قیامت و نفع صور و حساب و کتاب و میزان و حوض کوثر و غیرہ حوادث گذشتہ و قائلع آئندہ کی جو خبریں دی ہیں ان میں تاویلیں کر کے ان کو اپنی عقل کے مطابق کر لینا شان نبوت کا انکار ہے۔

مکتوب ۲۹۹ جلد اول ص ۳۲۳

(۲۶) مقلد کو یہ جائز نہیں کہ اپنے امام کی رائے کے خلاف قرآن عظیم و حدیث شریف سے احکام شرعیہ خود نکال کر ان پر عمل کرنے لگے۔ مقلدوں کے لئے یہی ضروری ہے کہ جس امام کی تقلید کر رہے ہیں۔

اسی کے مذہب کا مفتی بہ قول معلوم کر کے اُسی پر عمل کریں۔

مکتوب ۲۸۹ جلد اول ص ۳۶۵

(۲۷) جس قدر مسائل میں علمائے کرام اہل سنت و صوفیائے عظام اہل طریقت کے درمیان اختلاف ہے۔ جب بغور دیکھا جاتا ہے۔ تو ان تمام مسئلوں میں علمائے کرام ہی کی طرف حق نظر آتا ہے۔

مکتوب ۲۹۹ جلد اول ص ۳۲۵

(۲۸) جو شخص حرام فعل کو (جس کی حرمت ضروریات دین سے ہو) اچھا سمجھے وہ مسلمان نہیں رہتا۔ بلکہ مرتد ہو جاتا ہے۔

مکتوب ۲۹۹ جلد اول ص ۳۲۵

(۲۹) کفار و منافقین پر جہاد اور سختی کرنا ضروریات دین سے ہے۔ کافروں منافقوں کی جس قدر عزت کی جائے گی اسی قدر اسلام کی ذلت ہوگی۔

مکتوب ۱۹۳ جلد اول ص ۱۹۳

(۳۰) مسلمان کہلانے والے بد مذہب کی صحبت کھٹے ہوئے کافر کی

صحبت سے زیادہ نقصان پہنچاتی ہے۔ [مکتوب ۵۴ جلد اول ص ۷۱]

(۳۱) اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جو خلق عظیم کے ساتھ موصوف ہیں۔ کافروں اور منافقوں پر جہاد کرنے اور سختی فرمانے کا حکم دیا۔ **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ** تو ثابت ہوا کہ کفار اور منافقین پر سختی کرنا بھی خلق عظیم ہے۔

[مکتوب ۱۶۳ جلد اول ص ۱۶۵]

(۳۲) اسلام کی عزت کفر کی ذلت پر اور مسلمانوں کی عزت کافروں کی ذلت پر موقوف ہے جس نے کافروں کی عزت کی۔ اُس نے مسلمانوں کو ذلیل کیا۔ کافروں اور منافقوں کو گتوں کی طرح دُور رکھنا چاہیے

[مکتوب ۱۶۳ جلد اول ص ۱۶۵]

(۳۳) خدا و رسول کے دشمنوں کے ساتھ میل جول بہت بڑا گناہ ہے۔ خدا و رسول کے دشمنوں کے ساتھ دوستی و اُلفت خدا و رسول کی دشمنی و عداوت تک پہنچا دیتی ہے۔ **جَلَّ جَلَالُهُ** و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

[مکتوب ۱۶۳ جلد اول ص ۱۶۶]

(۳۴) ایک شخص اسی گمان میں رہتا ہے کہ وہ مسلمان ہے اور اللہ و رسول پر ایمان رکھتا ہے۔ لیکن نہیں جانتا کہ اس قسم کے بُرے عمال دینی خدا و رسول کے دشمنوں کے ساتھ دوستانہ یا رشتہ (اُس کے اسلام و ایمان کو بالکل فنا کر دیتے ہیں۔ [مکتوب ۱۶۳ جلد اول ص ۱۶۶]

(۳۵) گائے ذبح کرنا ہندوستان میں اسلام کا بہت بڑا شکار ہے۔

[مکتوب ۵۹ جلد اول ص ۱۶۶]

(۳۶) ہندوؤں کے دیوتا مثل رام و کرشن وغیرہ کافر و بدین تھے کہ لوگوں کو اپنی عبادت کی طرف دعوت دیتے تھے اور اس بات کے قائل تھے کہ خدا ان کے اندر حلول کئے ہوئے ہے [مکتوب ۱۶۶ جلد اول ص ۱۶۷]

(۳۷) مجلس میلاد شریف میں اگر اچھی آواز کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کی جائے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نعت شریف اور صحابہ کرام و اہل بیت عظام و اولیائے اعلام رضی اللہ عنہم المنعم کی منقبت کے قصیدے پڑھے جائیں تو اس میں کیا حرج ہے؟ ناجائز بات تو یہ ہے کہ قرآن عظیم کے حروف میں تغیر و تحریف کر دی جائے۔ اور قصیدے پڑھنے میں راگنی اور موسیقی کے قواعد کی رعایت و پابندی کی جائے اور

تائیاں بجائی جائیں جس مجلس میلادِ مبارک میں یہ ناجائز باتیں نہ ہوں۔ اس کے ناجائز ہونے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ ہاں جب تک راگنی اور تال سر کے ساتھ گانے اور تائیاں بجانے کا دروازہ بالکل بند نہ کیا جائے گا بواہوس لوگ باز نہ آئیں گے۔ اگر ان نامشروع باتوں کی ذرا سی بھی اجازت دے دی جائے گی تو اس کا نتیجہ بہت ہی خراب نکلے گا [مکتوب ۷۲ جلد سوم ص ۱۱۶]

(۳۸) اہل کفر کے ساتھ بغض و عناد رکھنا دولتِ اسلام کے حاصل ہونے کی علامت ہے۔ [مکتوب ۱۶۳ جلد اول ص ۱۶۳]

حضور اقدس علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کمالِ محبت کی علامت یہ ہے کہ حضور کے دشمنوں کے ساتھ کمالِ بغض رکھیں۔ اور ان کی شریت کے مخالفوں کے ساتھ عداوت کا اظہار کریں۔ [مکتوب ۱۶۵ جلد اول ص ۱۶۸]

محبت کے اندر پالیسی اور چال پلوسی جائز نہیں۔ کیونکہ محب اپنے محبوب کا دیوانہ ہوتا ہے۔ اس بات کو برداشت نہیں کر سکتا کہ اُس کے محبوب کی مخالفت کی جائے۔ وہ اپنے محبوب کے مخالفوں کے ساتھ کسی طرح بھی صلح پسند نہیں کرتا۔ [مکتوب ۱۶۵ جلد اول ص ۱۶۸]

(۳۹) دو محبتیں جو آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہوں ایک قلب میں اکٹھی نہیں ہو سکتیں۔ کفار کے ساتھ جو خدا و رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن ہیں دشمن ہونا چاہیے اور ان کی ذلت و غوری میں کوشش کرنا چاہیے اور کسی طرح بھی اُن کو عزت نہیں دینا چاہیے۔ اور اُن بد بختوں کو اپنی مجلس میں آنے نہیں دینا چاہیے۔ اور ان سے اُس و محبت نہیں کرنا چاہیے۔ اور اُن کے ساتھ سختی و شدت کا طریقہ برتنا چاہیے۔

[مکتوب ۱۶۵ جلد اول ص ۱۶۶]

اور جہاں تک ہو سکے کسی بات میں اُن کی طرف رجوع نہ کرنا چاہیے اور اگر بالفرض ان سے کوئی ضرورت پڑ جائے تو جس طرح انسان ناگواری اور مجبوری سے بیت اٹھا جاتا ہے اسی طرح ان سے اپنی ضرورت پوری کرنا چاہیے۔ [مکتوب ۱۶۵ جلد اول ص ۱۶۹]

(۴۰) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ تک پہنچانے والا راستہ ہی ہے۔ اگر اس راستہ کو چھوڑ دیا جائے تو اس پاک جناب تک پہنچنا دشوار ہے۔ ہائے افسوس۔

[مکتوب ۱۶۵ جلد اول ص ۱۶۹]

ہائے پہنچوں کس طرح تا کوئے یار راہ میں ایں پر خطر کوہ اور غار

لاکھوں سلام

مصطفیٰ جانِ رحمت پر لاکھوں سلام
 شہسپہر کی کے دولہا پر دائم درود
 صاحبِ جنت شمس و شفق القمر
 جس کے زیرِ لوا آدم و من رسوا
 عرش تا فرش ہے جس کے زیرِ نگیں
 اصل ہر بود و بہبود تحسین و مجود
 کنز ہر بے کس و بے نوا پر درود
 ربِّ اعلیٰ کی نعمت پر اعلیٰ درود
 ہم غریبوں کے آقا پر بے حد درود
 فرحتِ جانِ مومن پر بے حد درود
 ان کے مولے کے ان پر کرد و درود
 شافعی مالک احمد، امام حنیف
 غوثِ اعظم امامِ اثنی عشر و اثنی عشر
 بے عذاب و عذاب و صاحبِ کتب
 تا ابد اہل سنت پر لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کیوں ہوں حیا

مصطفیٰ جانِ رحمت پر لاکھوں سلام

شمعِ بزمِ ہدایت پر لاکھوں سلام
 نوشہ بزمِ جنت پر لاکھوں سلام
 نائبِ ستِ قنوت پر لاکھوں سلام
 اس سناے سیادت پر لاکھوں سلام
 اس کی قابِ ریاست پر لاکھوں سلام
 قائمِ کھنہِ نعمت پر لاکھوں سلام
 حرز ہر دفعہ طاقت پر لاکھوں سلام
 حق تعالیٰ کی منت پر لاکھوں سلام
 ہم فقیروں کی ثروت پر لاکھوں سلام
 غیظِ قلبِ ضلالت پر لاکھوں سلام
 ان کے صاحبِ عزت پر لاکھوں سلام
 چار بارِ امامت پر لاکھوں سلام
 جلوہ شانِ قدرت پر لاکھوں سلام
 تا ابد اہل سنت پر لاکھوں سلام



تَحْمَدُكَ وَتُصَلِّي وَتَعْلَمُ عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

صَلَّى اللهُ بِالنَّافِلَةِ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاصْحَابِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ

اہلسنت وجماعت کیلئے نہایت خوشی کا مقام ہے کہ
عزیزم محمد نجیم اللہ خان قادری زیدجدہ عصرہ دراز سے
اہلسنت وجماعت کے اکابر علماء مشائخ کی نایاب کتابوں کو
نہایت اہتمام کے ساتھ اشاعت فرما رہے ہیں۔ اب میرے
جد امجد مفتی اعظم حضرت سیدنا ابوالبرکات سید احمد ضوی قادری
مشہدی رحمۃ اللہ علیہ کے ۱۳ رسائل کو ایک جلد میں شائع فرما رہے
ہیں۔ ان کی اس کاوش کو اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں مقبول منظور
فرمائے اور ہم سب کے لیے توشہ آخرت بنائے آمین

سید مصطفیٰ اختر فیضی

امیر مرکزی دارالعلوم حزب الخلفاء لاہور
یکم محرم الحرام ۱۴۲۲ھ جمعہ ۱۲ مارچ ۲۰۰۱ء

